اسلام علیکم !

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا

تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

https://www.zubinovelszone.com

https://www.znzlibrary.com/

https://www.znz.today/

آن لائن ویب سائٹ آپکو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں

وہاٹسپپ پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

0344 4499420

https://www.facebook.com/Zubi.Novels.Zone.10

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

https://www.facebook.com/zubairkhanafridi2020

WHATSAPP CHANNEL LINK

Channel Join Now

باکس میں موجود کیٹیگری والے ناولز پڑھنے کے لئے ناول نام یا کیٹیگری نام پر کلک کریں

Novels Categories

Web Special

Short Novels

Long Novels

Digest Novels

Romantic Novels

Facebook Novels

Ebook Novels PDF

Youtube Novels PDF

مکمل ناول

عجیب داستان ہے یہ

ہما ریشی

Zubi Novels Zone

میں تمہارے ساتھ اس طرح گاؤں چھوڑ کر نہیں جا سکتی، تم میری ماں سے واقف نہیں ہو۔ وہ ہمیں زندہ درگور کر دیں گی، مگر شادی نہیں کرنے دیں گی۔" وہ دونوں اس وقت گاؤں سے ذرا دور ندی کے پاس بڑے سے درخت کی آڑ میں کھڑے باتیں کرنے میں مصروف تھے، جہاں لڑکی چہرے پر پریشانی سجائے اُسے آنے والے وقت سے خبردار کر رہی

تھی۔رات کی تاریکی میں ان سے فاصلے پر کھڑا ہیولہ پوری طرح انہی کی جانب متوجہ تھا۔اسی لیے کہہ رہا ہوں، میرے ساتھ چلو، ہم یہاں سے بہت دور نکل جائیں گے،اپنی نئ زندگی کا آغاز کریں گے،وہاں ہم تک کوئی نہیں پہنچ پائے گا۔" ابھی وہ دونوں حالات سے بے خبر باتوں میں مصروف تھے کہ پیڑ کے پیچھے چھپے ہیولے نے یہ بات حویلی تک پہنچادی۔" جاؤ، تم یہاں سے دور چلے جاؤ، ورنہ انجام اچھا نہیں ہو گا۔" سامنے موجود کالی چادر سے اپنے منہ کو چھپائے، لڑکی اپنے قدموں کا رخ واپس حویلی کی جانب موڑتی، اسے آنے والے وقت سے آگاہ کرتی اپنے راستے پر چل دی۔جہاں سے واپسی ناممکن سی بات تھی. جبکہ وہ خالی خالی نظروں سے اسے دور جاتا دیکھ کر اس کی پشت کو تکتا رہ گیا تھا۔حویلی واپسی کے بعد وہ حالات سے بے خبر پر سکون نیند سو گئی تھی۔اس کے مطابق، وہ اس کی بات ضرور مانے گا، پر دوسری صبح اس کے لیے قیامت لے کر آئی تھی۔نہیں! نہیں!۔۔۔ نہیں! نہیں!۔۔۔ایسا نہیں ہو سکتا، ماں جی۔۔۔می۔۔رے ساتھ۔۔۔!

میرے ساتھ۔۔! یہ ظلم نہیں کر سکتیں۔۔۔!" منہ پر ہاتھ رکھے، حویلی کے اندرونی حصّے میں ہچکیوں سے روتی، چیختی، کپکپاتی، پلر کے ساتھ فرش پر بیٹھتی چلی گئی۔ اگر رونے کی آواز باہر کسی کے کانوں میں پڑ جاتی، تو انجام وہ بہت اچھے سے جانتی تھی۔ گھر میں آگ لگنے کے باعث سب جل کر راکھ ہو گیا تھا۔ تمام گھر والے اس آگ میں جھلس چکے تھے۔ وہ یہ بھی اچھے سے تھی۔ کل منع بھی کیا جانتی تھی کہ یہ کس کا کام ہے، پر زبان خوف سے بند تھا اسے، چلا جائے یہاں سے، پر قسمت۔۔۔ اور پھر آنے والے رشتے سے لے کر خون بہا اور دکھوں کی نہ ختم ہونے والی طویل داستان کا آغاز ہوا۔۔۔

....

پنجاب کے ایک گاؤں میں بنی حویلی، جو اپنی پوری آن بان کے ساتھ گاؤں میں کھڑی، خوبصورتی کا نمونہ تھی۔ یہ ریاض ملک کی حویلی کے نام سے جانی جاتی تھی۔ سات ایکڑ پر پھیلی یہ حویلی گاؤں میں ملکوں کی حویلی کے نام سے مشہور تھی۔ بڑی حویلی کا صدر دروازہ باہر کی جانب گاؤں میں کسی خاص پروگرام یا تقریب کے منعقد ہونے پر ہی کھلتا تھا۔ آج حویلی میں جشن کا سا سماں تھا۔ اس گاؤں میں ہزاروں راز، اور لاکھوں معصوموں کی آہیں، سسکیاں دفن تھیں۔ چاروں اور پھیلا سبزہ، اونچے لہلہاتے کھیت، گندم کی بھینی بھینی چار سو پھیلی خوشبو، بڑے آدم گیر تناور درخت، اور ان کے پہلو سے بہتی ندی کا جھلمل کرتا پانی سورج کی کرنوں سے موتی کی طرح چمک رہا تھا۔ ملکوں کی حویلی، جہاں ملک صاحب کی وفات کے بعد بڑی سرکار کا راج تھا۔ سالوں سے اس گاؤں پر حکومت کرتے ملک آج لڑائی بھی یہاں کے حاکم تھے۔ ڈیرے پر ہونے والے فیصلوں اور جھگڑوں میں ہونے والے مسائل کا حل بڑی سرکار کیا کرتی تھیں، جو

شمشیر ملک کی والدہ تھیں۔گاؤں میں تعلیم نہ ہونے کے برابر تھی۔ تعلیم کی شرح میں کمی کے باعث آج بھی گاؤں کے لوگ ان کے غلام تھے۔اور اسی تعلیم کی کمی کے باعث لوگوں میں شعور کی کمی تھی۔اپنے بڑے آباو اجداد کی بنائی گئی روایتوں پر چلتے، جہاں ونی اور خون بہا کی تاریخ ہزاروں سالوں سے چلی آرہی تھی اور آج بھی اسی طرح برقرار تھی۔جہاں کسی اور کے گناہ کی سزا ایک مظلوم لڑکی کو دی جاتی تھی۔اس روایت کو برقرار رکھنے کی خاطر اس کے ساتھ ظلم و ستم کی انتہا کر دی جاتی۔آج سے بیس سال پہلے بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔کسی اور کے گناہ کی سزا ایک معصوم لڑکی کو دی گئی۔ لیکن کہتے ہیں، جب ظلم حد سے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔دو سال قبل کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔گاؤں میں ایسی تبدیلی رونما ہوئی جس نے گاؤں کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔۔۔

....

رات کا اندھیرا چھٹ چکا تھا۔ صبح صادق سے نکلتا سورج چاروں طرف اپنی کرنیں بکھیر چکا تھا۔ پورے گاؤں میں چڑیوں کے چہچہانے کی آواز گونج رہی تھیں۔ بڑے اونچے لہلہاتے کھیتوں میں کسان کھیتی باڑی کرنے میں مصروف تھے۔ گاؤں کے بڑے چھوٹے فجر کی نماز میں مشغول تھے۔ مٹی کے بنے کچے مکان اور تنگ گلیوں والا سرسبز، ہرا بھرا، قدرت کے حسین مناظر سے آراستہ گاؤں اپنی خوبصورتی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ حد نگاہ تک جاتے گاؤں کے یہ دلکش مناظر آنکھوں کو خیرہ کر دیتے تھے۔ دوسری جانب گھروں کی عورتیں فجر کی نماز ادا کر کے اپنا چولہا چکی سنبھال چکی تھیں۔ گاؤں کی صبح کا منظر خاصا دلفریب تھا۔ بچے جلدی جلدی قدم اٹھاتے گاؤں میں بنے اسکول کی جانب رواں دواں تھے۔ گاؤں میں بنی اس اونچی حویلی میں فجر کے وقت گھر کے تمام افراد اٹھ چکے تھے۔ خواتین کے نماز سے فارغ ہو کر کچن میں ناشتے کی تیاری میں مصروف تھیں۔ گھر

تمام افراد اس وقت ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھے بڑی سرکار کا انتظار کر رہے تھے، جو معمول سے ہٹ کر آج ذرا تاخیر سے آئی تھیں۔

بانو، ناشتہ لگاؤ۔" اس حویلی کی بڑی بہو بیگم، اپنے سر کا دوپٹہ درست کرتے ہوئے، ملازمہ کو ہدایت دیتی ناشتے کی ٹیبل کی جانب بڑھیں۔ "جی، بس ابھی لائی!"

بانو ان کے حکم پر جلدی سے سر کو خم دیتی، ناشتے کے لوازمات بڑی سی تھالیوں میں سجائے ان کے پیچھے بڑی، جہاں گھر کے تمام افراد موجود تھے۔" آریان حویلی کب آئے گا؟"

ناشتے سے فارغ ہوتے ہوئے، اپنا ہاتھ پیچھے کرتیں، ایک نگاہ سنجیدگی سے شمشیر ملک پر ڈالتے ہوئے بڑی سرکار نے دریافت کیا۔" آج تو شہر میں ہی ہیں، کل صبح تک گاؤں پہنچ جائیں گے۔"

آریان ان کا سب سے بڑا پوتا تھا جو ہائر اسٹڈی کے لیے باہر رہتا تھا، اور اب پچھلے دو سالوں سے واپس آکر شہر میں اپنا کاروبار سنبھال رہا تھا۔" بہتر! وہ

جیسے ہی واپس آئیں، انہیں میرا پیغام دے دیجیے گا۔" اپنی نشست چھوڑتے ہوئے انہیں مطلع کیا، جنھوں نے "جو حکم" کہتے ہوئے ادب سے جواب دیا۔

....

بختاور بی بی، جو گاؤں میں بڑی سرکار کے نام سے جانی جاتی تھیں۔ ریاض ملک اور بختاور بی بی کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ بڑے بیٹے شمشیر ملک اور ان کی زوجہ عائشہ ملک کے دو بیٹے، آریان ملک، ازلان ملک، اور ایک بیٹی ماہ نور ملک۔ چھوٹے بیٹے وقار ملک، ان کی زوجہ شاکرہ، جن کے دو بچے، بڑا بیٹا ضیغم ملک، اور بیٹی نور العین تھے۔ بڑی بیٹی فاریہ، جو شادی کے بعد اپنے بچوں کے ساتھ شہر میں رہائش پذیر تھیں، جبکہ چھوٹی بیٹی گل نار بیوہ تھیں۔

....

بلیک ٹراؤزر اور بلیک ٹی شرٹ میں سیم لباس پہنے وہ دونوں بہن بھائی اس وقت جاگنگ کر رہے تھے۔ جاگنگ ٹریک پر دونوں کانوں میں ہینڈ فری لگائے، جس کی تار ٹراؤزر کی پاکٹ میں جاتی اور موبائل سے کنیکٹ تھی، جس میں انگلش سونگ لیرکس ہلکے ہلکے گنگناتے، دونوں اپنے میں ہی مگن بھاگتے چلے جا رہے تھے۔ بھاگتے بھاگتے کبھی تانیہ آگے آجاتی تو کبھی ارمان۔ پھر دونوں ایک دم رک کر گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے، جھک کر لمبی لمبی سانسیں لینے لگے، جو ایک دوسرے کو ہرانے کے چکر میں اُکھڑ گئی تھیں۔ سانس بحال کرتے ہی رخ ایک دوسرے کی جانب موڑا اور پھر دونوں ہنستے چلے گئے۔ ارمان ایک ہفتہ پہلے ہی باہر سے اپنی تعلیم مکمل کر کے آیا تھا اور تانیہ اپنی میڈیکل کی تعلیم مکمل کر کے اب ہاؤس جاب کر رہی تھی۔ پر پچھلے تین چار دن سے ان دونوں کا یہی معمول تھا۔ تانیہ تو روز ہی اس

پچھلے چار دن سے تانیہ کے پارک میں آتی جاتی رہتی تھی، لیکن ارمان ساتھ آرہا تھا، جو روزانہ اپنے ساتھ اسے لانا نہیں بھولتی تھی۔ اب وہ دونوں کانوں سے ہینڈ فری نکالتے، اپنی اپنی پانی کی بوتل ہاتھ میں پکڑے، سائیڈ پر بنی بینچز پر جا بیٹھے تھے۔ پانچ فٹ سے نکلتا قد، جو عام لڑکیوں کے مقابلے میں ذرا زیادہ ہی تھا۔ خوبصورت، پر کشش چہرہ، گلابی ہونٹ، کندھوں تک آتے بال جن کی اس وقت ہائی پونی ٹیل بنی ہوئی تھی، اور حسین مکھڑے میں چار چاند لگاتی اس کی سبز آنکھیں، جن کی چمک ہی نرالی تھی۔ یہ تھی ڈاکٹر تانیہ۔ "اُف! تھک گئے۔" سبز آنکھوں والی تانیہ نے بینچ پر بیٹھتے ہی ایک لمبی سانس خارج کی۔ اچھا! بس اتنے میں ہی تھک گئی؟ فی الحال میں تو صبح صبح کی اس دوڑ سے تازہ دم ہو گیا ہوں، اور پارک کی گریزی نے طبیعت خوش کر دی ہے۔ بھئی، میں تو نہیں تھکا۔" درمیانی قد و قامت، سرخ و سفید رنگت، واجاہت شخصیت کا مالک ارمان، اپنے باپ شعیب ملک کی فوٹو کاپی تھا۔ ارمان کی اپنی بہن تانیہ سے شرط لگی تھی کہ دیکھتے ہیں

پہلے کون ہار مانتا ہے۔ہار تو دونوں نے نہیں مانی تھی، لیکن تانیہ کے کہنے پر ارمان نے اپنے سلکی بالوں میں ہاتھ پھیر کر شرارتاً کہا، جس کا پورا جسم پسینے سے شرابور تھا۔ہاں جی !! وہ آپ کی طبیعت میں آئی خوش کن بحالی تو نظر آ رہی ہے۔"تانیہ نے اس کی پھولتی سانس اور پسینہ دیکھ کر خود بھی ایک گہری سانس لیتے طنزیہ کہا۔ جس پر ارمان اس کے چہرے کے بگڑے تاثرات دیکھ کر قہقہہ لگا گیا۔اچھا چھوڑو سب !! جلدی سے گھر چلو۔ماما ڈیڈ ہمارا ناشتے پر انتظار کر رہے ہوں گے۔"ارمان نے کھڑے ہو کر قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔تو تانیہ نے بھی اس کی ہمراہی میں گھر کی جانب قدم بڑھائے۔

....

.

!!السلام علیکم ماما"

السلام علیکم ڈیڈ!!" دونوں ناشتے کی ٹیبل کی جانب آتے یک زبان بولے۔ رعب دار شخصیت کے مالک شعیب صاحب، جو آج صبح کا اخبار کھولے آج کی تازہ ترین سنسنی خیز خبروں پر نظر ثانی کر رہے تھے، ان دونوں کے سلام پر نیوز پیپر نیچے رکھتے ہوئے انہیں دیکھ کر مسکرائے۔

اورنج جوس کا گلاس لبوں سے لگاتے مسکرا کر جواب دیا۔ وعلیکم السلام! چلو جاؤ، تم دونوں بھی جلدی سے فریش ہو کر آؤ، پھر ساتھ میں مل کر ناشتہ کرتے ہیں۔" سنجیدہ مزاج کی مالک فاریہ بیگم نے اپنے دونوں بچوں کو پسینے سے شرابور دیکھ کر ہدایت کی، جس پر دونوں ہی اثبات میں سر ہلاتے، سیڑھیاں عبور کرتے اپنے کمروں کی جانب بڑھ گئے۔

کچھ ہی دیر میں دونوں تازہ دم ہو کر ان کے ساتھ ناشتے کی میز پر موجود تھے۔ "اور ارمان بیٹا، اب کیا ارادہ ہے؟ کب بزنس جوائن کر رہے ہو؟" ناشتے کے ساتھ بھرپور انصاف کرتے ہوئے شعیب صاحب نے ارمان سے استفسار کیا۔ "ابھی تو خیر اتنی جلدی کوئی ارادہ نہیں۔ فی الحال تو ہم

سب دوستوں نے مل کر اتنے سال بعد پاکستان گھومنے کا پلان بنایا ہے، اور کل ہی ہم سب کی روانگی بھی ہے۔" چاقو اور کانٹے کی مدد سے انڈے کا ٹکڑا منہ میں ڈالتے ارمان نے اپنے آگے کے پلان سے آگاہ کیا۔ بالکل جاؤ! کوئی جلدی نہیں ہے، گھوم پھر آؤ! پھر آرام سے سوچ سمجھ کر جوائن کرنا، بزنس تو اپنے ہی گھر کا ہے۔" شعیب صاحب نے اس کا ارادہ سن کر مسکرا کر خوش دلی سے اجازت دی، جس پر ارمان نے بھی ہولے سے مسکرانے پر اتفاق کیا۔" بابا۔" ارمان کے بعد ماحول اچھا دیکھ کر تانیہ نے بھی اپنی بات تھی، پر فاریہ بیگم کی وجہ سے کا آغاز کیا، جو وہ کافی دن سے کرنا چاہ رہی کہنے سے جھجک رہی تھی۔" جی، بابا کی جان۔" بیٹی کی آواز پر شعیب صاحب اپنا موبائل سائیڈ پر رکھتے ہوئے مکمل اس کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے مسکرا کر بولے۔" وہ مجھے نا، آپ سے اجازت چاہیے تھی۔ اسپتال کی جانب سے ایک کمپین چل رہی ہے، جس میں ہم پنجاب کے مختلف گاؤں کا دورہ کریں گے۔ کچھ دن کے کیمپ میں ہم نہ صرف وہاں کے بیمار

لوگوں کا مفت علاج کریں گے، بلکہ انہیں بیماریوں سے لڑنے کی آگاہی بھی فراہم کریں گے۔ بیس دن کا ٹرپ ہے، مجھے وہاں جانا ہے پلیز!!"تانیہ نے تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے اجازت چاہی، جن کے چہرے کا رنگ ایک دم ہی بدلا تھا۔ کوئی ضرورت نہیں اتنی دور اکیلے جانے کی۔ ارمان بھی کل جارہا ہے اور اب تم بھی جانے کی ضد لے کر بیٹھ گئی ہو۔" فاریہ بیگم نے شعیب صاحب کے تناؤ بھرے تاثرات دیکھ کر نپے تلے لہجے میں منع کر کا منہ اتر گیا تھا۔ تانیہ نے مدد طلب دیا، جب کہ ان کے واضح انکار پر تانیہ نظروں سے باپ کی جانب دیکھا، جو مضطرب سے دکھائی دیے، جیسے کہیں کھو گئے ہوں۔ پریشانی کے آثار ان کے چہرے سے نمایاں تھے۔ ارمان بھی اب ان کی جانب متوجہ ہوا، وہ دونوں اس صورتحال کے پس منظر سے ناواقف تھے۔ ارمان اور تانیہ دونوں ہی ماں باپ کی پریشان شکلیں دیکھ کر ذرا حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ تانیہ بیٹا!! آپ کی ماما بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں، آپ بعد میں پھر کبھی چلی جایئے گا۔"شعیب صاحب نے خود کو

سنبھالتے ہوئے بیٹی کو سہولت سے انکار کرتے ہوئے کہا۔ لیکن اس بار کیوں نہیں جاسکتی؟" باپ کی جانب سے بھی انکار پر تانیہ نے ضدی لہجے میں استفسار کیا۔ "بس کہہ دیا کہ اس بار نہیں جاسکتی، تو مطلب نہیں جا سکتی۔ ختم ہوگئی بات۔" اب کہ اس کی ہٹ دھرمی پر شعیب صاحب نے ذرا سخت لہجے میں اسے باز رہنے کو کہا، ورنہ جانتے تھے کہ وہ کس قدر ضدی تھی۔ جانے دیں نا آپ لوگ، کیوں بلاوجہ روک رہے ہیں؟ یہ پہلی بار تھوڑی ہے کہ میں اور تانیہ ایک ہی وقت میں گھر سے دور ہوں۔" نا سمجھی کا اظہار کرتے ہوئے ارمان نے بہن کی سائیڈ لی۔ "بس جب میں نے ایک بار منع کر دیا کہ نہیں جاسکتی، تو بس بات ختم۔" فاریہ بیگم ان دونوں کی ضد پر ذرا غصے سے مخاطب ہوئیں۔ "ماما، میں جاؤں گی!

" بابا، سب ڈاکٹرز جا رہے ہیں! بس میں نہیں جا رہی، کیوں؟

تانیہ ذرا غصے سے بولتی ہوئی کرسی چھوڑ کر وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔" ماما، کیا ہو گیا ہے آپ دونوں کو؟ جانے دیں! صحیح تو کہہ رہی ہے،

آپ بلاوجہ کی ضد کر رہی ہیں۔" ارمان موقع کی نزاکت سمجھتے ہوئے ماں کو سمجھانے لگا۔" نہیں کا مطلب نہیں ہوتا ہے، زیادہ بات سمجھ نہیں آ رہی ؟زیادہ سائیڈ لینے کی ضرورت نہیں ہے اس کی۔" فاریہ اب ذرا غصے میں سخت لہجے میں بولتی ہوئی اسے چپ کرا گئیں، جس پر لب بھینچ کر وہ خود بھی کرسی چھوڑ کر وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

ارمان کو غصے میں جاتا دیکھ کر وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئیں، جب کہ شعیب صاحب بھی مضطرب سے شش و پنج میں مبتلا، اپنے دونوں بچوں کو دیکھتے رہ گئے۔

....

"دھڑام!"

عائشہ بیگم کچن میں کام کر رہی تھیں کہ سیڑھیوں سے کچھ گرنے کی آواز سن کر یکدم بھاگ کر آئیں۔

کیا ہوا تمہیں؟ کیسے گر گئیں؟" عائشہ بیگم نے بانو کو درد سے کراہتے دیکھ کر پوچھا، جو خوف کے مارے لنگڑاتے ہوئے گرل پکڑ کر کھڑی ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ک...کچھ نہیں..."

خوف اور تکلیف سے کانپتی ہوئی بانو نے اوپر نظر ڈالی اور پھر خاموشی سے وہاں سے جانے لگی۔ عائشہ بیگم کی نظر جیسے ہی اوپر گئی تو معاملہ سمجھنے میں ذرا دیر نہ لگی۔ ایک لرزہ سا ان پر طاری ہو گیا۔ اس ظلم پر آواز اٹھانے کی ہمت آج بھی نہیں تھی، اور آج بھی سالوں سے ہوتے اس ظلم پر وہ آنکھیں میچ کر نظریں چرا گئیں۔ دونوں طرف سے جاتی سیڑھیوں پر ایک جانب سفید غرارہ اور قمیض پہنے بڑی سرکار کھڑی تھیں، چہرے پر کر ختگی لیے اپنی بہو کو گھور رہی تھیں۔ عائشہ بیگم ایک دم ان کی نظروں سے خوف

کھا کر نظریں چرا گئیں۔ان کی نظر سائیڈ پر گری چائے کی پیالی اور سفید قمیض پر لگے دھبے پر پڑی تو معاملہ سمجھنے میں دیر نہ لگی۔

بانو چائے کی پیالی لیے اوپر جا رہی تھی کہ اچانک بڑی سرکار کے سامنے آ گئی۔اس اچانک ٹکر سے چائے کا کپ ان پر گر گیا۔جیسے ہی بانو کی نظر اوپر اٹھی اور بڑی سرکار کی غصیلی آنکھوں سے ملی،وہ گھگھیانے لگی۔

منحوس ماری! اندھی ہے کیا؟" بڑی سرکار نے جلال میں آکر بنا کچھ سوچے سمجھے ایک زوردار دھکا دیا،جس سے بیچاری بانو خود کو سنبھال نہ سکی اور سیڑھیوں سے الٹی منہ کے بل گر پڑی۔

اماں سرکار! آپ میرے ساتھ چلیں،میں آپ کے کپڑے صاف کر دوں۔"

اس سے پہلے کہ پوری حویلی ان کے غصے کا نشانہ بنتی،عائشہ بیگم سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی ان تک پہنچیں،مگر بڑی سرکار نے غصے میں ان کا ہاتھ جھٹک دیا اور تیز قدموں سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

....

ڈیرے پر اس وقت تمام افراد موجود تھے۔ایک ہفتے بعد کھیتوں کی کٹائی ہونی تھی۔ بڑی سرکار کے مطابق اس بار اچھی فصل نہیں ہوئی تھی۔ سفید کلف والا شلوار قمیض پہنے، بلیک چادر کندھوں پر ڈالے، سنجیدہ اور رعب دار سا آریان اپنے والد اور چچا کے ہمراہ اس وقت ڈیرے پر موجود تھا۔ ڈیرے پر گاؤں کے لوگ اپنی عرضی لے کر اپنی پگڑیاں ان کے پیروں میں رکھے بیٹھے تھے۔جو رقم فصل سے آنی تھی، وہ سب بڑی سرکار کے قرضوں میں چلی جانی تھی۔یہ ان پڑھ غریب آج تک یہ نہیں جان سکے تھے کہ آج میں اور دس سال پہلے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ بڑی سرکار بیوپاریوں کو فصل آج کے دام بیچ کر آج بھی کسانوں سے دس سال پرانے

ریٹ پر خرید رہی تھیں۔ وہ کسانوں کی خون پسینے کی کمائی لے رہی تھیں، جوان کا حق تھا۔

"بڑے صاحب! اس سال میرا بیٹا دسویں کا امتحان پاس کر لے گا۔ اسے پڑھنے کا شوق ہے، وہ شہر جا کر بابو صاحب بننا چاہتا ہے۔ بڑی سرکار سے کہیں کہ اس سال قرضہ معاف کر دیں۔ اگلی بار ہم دل لگا کر محنت کریں گے۔ اس سال اسے پیسے دینے ہیں۔"

غریب کسان کی بات سنتے ہی شمشیر مالک اور وقار مالک کے چہروں کا رنگ یکدم بدل گیا۔ دوسری جانب، وہ ان پڑھ کسان اب بھی بے خبری میں ان سے بھیک مانگ رہا تھا، جبکہ حقیقت میں یہ لوگ ان کے احسان تلے دبے ہوئے تھے۔

آریان کا چہرہ ضبط سے سرخ ہو چکا تھا۔ اپنے باپ کی سنگدلی پر محض لب بھینچ کر رہ گیا۔ وہ بیچارہ اپنا حق بھی صحیح سے نہیں مانگ پا رہا تھا، اور اس کے باپ اور چچا زمینی خدا بنے بیٹھے تھے۔ انہی سب وجوہات کی بنا پر وہ شہر میں

رہتا تھا، کیونکہ جانتا تھا کہ اگر یہاں رہا تو منہ بند نہیں رکھ سکے گا، جبکہ اس کا بولنا بڑی سرکار کو کبھی گوارا نہ ہوتا۔اس کے باپ اور چچا اگر برے نہیں تھے تو اچھے بھی نہیں تھے۔وہ ظالم کی اولاد تھے،اور ظلم وزیادتی کرنا ان کی رگ رگ میں شامل تھا۔

صاحب!میری بیٹی کی شادی ہے،آپ کو اللہ سائیں کا واسطہ،ہم غریبوں "پر رحم کریں۔" دوسرے کسان نے روتے ہوئے اپنی پگڑی اتاری اور نیچے بیٹھ گیا،جبکہ وقار مالک نے برا سا منہ بناتے ہوئے اپنے پیر پیچھے کیے،جن پر وہ غریب اپنے گندے ہاتھ رکھ چکا تھا۔

انکل!کیا کر رہے ہیں آپ؟یہاں بیٹھیں،اور فکر نہ کریں،آپ کو" پورے پیسے ملیں گے۔" آریان نے انہیں زمین سے اٹھاتے ہوئے تسلی دی،تو وہ اس کے ہاتھ پکڑ کر چومنے لگے۔

!یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟پلیز چھوڑیں"

آریان کو یہ سب قطعی ناپسند تھا۔اس نے فوراً اپنے ہاتھ چھڑوائے۔

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

آریان! تم بیچ میں مت بولو۔ یہ کمی کمین اب ہماری برابری کرنا چاہتے "
ہیں۔ بڑی سرکار کا جو حکم ہے، وہی ہو گا۔ سمجھا دینا بھائی صاحب اسے!"
وقار مالک غصے سے کھڑے ہوئے، اپنی چادر کو ایک جھٹکے سے دوسرے رخ پر ڈالا، اور سخت نظروں سے آریان کو تنبیہ کرتے ہوئے ڈیرے سے چلے گئے۔

آریان، جاؤ تم! صحیح کہہ رہا ہے تمہارا چاچا۔ ان سب معاملات میں تم بیچ "
"میں مت بولو، ابھی ہم زندہ ہیں۔
شمشیر مالک جانتے تھے کہ اگر اس بات کی بھنک حویلی میں بڑی سرکار تک پہنچ گئی تو آریان، جو ان کا لاڈلا پوتا تھا، وہ بھی نہیں بخشا جائے گا۔

"پر بابا، یہ غلط "

"خاموش!"

آریان کی آواز پر وہ یکدم غصے سے چیخے۔ وہ خاموش ہوا، ایک نظر ڈیرے پر ڈالی، اور غصے میں وہاں سے چلا گیا۔

آپ سب کو وہی رقم ملے گی جو طے تھی۔اور قرضہ نہ دینے کی صورت" میں اس گھر کا ایک شخص حویلی میں ملازم رہے گا،جب تک قرضہ اتر نہیں جاتا۔"

شمشیر مالک کی رعب دار آواز ڈیرے میں گونجی،اور سب کو سانپ سونگھ گیا،کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اب کچھ نہیں ہونے والا۔وہ ایک نئی آزمائش کا پہاڑ اپنے اوپر ٹوٹتا محسوس کر رہے تھے،اور بوجھل قدموں سے وہاں سے چلے گئے۔۔۔۔

....

"یار،اور کتنا دور ہے یہ مونال؟"

ارمان اپنے چھ دوستوں کے ساتھ اسلام آباد کے مونال ریسٹورنٹ جانے کے لیے ہائیکنگ ٹریک پر پچھلے تین گھنٹوں سے چڑھائی کر رہا تھا۔ کھار دار جھاڑیوں کے درمیان، دور ٹاپ پر بنا مونال ریسٹورنٹ کافی فاصلے پر نظر آ رہا تھا۔

پاکستان کے ٹور پر نکلنے سے پہلے، انہوں نے اپنے ہی شہر سے گھومنے پھرنے کا آغاز کیا تھا۔ صبح نو بجے فیصل مسجد پر حاضری دی، کچھ وقت وہاں گزارا، اور پھر قریب گیارہ بجے سب نے ہائیکنگ ٹریل نمبر فائیو کا رخ کیا۔

اسلام آباد، جو پاکستان کا دارالحکومت ہے، مارگلہ ہلز میں کل چھ ہائیکنگ ٹریک رکھتا ہے۔ ارمان کے گروپ نے مارگلہ ہلز نیشنل پارک کے ٹریک میں مارگلہ روڈ پر واقع F-5 نمبر فائیو کا انتخاب کیا، جو اسلام آباد کے سیکٹر دارا جنگلا وادی میں موجود ہے۔ یہ ٹریک پیر سُہاوہ سے ہوتا ہوا دامنِ کوہ تک جاتا ہے۔ سیاحوں کے جانی اور مالی تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے یہاں

وائلڈ لائف کے گارڈز کے ساتھ ایک پوری ٹیم بھی مدد کے لیے ہر وقت تیار رہتی ہے۔

ہائیکنگ کے ایک کلو میٹر کے فاصلے پر ایک آبشار بھی آتی ہے، جو قدرت کے حسین مناظر میں سے ایک خاصہ دلفریب نظارہ پیش کرتی ہے۔ ٹریک کے دونوں اطراف میں قطار میں کھڑے درخت، راستے میں نصب بڑے پتھر، جن پر طے کردہ فاصلہ درج تھا، سب کچھ اس خوبصورت ایڈونچر کو مزید پر لطف بنا رہا تھا۔

ہر روز کئی سیاح گروپ کی شکل میں یہاں آتے ہیں، ہائیکنگ ٹریک فائیو کو عبور کرتے ہوئے قدرت کے حسین نظاروں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور 3,848 فٹ کی بلندی پر بنے مونال کی طرف بڑھتے ہیں۔ بلندی سے نیچے دیکھنے پر اسلام آباد کا منظر ہی نرالا لگتا ہے۔

ویسے تو پیر سُہاوہ سے بذریعہ روڈ بھی مونال جایا جا سکتا ہے، مگر جب سب دوست ساتھ ہوں تو کچھ منفرد کرنے کا مزہ ہی اور ہوتا ہے۔ ارمان یہاں

کئی بار ہائیکنگ کر چکا تھا، مگر گروپ میں شامل زیادہ تر لڑکے کراچی سے تھے، جن کے لیے پہاڑ چڑھنا اتنا آسان نہیں تھا۔ جبکہ ارمان تو پیدا ہی اسلام آباد کی گود میں ہوا تھا۔

ابھی سے تھک گئے؟ ابھی تو کافی طویل سفر باقی ہے!" ارمان نے چڑھائی" چڑھتے ہوئے کہا۔

اف میرے خدا! اس سے اچھا تو ہم بائے روڈ ہی چلے جاتے!" فہد، جو" کراچی کا رہائشی تھا، جھنجھلا کر بولا اور ساتھ ہی جیب سے موبائل نکال کر چند سیلفیاں لینے لگا۔

بدذوق لوگ!" ارمان نے ناپسندیدگی سے سر جھٹک کر کہا۔"

اس نے پیچھے نظر دوڑائی تو گروپ کے آدھے سے زیادہ لوگ ویڈیوز اور تصاویر بنانے میں ہی مصروف تھے۔ ارمان نے شاہزیب کے ہمراہ ذرا آگے جا کر بہتے چشمے سے اپنی پانی کی بوتل بھری۔

راستے میں پڑے پہاڑی پتھر، رنگ برنگے پھول، کھاردار جھاڑیاں، دونوں اطراف میں پھیلی خوفناک کھائیاں، اور بلندی سے نیچے نظر آنے والا حیرت انگیز منظر طبیعت خوش کر دیتا تھا۔

سامنے ایک خوبصورت پتھر پڑا تھا، جو تختے کی طرح بالکل ہموار لگ رہا تھا۔

اسے دیکھ کر ارمان اور شاہزیب کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ باقی پیچھے رہ جانے والوں کے انتظار اور کچھ دیر آرام کرنے کی غرض سے وہ انہی پتھروں کو تکیہ اور بستر بنا کر لمبے لمبے لیٹ گئے۔

ان سست لوگوں کا مغرب بھی انہی پہاڑوں پر کرنے کا ارادہ لگتا ہے!""

شاہزیب نے پیچھے نظر ڈال کر مسکراتے ہوئے کہا، جہاں کچھ لوگ راستے کے کنارے بیٹھے تھے تو کچھ راستہ بلاک کیے کھڑے تھے۔

لگتا تو یہی ہے۔" ارمان نے پیچھے سے آتی لڑکیوں کے گنگنانے کی مختلف" آوازوں پر گردن گھما کر دیکھا، جہاں ٹولی کی شکل میں چند لڑکیاں انہی کی جانب آرہی تھیں۔

نیر و پینٹ، مختلف رنگ کے پرنٹڈ ٹاپ، اوپر سے ڈینم جیکٹ، ہائی پونی ٹیل، اور آنکھوں پر براؤن سن گلاسز... ایک جیسی ڈریسنگ کیے وہ گروپ شاید کسی یونیورسٹی کا تھا۔

گلابی آنکھیں جو تیری دیکھیں"

"شرابی یہ دل ہو گیا۔۔۔

تین فٹ چھوٹے قد کی، خوبصورت نین نقش والی، نیلے ٹاپ میں ملبوس نور جبین اپنے گروپ کی تمام لڑکیوں کے ساتھ گنگنا رہی تھی اور سب کی ویڈیو بنا رہی تھی۔ یہ انرجیٹک گرلز گروپ دیکھ کر باقی سیاح بھی ان کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔

پندرہ لڑکیوں پر مشتمل یہ گروپ کندھوں پر بیگ ڈالے اپنے ہی شغل میں مصروف، ہنستے مسکراتے اپنے ٹریک سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ جبکہ نور اپنا موبائل پکڑے نہ صرف سب کی ویڈیوز بنا رہی تھی، بلکہ وہاں کے مناظر کو لفظوں میں بیان کرتی ہوئی کمنٹری بھی کر رہی تھی۔

ارے یار! کچھ سیکھو، کچھ سیکھو لڑکیوں سے!" فہد خوش باش انداز میں" اسی گروپ کی طرف بڑھا اور پتھروں پر آرام سے بیٹھے ارمان اور شاہزیب پر طنز کیا۔

جی، کیا سیکھیں ہم؟" ارمان نے بھنویں اچکاتے ہوئے کروٹ کے بل" لیٹ کر طنزیہ انداز میں پوچھا، اس کی خوش مزاجی عروج پر تھی۔

دیکھو ذرا، کتنی چست ہیں! آرام سے پہاڑ چڑھ رہی ہیں، اور ایک تم" لوگ ہو، جو یہیں بیٹھ کر آرام فرما رہے ہو!" فہد نے نور اور باقی مسکراتی لڑکیوں پر نظر ڈالتے ہوئے کہا، جواب لیسنگ کرتے ہوئے شاید ٹک ٹاک ویڈیوز بنانے میں مصروف تھیں۔

ارمان نے فہد کے جوش کو دیکھتے ہوئے شاہزیب کو نظروں سے اشارہ کیا۔

فہد بھائی کچھ دیر پہلے اس پیدل سفر سے چڑ گئے تھے، اور اب اس گروپ کی پیروی کچھ اس انداز میں کر رہے تھے، جیسے جانے کب سے منزل پر پہنچنے کا انتظار تھا!

اوہ! واہ بھئی! ہمارا بھائی کتنا خوش مزاج ہو گیا ہے!" ارمان نے استہزائیہ " انداز میں "اوہ!" کرتے ہوئے اپنے کپڑے جھاڑے اور کھڑا ہو گیا۔ ساتھ ہی باقی گروپ کے ہم قدم ہوا، جبکہ فہد سنی ان سنی کرتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

(دوسرا سین)

آریان بیٹے، یہاں آؤ!" بڑی سرکار کی آواز پر آریان کے اپنے کمرے کی " طرف بڑھتے قدم رک گئے اور وہ نیچے ہال میں جھولے پر براجمان اپنی دادی سرکار کی طرف پلٹ گیا۔

السلام علیکم، دادی سرکار!" آریان نے مودبانہ انداز میں سر جھکا کر سلام " عرض کیا۔

وعلیکم السلام، بچے! کل ہم نے تمہیں یاد کیا تھا، شاید کسی نے ہمارا پیغام نہیں پہنچایا!" دادی سرکار نے اپنے خوبرو پوتے کو تیز نظروں سے گھورا، جو ایک دم گڑبڑا گیا۔

معذرت چاہتا ہوں، دادی سرکار! کل رات حویلی واپسی دیر سے ہوئی" تھی، اسی لیے آپ کو پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔" آریان نے جلدی سے وضاحت دی، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ان کا اگلا شکار اس کی ماں ہو سکتی ہیں۔

ہمم!" دادی سرکار نے ہنکارا بھرتے ہوئے اسے دیکھا، جو احتراماً نظریں" جھکائے کھڑا تھا۔

آئندہ ڈیرے پر اپنے باپ اور چچا کی موجودگی میں بیچ میں دخل اندازی" دینے سے گریز کیجیے گا۔ جا سکتے ہیں اب آپ!"

یہ کہہ کر دادی سرکار نے اپنی بات واضح کر دی، جبکہ دوسری جانب آریان شمشیر ملک ضبط سے سرخ چہرہ لیے پلٹ کر سیڑھیاں چڑھ گیا۔

ویٹ ویٹ۔۔۔آگے جانے والا راستہ کافی پتلا اور تنگ ہے،اس" طرح بھیڑ میں ہم الگ بھی ہو سکتے ہیں۔"نور نے ہاتھ کے اشارے سے سب کو رکنے کا کہا اور آگے پہاڑ کی جانب اشارہ کیا، جو کچھ دور جا کر مزید پتلا ہو رہا تھا۔

تو کیا ہوا، کوئی مسئلہ نہیں ہے، آرام سے پار ہو جائے گا۔" فلک نے نور کی" بات سن کر ناک چڑھائی۔

ہاں!! وہ تو ہو ہی جائے گا، پر ہم ایک کام کرتے ہیں، سب لائن میں ایک" دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر چلتے ہیں، اس طرح کوئی ڈرے گا بھی نہیں اور سب "ساتھ میں چڑھ بھی جائیں گے۔

نور نے ہاتھ سے چٹکی بجا کر اپنی رائے پیش کی، جب کہ سب نے محض سر ہلانے پر اتفاق کیا، کیونکہ ان کے اس گروپ کی ہیڈ نور العین میڈم تھیں اور ان کا حکم بجالانا ان کا فرض۔

"چلو سب پہلے لائن میں کھڑے ہو جاؤ، عالیہ، تم مانو اور دانیہ کا ہاتھ پکڑو، اور انعمتہ اور مریم، تم دونوں باقی پیچھے والوں کے ساتھ پکڑو، میں اور فلک آگے جائیں گے۔ تم ہمیں فالو کرو، کم آن گرلز، ہم نے یہ کرنا ہے۔"

سب کی پوزیشن سیٹ کرتے ہوئے نور نے جوش سے کہا۔ ان کے آدھے گروپ کی لڑکیاں تو پیچھے کہیں رہ گئی تھیں، اور اب انہیں ہر حال میں ان سے پہلے وہاں جانا تھا۔ اب جانے راستہ ان میں سے کون بھولا تھا—وہ یا یہ!

"اوہ ہیلو! میڈم، یہیں قیام کرنے کا ارادہ ہے کیا؟ آگے کیوں نہیں بڑھ رہیں؟"

ارمان اتنی دیر سے پیچھے کھڑا انتظار کر رہا تھا کہ کب وہ چلیں تاکہ باقی سب بھی آگے بڑھیں، پر یہ ساری چڑیلیں تو راستہ ہی بلاک کیے کھڑی تھیں۔

"کیا ہو گیا آپ کو! ہم کیوں یہاں قیام کرنے لگے؟ اور آپ کو اتنی جلدی ہے تو اس سائیڈ سے چلے جائیں، ہنن۔۔۔"

نور نے نزاکت سے کہتے ہوئے اپنے بال جھٹکتے ہوئے رخ موڑا، جب کہ ارمان اس دوسرے راستے کی جانب دیکھنے لگا جو جھاڑیوں میں چھپا ہوا تھا۔

"ہمیں یہیں سے جانا ہے، اور آپ ذرا اپنے قدم جلدی اوپر کو لیجیے، ورنہ کچھ دیر میں شام ہونے والی ہے، پھر آپ یہاں آرام سے جنگلی جانوروں کا ڈنر بن جایئے گا۔"

ارمان نے نور کی پشت کو گھورتے ہوئے چبا چبا کر کہا اور ساتھ ہی اپنے گروپ کو آگے آنے کا اشارہ بھی کیا۔

"راستہ راستہ۔۔۔راستہ۔۔۔"

فہد اپنی عادت سے مجبور دونوں ہاتھوں کو ریل کی صورت میں ادھر اُدھر کرتا راستہ صاف کر رہا تھا، جب کہ ان کے پورے گروپ کی آمد پر یکدم ساری لڑکیاں چونک کر پیچھے ہو گئیں اور منہ کھولے انہیں دیکھنے لگیں۔

"یووو۔۔۔بدتمیز، جاہل! دکھائی نہیں دے رہا کہ ہم بھی وہیں جا رہے ہیں؟"

غصّے سے آگ بگولہ ہوتی نوران پر چیخی، تو باقی سب لڑکوں نے اس تین فٹ کے اٹیٹیوڈ کو دیکھ کر قہقہہ لگایا۔

"اب اگلی ملاقات مونال پر ہو گی، اور اگر آپ کا یہیں کھڑے رہنے کا ارادہ ہے تو شوق سے رکیں، کوئی جلدی نہیں ہے، بیچارے جنگلی جانوروں کا بھی بھلا ہو جائے گا۔"

ایک مسکراتی نظر اس پر ڈال کر اوپر کی جانب جاتے ہوئے ارمان نے ہانک لگاتے انہیں ڈرانا ضروری سمجھا، جو غصے سے بڑبڑا رہی تھیں۔

"چلو یار نور، کہیں اس لڑکے کی بات سچ نہ ہو جائے اور ہم واقعی جنگلی جانوروں کے ہاتھ لگ جائیں۔"

ڈرپوک مریم نے خوفزدہ ہو کر جلدی سے کہا۔اب مغرب میں زیادہ وقت باقی نہیں تھا۔اس کی بزدلی پر نور نے اسے خونخوار نظروں سے گھورا۔

"روکو، چلتے ہیں، پہلے اس بدتمیز کو آگے جانے دو۔۔۔"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

جب تک ہم یہاں پتھر پر اپنا بیچ نمبر لکھتے ہیں، تاکہ ہماری یونیورسٹی سے "آنے والوں کو پتا لگے کہ ہم یہاں سے گزرے تھے۔

نور نے اپنے ارد گرد نظر دوڑا کر قریب میں پڑا ایک چاک نما پتھر اٹھا کر وہاں اپنا نشان ڈالا۔ اور اب ہاتھ جھاڑ کر کھڑی ہوتی، متفق نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

چلو، اب چلیں۔۔۔"

"! مونال، ہم آرہے ہیں۔۔۔ یاہووووو۔۔۔

سب یک زبان نعرہ لگاتے ہوئے اپنی انہی پوزیشنز کو سیٹ کرتے اوپر بڑھے، جب کہ پیچھے آنے والے مختلف لوگ ان کا جذبہ دیکھ کر مسکرا دیے۔ جذبہ اتنا بلند تھا جیسے کے ٹو سر کرنے جا رہے ہوں۔۔۔!

آج پھر کوئی اپنی پرانی تکلیف اور اذیت اپنی رگ رگ میں محسوس کرتا سو چکا تھا۔ آج پھر سے اس کے زخم ہرے ہو گئے تھے۔ آج پھر بائیس سال

پرانی فلم اسی طرح آنکھوں کے سامنے چلنا شروع ہو چکی تھی، جیسے ہر رات چلتی تھی۔ بائیس سال کی ان راتوں میں کوئی ایسی رات نہیں گزری تھی جس میں اسے خود پر بیتے ظلم یاد نہ آئے ہوں۔ سب کے لیے وقت گزر گیا تھا، زخم مندمل پڑ گئے تھے، پلوں کے نیچے سے جانے کتنا پانی بہہ گیا تھا، پر وہ وہیں تھا، اس کے زخم بالکل اول روز جیسے تھے، کیونکہ اس کی زندگی آج بھی انہی زخموں تلے دبی تھی جہاں بیس سال پہلے تھی۔ زخم بھرے ہی کب تھے جو مندمل پڑتے، وہ تو ہرے تھے، جیسے اس حویلی میں ٹوٹا ہر غم تازہ تھا، بالکل اسی طرح۔۔۔۔۔

"چی۔ چیچی۔۔۔"

"!اوہ واہ! بندر"

ٹہنی پر بیٹھے بندر کو دیکھ کر نور جوش میں ایک دم بچوں کی طرح اچھل پڑی۔

دوسری جانب دو بندر جانے آپس میں کیا راز و نیاز کر رہے تھے۔ اپنے ارد

گرد انسانوں کی موجودگی محسوس کر کے اب پیڑ کی ڈالوں پر لٹک کر کرتب دکھا رہے تھے۔

"ارے، یہ سیٹی کون بجا رہا ہے؟"

اپنے قریب سے آتی آواز پر فلک نے سوالیہ نظروں سے نور کو دیکھا۔

ارے، یہ بندر سیٹی بجا رہا ہے! غور سے دیکھو، کیسے پاؤٹ کی شکل میں" منہ بنا کر آواز نکال رہا ہے۔ افففف! کتنا پیارا بندر ہے، سیٹی بھی بجا رہا ہے!"

اپنی سوچ کے مطابق نور نے بڑے جوش و خروش سے سب کو آگاہ کیا، اور نور کی بے وقوف دوستیں بھی اب حیرت سے بندر کو دیکھ رہی تھیں، جو رخ موڑے ڈال پر بیٹھا تھا۔

"ارے بندر! یہاں دیکھو۔۔۔ یہاں۔۔۔ ہمیں دیکھو۔۔۔"

نور کود کود کر بندر کو اپنی جانب متوجہ کر رہی تھی۔

جبکہ دوسری جانب ارمان اوراس کے دوست، جو درخت کے پار کھڑے سیٹی بجا کر بندروں کے ساتھ تفریح کر رہے تھے، لڑکیوں کی جوش بھری آوازیں سن کر قہقہے لگا گئے۔

شیطان بندر انہیں سیٹی بجاتا دیکھ کر خود ان کی نقل کر رہا تھا۔ بندر کی فطرت میں شامل ہے کہ وہ انسان کی نقل اتارے، پر ہماری معصوم نور۔۔۔

"اف! بندر، جلدی سے پھر سیٹی بجاؤ، میں نے تصویر لینی ہے"

نور نے اپنا موبائل ہاتھ میں لیا اور چند قدم آگے بڑھی، جبکہ بندر اب بڑے غور سے اس کے ہاتھ میں موجود موبائل دیکھ رہا تھا۔

ارمان اب سیٹی کی دھن بجاتا گھوم کر آیا، اور ساتھ ہی اس کے دوست بھی گنگنانے لگے۔ جبکہ نور ہونقوں کی طرح اس کا منہ تک رہی تھی، جو مسلسل سیٹی بجا رہا تھا، اور باقی پورا گروپ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔

"اُف! پیارا بندر۔۔۔ بندر سیٹی بھی بجاتا ہے، بھئی واہ! ہاہاہاہا۔۔۔"

اس کا چہرہ دیکھ کر مذاق اڑانے والے انداز میں بولتے ہوئے فہد نے نور کی آواز نکالی، کچھ اس انداز میں کہ بوائز گروپ تو الگ، ان کی طرف کی لڑکیاں بھی اپنی ہنسی قابو نہ کر سکیں۔

بندر ابھی تک اسی ڈال پر بیٹھا ٹکر ٹکر اس تین فٹ کی لڑکی کے ہاتھ میں موجود آلے کو ہی گھور رہا تھا۔

"تم پھر آ گئے؟"

غصے میں بولتی نور نے تمام لڑکیوں کو گھورا، جو ایک دم خاموش ہو گئیں۔

"جی نہیں، آپ آئی ہیں۔ ہم تو کب کے یہاں آ گئے تھے۔"

ارمان نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے دونوں جیبوں میں ہاتھ پھنسائے طنزیہ کہا۔

"!میں تم۔۔۔"

نور، فلک، عالیہ، مریم! جلدی آؤ، یہاں کچھ فاصلے پر سڑک ہے، ہم پہنچ گئے!"

اس سے پہلے کہ نور کچھ کہتی، ایک لڑکی دوڑ کر آتی، پھولی سانسوں کے ساتھ بولی، جبکہ سب لڑکے ان پر ہنس رہے تھے کیونکہ وہ کافی دیر پہلے پہنچ چکے تھے، بس کسی لفٹ کا انتظار کر رہے تھے جو انہیں ان کے مقام پر پہنچا دے۔

"!واقعی؟ چلو"

نور جوش سے کہتی سب پر لعنت بھیجتی آگے بڑھی ہی تھی کہ عجیب سی "خخخ" کی آواز کرتا آتا بندر ایک دم اس کے ہاتھ سے موبائل اچک کر لے گیا۔

سب اس کارروائی پر خاموش ہو گئے اور پھر کچھ دور، ایک پیڑ سے دوسرے پیڑ پر کود کر جاتے بندر کو دیکھ کر پاگلوں کی طرح ہنس پڑے، جبکہ نور تو ابھی بھی صدمے میں تھی کہ یہ اچانک ہوا کیا ہے۔

"!اوہ مائی گاڈ! بندر اس لڑکی کا موبائل لے گیا"

ارمان نے دور ٹہنی پر بیٹھے بندر کو دیکھ کر بڑی مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا، جبکہ نور تو سانس روکے اپنے آئی فون 11 پرو میکس کو دیکھ رہی تھی، جو بندر کا بچہ اڑا لے گیا۔ اور اب پرو میکس، ایکس والی حالت میں نہیں رہے گا۔

"ارے! میرا موبائل۔۔۔ کوئی پکڑو اس بندر کو"

نور ایک دم ہوش میں آتی اس کی جانب بھاگی، جو ہاتھ میں موبائل دبائے دور سے ہی بیٹھا اسے گھور رہا تھا۔ ارمان اور باقی سب بھی، بیچاری نور پر رحم کھا کر اپنی اپنی زبان میں بندر سے درخواست کرتے موبائل واپس مانگنے لگے، جو وہ عجیب و غریب آوازیں نکال کر منع کر دیتا۔

"ہش ہش!"

فہد کے ہاتھ سے اپنی طرف بلانے پر، ساتھ بیٹھے بندر نے کھٹ سے اپنے ہاتھ میں پکڑا کوئی پھل ان کی جانب پھینکا، اور اب شاید بندر کو بھی ان پاگلوں کو تنگ کر کے مزہ آ رہا تھا۔ وہ لوگ جس انداز میں اسے موبائل

دینے کا کہہ رہے تھے، وہ اسی انداز میں ان کی نقل اتار کر انہیں ہنسنے پر مجبور کر دیتا، جبکہ نور کی تو سانسیں اٹکی ہوئی تھیں۔

"!دھت تیرے کی۔۔۔اوہ نہیں"

فہد نے ایک دم ہارنے والے اسٹائل میں ہاتھ کھول کر جھٹکے دیے تو بندر نے بھی نقل کی، اور اسی وقت اس کے ہاتھ سے موبائل بھی پھسل کر زمین پر گر پڑا۔ ساتھ ہی نور کو صدمہ لگ گیا، اور بندر اپنا کام کر کے کودتا ہوا یہ جا، وہ جا۔۔۔

"!میرا موبائل! بندر کے بچے، رک"

"!خخخخخخ"

نور غصے سے چیختی پتھر اٹھا کر مارنے کے لیے اس کے پیچھے بھاگی، جبکہ دونوں بندر ایک دم کود کر اس کی جانب آئے اور غصے میں اپنی تیز عجیب آوازیں نکال کر اسے ڈرا گئے۔ نور سہم کر شرمندہ سی ہو کر رہ گئی، جبکہ سارے اس کی حالت پر اپنی ہنسی چھپا رہے تھے۔

Zubi Novels Zone

اور پھر ڈھلان سے نیچے سڑک کی جانب جاتے نور کا سارا جذبہ جھاگ کی طرح بیٹھ چکا تھا، جبکہ باقی سب "ہم نے کر دکھایا!" کے نعرے لگاتے پیر سہاوا کی پکی سڑک پر بھاگتے چلے جا رہے تھے۔

کچھ ہی دیر میں، چند منٹوں کے فرق سے، وہ لوگ لفٹ لے کر اپنی منزل یعنی مونال ریسٹورانٹ کی جانب بڑھ گئے۔

نہیں یہاں پہنچتے ہی مغرب ہو گئی تھی۔مارگلہ ہلز کی بلندی پر واقع مونال ریسٹورنٹ "سے رات کے اندھیرے میں ٹمٹماتی روشنیوں میں" اسلام آباد کا منظر ہی نرالا تھا۔اس بلندی سے نیچے دیکھتے ہی نور کی طبیعت پر خوشگوار اثرات مرتب ہوئے۔اسلام آباد کا یہ پرکشش نظارہ قدرت کا شاندار نمونہ تھا۔

بلند و بالا پہاڑ اور ان پر پھیلا سر سبز و شاداب گھنا جنگل قدرتی حسن کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ساتھ ہی پہاڑوں پر چلتی ٹھنڈی ہوا اور ان مناظر

سے لطف اندوز ہوتے سیاح، سب ہی کچھ خاصا دلچسپ تھا۔ اسلام آباد نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں اپنے قدرتی حسن کی بدولت خوبصورت ترین شہروں میں سے ایک ہے۔

"! یہ ٹیبل پہلے ہم نے دیکھی تھی، اس پر ہم ہی بیٹھیں گے"

نور کا گروپ ہر جگہ مکمل طور پر دیکھ چکا تھا اور کچھ سیڑھیاں پھلانگ کر اوپر کی جانب آیا تھا، جہاں دور ایک آٹھ سیٹوں والی ٹیبل خالی نظر آئی۔ فوراً ہی وہ اس جانب بڑھے، لیکن دوسری طرف سے آتے ارمان اور اس کے دوست ان کے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں قبضہ جما کر بیٹھ چکے تھے۔

شام کا وقت تھا، ہوٹل میں کافی رش تھا، اور تقریباً ساری ہی ٹیبلز فل تھیں یا پہلے سے ریزرو ہو چکی تھیں۔ گروپ میں زیادہ افراد ہونے کے باعث کوئی بھی جگہ ان کے معیار پر پوری نہیں اتر رہی تھی، اسی لیے وہ اوپر کی جانب آئے تھے، لیکن یہاں تو پہلے ہی ایک محاذ تیار کھڑا تھا۔ ڈھلتے سورج کی

کرنوں میں تمام مناظر خوش کن لگ رہے تھے، سوائے ان چند چہروں کے، جو اس وقت نور کو نہایت زہر لگ رہے تھے۔

"!جاؤ، کہیں اور جگہ ڈھونڈ لو اپنے لیے۔ ہم نہیں ہٹنے والے"

ارمان نے بے نیازی سے ناک سے مکھی اڑاتے ہوئے نور کو کہا، جو غصے سے ناک پر لال بھبھوکا بیٹھی تھی۔

"!نہیں! ہم یہیں بیٹھیں گے، کیونکہ یہ جگہ پہلے ہم نے دیکھی تھی"

نور نے ضد میں آکر ٹیبل پر زور سے ہاتھ مارا اور ذرا اونچا بولی، جس سے آس پاس کے لوگ متوجہ ہو گئے۔

اوہ میڈم! کیوں بحث کر رہی ہو؟ جاؤ کہیں اور بیٹھ جاؤ، تم تو بلاوجہ ہی سر "!ہو رہی ہو"

فہد نے ارد گرد نظر ڈال کر ذرا غصے سے کہا، کیونکہ وہ اسے بلاوجہ انا کا مسئلہ بنا رہی تھی۔

"بالکل! میں بھی یہی کہہ رہی ہوں، اپنے دوست کو بولو، اٹھے یہاں سے

اور جائے جہاں جانا ہے، یہ ٹیبل ہماری ہے!"

نوراب بھی اپنی بات پر قائم تھی، جبکہ ارمان نے ناپسندیدگی سے اس لڑکی

کا انداز دیکھ کر سر جھٹکا۔

"اٹھو!"

اس نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں ہٹنے کو کہا۔

کیوں اٹھیں؟" ارمان نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔"

کیونکہ یہ جگہ پہلے ہم نے دیکھی تھی!" نور اپنی بات پر ڈٹی رہی۔"

"یہ جگہ پہلے ہم نے دیکھی تھی!"

وہاں سے بھی کرارا جواب آیا۔

"ہم نے دیکھی تھی! اڈیٹ!"

نور نے تپ کر کہا۔

"تم جا رہی ہو یا..."

ارمان نے انگلی اٹھا کر اسے خبردار کیا۔

"اسکیوزمی، میم! پلیز آپ لوگ وہاں آجائیں، اس طرح لڑائی مت کریں، یہاں کے ماحول کا خیال رکھنا ہماری ہی نہیں، آپ لوگوں کی بھی ذمہ داری ہے!"

نور کے کچھ بھی کہنے سے پہلے مینیجر وہاں آگیا۔ماحول خراب ہونے کی شکایت موصول ہوتے ہی وہ فوراً ان کی جانب آیا اور ایک ٹیبل ان کے لیے مخصوص کروادی، تاکہ یہ فضول بحث ختم ہو۔

"...پر یہ لوگ"

نور نے کچھ کہنا چاہا، لیکن مینیجر کے عاجزانہ انداز پر خاموش ہو کر لب بھینچ لیے۔

"!دیکھ لوں گی تمہیں"

باقی بحث کا ارادہ ترک کرتے ہوئے نور غصے سے انگلی اٹھا کر وارننگ دینے کے انداز میں ارمان کو گھورتی آگے بڑھ گئی۔

کچھ ہی فاصلے پر اپنی نئی ٹیبل پر براجمان ہوتے ہی انہوں نے پاکستانی اور کچھ چائنیز کھانوں کا آرڈر دیا۔اب سب خوش گپیوں میں مصروف تھے اور آرڈر کا انتظار کر رہے تھے۔نور نے ایک نظر ارمان کی جانب ڈالی اور دو انگلیوں سے اپنی اور اس کی آنکھوں کی طرف بدلے کا اشارہ کیا۔

ارمان نے اسے دیکھ کر استہزائیہ مسکراہٹ سجھائی اور اس "پاگل لڑکی" کو دیکھ کر سر جھٹک دیا۔

یہیں سے ایک نئی کہانی نے جنم لیا، جس کا انجام ناجانے کیا ہونے والا تھا۔۔۔

****

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"آریان، ڈیرے پر جاؤ، وہاں جرگہ بیٹھا ہے۔ تمہارا چچا وہیں موجود ہے۔ تم ہماری گدی کے اگلے جانشین ہو، اب سے جرگے میں ہونے والے ہر فیصلے میں تم ہمارے ساتھ رہو گے۔"

آریان، جو آج شہر جانے کا ارادہ رکھتا تھا، شمشیر ملک کا حکم سنتے ہی باہر کی جانب بڑھتے قدم یکدم ٹھٹھک کر رک گیا۔

"کیا مطلب بابا؟ میرا وہاں کیا کام؟ آپ اور وقار چچا تو موجود ہیں، اور میرے ہونے یا نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے؟ آخر میں فیصلہ تو بڑی سرکار کا ہی ہونا ہوتا ہے۔"

اکھڑے لہجے میں بولتے ہوئے آریان نے طنزیہ کہا، جبکہ نظریں ابھی تک زمین کی طرف جھکی ہوئی تھیں۔

"کیا مطلب، کیا کام؟ اس گاؤں کی گدی کے اگلے وارث ہو تم! سردار ریاض ملک کے سب سے بڑے پوتے، ہماری آنے والی نسلوں کے حکمران! بہتر ہو گا کہ جتنی جلدی اپنی جگہ پہچان لو، اتنا ہی اچھا ہے۔"

آریان کی بات پر شمشیر ملک کا دماغ گھوم کر رہ گیا۔ وہ وقار کے ارادوں سے اچھی طرح واقف تھے۔ آج کل وہ اپنے بیٹے، ضیغم، کو آگے کر رہا تھا کہ یہ تخت اور عہدہ اسے مل سکے۔

"میں آج شہر جا رہا ہوں، کچھ ایمرجنسی ہے۔ آئندہ خیال رکھوں گا۔"

آریان تنے ہوئے تاثرات کے ساتھ بولا۔ فی الحال اتنی جرأت نہیں تھی کہ بڑی سرکار کے خلاف کچھ کہہ سکے یا بلاوجہ ان کی ناراضگی مول لے۔

اس کے جواب اور جھکے سر کو دیکھتے ہوئے شمشیر ملک نے ہنکار بھری، اپنے کندھے پر پڑی شول کو درست کیا اور باہر کی طرف بڑھ گئے۔

****

"بانو!!!! او منحوس ماری، کہاں مر گئی؟"

بڑی سرکار کی آواز اس وقت پوری حویلی میں گونج رہی تھی۔ آج ان کا جلالی روپ عروج پر تھا، اور بیچاری بانو پر تو جیسے آفت ہی ٹوٹ پڑی تھی۔

"جی اماں سرکار، کیا ہوا؟ سب خیر ہے؟"

بانو سے پہلے عائشہ بیگم کچن میں کام چھوڑ کر بھاگتی ہوئی آئی تھیں۔

اُرے ہونا کیا ہے! یہ منحوس بانو آج میرے ہاتھوں مرے گی! تم لوگ کیا سمجھتے ہو؟ اگر میں چلنے پھرنے سے معذور ہو گئی ہوں، تو تم لوگوں کو جو دل چاہے گا وہ کرو گے؟"

کافی دیر پہلے انہوں نے اپنا غرارہ اور کمیز استری کرنے کو دیے تھے، جو بانو اب تک لے کر نہیں لوٹی تھی۔ عمر کے اس حصے میں آکر وہ جوڑوں کے مرض میں مبتلا ہو چکی تھیں، اور اب زیادہ تر اپنے کمرے تک ہی محدود تھیں۔

کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ؟ آپ ہماری ماں کی جگہ ہیں۔ گستاخی معاف،"

"میں خود دیکھتی ہوں، کہاں رہ گئی۔

عائشہ بیگم ہڑبڑا کر جلدی سے باہر کی طرف بڑھیں۔ کچھ دیر میں گھر کے مرد حضرات آنے والے تھے، اور وہ نہیں چاہتی تھیں کہ یہ معاملہ ان کے

شوہر تک پہنچے۔ شمشیر ملک کی اپنی ماں سے بے انتہا محبت سے وہ بخوبی واقف تھیں۔

"!جی جی، بڑی سرکار، یہ رہے آپ کے کپڑے"

بانو جلدی سے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولی، تو عائشہ بیگم نے بھی اپنے قدم وہیں روک لیے۔

"! منحوس ماری، کہاں مر گئی تھی؟ کب سے تجھے آوازیں دے رہی ہوں"

بانو کو دیکھتے ہی انہوں نے ایک بار پھر غصے سے جھڑک دیا، جو کچھ فاصلے پر کھڑی تھی۔

معاف کر دیں، بڑی سرکار... مجھے پاک بی بی نے روک لیا تھا۔ گاؤں کی"
"... کسی عورت کو دوائی دینی تھی، تو بس

خوف کے مارے اٹک اٹک کر اپنی بات مکمل کی، مگر اس کے منہ سے ادا ہونے والا نام سنتے ہی ان کا جلال ایک بار پھر بھڑک اٹھا۔

"اس حویلی کی مالک میں ہوں! تیری ہمت کیسے ہوئی اس منحوس کا حکم بجا لانے کی؟"

غصے میں بولتے ہوئے انہیں اپنے لفظوں کا احساس ہی نہیں رہا تھا۔ تیش میں آکر ان کا سانس پھولنے لگا تھا، مگر آواز کی کرختگی آج بھی برقرار تھی۔

"اور تُو ادھر آ!"

بانو کو دیکھ کر انہوں نے اپنے پاس مسہری کی طرف بلایا، جو خوف سے عائشہ بیگم کی طرف مدد طلب نظروں سے دیکھنے لگی، شاید وہ اسے بچا لیں۔ مگر آج وہ بیچ میں دخل اندازی کر کے حویلی میں اپنی بے عزتی نہیں کروانا چاہتی تھیں، اسی لیے بانو سے نظریں چرا گئیں۔ آج کل ان کی خاص ملازمہ چھٹی پر تھی، اور اکثر کام میں کوتاہی کے باعث بانو ان کے عتاب کا نشانہ بنتی رہتی تھی۔

"ارے منحوس، اسے کیا گھور رہی ہے؟ یہاں مر آکر بیٹھ، ورنہ میں خود آؤں؟"

بانو نے عائشہ بیگم سے مدد کی امید میں دیکھا ہی تھا کہ بڑی سرکار اتنی زور سے چیخیں کہ بیچاری بانو خوف سے روتی کپکپاتی ان کے پیروں کے قریب سر جھکا کر بیٹھ گئی۔

کیوں ری منحوس ماری! میری حکم عدولی کرے گی؟ دو ٹکے کی ملازمہ ہو" کر میرے سامنے اس منحوس کا نام لے گی؟ ارے، وہ تو ہے ہی منحوس! وہ "! تو مرتی نہیں، مگر آج تو ضرور مرے گی مجھ سے

سائیڈ سے اپنی چھڑی اٹھاتے ہوئے وہ غصے میں بولیں اور بانو کی پیٹھ پر مارنا شروع کر دیا۔ بانو روتے روتے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتی ان کے پیروں سے لپٹ گئی، مگر ان کا جلال کسی صورت کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ یہ غصہ تھا یا بے بسی؟ اپنی کیفیت سے وہی بخوبی واقف تھیں۔

"! معافی، معافی بڑی سرکار! معاف کر دیں مجھ منحوس کو"

ان کے ہاتھ نہ رکتے دیکھ، بانو خود ہی روتی گڑ گڑاتی اپنے آپ کو مارنے لگی، جبکہ عائشہ بیگم اپنا رخ پھیر کر اپنی آنکھوں سے بہتے آنسو صاف کرتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئیں۔

"!چل جا، دفع ہو جا یہاں سے"

خود بھی وہ اب تھک چکی تھیں۔ پیر سے بانو کے وجود کو پرے کرتے ہوئے ہانپ گئیں۔ بانو "شکریہ، شکریہ" کرتی بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

بڑی سرکار دل کی بھڑاس نکال کر پانی کا گلاس منہ سے لگاتے ہوئے بڑبڑائیں اور پاک بی بی کو کوسنے لگیں۔

******

"تانیہ بیٹا، آج کیا کر رہی ہو؟"

فاریہ بیگم روم کا دروازہ دھکیلتی اندر داخل ہوتے ہوئے استفسار کرنے لگیں، جو پیر پسارے بیڈ پر بیٹھی لیپ ٹاپ پر کوئی مووی دیکھ رہی تھی۔

کچھ نہیں، بس آج گھر میں ہی ہوں! آج سنڈے ہے، تو سنڈے فن ڈے "گھر میں ہی اسپینڈ کروں گی۔

تانیہ اپنے پیر فولڈ کرتی ہوئی بولی، تو فاریہ بیگم بھی مسکرا کر اس کی بات سنتی وہیں بیٹھ گئیں۔

پُرکشش، حسین سا چہرہ، نازک، ابھرے نقش، اور اس من موہنی صورت پر غضب ڈھاتی اس کی سبز آنکھیں۔ جنہیں دیکھ کر اکثر فاریہ کو کسی بہت اپنے کی یاد آجاتی تھی۔

تانیہ ٹراؤزر شرٹ میں رف سا جوڑا باندھے اس وقت کافی فریش لگ رہی تھی۔ کل ہی اس کی نائٹ ڈیوٹی ختم ہوئی تھی۔ ہسپتال کا آدھے سے زیادہ عملہ تو ابھی کمپین میں ہی مصروف تھا۔ آج اس کی چھٹی تھی، تو گھر میں ہی آرام کر رہی تھی۔

ہمم، چلو! بتاؤ کون سی موویٰ دیکھ رہی ہو؟ آج ہم دونوں مل کر انجوائے "کرتے ہیں۔

فاریہ بیگم بھی اب اپنا پیر اوپر کیے اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئیں، جو کسی انگلش مووی دیکھنے میں مصروف تھی۔

چلیں، یہ تو اچھی بات ہے۔ میں ذرا بسمہ (ملازمہ) کو چائے کے ساتھ "

" اسنیکس لانے کا بول کر آتی ہوں، پھر مل کر مووی انجوائے کریں گے۔

تانیہ خوشی سے جلدی سے بھاگتی ہوئی کچن کی جانب دوڑی۔ ارمان ابھی اپنے ٹرپ پر تھا، جبکہ شعیب صاحب بھی اپنی بزنس میٹنگز کے سلسلے میں ملک سے باہر تھے۔

*****

ارے یار!!! آج کا دن تو بالکل بیکار ہی چلا گیا، کوئی اچھا شکار ہی ہاتھ نہیں "

لگا۔ "

ازلان کو جانوروں کے شکار کا بہت شوق تھا، اور آج بھی شکار کے لیے اپنے کچھ دوستوں کے ہمراہ جنگل میں موجود تھا۔ ہفتے بھر سے وہ یہاں جنگل میں بنے لکڑی کے گھر میں رہائش پذیر تھے۔

"ہاں!!! یار، آج کا دن واقعی بیکار گیا ہے، کوئی شکار ہی ہاتھ نہیں آیا۔"

شکاری بندوق کی نال اپنے کندھے پر رکھتے ہوئے موچھوں کو تاؤ دیا۔

ازلان کی طبیعت آریان سے بالکل مختلف تھی، وہ سنجیدہ جبکہ ازلان خاصہ شوخ مزاج تھا۔

"!ابے یار ے ازلان، وہ دیکھ"

علی نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ازلان کو اشارہ کیا۔ وہ شاید کوئی راہگیر تھا، جو راستہ بھٹک گیا تھا، پر وہ نہیں جانتا تھا کہ کچھ دیر میں کسی کی تفریح کا سامان بننے والا ہے۔

"اور بھائی صاحب! کہاں جا رہے ہو؟"

تینوں نے اسے چاروں طرف سے اپنے گھیرے میں لے لیا،اورا جنبی انہیں سامنے دیکھ کرایک دم گھبرا گیا۔ بھلاملکوں کو کون نہیں جانتا تھا؟

"ارے،اس میں کون سا خزانہ ہے؟"

شاہد نے اس کے کندھے پر بندھا کپڑے کا پوٹلا کھول کراس کا سامان زمین پر بکھیر دیا، جس میں شاید اس کے اوزار تھے۔

"چلو!!!ہمارے ساتھ،آج کا ہمارا کھانا تم بناؤ گے۔"

وہ شخص تو انہیں دیکھ کر پہلے ہی خوف زدہ تھا،پراب بندوق کی نال اپنے سینے پر محسوس کرتے ہی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی۔

"چل علی!!آج کا شکار تو بہت شاندار ہونے والا ہے۔"

ازلان نے قہقہہ لگاتے ہوئے اسے آگے کو دھکا دیا، جس سے گھبرا کر وہ ان کے پیچھے چلنے لگا۔ جانور کا تو ہوا نہیں، چلو انسان کا شکار ہی سہی۔۔۔

چل بھئی غلام معین دین!!!!آج تیرے لیے نیا نوکر لے کر آئے ہیں، "آج تیری چھٹی،مزے کر!"

ازلان نے اس چھوٹے لکڑی کے بنے گھر میں قدم رکھتے ہی نوکر کو آواز دی، اور وہ "جو حکم چھوٹے سرکار" کہتا غائب ہو گیا۔

چل بھئی، ہم تیار ہو کر آ رہے ہیں، ایک گھنٹہ ہے تیرے پاس، ڈی فریزر "میں مٹن پڑا ہے، چل جلدی بھون کر لا۔"

ازلان حکم دیتا اپنے دوستوں سمیت غائب ہو گیا، اور پیچھے وہ غریب، جو گھر جا کر اپنے بچوں کے ساتھ رات کی روکھی سوکھی کھانا چاہتا تھا، تھکے ہوئے قدموں سے کچن کی جانب چل دیا۔۔۔

Zubi Novels Zone

*****

"ادھر آ بے!!! یہ کیا بنایا ہے؟

ازلان نے میز کی کرسی پر بیٹھ کر اپنے سامنے ڈش میں پڑے لوازمات دیکھ کر دھاڑ کر بلایا، جو کھانے کی میز سے ذرا پیچھے سر جھکائے کھڑا تھا۔

جی... جی ملک صاحب، بکرے کا گوشت ہی بھونا ہے، جو آپ نے کہا "تھا۔"

ڈر اور خوف کے مارے ذرا کپکپاتے ہوئے کہا، جو چھری اور کانٹے کے بیچ میں گوشت پھنسا کر جاہلوں کی طرح اس کے منہ کے آگے کر گیا۔

"یہ لو بھئی! یہ تو بیوقوف کے ساتھ ساتھ بیرا بھی ہے۔"

سامنے بیٹھے علی کے ہاتھ پر تالی بجاتے ہوئے بے ہنگم سا قہقہہ لگایا، جبکہ وہ ابھی تک تذبذب کا شکار اپنی غلطی ڈھونڈنے کی عجیب کشمکش میں گھرا کھڑا تھا۔

"ابے بڈھے! میں نے تجھے ہرن کا گوشت بنانے کو کہا تھا۔"

غصّے سے ایک دم پلیٹ اس کے منہ پر پھینک کر دھاڑا، اور وہ ایک دم گھبرا کر پیچھے ہوتا جلدی سے اس کے پیروں میں بیٹھ گیا۔

معاف... معاف کر دیں! غلطی ہو گئی، مجھ سے... میں... میں ابھی بنا "دیتا ہوں۔"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

جلدی سے روتا، گڑ گڑاتا اپنے ناکردہ گناہ کی معافی مانگنے لگا، جو اس نے کیا ہی نہیں تھا۔

نہیں نہیں، ہم دوسرا موقع نہیں دیتے، اب غلطی کی ہے تو بابا، سزا تو بنتی "ہے تیری۔"

علی گھوم کر آیا اور پیچھے سے اس کے سر کو پکڑ کر بالوں سے کھینچ کر اوپر اٹھانے لگا، جبکہ ازلان آنے والے وقت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے قہقہہ لگاتا گھر کے باہر جانے لگا۔ پیچھے وہ سارے کے سارے شو دیکھنے کے لیے اس کے ہم قدم ہوتے، ہنستے ہوئے باہر کی جانب جا رہے تھے، جبکہ وہ غریب رو رو کر التجا کر رہا تھا۔ اس کے بچے گھر پر اس کا انتظار کر رہے تھے، لیکن اب یہ انتظار شاید نادار انتظار ہی رہنے والا تھا۔

"!!!چل جا"

اسے گریبان سے پکڑ کر کھینچ کر اس کھلے جنگل میں لا چھوڑا، جو ارد گرد بھاگنے کی جگہ تلاش کر رہا تھا۔

"روکی! آج کا ڈنر دیکھو! تمہارا یہ رحم دل مالک کتنا لذیذ لایا ہے۔"

ازلان نے سامنے زنجیر سے جکڑے شکاری کتوں میں سے اپنے لاڈلے کتے کی جانب دیکھ کر بلند آواز میں کہا، جبکہ صبح کے بھوکے جرمن شیفرڈ اپنے سامنے شکار دیکھ کر زبان باہر نکال کر اونچا اونچا بھونکنے لگے۔

اور پھر وہ، جو راستہ دیکھ کر الٹے ہاتھ کی جانب بھاگ رہا تھا، کتوں کے کھلتے ہی بوکھلا کر واپس انہی کی جانب دوڑ لگا گیا، کہ شاید وہ اسے بچا لیں، جبکہ کتے پوری رفتار کے ساتھ اس کے پیچھے دوڑے۔ کندھوں پر بندوق کی نال رکھے وہ سب بڑے دلچسپی سے یہ شکار دیکھ رہے تھے۔ چونکہ آج کوئی شکار ہاتھ نہیں لگا تھا، تو اپنی یہ خواہش پوری کرنے کے لیے یہ دلچسپ مناظر دیکھ رہے تھے۔

اور وہ جو غلط دوڑ لگا گیا تھا، اپنی غلطی پر پچھتانے کے لیے زندہ باقی نہیں رہا۔ کتوں نے اسے جھپٹتے ہی اپنی بھوک مٹانا شروع کر دی تھی۔ ان شکاری کتوں نے جسم کا ایک ایک حصہ چیر پھاڑ ڈالا تھا، اور معصوم کی آہ و پکار عرش

کو ہلا گئی۔ کسی مظلوم کی آہ کبھی رائیگاں نہیں جاتی، اور اب وقت آگیا تھا کہ خدا ان کو سزا سنانے والا تھا، جو زمینی خدا بنے بیٹھے تھے۔ اب وقت ان کی درازرسی کے کھینچے جانے کا تھا، جو کئی سالوں سے دراز تھی۔

کتوں کو اپنا شکار حلال کرتے دیکھ کر ازلان سمیت سب ہی اندر کی جانب بڑھے... اور اب وہ اپنے لیے بنوائے گئے لذیذ کھانے بڑی رغبت سے کھا رہے تھے۔۔۔

ZNZ Zubi Novels Zone

\-------------

"ازلان، ازلان!"

شمشیر ملک کی کڑک دار غصیلی آواز حویلی کے در و دیوار تک ہلا رہی تھی، سب ہی فوراً حویلی کے داخلی حصے کی جانب دوڑ کر نیچے آ گئے تھے۔ لیکن

جس کے نام کی صدائیں حویلی میں گونج رہی تھیں، وہ کان بند کیے خوابِ خرگوش کے مزے لوٹنے میں مصروف تھا۔

"کیا ہوا ہے شمشیر ملک، اتنا واویلا کیوں مچا رکھا ہے؟"

اپنی اسٹک کے سہارے زینہ اترتی بڑی سرکار کی رعب دار آواز گونجی۔

شمشیر ملک کی گردن فوراً ان کے احترام میں جھک گئی، جواب خرامہ خرامہ چلتے ہوئے اپنے جھولے پر نشست سنبھال چکی تھیں۔

بولیے، کون سا غضب ہو گیا، جو آپ صبح صبح جنگ کا میدان لگائے بیٹھے "ہیں؟"

بڑی سرکار نے ناک پر رکھا نظر کا چشمہ درست کرتے ہوئے چاروں جانب سب کے جھکے سروں پر نظر ڈال کر کڑے تیوروں سے استفسار کیا۔

گستاخی معاف بڑی سرکار، ڈیرے پر مغرب کی سمت والے گاؤں سے " کچھ لوگ تشریف لائے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ دو دن پہلے ازلان نے شکار

کے دوران ان کے گاؤں کے آدمی پر شکاری کتے چھوڑ دیے تھے۔اب وہ "اس آدمی کے خون کے بدلے خون بہا چاہتے ہیں۔

شمشیر ملک کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ضبط کے کڑے مراحل سے گزرتے وہ ازلان کو گھور رہے تھے،جو ٹراؤزر شرٹ میں بکھرے بالوں کے ساتھ زینہ اترتا ادھ کھلی آنکھیں مسلتا معاملے کی سنگینی جاننے کی کوشش کر رہا تھا۔

کیا!ان کی یہ جرأت کہ اب ملکوں کی حویلی میں خون بہا کرنے کی مانگ "کر رہے ہیں؟"

ان کا موقف سن کر ضعیف جھریوں زدہ چہرے پر ایک دم غصے میں اپنی چھڑی زمین پر ماری۔جب کہ ازلان اب دھپ کی آواز کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

آپ بھول رہی ہیں اماں سرکار،یہ اصول سب پر لاگو ہیں،اور اس حکم کی" تکمیل کرنا ہم پر فرض ہے۔یہ اصول ہمارے بڑوں کے ہی بنائے ہوئے

ہیں۔ بڑی حویلی والوں کو خبر ہوئی تو ہنگامہ کھڑا ہو جائے گا۔اس سے پہلے ہی اس مسئلے کا حل نکالنا پڑے گا۔"

شمشیر ملک نے بے زار سے بیٹھے جمائیاں بھرتے اپنے بیٹے کو دیکھ کر جبڑے بھینچ کر غصے سے کہا۔

"لیکن اب کیا ہماری پوتی اس روایت کی بھینٹ چڑھے گی؟"

بڑی سرکار غصے سے گویا ہوئیں۔

"داخل اندازی کی معافی بڑی سرکار، پراب وقت بدل گیا ہے۔کچھ دن میں الیکشن ہیں، اگر ابھی ہم نے ان کی بات نہ مانی یا پھر یہ بات شہر میں پھیل گئی، تو ہماری ساکھ کو کافی ٹھیس پہنچ سکتی ہے۔"

وقار ملک نے بیچ میں مداخلت کرتے ہوئے دوسری طرف نظر ثانی کروائی اور دبے لفظوں میں یہ باور کروانا نہیں بھولے کہ ازلان یا پھر آپ کی پوتی، کسی ایک کی تو قربانی دینی پڑے گی۔

خاموش! خبردار جو آئندہ یہ الفاظ منہ سے نکالے۔اب اس کمی کمین کے "
لیے ہمارے حویلی کے وارثوں کی قربانی دیں گے؟"

وقار کی بات سن کر وہ ایک دم جلال میں آئی تھیں،انہیں کسی صورت ان روایات یا اصولوں کی وجہ سے اپنے پوتے یا پوتی کی قربانی قبول نہیں تھی۔ جب کہ وقار ملک بڑی سرکار کی تیز جھڑکی پر اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ عائشہ بیگم وہاں ہو کر بھی کہیں نہیں تھیں اور افسوس سے اپنے بیٹے کو دیکھ رہی تھیں،جو ہر چیز سے بے نیاز اپنی دادی کے سائے میں شیر بنا بیٹھا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ہر حال میں دادی اس کے ہی حق میں فیصلہ دیں گی۔اپنے تینوں پوتوں میں ان کی جان تھی،شکر تھا کہ آریان،ماہ نور اور نور العین تینوں ہی شہر میں تھے،ورنہ جانے بڑی سرکار کیا فیصلہ کر ڈالتیں۔انہیں دونوں صورتوں میں اپنے ہی بچے قربان ہوتے نظر آرہے تھے۔ماہ نور یا ازلان۔۔۔

"پر اماں سرکار، کچھ تو حل نکالنا پڑے گا نا، ورنہ وہ کمی کمین مخالف کے ساتھ مل کر ہماری پارٹی کا نام بھی خراب کر سکتے ہیں۔"

شمشیر ملک کو بھی اس گاؤں کے وڈیرے کی پیشکش خاصی ناگوار گزری تھی، جس کا بدلہ لینے کا ارادہ وہ الیکشن کے بعد رکھتے تھے۔ لیکن ازلان پر جتنا بھی غصہ سہی، وہ ان کا وارث تھا، یونہی قربان کر کے گھٹنے بھی نہیں ٹیک سکتے تھے۔ ساتھ ہی ایک ناپسندیدہ نظر بھائی کو گھورا، جو ازلان کو نیچا دکھانے کا موقع کسی صورت ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔

"تو جاؤ، اور ڈیرے پر ہمارا فیصلہ سنا دو کہ ہم خون بہا میں اپنی لڑکی دینے کو تیار ہیں۔ کل رسم کے مطابق ماہ نور کو نکاح کر کے لے جائیں۔"

بڑی سرکار نے نشست سے کھڑے ہوتے ہوئے اپنا فیصلہ دیا تھا، جس کو سن کر شمشیر ملک اور عائشہ بیگم دونوں نے ہی انہیں بے یقین نظروں سے دیکھا تھا۔ انہیں بڑی سرکار سے اس فیصلے کی توقع ہرگز نہیں تھی۔

"پر اماں سرکار، میری ماہ۔۔۔"

بس!!!خاموش!فیصلہ ہو گیا تو مطلب ہو گیا۔اس معاملے میں کسی کی" دخل اندازی ہر گز برداشت نہیں کروں گی۔کمرے میں آئیں،آپ دونوں فوراً!"

ہاتھ کے اشارے سے انہیں چپ کرواتے ہوئے حکم سنایا،جو ہمیشہ کی طرح ماں کے حکم پر اپنا سر جھکا گئے تھے۔بڑی سرکار نے ایک نظر عائشہ بیگم کے فق چہرے پر ڈالی اور ازلان کو اپنے ساتھ بیٹھک میں آنے کا حکم دیا۔پھر اپنے قدم بیٹھک کی جانب موڑ لیے۔

دوسری جانب وقار ملک کے چہرے پر جیت کی ایک الگ ہی چھاپ دکھائی دے رہی تھی۔ایک تمسخر اڑاتی نظر ازلان پر ڈال کر شمشیر ملک کی پیروی میں چل پڑے۔جب کہ اُس کا لاپرواانداز ہنوز قائم تھا۔جیسے اسے اس فیصلے سے کوئی فرق ہی نہ پڑا ہو،یا ماہ نور اس کی بہن نہیں بلکہ کوئی غیر ہو۔۔۔

ماہ نور اور نور العین دونوں ہی تعلیم کی وجہ سے آریان کے ساتھ شہر والے بنگلے میں رہائش پذیر تھیں۔ ویسے تو حویلی کی عورتوں کو بلا ضرورت باہر جانے کی اجازت ہر گز نہیں تھی۔ بڑی سرکار تو جلد ہی ان کی شادیاں کرنا چاہتی تھیں، لیکن آریان کی ضد پر انہیں شہر جا کر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دینی پڑی تھی۔ شروع میں تو وہ اکیلی ہی رہتی تھیں، مگر شمشیر اور وقار سیاست کی وجہ سے زیادہ تر شہر میں ہی ہوتے، اس لیے ان پر نظر رکھنا آسان تھا۔ لیکن جب سے آریان پاکستان واپس آیا تھا، وہ دونوں اسی کی زیر نگرانی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہی تھیں، جس کا اب آخری سال تھا۔ آریان ہر حال میں حویلی کی عورتوں کو تعلیم دلوانا چاہتا تھا، ورنہ جو کچھ پہلے وہاں کی خواتین پر بیت چکا تھا، اس کا کوئی مول نہ تھا۔

ہیلو ماہ! کیا کر رہی ہو آج؟" نور نے دھپ سے اس کے برابر میں دراز ہوتے ہوئے پوچھا۔

کچھ خاص نہیں! بس آج آریان بھائی کے آنے کے بعد مارکیٹ جانے کا" ارادہ ہے، تم بھی ساتھ چلنا۔" غیر معمولی حسن سے آراستہ ماہ نے ناول کی کتاب تکیے کے نیچے رکھتے ہوئے جواب دیا۔ وہ نورالعین کی نسبت خاصی کم گو تھی، مگر اپنے ساتھ چلنے کی پیشکش بھی کی، جس پر نور نے فوراً اثبات میں سر ہلا دیا۔

ہاں، کیوں نہیں! آج ویسے بھی یونی سے چھٹی تھی، تو میں بور ہو رہی" تھی۔"

نور نے منہ بنا کر اس کی آفر قبول کرتے ہوئے جواب دیا۔

یہ بات تو رہنے ہی دو، تم بور کب نہیں ہوتیں؟ اور اگر تم بھول رہی ہو تو" یاد کروا دوں، پچھلے ہفتے یونیورسٹی سے بینک کر کے، بغیر کسی کو بتائے، سیدھا مونال پہنچ گئی تھیں۔" ماہ نے وہیں نیم دراز ہو کر طنزیہ نظروں سے گھورا، جو مسکراہٹ چھپا رہی تھی۔ آریان کو بتائے بغیر ماہ کو پیچھے سب

سنبھالنے کی ذمہ داری سونپ کر نور اپنے ایڈونچر پر پہنچ چکی تھی، کیونکہ اکیلے جانے کی اجازت ملنے کا تو دور دور تک کوئی آثار نہیں تھا۔

"چلو یار! اب ہر کوئی تمہاری طرح بورنگ تو نہیں ہو سکتا، جو ہر وقت یہی ناول پڑھتی رہتی ہو۔" نور نے جنت کے پتے کی کتاب اٹھا کر اسے گھورا، جبکہ ماہ نے تیوری چڑھا کر اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے اسے گھورا۔

"خبردار! جو تم نے میرے ناول کے بارے میں کچھ بھی الٹا سیدھا کہا تو!"" ماہ نے ناول کی کتاب اس کی پیٹھ پر مارتے ہوئے غصے سے کہا۔

"اچھا خیر چھوڑو! ماں کا فون آیا تھا، شاید دادی سرکار کی جانب سے ابھی تمہارا بلاوا آئے۔" نور نے مزے لیتے ہوئے ماہ کو کال کے بارے میں بتایا، جس نے سر ہلا دیا۔ یہ معمولی بات تھی، بڑی سرکار کی جانب سے یونہی اچانک بلاوا آجاتا تھا۔ ماہ نور آنے والے وقت سے بے خبر نورالعین کے ساتھ اپنی باتوں میں مصروف ہو چکی تھی، جبکہ نور کی شوخیاں اب بھی

عروج پر تھیں، جو مونال پر پیش آنے والے واقعے کا پھر سے تذکرہ کر رہی تھی۔

"ارمان، اب آپ کی ڈگری بھی مکمل ہو گئی، اور خیر سے آپ گھوم پھر بھی آئے ہیں، تو میرے خیال سے اب آفس جوائن کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" آج مہینوں بعد سب کو کھانے پر ایک ساتھ بیٹھنے کا موقع ملا تھا۔ شعیب صاحب نے کھانے سے ہاتھ پیچھے کر کے ارمان کو مخاطب کیا، جس نے جواباً اثبات میں سر ہلا کر حامی بھر لی۔

"یس ڈیڈ، بالکل! میں ابھی خود آپ کے پاس آنے والا تھا، میرے لیے آفس ریڈی کروا دیں۔ ان شاءاللہ جلد ہی جوائن کروں گا۔" ارمان نے نیپکن سے اپنا منہ تھپتھپاتے ہوئے اپنی ڈیمانڈ پیش کی۔

"ارے بھئی، اتنی بھی کیا جلدی ہے؟ ابھی تو واپس آیا ہے، کچھ دن میں جوائن کر لے گا۔" شعیب صاحب کے کچھ کہنے سے پہلے ہی فاریہ بیگم نے بات میں حصہ ڈال کر اپنے بیٹے کی سائیڈ لی۔ ارمان اور شعیب صاحب اس کی محبت پر مسکرا کر رہ گئے۔

"ماما، بس بہت ہو گیا آرام! اب وقت آگیا ہے کہ کریں صرف اور صرف کام۔۔۔"

ارمان نے انہیں مسکرا کر دیکھتے ہوئے شرارتاً کہا، فاریہ اس کے انداز پر مسکرا کر رہ گئیں۔

"بالکل بے فکر رہیں، بیٹا جی! آپ کی واپسی سے پہلے ہی میں آپ کا آفس تیار کروا چکا ہوں۔" شعیب صاحب نے ماں بیٹے کو مسکراتی نظروں سے دیکھتے ہوئے میٹھے کی ڈش اٹھا کر آگاہ کیا۔ وہ کب سے انتظار میں تھے کہ ارمان ان کا آفس جوائن کرے، اور اب ارمان نے حامی بھر کر ان کی دلی خواہش پوری کر دی تھی۔

"اوہ واہ، ڈیڈ! امیزنگ! آپ تو سب کچھ کر کے بیٹھے ہیں، یعنی اس بار میری فرار غیر یقینی ہے۔" ارمان حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر ان کے کندھے سے لگا۔ انہوں نے بھی اس کا پیار لے کر مسکرا کر سر نفی میں ہلاتے ہوئے وارن کیا کہ اب وہ کہیں نہیں بھاگ سکتا۔

"چلیں پھر بھائی کے کل سے آفس جوائن کرنے کی خوشی میں آج ہم سب ڈنر باہر کریں گے۔" اس خوشی کے موقع پر تانیہ نے خوشی سے چہکتے ہوئے فرمائش کی، تو فاریہ بیگم سمیت دونوں نے بھی مسکرا کر حامی بھر لی۔ بھلا وہ اپنی لاڈلی بیٹی کی بات کہاں رد کر سکتے تھے!

"اوکے! پھر ڈن ہو گیا، لیکن ڈنر میری پسندیدہ جگہ پر ہو گا۔"

تانیہ نے خوشی سے چہک کر لاڈ سے کہا، تو تینوں اس کی ایکسائٹمنٹ پر مسکرا کر رہ گئے۔

آج شعیب صاحب ضرورت سے زیادہ ہی خوش تھے۔ سالوں بعد اب بزنس میں ان کا ہاتھ بٹانے والا کوئی آ رہا تھا، وہ بھی ان کا بیٹا، جسے دنیا سے متعارف کروانے کے لیے وہ خاصے پُرجوش تھے۔

"تانیہ بیٹا! آپ کا روٹین ورک کیسا جا رہا ہے؟"

شعیب صاحب نے اب اپنی توجہ بیٹی کی جانب مبذول کی، جو لنچ کرتے ہوئے چونک کر ان کی جانب متوجہ ہوئی۔

"بہت اچھا جا رہا ہے بابا! بس آج کل ڈبل شفٹ لگ رہی ہے، تو ذرا مصروف ہوں۔"

پاستا سے مکمل انصاف کرتے ہوئے تانیہ نے اپنی مصروفیت سے آگاہ کیا، جس پر انہوں نے سر ہلا کر مزید دو چار باتیں کیں اور پھر فاریہ اور ارمان پر ایک نظر ڈال کر مسکرا کر اٹھ گئے، جو نہ جانے کس راز و نیاز میں مصروف تھے۔

گاؤں میں اس وقت جرگہ بیٹھا ہوا تھا۔ مخالف سمت میں لگے تخت پر دونوں گاؤں کے سرپنچ بیٹھے تھے، اور دونوں اطراف میں دوسرے گاؤں کے کچھ لوگ فیصلہ ہونے کے انتظار میں کھڑے تھے۔ ساتھ ہی ملکوں کی جانب سے شمشیر ملک اور وقار ملک کے ہمراہ دوپٹے کے ہالے میں اپنا چہرہ چھپا کر سر جھکائے کھڑی لڑکی اپنی آنکھوں کو جھپک جھپک کر آنسو چھپا رہی تھی، جو بار بار آنکھوں سے بہتے تھوڑی سے نیچے زمین پر گر کر بے مول ہو رہے تھے۔

"تمام گواہوں اور ثبوتوں کی موجودگی میں جرگہ اس فیصلے پر پہنچا ہے کہ ازلان ملک کے بے جا قتل کے جرم میں، ہماری روایات کے مطابق، خون بہا میں ونی کے طور پر ازلان ملک یعنی مجرم کی بہن کو عارف بٹ (مقتول) کے پندرہ سالہ بیٹے کے ساتھ نکاح کر کے ونی سنسار کر دیا جائے گا۔"

لڑکی کا اپنے گھر یا اس گاؤں سے اب کوئی تعلق نہیں رہے گا، اور نہ ہی وہ "
"اب کبھی یہاں اپنے قدم رکھ سکتی ہے۔

جرگے میں موجود سرپنچ نے لفظ بہ لفظ بڑی سرکار کا فیصلہ سنایا، جسے سنتے ہی پورے گاؤں میں یکدم کھلبلی مچ گئی، جبکہ وقار ملک اور شمشیر ملک کے چہرے بالکل سپاٹ تھے، جیسے انہیں اس فیصلے سے کوئی فرق ہی نہیں پڑا ہو۔

پندرہ سالہ راجو کے آتے ہی سر جھکا کر کھڑی لڑکی کا نکاح پڑھایا گیا، لیکن اس لڑکی کی نظر صرف شمشیر ملک پر تھی، جو اس کے علاوہ ہر جگہ دیکھ رہے تھے۔ایک امید تھی کہ وہ شاید اب روک لیں، لیکن ایسا نہ ہونا تھا اور نہ ہوا۔

کالے رنگ کی چادر اس کے سر پر ڈال دی گئی اور وہ ونی کو اپنے ساتھ لے گئے، جو کسی گڑیا کی طرح ان کے ساتھ کھنچتی چلی جا رہی تھی۔ آج ایک

اور کہانی راقم ہوئی تھی، جہاں ظالم اور گناہ گار کوئی اور تھا، اور ظلم کا پہاڑ کسی اور معصوم پر ٹوٹا تھا۔۔۔

....

"!خوش آمدید، خوش آمدید"

شعیب صاحب نے ارمان کو آفس ڈریس میں ملبوس آفس میں داخل ہوتے دیکھتے ہی فوراً اپنی نشست چھوڑ کر گلے لگا کر خوش آمدید کہا، جو آج عام دنوں کے مقابلے میں انہیں الگ ہی جاذب لگ رہا تھا۔

"!شکریہ، ڈیڈ"

"میرا آفس کہاں ہے؟"

بلیک پینٹ کوٹ پر وائٹ شرٹ پہنے، جیل سے اپنے سلکی بالوں کو پیچھے سیٹ کیے، ارمان کافی ہینڈسم لگ رہا تھا۔ شعیب صاحب اپنے بیٹے کو آفس

کے ڈریس کوڈ میں دیکھ کر اتنے خوش تھے کہ اپنی خوشی سنبھال نہیں پا رہے تھے۔

چلو، آؤ! میرے ساتھ، تمہیں تمہارا آفس دکھاتے ہیں۔اشفاق، ارمان کا" آفس ریڈی ہے؟"

شعیب صاحب نے ارمان کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر آفس کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے اپنے سیکرٹری سے استفسار کیا، جس نے فوری اثبات میں سر ہلا کر ان کے لیے آفس کا گلاس ڈور وا کر دیا۔

"ویلکم، ارمان سر، ان یور آفس!"

اشفاق نے ان کے ساتھ ہی آفس میں قدم رکھتے ہوئے خوش آمدید کہا، جسے ارمان نے سر کو خم دیتے ہوئے خوش دلی سے قبول کیا۔

تو یہ رہا، مسٹر ارمان، تمہارا آفس! کیسا لگا؟ ہر چیز میں نے تمہارے ذوق" کو مد نظر رکھتے ہوئے بنوائی ہے۔ اگر اپنی پسند سے کچھ تبدیلی کروانا چاہو تو شوق سے کروالینا۔"

شعیب صاحب نے فراخ دلی سے اس شاندار آفس میں چاروں جانب ستائش بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے ارمان سے کہا، جو ابھی وہاں کی سیٹنگ چیک کرنے میں مصروف تھا۔ مکمل گلاس سے بنا یہ شاندار آفس اب ارمان کی ملکیت تھا، جس کے چاروں طرف گلاس ہی گلاس لگا ہوا تھا۔ ارمان چاروں جانب گھوم گھوم کر آفس کا جائزہ لے رہا تھا۔

"سب کچھ شاندار ہے، تبدیلی کی تو ضرورت ہی نہیں!"

ارمان کو اپنا آفس بہت پسند آیا تھا۔ سربراہی کرسی پر اپنی جگہ سنبھال کر بیٹھا، تو شعیب صاحب بھی اس کے ساتھ آ کھڑے ہوئے، جو سامنے کھلی لیپ ٹاپ اسکرین کی جانب متوجہ تھا۔

"چلیں، مسٹر اشفاق، آپ آج سارا وقت ارمان کے ساتھ ہی رہیں اور تمام حالیہ پروجیکٹس اور ڈیلز کی تفصیلات سے آگاہ کریں۔ پھر تو میرا بیٹا خود ہی سب سنبھال لے گا!"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

شعیب صاحب نے ارمان کو اشتیاق سے اپنے کام میں مگن ہوتے دیکھ کر ہدایت دی۔

"ہاں، ایک اور بات!"

ارمان، تم چاہو تو اپنی مرضی سے کوئی ایک ڈیپارٹمنٹ بھی چن سکتے ہو۔"

تمام باتیں ازبر کرواتے ہوئے، باہر کو جاتے ہوئے انہوں نے ایک بار پھر قدم روک کر ارمان کو مخاطب کیا، تاکہ ابھی سے اس پر زیادہ بوجھ نہ پڑے۔

ہمم...ابھی تو آپ مجھے ساری تفصیلات ہی دے دیں، لیکن میں اکاؤنٹس "یا آڈٹ ڈیپارٹمنٹ کا چارج سنبھالنے میں دلچسپی رکھتا ہوں۔"

ارمان نے اپنے ہونٹوں پر سوچنے کے انداز میں انگلی رکھ کر اپنی رائے کا اظہار کیا۔

شعیب صاحب نے بھی بیٹے کی چوائس پر تھمزاپ کرتے ہوئے "وش یو بیسٹ آف لک" کا اشارہ کیا اور اپنے آفس کی جانب بڑھ گئے۔

جبکہ اشفاق، ارمان کے آفس میں موجود، اسے کچھ گزشتہ پروجیکٹس کی تفصیلات دے رہا تھا، جو وہ بڑے دھیان سے سن رہا تھا۔۔۔

****

یہ راز اس حویلی کی چاردیواری میں ہی دفن ہو جانا چاہیے۔اس معاملے کی بھنک بھی اگر باہر گئی تو یاد رکھیے گا، نتائج کے ذمہ دار آپ دونوں خود ہوں گے۔

حویلی کے اندرونی کمرے کی ہلکی روشنی میں اس وقت صرف چار لوگ ہم تن گوش تھے۔

جو حکم امان سرکار! ہم کچھ بھی کر کے اس راز کو راز ہی رکھیں گے، آپ "
"بے فکر رہیں، یہ راز ہمارے سینے میں ہی دفن رہے گا۔

بڑی سرکار کی تنبیہ بھری نگاہوں سے خائف ہو کر وقار ملک نے فوراً حکم کی تکمیل کی۔ شمشیر ملک تو کبھی نہیں بولتے تھے، لیکن اپنے چھوٹے بیٹے کی چالاک فطرت سے وہ بخوبی واقف تھے، مگر یہاں وہ بے بس تھے کیونکہ اگر زبان کھولتے تو بھگتنا وقار کی اولاد کو ہی پڑتا۔

اور ناک میں نکیل ڈالنا بڑی سرکار سے زیادہ اچھے سے کون جانتا تھا؟

ZNZ
Zubi Novels Zone

....

"پاک بی بی، آپ کا کھانا۔"

بانو نے اندھیرے کمرے میں بورڈ پر ہاتھ مار کر بلب روشن کیا اور سامنے بیڈ پر چت لیٹی وجود کو مخاطب کیا۔

"ہم، رکھ دو۔"

سفید کپڑے، جو اس کی زندگی کا حصہ تھے، اور دوپٹے کے ہالے میں چھپا چہرہ جو اندھیرے میں بھی ڈھانپ کر رکھا تھا۔ اس نے اپنی شناخت اب خود سے بھی چھپالی تھی۔

"بی بی! اٹھ جائیں، کب تک یوں ہی بھوکی رہیں گی؟ دیکھیں، کتنی کمزور ہو گئی ہیں!"

ہڈیوں کا ڈھانچہ بنی وہ وجود ہمیشہ کی طرح خاموش تھا، کیونکہ خاموشی ہی اس کا مقدر تھی۔

"فکر نہیں کرو، بھوک سے مروں گی نہیں۔ اور جب مرنے لگوں گی تو کھا لوں گی۔ مجھے دیکھنا ہے کہ میری آخری سانس تک یہ لوگ کتنا ظلم کر سکتے ہیں۔"

یونہی لیٹے لیٹے لب کشائی کی۔

انہیں دو تین دن تک بھوکا رہنے کی عادت سی ہو گئی تھی۔ اس قید خانے میں نہ جانے کتنے دن وہ بھوکی رہی تھیں۔ بانو روز ایسے ہی آتی تھی اور چلی

جاتی تھی۔ جس دن اسے لگتا کہ آج نہ کھایا تو مر جاؤں گی، بس چند لقمے کھا کر پچھلے کئی سالوں سے ایسے ہی زندہ تھی۔

وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ زندگی مزید کتنا ظلم کرے گی؟ قید میں ہو کر بھی کبھی اپنی موت کی دعا نہیں کی تھی۔ وہ اپنی برداشت آزما رہی تھی، اور ظالم دنیا اپنا ظرف دکھا رہی تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ جیت کس کی ہوتی ہے۔

"بی بی، وہ۔۔۔"

"جاؤ بانو، اکیلا چھوڑ دو مجھے۔"

بانو کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ بول پڑی تھی، اور بانو بھی ہر روز کی طرح سر جھکائے کھانے کی تھالی رکھ کر باہر چلی گئی۔ جانتی تھی، وہ آج بھی نہیں کھائیں گی۔

کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی اندھیرا چھا گیا، اور آنکھ سے ایک آنسو چپکے سے نکل کر تکیے میں جذب ہو گیا۔

کبھی دریا نہیں ہے کافی،

کبھی قطرہ بھی ہے بہت۔

....

"ہیلو!!!تانیہ، کیا ہو رہا ہے؟"

بریک ٹائم میں تانیہ کینٹین میں بیٹھی تھی کہ سینئر ڈاکٹر فرحت بھی اس کے ساتھ آ بیٹھیں۔

"کچھ نہیں!!! صبح سے اب بریک ملا تو سوچا کچھ کھا ہی لیا جائے۔"

تانیہ نے کافی کا مگ اپنے ہونٹوں سے لگاتے جواب دیا، جبکہ فرحت خود بھی اپنا مگ لے کر آئی تھیں۔

"چلو، پھر اچھا ہے، ساتھ مل کر پیتے ہیں۔"

فرحت خاصی خوش مزاج تھیں، تمام جونیئرز کے ساتھ ان کا ہنسی مذاق تھا، اور سب ہی ان کی کمپنی کو انجوائے کرتے تھے۔ وجہ تھی ان کی باتونی طبیعت، جو بغیر رکے بس بولتی ہی چلی جاتی تھیں۔

"اور آپ بتائیں، بیٹی کیسی ہے آپ کی؟"

تانیہ نے گرم کافی کا سپ لیتے ہوئے ان کی چھے سالہ بیٹی کے بارے میں پوچھا، جنہیں وہ اکثر اسکول کی چھٹیوں میں ساتھ لے آتی تھیں۔

"وہ بالکل ٹھیک ہے، بس آج کل امتحانات میں مصروف ہے۔"

اس وقت سبھی ڈاکٹرز کینٹین میں اپنے اپنے کولیگز کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے۔ایک طرف سائیڈ پر پڑے ٹیبل پر وہ دونوں بھی اپنا بریک ٹائم انجوائے کر رہی تھیں۔

اوہ!!!اچھا جی، تم بیٹھو، میں ذرا ڈاکٹر علی کے آفس کا راؤنڈ لگا کر آتی"

"ہوں، مجھے بلایا تھا انہوں نے اور میں بھول گئی۔

یاد آنے پر ایک دم سر پر اپنا ہاتھ مارتی، جلدی سے اپنا وائٹ کوٹ سنبھالتی کھڑی ہوئیں۔

"چلیں، صحیح ہے، میں بھی جاؤں، ابھی کچھ کیسز ڈیل کرنے ہیں مجھے۔"

ان کے ساتھ ہی تانیہ بھی کھڑی ہوئیں اور ان کے ساتھ چل پڑیں۔

"اچھا!!!ویسے اس بار جاؤ گی کمپین میں؟"

ہسپتال کی جانب سے ایک ہفتے بعد ڈاکٹروں کی ایک پوری ٹیم ایک بار پھر کمپین کے لیے جا رہی تھی۔

"ہم!! ڈیڈ نے اگر پرمیشن دے دی تو جاؤں گی۔"

ریسیپشن سے اپنی فائل اٹھاتے ہوئے تانیہ نے جواب دیا، جب کہ ارد گرد موجود ڈاکٹرز اور مریض اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

ہم، چلنا یار!! پچھلی بار تو گاؤں گئے تھے، وہ کچھ خاص نہیں تھا، پر اس بار" پہاڑی علاقوں میں کمپین چلے گی۔ اور تمہیں تو پتا ہے، ہمارا پاکستان کتنا "خوبصورت ہے۔

اب ان کے قدم زینے اتر رہے تھے، اور اپنے پورے جوش میں بولتی فرحت ارد گرد سے بے نیاز بس بولتی چلی جا رہی تھیں۔ جبکہ تانیہ نے صرف مسکرا دینے پر اکتفا کیا۔

"ان شاءاللہ، جلد چلیں گے۔"

تانیہ نے قدم اپنے روم کی جانب بڑھاتے ہوئے جواب دیا، تو فرحت بھی مسکرا کر اس کا گال تھپتھپاتی، ڈاکٹر علی کے آفس کی طرف چل دیں۔

****

بابا سرکار! یہ میں کیا سن رہا ہوں؟" آریان کو جیسے ہی ازلان والے" معاملے کی خبر ہوئی تو فوراً ہی شہر کے سارے کام یونہی دھرے چھوڑ کر حویلی پہنچا تھا۔ مگر یہاں ایک اور دل دہلا دینے والی خبر اس کی منتظر تھی۔

ایسا کون سا غضب ہو گیا جو تم نے پوری حویلی سر پر اٹھا رکھی ہے؟""""

شمشیر ملک نے آریان کی اونچی آواز پر بہت مشکل سے اپنا غصہ ضبط کیا تھا۔ جانتے تھے کہ وہ خاموش نہیں رہے گا، مگر سب کو اپنے آگے کیسے زیر کرنا ہے، یہ بڑی سرکار اچھے سے جانتی تھیں۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں بابا؟ ازلان کی جگہ ایک معصوم کو کیسے سزا دے سکتے ہیں؟" آریان وہیں بیڈ کے سرہانے ان کے پیروں کے پاس نیچے بیٹھ گیا تھا۔

"ہم اپنی روایات کو تمہارے لیے ختم نہیں کر سکتے، بہتر ہے اپنے کام سے کام رکھو۔" شمشیر ملک نے آریان کو تنبیہ کرتی نگاہ ڈال کر کہا، جبکہ ان کا وہی موقف سن کر آریان کے چہرے کا رنگ یکا یک بدل گیا تھا۔

"نہیں بابا، نہیں بدلنا پڑے گا۔ بس بہت ہو گئی زیادتی، اب میں چپ نہیں بیٹھوں گا۔" آریان ان کا گھٹنا چھوڑ کر کھڑا ہوا اور اعتماد سے بولا، مگر دوسری جانب سے ملنے والے الفاظ اس کے اوسان خطا کر گئے تھے۔

"جاؤ! کر لو جو کر سکتے ہو، مگر یاد رکھنا، تمہارے کیے کا بھگتان بھرنا تمہاری بہن کو ہی پڑے گا۔" اس قدر سفاکی سے کہے گئے لفظوں پر آریان نے بے یقینی سے انہیں دیکھا تھا۔ وہ اس قدر ظالم کب ہو گئے کہ اپنی ہی اولاد کو قربان کر دیں؟

....

نہیں چاہتے نا کہ ایسا ہو؟ تو پھر اس حویلی کے باقی افراد کی طرح اپنی آنکھیں اور کان بند کر لو، کیونکہ بغاوت کی سزا صرف قید ہے۔" اسے یونہی حامد کھڑا دیکھ کر شمشیر ملک آہستہ سے قدم اٹھاتے اس کے نزدیک آئے، جو کمرے سے باہر نکلنے کو تھا۔ اپنی بات از بر کرواتے ہوئے اپنے شانوں پر پڑی شال کو درست کرتے وہ کمرے سے باہر کو بڑھے۔

دروازے کی چوکھٹ پر کھڑی عائشہ بیگم پر ایک نظر ڈال کر انہیں نظرانداز کرتے باہر نکل گئے۔ آریان نے پہلے باپ کو پھر ماں کو دیکھا تھا۔ اس حویلی کا ہر فرد اپنے مفاد کے گرد گھوم رہا تھا، جبکہ عائشہ بیگم شرمندگی سے اپنے ہی بیٹے سے نظریں چرا رہی تھیں۔

....

دسمبر کی آمد آمد تھی۔ ٹھٹھرتی ہوئی سردی جسم کا خون تک جما رہی تھی۔ طلوعِ آفتاب کا وقت تھا۔ ملازمہ بڑی سرکار کو وضو کروانے کے لیے ایک مگ میں گرم پانی لیے کھڑی تھی۔ حویلی میں اس وقت سب فجر کی نماز ادا کرنے میں مصروف تھے۔

وضو کروا کر واش روم سے باہر لا کر زمین پر جائے نماز بچھا دیا گیا۔ بڑی سرکار کرسی پر بیٹھ کر نماز کی نیت باندھ چکی تھیں۔

بانو انہیں رب کی حمد و ثنا میں مصروف دیکھ کر یکدم حیرت کا شکار ہو گئی۔

بانو اس حویلی میں پچھلے دس سالوں سے ملازمہ کی حیثیت سے کام کر رہی تھی اور اس سے پہلے جب اس کی ماں زندہ تھی تو وہ ان کی خدمت گزار رہی تھی۔ لیکن گزرے بیشتر سالوں میں کوئی ایسا دن نہیں گزرا تھا جب انہوں نے نماز روزے کی پابندی نہ کی ہو۔ روز پانچ وقت کی نماز پڑھنا، روزے

رکھنا، صدقہ و خیرات دینا___حقوق اللہ کے تمام فرائض وہ بخوبی انجام دیتی تھیں۔

اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اللہ کی حمد و ثنا سے ان کا چہرہ اس عمر میں بھی پر نور تھا، مگر دوسری جانب جب ان کے ظلم و ستم یاد آتے تو سب سے زیادہ نفرت بھی اسی چہرے سے محسوس ہوتی تھی۔ بڑی سرکار بانو کی نظروں کی تپش کافی دیر سے خود پر محسوس کر رہی تھیں، جو بس یک ٹک انہیں نماز ادا کرتے دیکھ رہی تھی۔

ایک دفعہ کو خیال آیا کہ شاید وہ اتنی بھی بری نہیں جتنا ان لوگوں نے انہیں سمجھ رکھا تھا۔ وہ یونہی دیکھ رہی تھی کہ بڑی سرکار نے سلام پھیر کر سخت نظروں سے اسے گھورا۔

"اری منحوس! کیا گھورے جا رہی ہے؟" بانو کی محویت دیکھ کر اپنی کڑک دار آواز سے اس کے کانوں کے پردے پر دستک دی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

بانو، جو اپنے ہی خیالوں میں رحمدل بڑی سرکار کا تصور کیے کھڑی تھی، اس کا یہ خواب چھناک سے ٹوٹا تھا۔

کک۔۔۔ کک۔۔۔ کچھ نہیں بڑی سرکار!"ایک دم گڑبڑا کر جواب دیا،" جبکہ بڑی سرکار نے اپنی لاٹھی زمین پر ٹیک کر بیڈ کی جانب رخ کیا۔

ارے منحوس، ابھی تک میرے سر پر کھڑی ہے؟ چل دفع ہو!"ابھی" تک وہیں کھڑا دیکھ کر بیڈ پر بیٹھتے ہی اپنی تسبیح اٹھائی اور اسے جھاڑ کر وہاں سے جانے کا اشارہ کیا، جس پر بانو جلدی سے وہاں سے سرپٹ دوڑ گئی۔

کہیں سے بھی نہیں لگ رہا تھا کہ وہ ابھی نماز پڑھ کر اٹھی ہیں۔

کاش، بڑی سرکار! جس طرح آپ لوگ حقوق اللہ کی پابندی کرتے" ہیں، اسی طرح حقوق العباد کی بھی کرتے۔ کیونکہ رب ایک دفعہ حقوق اللہ کی کوتاہی کو معاف فرمادیتا ہے، مگر حقوق العباد سے لاپروائی برتنے والے کو "معاف نہیں کرتا۔

یہ خیال ذہن میں کندہ ہوا، مگر لبوں تک آنے کی جرأت نہ تھی۔

"پر شاید لوگ سجدے کر کے اپنے گناہ دھو لیتے ہیں۔ کیا واقعی ایسا ہے؟"

پر دلوں کے بھید تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

سر جھٹکتے اس نے باورچی خانے کا رخ کیا، جہاں پہلے سے دو ملازمائیں ناشتے کی تیاری میں مصروف تھیں۔

کہاں ہے یار؟"ازلان اور علی اس وقت کشمیر میں موجود تھے۔ خون بہا" والا قصہ علی کے علاوہ وہ اپنے باقی تمام دوستوں سے چھپا گیا تھا۔

کشمیر میں ہوں یار۔"کان سے موبائل لگائے، وہ اس وقت پہاڑ پر بنے" لکڑی کے گھر کی کھڑکی میں کھڑا صبح کے حسین نظارے میں گم تھا۔

"اوہ! چل، صحیح ہے بھائی۔ اکیلے ہی پہنچ گیا؟ دوست کو بھول گیا نا؟"

ابے نہیں، سن...!"فہد نے خفگی سے کہتے ہی فون کاٹ دیا، جبکہ ازلان"

"ہیلو! ہیلو!" کرتا رہ گیا۔

پاگل ہے بالکل..."ازلان نے ہنستے ہوئے سامنے کے منظر سے نظریں" ہٹا کر موبائل جیب میں ڈال لیا۔

ٹھٹھراتی ہوئی سردی میں پہاڑوں کی اوٹ سے نکلتا سورج دھند کے باعث بس ایک دھندلا سا نشان معلوم ہو رہا تھا۔ نیلا آسمان سفید بادلوں میں چھپا کچھ ایسا لگ رہا تھا جیسے ہاتھ بھر کے فاصلے پر ہو۔

"یہ تو کیا دیکھ رہا ہے اتنی دیر سے دوربین سے؟" شیشے کی کھڑکی کے پار نظر آتا دلکش منظر صبح کی دھند کے باعث دھندلا محسوس ہو رہا تھا، جبکہ علی کافی دیر سے دوربین لگائے کہیں دور پہاڑوں پر کچھ دیکھنے میں مصروف تھا۔

"ابے کچھ نہیں، شاید وہاں کوئی آبادی ہے، دریا کے اس پار... وہی دیکھ رہا تھا۔" دوربین نیچے کرتے ہوئے علی نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا اور ساتھ ہی اپنے ملازم سے لیا ہوا چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا لیا۔ ازلان نے سمجھتے ہوئے سر ہلا دیا۔

سرکار، فکر کیوں کرتے ہو؟ وہاں کی خوبصورتی سے بھی لطف اندوز ہوں" گے..."ازلان نے ہنستے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ذو معنی انداز میں مسکرا کر کہا۔

شمشیر ملک کا حکم تھا کہ جب تک الیکشن نہیں ہو جاتے، وہ پنجاب کی حدود سے بہت دور رہے۔ جب تک یہ قصہ بھی ٹھنڈا ہو جائے گا اور باقی معاملات بھی رفع دفع ہو جائیں گے۔ اسی لیے ازلان نے سب سے پہلے کشمیر کا رخ کیا تھا۔ ازلان کو تو ویسے بھی حویلی میں رہنا کچھ خاص پسند نہیں تھا، اور اندھے کو کیا چاہیے؟ دو آنکھیں! لمبے ٹور پر نکلنے کا اس سے اچھا موقع تو ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

اور بھلا کون جانتا تھا کہ یہاں تین لوگوں کی قسمت آپس میں ٹکرانے والی تھی؟ کہانی پھر دہرائی جانی تھی، بس اب کردار اور مقامات مختلف تھے...

"آریان کہاں ہے؟" بڑی سرکار نے ناشتہ کی میز پر محض شمشیر ملک، ان کی بیگم اور وقار ملک کے بیوی بچوں کو دیکھ کر استفسار کیا۔

رات کو چلے گئے تھے صاحبزادے۔" شمشیر ملک نے اپنی ناگواری چھپاتے ہوئے اطلاع دی۔

آپ نے اتنی دیر سے، سورج ڈھلنے کے بعد، جانے ہی کیوں دیا؟ ہم سے" "جب ملنے آئے تو کہہ رہے تھے کہ کل جائیں گے۔

ناشتے کا تھال اپنے آگے سے پرے کرتے ہوئے، انہوں نے سوالیہ انداز میں سخت لہجے میں پوچھا۔ ان کے چہرے کا رنگ ایک بار پھر بدلا تھا۔

جی! بس کہہ رہا تھا کہ کچھ ضروری کام ہے۔ اگلی بار زیادہ دنوں کے لیے" آئے گا۔" شمشیر ملک نے ان کے تیور بگڑتے دیکھ کر اب نرمی سے جواب دیا، جس پر وہ سر جھٹک کر خاموش ہو گئیں۔

دھیان رکھا کریں، جوان اولاد ہے، ہاتھ سے نکلنے میں وقت نہیں لگتا..." بڑی سرکار نے سب پر ایک نظر ڈال کر اپنے لفظوں سے بہت کچھ باور کروا دیا، جسے وہ سب بہت اچھے سے سمجھ رہے تھے۔

جی بہتر۔" شمشیر ملک نے ایک نظر وقار کے بیٹے پر ڈالی، جو چپ چاپ ناشتہ کرنے میں مصروف تھا، جیسے وہاں موجود ہی نہیں تھا۔

صوبائی الیکشن کب ہیں؟" اب بڑی سرکار کا موضوع گھر کی سیاست سے ہٹ کر تھا۔

دو ماہ بعد، اماں سرکار۔" اس بار جواب دینے والے وقار صاحب تھے۔"

ہمم! مخالف پارٹی کی کیا صورتِ حال ہے؟" بڑی سرکار نے تحقیر آمیز لہجے میں پوچھا، جیسے جواب تو وہ پہلے ہی جانتی تھیں۔

وہی ہے جو ہمیشہ سے تھی۔ان کی کہاں اتنی اوقات کہ ہمیں مات دے سکیں؟"

شمشیر ملک کے لہجے میں اس وقت غرور سر چڑھ کر بول رہا تھا، لیکن وہ بھول گئے تھے کہ غرور اللہ کو پسند نہیں، اور جلد ہی وہ عرش سے فرش پر گرنے والے تھے ...

"ہمم ! صحیح کہا بھائی صاحب نے۔ یہ کمی کمین ہمارے غلام ہیں، ہمارے ہی ٹکڑوں پر پلتے ہیں۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی سیٹ ہماری ہی ہو گی۔" وقار ملک نے حقارت بھرے انداز میں کہا، جبکہ اگر گاؤں سے باہر کے لوگ ان کا یہ انداز دیکھ لیتے تو واقعی اپنی آنکھوں پر یقین کھو بیٹھتے۔ وہاں وہ ایک نرم دل، عوام کے خیر خواہ اور پارٹی اونر کی حیثیت سے موجود تھے۔

"ہمم ! اس بار الیکشن میں آریان کو بھی اپنے ساتھ لگائیں، جب دیکھو شہر میں ہی پڑا رہتا ہے۔"

"اور تمہاری بیٹی کے امتحان ختم ہو گئے ہوں تو اسے حویلی واپس بلا لو، بس بہت پڑھ لیا!" بڑی سرکار نے فخر سے گردن تان کر آخر میں آریان اور

نور کے بارے میں اپنے دونوں بیٹوں کو تنبیہ کی، جوان کے حکم پر سر ہلا گئیے۔

"!چھوٹی بہو"

"!جی، اماں سرکار"

ان کے مخاطب کرنے پر وہ فوراً ان کے سامنے جا کھڑی ہوئیں۔

"سمجھا دینا اپنے اس بیٹے کو، ہمارے خلاف جانے کی سزا بہت خطرناک ہے۔ اگر ہمارے فیصلوں کی خلاف ورزی کی، تو ہم اپنے پوتے ہونے کا بھی لحاظ نہیں کریں گے۔"

شاکرہ بیگم کے جھکے سر پر نظر ڈال کر، انہوں نے ضیغم کی جانب دیکھا اور تنبیہ کی، جو فوراً سر ہلا گئیں، جبکہ ضیغم اب تک یونہی لا تعلق بیٹھا تھا۔

"عائشہ، کمرے میں تشریف لائیں، آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔" بڑی بہو کو حکم دیتے ہوئے وہ اپنے کمرے کی طرف چل دیں...

******

آریان اس وقت کچے پکے علاقوں میں ڈرائیو کرتا پنجاب کی حدود پار کر چکا تھا۔ شہر پہنچ کر رات گزار صبح سے ازلان کے لئے کشمیر کے سفر کی جانب گامزن تھا۔

حویلی میں تو کوئی بھی اس کی بات پر کان نہیں دھرنے والا تھا، لیکن اس بار اس کا غصّہ ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا۔ اب شاید اس کے عتاب کا نشانا ازلان بننے والا تھا، جو کچھ نا کچھ کر کے ہمیشہ ایسے ہی بری الزم ہو کر بے فکر گھومتا تھا، اور ہمیشہ ہی کوئی اور معصوم اس کے کئے کا بگھتان بھگتا تھا۔

اف خدا اس گاڑی کو بھی ابھی بند ہونا تھا۔ "صبح سے گاڑی مسلسل بس" چلتی چلی جا رہی تھی۔ شاید اور ہیٹ اپ ہونے کے باعث انجن گرم ہو گیا تھا۔ اور اس جنگل میں تو دور دور تک کوئی پانی کے آثار نظر نہیں ا رہے تھے ۔

یہاں تو مشکل ہی تھا کے پانی ملے، شام کے پانچ بج رہے تھے کچھ ہی دیر میں سورج ڈھلنے کو تھا اور اس سے پہلے یہاں سے نکلنا ضروری تھا۔

چاروں اور نظر گھمائی تو دونوں اطراف میں بڑے اونچے درخت لگے تھے دور دور تک پھیلا گھنا جنگل، جس میں جانا خطرے سے خالی نہیں تھا۔

آریان بیٹا اس جنگل میں جانے سے بہتر ہے گاڑی میں ہی بیٹھ کر انتظار کرو" ۔"خود سے ہم کلامی کرتے گھوم کر واپس گاڑی میں ہی بیٹھ گیا۔

نور تو اپنے پیپرز میں مصروف تھی، جس کو وہ گارڈس کی زیرے نگرانی چپ چاپ شہر میں ہی چھوڑ آیا تھا۔

کل واپسی پر وقار ملک نے ہی اسے خبر دی تھی کے بڑی سرکار کے حکم کے مطابق ازلان کشمیر میں زیرِ رہائش ہے۔اور اس بار وہ خود اسے اپنے سامنے بیٹھا کر بازپرست کرنا چاہتا تھا۔

ڈیش بورڈ سے اپنا موبائل چیک کیا تو گوگل لوکیشن مین کچھ ہی دور پاس میں کوئی آبادی تھی۔چائے کے ہوٹل تھے جہاں وہ اپنی آج کی رات تو گزار ہی سکتا تھا۔ونڈو گلاسز اپر کر سیٹ سے سر گرا کر آنکھیں موند گیا، کچھ

ہی دیر میں اسے اپنا آگے کا سفر طے کرنا تھا، پر کون جانے کے اس سفر کی آخری منزل کیا ہو۔ یا پھر کوئی منزل ہی نا ہو۔۔۔۔

****

افف ماما !! آج کا دن بہت اچھا تھا لیکن خاصہ تھکا دینے والا تھا۔" ارمان" آفس سے واپس آکر دھڑام سے صوفے پر دراز ہوا تھا۔

لیجئے سن رہی ہیں فاریہ بیگم صاحب زادے ابھی سے تھک گئے "
۔" شعیب صاحب خود ہی لاؤنج میں پڑے صوفے پر ہی بیٹھ گئے۔ جبکہ فاریہ بیگم مسکراتی ہوئی دونوں کو پانی پیش کر رہی تھیں۔

ہاں !! تو آپ نے سارے آفس کا کام ہی میرے بچے پر ڈال دیا۔" فاریہ " بیگم نے ساتھ ہی بیٹھ کر ارمان کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے خفگی سے کہنے لگیں۔ جواب اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

یہ تواب انہیں ہی سنبھالنا ہے تو ظاہر ہے کام تو کرنا پڑے گا۔"شعیب صاحب متبسم سا مسکرا کر اپنی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ایزی ہو کر بیٹھ گئے تھے۔

ہائے ماما بڑی ظالم دنیا ہے۔میں فریش ہو کر آرہا ہوں آپ جلدی سے کھانا لگوائیں۔پیٹ میں چوہے ڈور رہے ہیں۔"

ارمان مصنوئی دوہائی دیتا سیڑھیاں پھلانگتا اپنے کمرے کی اوڑ بڑھ گیا تو فاریہ بیگم اور شعیب صاحب دونوں ہی مسکرا دیے۔

چلیں آپ بھی فریش ہو جائیں میں ذرا کچن میں دیکھوں۔"فاریہ بیگم مسکرا کر اپنا ساڑی کا پلو سمبھالتی کچن کی اور بڑھیں تو ایک گہری سانس بھرتے شعیب صاحب فریش ہونے کی غرض سے اپنے روم کی جانب بڑھے۔

****

سفید ڈوپٹے کے ہالے میں اپنا چہرہ چھپائے پاک بی بی حویلی کے لان کے آخری حصّہ میں بیٹھی حویلی کی ملازماؤں کے بچوں کو قرآن پاک تجوید سے پڑھنا سیکھا رہی تھیں۔ زندگی میں اب بس ایک یہی کام رہ گیا تھا۔ ورنہ تو سارا سارا دن ہی اپنے کمرے میں بند رہتی تھیں۔

صبح کی پھوٹتی کرن میں سورج کی شعاعئے آہستہ آہستہ چاروں اور اپنے پنکھ پھیلانے کو تھیں۔ پیڑ پودوں سے ٹکرا کر چہرے پر پڑھتی ٹھنڈی ہوا اور ساتھ رب ذلجلال کی آخری کتاب قرآن پاک کی تلاوت سے دل کے گوشے گوشے تک کو سکون پہنچ رہی تھیں۔

ہوا کے باعث دوپٹہ پھڑ پھڑا کر سر سے تھوڑا نیچے کو سرک گیا تھا، بالوں کی چند کالی زلفیں چہرے پر بکھر گئی تھیں۔ جنہیں پاک بی بی بار بار ہاتھ سے کان کے پیچھے اڑس رہی تھیں۔ جبکہ بچے سب ایک ساتھ لے میں قرآن پاک کی تلاوت کرنے میں مصروف تھے۔۔

اپنے کمرے کی پیچھے لان کی جانب کھولتی کھڑکی میں اپنی سٹک کے سہارے کھڑی بڑی سرکار بغیر پلک جھپکے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھیں، آج پتا نہیں شاید کتنے ہی سالوں بعد اس کا چہرہ دیکھا تھا۔ ورنہ تو ہر وقت وہ اپنا چہرہ دوپٹے میں چھپا کر رکھتی تھی۔

ایک دم آنکھوں کے یہ سامنے چلتے حالیہ مناظر کہیں پیچھے لے گئے تھے ۔ایکدم کانوں میں ایک سترہ سالہ لڑکی کی ہنسی اور معصوم چہرہ گھوم گیا۔ بڑی بڑی گرین آنکھیں، اونچی مغرور ناک، سرخ سفید رنگت پر گالو کی لالی اور گلابی لب بلکل پٹھانوں کی سی شعبی لئے ہوئے تھی، اپنی چھوٹی بیٹی کو دیکھ اکثر ہی ریاض ملک اسے پٹھانوں کے قبیلے سے لگتی ہے کہا کرتے تھے۔ وہ اپنے سب بہن بھائیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت ہونے پر زور سے قہقہہ لگاتی سب کو بھرپور انداز میں چڑآتی تھی۔ جس کی ہنسی کی جلترنگ پوری حویلی میں پھیلتی تھی۔

پر اچانک سب بدل گیا۔ یہ ان کی وہی بیٹی تھی کیا؟ یقیناً نہیں آہستہ آہستہ سب یاد آنے لگا اور چہرے کے تاثرات سخت ہو گئے۔

سانولی سی رنگت اندر کو دھنسی آنکھیں، آنکھوں کے گرد پڑے سیاہ حلقے، آنکھوں میں شرارت کی جگہ اب بے رونقی سی تھی۔ اور اس چہرے کو مزید بد صورت بنتا کان سے لیکر نیچے تک کو پڑا نشان اب بھی تازہ تھا ۔ جیسے کبھی پرانا ہوا ہی نہیں تھا۔

اپنے اپر نظر کی تپش محسوس کر دوپٹہ کا خیال آیا تو جلدی سے اپنا دوپٹہ درست کرتی کھڑی ہو کر ڈور کر چند قدموں کہ فاصلے پر بنی اپنی رہائش گاہ کی جانب بڑھ گئی۔ جانتی تھی کون کہ کس نظریں تھیں جو اس پر جم کر رہ گئیں تھیں۔ مگر دیکھنے کی ہمت نہیں کی تھی، بڑی سرکار اپنی آنکھوں میں آئی نمی صاف کرتی وہ کھڑکی ہمیشہ کے لئے بند کر گئیں۔ جس سے دو دوبارہ اسکا دیدار ممکن تھا۔

****

"افف ایک تو دنیا کے اتنے غم اپر سے یہ یونیورسٹی کے فائنل پیپرز۔"

"اب بلکل برداشت نہیں ہوتے بلکل بھی نہیں۔"

نور اس وقت اکیلی بیڈ پر چڑ کر اپنے پیپرز کی تیاری کرنے میں مگن تھی۔اور ساتھ ہی ساتھ اس کی دوہایاں عروج پر تھیں۔

"یہ ماہ کی بچی مجھے اکیلا یہاں چھوڑ خود حویلی چلی گئی،خود مزے سے اماں اور تائی سرکار کے ہاتھ کے بنے مزے کے کھانے کھا رہی ہو گی اور

"ایک ہم ہیں،یہاں کتابوں سے مغزماری کر رہے ہیں۔

نور صاحبہ اپنی ہی دھن میں خود سے باتیں کرتی تیز گام کی طرح بس بولے جا رہی تھیں۔

ساتھ ساتھ سامنے پڑی اکاؤنٹنگ کی بکس کو کبھی فرنٹ سے کھولتی تو کبھی بیک سے جیسے ایسا کرنے سے وہ سب دماغ میں فکس ہو جائے گا۔

ایک تو سات سات سبجیکٹ سیمسٹر کے اوپر سے یہ اس انسٹائن کے جیسے " مشکل فورملے بھلا بندہ ایک دماغ میں کیا کیا یاد رکھے، ہم بتاؤ ذرا۔"خود سے باتیں کرتے سوچنے کے سے انداز میں گالوں پر انگلی رکھ کر ٹیڈی بیئر سے پوچھا۔

میتھس کے فورملے یا اکاؤنٹس کی انٹریس یا پھر مرزا اسداللہ خان غالب " کے وہ مشکل اردو والے شعر۔۔۔ایک منٹ منٹ یا یاوہ انگلش کی پوئمز "اور دس دس پیجز کے مضمون۔۔

نہیں مطلب ہم انسان ہیں کے مشین۔"نور کے رونے اس وقت عروج پر تھے ہر برا ہو قسمت کا آج اس کی بکواس سننے والی ماہ یہاں موجود نہیں تھی ،اور اکیلا گھر کاٹنے کو دوڑ رہا تھا تو پھر چپ کیوں رہا جائے بات ہی تو کرنی تو بھالو ہی سہی،اور بچارا بھالو کا اگر بس چلتا تو وہ کہتا بس کر دے ڈرامے باز ۔سارا سال تو گھومنے پھرنے سے فرست نہیں اگر کلاسز سے بنک نا ماری ہوتیں تو آج یہ دن نا دیکھنا پڑھ رہا ہوتا۔۔۔

پر افسوس بھالوں کے پاس زبان نہیں تھی۔

نور کو حویلی میں ہوئی کاروائی کا کچھ علم نہیں تھا اس کے مطابق تو ماہ کا ابھی سیکنڈ لاسٹ سمسٹر تھا۔اور ہمیشہ کی طرح سمسٹر بریک پر وہ گھر گئی تھی۔

لیکن نور کو یوں مسکراتا دیکھ قسمت کہیں دور مسکرائی تھی۔۔۔

****

****

دریائے نیلم کا پانی اپنی پوری موج کے ساتھ پہاڑوں، پتھروں اور گنجان وادیوں، بستیوں سے ٹکراتا اپنی رفتار سے بہتا چلا جا رہا تھا۔

تانیہ اور اس کہ ہسپتال کا عملا اس وقت کشمیر میں "وادی نیلم" میں بنے ایک ہسپتال کے میٹنگ روم میں اپنی اپنی نشست پر بیٹھے تھے۔ یہ اس علاقے کا واحد ہسپتال تھا۔

"آپ سب جانتے ہیں نا یہ میٹنگ کس سلسلے میں رکھی گئی ہے۔
سینئر ڈاکٹر بلال نے میٹنگ روم میں دونوں اطراف میں بیٹھے ڈاکٹرز کو دیکھ کر کہا۔

"یس سر۔"
سب ڈاکٹرز نے یک زبان جواب دیا۔

Zubi Novels Zone

تو آپ سب یہ تو جانتے ہی ہیں نا کہ ہیپاٹیٹیس بیماری کس تیزی سے ہمارے ملک میں پھیلتی جارہی ہے کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ صبح شام سینکڑو لوگ ہیں جو اس بیماری میں مبتلاہ ہو جاتے ہیں۔"ڈاکٹر بلال نے سب پر ایک طائرانہ نظر ڈال کر مطلع کیا۔ جس پر سب سمجھتے ہوئے سر ہلا گئے۔۔

"ہیپاٹیٹیس وہ بیماری ہے جسے ہم "اے""بی"اور"سی" بھی کہتے ہیں" بھی کہتے ہیں۔ جو آہستہ "silent killer" ۔اور ایک طرح سے آہستہ آپ کی جڑیں کھوکلی کر دیتا ہے۔ جیسے کہ یہ ہسپتال وادی نیلم میں ہے۔ تو ہم نے ان جگہوں پر کیمپس لگانے ہیں جہاں پر لوگوں کی علاج کی رسائی حاصل نہیں ہے۔ اور نہ ہی وہ لوگ خود ہمارے پاس اپنے علاج کے لئے چل کر آسکتے ہیں۔ تو اس بار کمپین چلانے کا مقصد ہی لوگوں میں یہ

اور نسں دینا ہے۔یہ شعور پیدا کرنا ہے کے وہ اس سے کیسے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔اس بیماری کا کس طرح مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔"

ڈاکٹر بلال نے ڈاکٹرز کی پوری ٹیم کو پر ایک جانچتی ہوئی نگاہ ڈال کر تانیہ کی جانب بھی دیکھا جو پوری توجہ سے ان کی جانب متوجہ تھی۔

سمجھ رہے ہیں نا آپ لوگ۔"ڈاکٹر بلال نے اپنی بات مکمل کرتے سب" سے یقین دہانی چاہی۔

یس سر۔"میٹنگ روم میں ایک بار پھر سب کی آواز گونجی۔"

لوگوں کو جسمانی اور ذہنی تندرست زندگی فراہم کرنا ہی ایک ڈاکٹر کا" اولین فریض ہوتا ہے۔اور مجھے امید ہے کے آپ سب لوگ اسے باخوبی

نبھائے گے۔کیا آپ سے اپنے پیشہ کا حق ادا کرنے کہ لئے تیار ہیں۔ہر "مشکل وقت میں متحد کھڑے ہو کر ہر بیماری سے لڑنے کے لئے۔

ڈاکٹر بلال نے سنجیدگی سے کہتے آخر میں ان سے وہ وعدہ چاہا جو ہر ڈاکٹر فیلڈ میں انے سے پہلے حلف اٹھا کر لیتا ہے۔

ان شاءاللہ سر!!!اندھی آئے یا طوفان ہمارے لئے ہمیشہ ہی ہمارا پیشہ ہی "اوّل رہے گا۔"

ڈاکٹر باقر کے ساتھ سب نے یک زبان کہا۔

ویسے تو میں نے ساری ڈیٹیلز آپ لوگوں کو فراہم کر دیں ہیں،پھر بھی "کچھ پوچھنا چاہے تو پوچھ سکتے ہیں۔"

اور ہاں!!جو لوگ ہمارے ساتھ جا رہے ہیں انہیں اس بیماری اور کمپین" کی ساری معلومات اگئے فارورڈ کر دیں۔اور جو لوگ نہیں جا رہے انہیں

یہاں ہی فراہم کر دیں۔تا کہ وہ لوگ بھی بہتر طریقے سے اپنی ذمہ داریاں سرانجام دے سکیں۔۔"

ڈاکٹر بلال نے ایک بار پھر ہدایت کرتے سب کو آگاہ کیا۔انکی بات سمجھتے سب اثبات میں سر ہلا گے۔

ڈاکٹر تانیہ آپ کچھ کہنا چاہے گی۔"ڈاکٹر بلال نے تانیہ کو دیکھ کر سوال کیا۔جو بہت دیر سے کسی مخمصے کا شکار نظر آرہی تھی۔۔

جی سر،میرے خیال سے کیمپس کے علاوہ یہاں گاؤں اور وادیوں وغیرہ" میں ہمیں خود بھی سروے کرنا چاہیے۔کیوں کے یہاں جس طرح کا ماحول ہے میرا نہیں خیال کے یہاں کی خواتین کیمپس کا رخ کریں گی۔"

تانیہ نے سب پر ایک نظر ڈال اپنا مدعا بیان کیا،جس پر ڈاکٹر بلال سر ہلا کر اس کی بات سے اتفاق کیا۔

"ہمم! ہم اپنی پوری کوشش کریں گے۔"

ڈاکٹر بلال نے جواب دیا تو سب سر ہلا گئے۔

"اور کوئی کچھ کہنا چاہتا ہو تو۔"

انہوں ایک بار پھر سب کی رائے جانا ضروری سمجھی۔

جی سر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کے ہمیں بیماری کے علاوہ انہیں یہ اور نیسس " بھی دینی چاہیے کے ہر مرض کا علاج کتنا ضروری ہے۔اگر ہم سہی وقت پر "سہی فیصلہ نہیں لیں گے تو وہ ہمارے لئے جان لیوا ثابت ہو سکتا ہے۔

ڈاکٹر زین نے اب اپنی تجویز پیش کی جس پر سب ہی ڈاکٹرز نے اتفاق کیا تھا
۔

بلکل ہم اپنی پوری کوشش کریں گئے۔آج کی میٹنگ یہاں برخواست "ہوتی ہے۔"

"Best of luck Doctors"

ڈاکٹر بلال نے سب کا موقف سن اتفاق کیا اور وہ سب اپنے مشن کے لیے تیار تھے۔

"Thank you doctor Bilal"

سب ہی ان کے ساتھ کھڑے ہوتے میٹنگ روم سے باہر جا کر اپنی اپنی تیاریوں میں مگن ہو گئے۔

****

کشمیر کے پر خطر اور کٹھن راستوں سے اپنی جیپ دھمی رفتار میں چڑھائی پر چڑھاتا دریائے نیلم کے ساتھ ساتھ چلتا آریان وادی نیلم کی جانب گامزن تھا ۔

کشمیر کی حدود میں داخل ہوتے ہی آریان نے اپنی گاڑی تبدیل کر لی تھی ۔ازلان جس جگہ رہائش پذیر تھا وہاں اپنی گاڑی میں جانا ناممکن سی بات تھی۔

آریان کو ڈرائیو کرتے چھ سے سات گھنٹے ہونے والے تھے۔ لیکن قدرت کے یہ حسین مناظر اتنے قریب سے دیکھنے کے بعد وہ اپنی ہر تھکن اور پریشانی کو بھول گیا تھا۔

قدرت نے وادیِ کشمیر کو سر سبز پہاڑوں، گنگناتے جھرنوں، چنگھاڑتی ابشاروں، سر کش جھیلوں اور شفاف دریاؤں سے اس طرح مزین کیا ہے کے "وادی گوشہ جنّت "کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ حد نگاہ تک جاتے یہ دلکش مناظر انسان کو اپنے سحر میں جکڑ لیتے ہیں۔

کچے پکے راستوں سے احتیاط سے گاڑی چلتا آریان جنّت نظیر وادی کشمیر کے حسین مقامات میں وادی نیلم کے خوبصورت نظاروں اور قدرتی ان گنت پہاڑوں میں اپنی گاڑی دوڑاتا ہر منظر اپنی آنکھ کے کیمرے میں محفوظ کر رہا تھا۔ زمین فردوس کی جانب بڑھتا یہ پر کٹھن راستہ جس میں کئ ایسے نظارے بھی تھے جو کشمیر کہ علاوہ دنیا میں کہیں بھی نہیں ملتے۔ خانہ بدوش ، بھیڑ بکریوں اور چرواہوں کے ٹولے راستے میں مختلف مقامات پر دیکھنے کو مل رہے تھے۔ آریان ایک عرصہ پڑھائی کے سلسلے میں باہر رہا تھا، کشمیر انے کا یہ پہلا اتفاق تھا۔ آریان نے اگر دنیا دیکھ رکھی تھی لیکن پاکستان کا یہ

منی یورپ آج تک نہیں دیکھا تھا۔ کشمیر میں قدرت کے یہ حسین شاہکار اپنے ملک کی محبت میں مزید اضافہ کر رہے تھے، اونچے بلند بلا آسمان کو چھوتے یہ پہاڑ قدرت خداوندی کی بڑآئی بیان کر رہے تھے۔

پہاڑوں کے دامن میں بہتا دریائے نیلم، اونچی اور گہری کھائیان اس کہ ساتھ ساتھ ہی چل رہی تھیں۔ کشمیر میں مکانوں اور دکانوں کی لکڑی کی بناوٹ اور رنگ برنگے گھر، مختلف ڈیزائینگز پر تعمیر یہ لکڑی کے مکان اس نظارے کو چار چاند بخش رہے تھے۔ یہ سب ایک خواب سا معلوم دے رہا تھا۔ کشمیری لباس اور زیورت پہنے لڑکیاں اور ان کی ہنسی گویا ہر شے ہی خوبصورت تھی۔ کئی مقامات پر آریان نے گاڑی روک کر وہاں کے مقامی لوگوں کے ساتھ گوشہ جنّت کی کچھ تصویریں اپنے موبائل میں ہمیشہ کے لئے قید کر لیں تھیں۔۔۔

دریائے نیلم کے ساتھ ساتھ اپنی گاڑی چلاتا نا جانے اب تک کتنی ہی وادیوں کو چُچ کرتا اب مسلسل اپنے راستے کی جانب گامزن تھا۔ شام سے پہلے ہر حال کشمیر پہنچنا تھا۔

****

ازلان اور علی اس وقت چیئر لفٹ میں بیٹھے کیل سے اڑانگ قیل کی جانب جارہے تھے۔ اڑانگ کیل کی جانب جانے کے لئے چیئر لفٹ کا استعمال ضروری تھا۔ پہاڑ کی چوٹی سے تار پر چلتی لفٹ وادی کے اپر سے ہوتی ہوئی کچھ ہی دیر میں تمام مسافرین کو لئے اڑنگ کیل پہنچ گئی۔ وادی کے اپر سے گزرتے کی حسین منظر ان کی انکھوں سے اوجھل ہوتے چلے گے تھے ۔جب کے علی کتنے ہی مقامات کی تصویریں اپنے موبائل کی آنکھ میں محفوظ کر چکا تھا۔ ازلان اور علی لفٹ سے باہر آئے تو یہاں لوگوں کا کافی

ہجوم تھا۔ دو تاروں پر چلتی انے اور جانے والی لفٹ میں مسافرین باری باری اپنی منزل کی جانب بڑھ رہے تھے۔

"ابے یار ہم یہاں کیوں آئے ہیں۔" علی نے چار و اور خوبصورت مناظر کو دیکھ ازلان سے پوچھا۔

مضبوط دراز قدامت، سرخ سفید رنگت پر کنچے جیسی آنکھوں والا ازلان جو بلیک جینز شرٹ پر بلیک ہی لیدر کی جیکٹ پہنے اپنے بڑے بڑے بالوں کی آری مانگ نکالے ماحول پر چھآیا ہوا تھا۔

کیا بھائی کیا مطلب کیوں آے ہیں۔ گھومنے آئے ہیں، اتنے خوبصورت" لوگ اتنے خوبصورت مناظر کو دیکھنے کے بجاے تیرا کیا اس لکڑی کے "چھوٹے سے گھر میں پڑاؤ ڈالنے کا ارادہ تھا۔

ازلان نے ارد گرد سے گزرتے کچھ مقامی اور سیاہوں کو دیکھ علی سے کہا۔

نہیں بھائی مطلب اس وادی کی طرف انے کی کیا ضرورت تھی۔میں تو"
"کہ رہا تھا" دریاے نیلم "کی طرف چلتے ہیں۔
علی نے ازلان کو ارد گرد لوگوں کے ساتھ اچھے بچوں کی طرح سلفیز لیتے
دیکھ کہا۔

وہاں بھی چلے جائیں گئے۔پہلے یہاں تو گھوم لیں اور فکر کس بات کی سارا"
کشمیر ہی اپنا ہے۔"ازلان نے بے تکلفی سے اس کہ گلے میں بازو ڈال کر
معنی خیز لہجے میں کہتے بلند بانگ قہقاہ لگایا۔۔۔

تانیہ اپنی پوری ڈاکٹرز کی ٹیم کے ہمراہ کشمیر کے مختلف جگاہوں اور علاقوں میں کیمپس لگا رہی تھی۔

آج ان کا رخ اڑانگ کیل کی جانب تھا۔ جو نیلم سے کچھ دور بلندی کی جانب آباد تھا۔ صبح سے وہ اپنے کیمپس میں لوگوں کا علاج اور ساتھ ساتھ بریفنگ بھی کر رہے تھے۔ صبح سے دوپہر ہونے کو آئی تھی۔ لیکن کشمیر کا یہ یہ دلکش نظارہ انہیں بلکل تھکن کا احساس نہیں ہونے دے رہے تھا۔

Zubi Novels Zone

گویا کشمیر کو جنت عرضی کہنا غلط نہ ہوگا۔ حد نگاہ قدرت کی دلکش قیافیاں بکھری دکھائی دیتی ہیں۔ آرنگ کیل کا خوبصورت گاؤں جس کے چارو جانب پھیلا جنگل جبکہ جنوب کی جانب بلند بانگ پہاڑ اس گاؤں کو مزید خوبصورت بناتے ہیں۔ تانیہ اس وقت ارمان کے ساتھ براہراست کال پر

مصروف تھی۔جو اسے کشمیر کے یہ حسین منظر چاروں جانب سے گھوم گھوم کر دکھا رہی تھی۔

اتوار کے دن اپنے بیڈ پر دراز ارمان کشمیر کے قدرتی حسن کو دیکھ اب خود بھی وہاں انے کے لئے پر تول رہا تھا۔

تانیہ کے کیمرے کا رخ اب پیچھے کی جانب پہاڑوں پر پھیلی میدان نما وادی پر تھا۔جو نیچے کی جانب سے دکھتی انتہائی خوبصورت تھی۔۔

ڈاکٹر تانیہ کیا کر رہی ہیں آپ۔" پینٹ شرٹ پر لیب کوٹ پہنے ڈاکٹر" زین نے اپنا چشمہ درست کرتے اسے موبائل پر مصروف دیکھ قریب اکر پوچھا۔ڈاکٹر زین کو سبز آنکھوں والی یہ خوبصورت سی ڈاکٹر کافی پسند تھی۔تانیہ کو لیکر وہ ایک الگ ہی لیول پر دلچسپی رکھتے تھے۔

اپنے بھائی سے بات کر رہی ہوں۔"اسنے ہنستے ہوے سکرین کی جانب اشارہ کیا۔دوسری جانب ارمان بھی انہیں دیکھ اب لیٹے سے اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

"ہیلو!!!ارمان کیا حال ہیں۔"زین پہلے بھی ارمان سے ویڈیو کال پر بات کر چکا تھا،تو اب اسے دیکھتا سلام دعا کرنے لگا۔

"الحمداللہ!!میں بلکل ٹھیک ہوں،آپ کیسے ہیں ڈاکٹر زین۔"اس نے خوش دلی سے سوال کیا۔

"اللہ کا شکر ہے جناب۔"دونوں کے درمیان سلام دعا ہوتے دیکھ تانیہ خاموش کھڑی تھی۔چند ایک باتوں کے بعد زین نے اجازت لی۔ارمان مزید کچھ دایر تانیہ سے باتیں کرتا اپنا موبائل بند کر چکا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ڈاکٹر تانیہ ہم لوگ وادی میں نیچے اتر رہے ہیں۔ کیا آپ بھی ساتھ چلیں گی۔"ڈاکٹر زین نے تانیہ کو سے دریافت کیا تو وہ بھی اثبات میں سر کو جنبش دیتی ان کہ ہمراہ ہوئی۔ جواب ڈور سٹیپ سروے پر جا رہی تھی۔

آریان کیل سے ہوتا تاؤبت کی جانب جا رہا تھا۔ پورے راستے نیلم اس کے ساتھ ساتھ ہی چل رہا تھا۔ مختلف مقامات پر نیلم کے مختلف رنگ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ مظفرہ باد سے تاؤبت تک نیلم کے کئی رنگ تھے۔ کہیں پانی گدلا ، کہیں صاف، کئی نیلا تھا۔ شاید اس پانی کے یہاں تک پہنچتے نیلا ہو جانے کا ہی سبب تھا جو اس وادی کا نام وادی نیلم پڑ گیا۔ آریان کے ذہن میں آتا پہلا خیال یہی تھا۔

وادیِ نیلم کی پکی سڑک پر گاڑی ڈوراتا آریان ازلان سے ملنے کی جلدی مزید کہیں رک کر اپنا وقت ضائع کیے بنا اب بس چلتا ہی چلا جا رہا تھا۔

کچھ ہی دیر میں آریان اس مقام پر پہنچ چکا تھا جہاں ازلان سب سے چھپ کر رہ رہا تھا۔

دروازے پر کھڑے ان کے گاؤں کا پہرے دار آریان کو دیکھ فوراً بھاگ کر اس کی جانب آیا۔

سلام صاحب۔"اس کی جانب اکر فوراً سلام کیا۔"

وعلیکم سلام!! بابا زلان کہاں ہے۔"آریان نے سلام کا جواب دیتے" لکڑی کے دروازے کو پیچھے کرتے اگھر کہ اندرونی حصّہ میں داخل ہو کر پوچھا۔

صاحب !! چھوٹے صاحب تو اپنے دوست کے ساتھ وادی کی طرف گئے "
ہیں۔"چوکی دار نے ساتھ چلتے جواب دیا جو صرف غصّے سے ہنکار بھر کر رہ
گیا۔

ازلان کا لاپرواانداز دیکھ آریان کا غصّہ ایک بار پھر لوٹ آیا تھا۔جو ہر چیز کو
پست پشت ڈالے گھومنے پھرنے میں مصروف تھا۔

میں آرام کرنے جارہاہوں۔ازلان جیسے ہی آیے مجھے اطلاع دینا"
۔"اریان چوکی دار کو حکم دیتا لکڑی کے بنے زینے پر دھپ دھپ کرتا اپر
کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

جبکہ بورچی خانے میں موجود خانسامہ آریان کی موجودگی دیکھ رات کا کھانا
بنانے کی غرض سے کچن کی جانب چل دیا۔۔

****

علی وہ دیکھ یہ شہری خدائی خدمت گار یہاں بھی پہنچ گئے۔"ازلان اور علی جو وادیِ میں پیدل چہل قدمی کررہے تھے۔ڈاکٹرز کی ٹیم کو دیکھتے مزاق اڑاتے ہنسنے لگے۔

"ہنن! ڈرامے باز لوگ سال میں اپنے ہسپتال کا نام چمکانے کے لئے ہفتہ بھر یہاں گھوم پھر کر چلے جاتے ہیں، کہ ہم تو کیمپین کررہے تھے۔"ازلان مختلف ڈاکٹرز کو وادیِ کے لوگوں سے بات چیت کرتا دیکھ طنزیہ ہنستا ہوا بولا۔

"اس لڑکی کو دیکھ کیسے روتی صورت بنا کر اس بڈھے

کی بات سن رہی ہے جیسے ساری زندگی یہیں روک کر اسکا علاج کرے گی
۔"

کچھ فاصلے پر کھڑی تانیہ جو کسی بزرگ کی تکلیف سن رہی تھی۔ کہ ایکدم پیچھے سے کانوں کو کوئی مردانہ تضحیک امیز آواز سنائی دی، جس کی گفتگو کا مرکز وہ خود ہی تھی۔۔

ہاں! بیو قوف، اگر اتنی ہمدردی جاگ رہی ہے تو اپنے ان بچاروں کے " لئے ہسپتال بنوانا۔اور ساری زندگی یہیں رہ کر انکا مفت علاج کر۔"ان کی بکواس اب تانیہ کا ضبط آزمارہی تھی، جو اپنی گھٹیا سوچ کے مطابق بولتے ہی چلے جارہے تھے۔ وہ اب اپس میں اس کے بارے میں مزید بکواس کر رہے تھے۔ تانیہ غصّے سے ایک دم ان کی جانب بڑھی۔

ہیلو مسٹر بات سنیں! ہم کیا کر رہے ہیں۔"

ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

ہم ہمدرد فاؤنڈیشن بن رہے ہیں۔ یہ پھر ہمیں ہمیشہ کے لئے ان کے ساتھ رہنا ہے یہ نہیں یہ اپ کا ذاتی مسلہ بلکل نہیں ہے۔ بہتر ہو گا۔ آپ ہمیں "ڈسکس کرنے سے بہتر اپنے کام سے کام رکھیں۔

تانیہ غصّے میں قدم قدم چلتی ان کی جانب آتی غصّے میں انہیں اپنی جانب متوجہ کرتی ایک ہی سانس میں بولتی جھاڑ پلا گئی۔

اوہ ڈاکٹرنی صاحبہ! کیا ہو گیا، دماغ کی بتی گھوم گئی ہے کیا۔ چلو جاؤ یہاں" "سے کام سے کام رکھو اپنا سمجھیں۔ آئی بڑی بھاشن دینے والی۔۔

ازلان کے کچھ بھی بولنے سے پہلے علی نے تانیہ کے تیور دیکھ کہا۔ جبکہ ازلان ابھی خاموش تھا۔

چپ کرو تم، میں اس سے بات کر رہی ہوں۔" اب کے تانیہ نے بھی" بدتمیزی سے کہا۔

اوہ ڈاکٹرنی زبان سنبھال کر بات کر، جانتی بھی ہے کس سے بات کر رہی" ہے۔" اب کے ازلان کا دماغ اس کی تلخ کلامی پر گھوم چکا تھا، بھلا انہیں کہاں عادت تھی عورت کی اتنی اونچی آواز برداشت کرنے کی۔

پہلی بات آپ زبان سنبھال کر بات کریں تمیز نہیں ہے آپ کو لیڈیز" "سے بات کرنے کی۔

اب لوگوں کی بھیڑ جما ہونا شروع ہونے لگی تو تانیہ نے اپنے غصّے پر قابو پاتے ذرا تحمل سے کہا۔

ہاں نہیں ہے۔ کیا کر لو گی۔" اب کے ازلان کا غصّہ بھی امڈ آیا تھا۔"

دیکھیں میں صرف۔۔"

"کیاہواڈاکٹرتانیہ۔
تانیہ ابھی کچھ بولتی کے اب بات بڑھتی دیکھ زین اس کی جانب آیاجو اسے کچھ بولتے بولتے روک سی گئی تھی۔۔

کچھ نہیں میں۔۔۔"

ارے میں بتاتاہوں بھائی صاحب یہ میڈم کہ رہی ہیں، میری کچھ مدد کردیں۔میں بہت تھک گئی ہوں۔
یہ ہسپتال والے تو بلکل۔۔۔

تانیہ جوزین کو جواب دینے لگی تھی کے ازلان کے بولنے پر خاموش ہوتی غصّہ ضبط کر گئی۔پر آگے جو اسنے بکواس کی تو ایکدم اسکا ضبط جواب دے گیا۔

"چٹاخ۔۔۔"

****

السلام علیکم دادی سرکار۔"ماہ نور نے کمرے میں داخل ہوتے بڑی سرکار" کو سلام پیش کیا۔

وعلیکم السلام۔"

"خیال اگیا آپ کو دادی کا بھی،ہفتہ ہو گیا آپ کو گھر آئے۔

ماہ نور کو دیکھ بڑی سرکار نے اپنے پلنگ پر پیر پسارتے ماتھے پر تیوری چڑھائے گھر کا۔

"وہ دادی سرکار جب سے گھر آہی ہوں تو مجھے ازلان بھائی کی وجہ سے پریشانی تھی،اور جو کچھ بھی ہوا تو میں بلکل بھی قبول نہیں کر سکی،،،تو میں کمرے سے ہی باہر نہیں نکلی تھی۔بس اسی لئے نہیں آسکی آپ کہ پاس۔"

نور نے جلدی سے ان کے سرہانے بیٹھ کر جواب دیا جو آنکھیں موند گئی تھیں۔مطلب صاف تھا۔نور ان کا اشارہ سمجھتی جلدی سے اپنے نرم ہاتھوں سے ان کا سر دبانے لگی۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ اس سے کچھ باتیں کرتیں، بہت سی باتیں سمجھاتیں نیند کی وادی میں اتر گئی، تو وہ بھی آہستہ سے ان پر کمبل درست کرتی دبے پیروں کمرے سے باہر نکل گئی۔۔

****

"ارمان بیٹا تانیہ کا نمبر نہیں لگ رہا شام سے کتنی بار کوشش کر چکی ہوں۔" فاریہ بیگم ارمان کے کمرے میں داخل ہوتی پریشان سی بولیں جو صبح سے شام تک ہزار و کالز کر چکی تھیں لیکن رابطہ ہی ممکن نہیں تھا۔۔

موم صبح تو بات ہوئی ہے۔ میری ریلیکس اتنا پریشان ہونے والی کیا بات "ہے۔ کیا پتہ وہاں سگنل نہیں لگ رہے ہونگے۔۔

ارمان انہیں کندھوں سے تھامتا بیڈ پر بیٹھاتا ہوا بولا جو

ہونز یونہی پریشان تھی۔۔

"نہیں ایسا کبھی نہیں ہوا، وہ میرا فون ضرور پک کرتی ہے۔"

شعیب صاحب ایک میٹنگ کے سلسلے میں شہر سے باہر تھے۔فاریہ بیگم کو اب پریشانی ہونے لگی تھی۔

"او کے! آپ ریلیکس رہیں۔میں کل کرتا ہوں۔"

نمبر بند جا رہا ہے۔"ارمان نے کال تو ملائی پر وہاں سے کوئی رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔

دیکھا تم۔۔تم ایک کام کرو اس کے ہسپتال والوں کو فون کرو۔"فاریہ" نے بیچینی کا اظھار کرتے رائے پیش کی۔

"اوکے آپ حوصلہ رکھیں! میں کرتا ہوں فون۔"

ارمان نے انہیں تسلی دیتے ہوئے ہسپتال کے مزید عملے کو فون ملایا۔

ہیلو! میں ارمان بات کر رہا ہوں۔"

ڈاکٹر تانیہ کا بھائی۔

جی۔۔۔

کیا؟ یہ کیا بکواس ہے؟

"اتنا سب ہو گیا آپ ہمیں اب بتا رہے ہیں۔

"میں نکل رہا ہوں۔۔"

ارمان نے جیسے ہی کال اٹینڈ کی، تو جو خبر دوسری جانب سے سننے کو ملی وہ اسے شدید حیرت میں مبتلاہ کر گئی۔۔اور ساتھ ہی ان کی غیر زمداری پر تیش آیا۔ جنہوں نے اتنی بڑی بات بتانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی تھی۔

ارمان کیا ہوا؟ مجھے بتاؤ۔" فاریہ نے پریشانی کسی انہونی کہ خدشے میں " پوچھا۔

موم مجھے ابھی نکلنا ہے تانیہ کے پاس جا رہا ہوں میں طبیعت ٹھیک نہیں " "ہے اس کی۔

ارمان اصل بات گھوماتا نہیں تسلی دینے لگا جواب مزید پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

تو میں بھی چلتی ہوں۔۔" فاریہ کو عجیب سے خدشات لاحق ہو گئے " تھے۔

نہیں موم !اس کی ضرورت نہیں ،میں سمبھال لونگا سب۔آپ بے فکر" رہیں۔پریشان نا ہوں اطمینان رکھیں۔میں تانیہ کو اپنے ساتھ ہی لے آونگا "۔

ارمان اس وقت خود بہت پریشان ہو چکا تھا۔لیکن اب فاریہ بیگم کو تسلی دینا بھی ضروری تھی۔

اور ہاں آپ بابا کو ابھی کچھ مت بتایئے گا۔بلاوجہ پریشان ہو جاے گے" "۔

ارمان انہیں بولتا جلدی سے چینج کرتا اپنی کار کی چابی اٹھاتا باہر کو بڑھا،فاریا بیگم بھی اب اس کے پیچھے پورچ تک آئیں۔جواب ضرورت سفر کا سامان ڈگی میں رکھتا گھوم کر ان کی جانب آیا۔فاریہ کو پریشان ہوتے دیکھ پھر سے تسلی دیتا گاڑی میں بیٹھا۔

Zubi Novels Zone

گارڈس کے دروازہ کھولتے ہی وہ گاڑی زن سے بھگا لے گیا، جبکہ فاریہ بیگم الجھن کا شکار ہوتی خود سے دور جاتی ارمان کی گاڑی کو ہی تکتی رہ گئیں

****

"چٹاخ"

تانیہ کا ہاتھ ہوا میں گھوما اور ازلان کے چہرے پر نشان چھوڑ گیا۔

"بکواس بند کرو اپنی سمجھے۔"

تانیہ نے غصّے سے سرخ چہرہ لئے کپکپاتے لہجے میں اسے باز رہنے کو کہا ۔ازلان پوری آنکھیں کھولے اپنے چہرے پر ہاتھ رکھے اس ڈاکٹرنی کو دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی۔"

ازلان کی دھاڑ پر موقع کی سنگینی دیکھ، فوراً تمام ڈاکٹرز ان کی جانب دوڑے، جبکہ اس ہٹے کٹے لمبے چوڑے لڑکے کو دیکھ زین کی سٹی ہی گم ہو گئی تھی۔۔جو سب سے پہلے دوڑ کر اس تک پہنچا تھا۔

تانیہ جتنی بھی باہمت سہی لیکن تھی تو لڑکی ہی اس کی اتنی زوردار چیخ پر پورے وجود سے لرز کر رہ گئی۔

کیاہواڈاکٹر تانیہ ؟"شام کہ گہرے ہوتے سائے میں ارد گرد میں بھیڑ حد" سے زیادہ بڑھ گئی تھی، سروے پر اس وقت صرف دس ڈاکٹرز کی ٹیم ہی موجود تھی جو ڈور کران کہ قریب ائے تھے۔باقی کہ تمام سینئر ڈاکٹرز نیلم میں ہسپتال کی جانب روانہ ہو چکے تھے۔۔

ارے یہ کیا کہے گی میں بتاتا ہوں،اس لڑکی نے میرے دوست پر ہاتھ" " اٹھایا ہے،اور اب اس کا خمیازہ تم سب کو بھگتنا پڑے گا

علی نے ازلان کے غصّے سے سرخ چہرے کو دیکھ انگشت شہادت اٹھا کران سب کو دھمکی دی۔جب کے تانیہ کے چہرے پر خوف طاری ہو گیا تھا۔

دیکھیں جناب میں اپنی ڈاکٹر کی جانب سے آپ سے معافی مانگتا ہوں، بلکہ" "ڈاکٹر تانیہ بھی آپ سے معافی مانگیں گی۔

ڈاکٹر رضا نے اپنی جانب سے امن کا جھنڈا لہراتے پہل کی جبکہ ازلان تو بس یک تک تانیہ کو گھور رہا تھا۔ جو تھپڑ مار تو چکی تھی پر اب خوف سے اوسان خطا ہو رہے تھے۔

"سوری میرا مقصد۔۔۔"

رات کا اندھیرا چھانے لگے تھا۔ فضا پر چھای دھند نے پہاڑوں کو ڈھک رکھا تھا۔ ڈاکٹر رضا کی تنمبیہ کرتی نگاہوں کو دیکھ تانیہ نے فوراً معافی مانگی چاہی، در حقیقت اس کا مقصد ہاتھ اٹھانا ہر گز نہیں تھا۔

پر ازلان کی آنکھوں سے اس وقت شرارے نکل رہے تھے۔ اس کے الفاظ مکمل ہونے پہلے ہی ازلان نے ایک جھٹکے سے تانیہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جانب کھینچا۔

"اہ۔۔۔"

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔۔"

اس اچانک افتاد پر تانیہ کے ہلکی سی چیخ برآمد ہوئی۔

"اے پیچھے۔۔ پیچھے۔۔"

"خبر دار جو کوئی بھی اس کے قریب آیا تو۔

علی نے ازلان کو تانیہ کو لے جاتے دیکھ آگے بڑھتے ڈاکٹرز کو دیکھ گن کی اشارے سے پیچھے رہنے کو کہا، جو علی کے ہاتھ پر نظر پڑھتے ہی دو قدم پیچھے کی جانب ہوئے تھے۔ ناجانے اس لڑکے نے یہ گن کب نکال لی تھی۔

جبکہ دوسری جانب ازلان کی گرفت میں مچلتی تانیہ مدد کے لئے ڈاکٹرز کو پکارتی ان کے ساتھ کھنچتی چلی جارہی تھی۔ پر دوسری جانب سارے ہی ڈاکٹرز خاموش ہوتے انہیں دور جاتا دیکھ رہے تھے۔ لوڈ گن کہ اگئے بولنے

کی ہمّت تو کوئی بھی نہیں جتا پایا تھا،ازلان تانیہ کی مسلسل مزاحمت نظرانداز کرتا تانیہ کو کھینچتا چڑھائی پر چڑھ رہا تھا۔

"بیٹھو گاڑی میں۔۔"

وہ اسے لئے آبادی والے مقام سے کافی دور پہنچ گئے تھے۔رات کا اندھیرا چاروں اور اپنے پر پھیلا چکا تھا۔اور اب ازلان اسے زبردستی گاڑی میں بیٹھا رہا تھا، جو منہ پر ہاتھ ہونے کی وجہ سے غوغو کی آواز نکال رہی تھی

۔

ازلان جلدی سے بیٹھا اسے یار اسے پہلے کوئی یہاں آجائے۔"تانیہ کی" مزاحمت دیکھ علی نے ازلان کو بیزاری سے کہا جو پہلے ہی غصّے میں تھا۔ایک دم غصّے میں اپے سے باہر ہوتا تانیہ کے تھپڑ لگا گیا۔جو قابوں میں ہی نہیں آرہی تھی۔ازلان کہ سخت ہاتھ پڑنے پر تانیہ کہ حواس تک جھنجھنا اٹھے

تھے۔اپنے ہاتھ اور منہ بندھا ہونے کے باعث اب گاڑی میں بیٹھی دبی دبی آواز میں رو رہی تھی۔

چلو جلدی،اس کی چلتی زبان کا علاج تو میں سہی سے کرونگا۔"تانیہ کا" دوپٹہ سے بند منہ اور پیچھے کو بندھے ہاتھ دیکھ تیش سے گویا۔بیچ سڑک پر یہ چھٹانک بھر کی ڈاکٹر اسکی جتنی بے عزتی کر چکی تھی۔اس کا حساب تو اسے لازمی دینا تھا۔ازلان کہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہی علی فوراً پکی سڑک کر گاڑی بھگا لے گیا۔

Zubi Novels Zone

معین دین ازلان اگیا۔"آریان رات کا کھانا کھانے کی غرض سے ہٹ" میں بنے اس چھوٹے سے خوبصورت باورچی خانے کی جانب آتا ازلان کے بارے میں دریافت کرنے لگا۔

"نہیں صاحب، اس وقت تک تو آجاتے ہیں شاید راستے میں ہوں۔" آریان کے لئے ٹیبل پر کھانا سیٹ کرتے ملازم نے سر جھکا کر اطلاع دی ۔جو غصّے سے ھنکار بھر کر رہ گیا۔

پہلے ہی تین دن کے سفر نے اسے تھکا کر رکھ دیا تھا۔پہلے گاؤں سے شہر اور اب وادی تک کا سفر ،اور صبح سے ازلان کی غیر موجودگی غصّے کا گراف بڑھا رہی تھی۔ جسے کچھ ہوش ہی نہیں تھا۔ کہ وہ اپنے پیچھے ایک معصوم ہی زندگی داؤپر لگا یا آیا ہے۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

جاؤتم لے لونگا میں خود۔" ملازم کو یونہی سر پر کھڑا دیکھ اسے جانے کا حکم" دیا۔ غصّہ سے سرخ پڑھتے چہرے سے جیب سے موبائل نکال کر ڈائل لسٹ میں سب سے پہلے نمبر پر موج ازلان کا نمبر ملا چکا تھا، جو دو سے تین کالز کے بعد اٹھا چکا تھا۔

****

اوہ ڈاکٹرنی چپ ہو کر بیٹھ جا۔ اب زیادہ آواز نکالی تو پستول کی ساری کی" "ساری گولیاں اتار دونگا دماغ میں۔

تانیہ کی مسلسل غوغو پر ازلان نے غصّے سے چیخ کر اسے دھمکایا۔ ساتھ مسلسل وایبریٹ ہوتے موبائل کو بھی دیکھ رہا تھا۔ جہاں آریان کا نام جگمگا رہا تھا۔

"ابے تو چھوڑ اس سالی کو تو فون اٹھا تیرا بھائی بڑا ہی کوئی ڈھیٹ ہے، تڑپ تڑپ کر مر جائے گا اگر تو نے فون نہیں اٹھایا تو۔ لیکن کال ضرور کرے گا "۔

علی بار بار روشن ہوتی سکرین دیکھ چڑ کر بولا۔۔ جو ڈھیٹوں کی طرح بار بار کال کر رہا تھا۔

ازلان بھی تانیہ کو ایک نظر گھور کر موبائل اٹھا چکا تھا۔ جبکہ اس کے کال اٹھاتے ہی آریان شروع ہو چکا تھا۔ پر دوسری جانب سے ملی خبر پر ازلان نے پریشانی سے پیچھے گھوم کر بیک سیٹ پر پڑی تانیہ کو دیکھا جو اب تھک کر نڈھال سی خاموشی سے بنا آواز رو رہی تھی۔

اچھا ہاں!!! میں راستے میں ہوں بس آ رہا ہوں۔" ازلان نے آریان کو" تسلی دیتے موبائل بند کر کہ رکھا، جبکہ گھر اب کچھ فاصلے پر ہی نظر آ رہا تھا۔

"ابے علی سن !ایک مسلہ ہو گیا۔" ازلان نے پریشانی سے پیشانی مسلتے علی کو دیکھا جو گاڑی گھر کی جانب کرتا سوالیہ نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔

"آریان آیا ہوا ہے۔" اب کے ازلان کے چہرے پر پریشانی تھی۔ وہ اچھے سے اپنے نرم دل بھائی کو جانتا تھا۔ اور اگر اس نے تانیہ کو دیکھ لیا تو بس پھر اس کی خیر نہیں۔

"ہیں؟ اوہ بھائی اسے بھی ابھی آنا تھا۔ اس کا کیا کریں اب۔" علی نے ایک جھٹکے سے گاڑی روک کر تعجب سے پریشانی کہ تاثرات کہ ساتھ کہتے پیچھے لڑکی کی جانب اشارہ کیا۔

"کیا کرنا ہے یہیں کہیں چھوڑ اس بلا کو، اب وہ اندر ہی ہے یہاں کہیں چھپا بھی نہیں سکتے اسے۔" ارد گرد پہاڑی اور ناک کی سید میں جاتی سڑک کو دیکھ غصّہ میں کہا۔ جب کے ارد گرد ہو کا علم تھا۔

"چل اس ڈاکٹرنی کو تو میں بعد میں دیکھ لونگا۔ یہیں آگے چھوڑ آتا ہوں۔ کہاں تک جائے گی۔ کسی پہاڑی سے گر گرا کر مر جائے گی، اور اگر بچ بھی گئی تو جنگلی جانور اور لوگوں کے ہتے چڑ گئی تو ہمارا کام تو ہو جائے گا۔" اتنی آسانی سے شکار ہاتھ سے جانے پر دکھ تو تھا۔ پر اس جگہ کون سا اس نے زندہ بچ جانا تھا۔ ازلان نے بے حسی سے کہ کر قہقہہ لگایا۔ اور ساتھ ہی کھینچ کر تانیہ کو لئے روڈ کے دوسری جانب لے آیا۔ جہاں چھوٹی کھائی سی تھی۔ ارد گرد اندھیرے پر نظر ڈال کر زور سے کھائی کی جانب دھکا دے دیا۔ ایک دم پیر لڑ کھڑانے کی وجہ سے تانیہ منہ کے بل گری تھی۔ حلق سے ایک فلک شگاف چیخ بر آمد ہوئی جو وہیں پہاڑوں میں دفن ہو گی۔

ازلان اس کو اندھیرے میں غائب ہوتا دیکھ مطمئن ہوتا گاڑی کی جانب چل دیا۔۔۔

"کہاں تھے تم سارا دن ؟؟ کچھ ہوش ہے تمھیں ؟ تمھارے پیچھے کیا کچھ ہو گیا ہے۔"

آریان ازلان کو بے فکر ساہٹ میں داخل ہوتا دیکھ ایک دم ہی چڑ دوڑا۔جو لاپرواہی سے قدم اٹھاتا سائیڈ پر پڑے صوفے پر ڈھے گیا۔ازلان آریان کو فیس کرنے کے لئے پہلے ہی خود کو تیار کر کے آیا تھا۔

"اوہ بھائی بیٹھ جا آرام سے، کوئی جلدی نہیں ہے۔"

ازلان اسے غصّے سے خود کو گھورتا دیکھ تحمل سے گویا ہوا۔ جبکہ اسکا لاپروا انداز آریان کو مزید تپا گیا۔

"کیا بیٹھ جاؤں آرام سے۔ تم جانتے بھی ہو ونی میں خون بہا میں کون گیا ہے۔اس معصوم لڑکی کی زندگی برباد ہو گئی وہ بھی صرف تمہاری وجہ سے۔پندرہ سال کے بچے سے نکاح ہوا ہے اس معصوم کا۔ کبھی سوچا ہے اس لڑکی پر کیا بیتے گی۔ تم کب باز آؤ گے اپنی حرکتوں سے تمہارے کیے کی سزا ہمیشہ کوئی نا کوئی معصوم بھگتا ہے۔"

آریان غصّے سے چیخ کر بولتا اس کا گیربان پکڑ چکا تھا۔ازلان جو ابھی اس سب کے لئے بلکل تیار نہیں تھا ایکدم گھبرا سا گیا۔سائیڈ پلر سے ٹیک لگائے کھڑا علی مزے سے دونوں بھائیوں کو لڑتا ہوا دیکھ لطف اندوز ہو رہا تھا۔۔۔

آریان حد میں رہو اپنی اگر میں لحاظ کر رہا ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں "
"کے تم بھول جاؤ کے کس سے مخاطب ہو۔

ازلان ایک دم غصّے میں اپے سے باہر ہوتا اسے پیچھے کو دھکیل کر چیخا۔ جو اس کے انداز پر ایک دم لڑکھڑا سا گیا۔۔۔

ازلان تمہاری وجہ سے میں اس معصوم کو سزا نہیں کاٹنے دوں گا۔ تمھیں " چلنا ہی ہو گا میرے ساتھ۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کرو تم اور بھرے کوئی "اور۔

آریان غصے سے کی زیادتی میں شدّت سے چیختا۔ جبکہ ازلان خونخوار انداز سرخ چہرے سے آنکھوں میں بے پناہ غصہ سموئے گھور رہا تھا، جس کو کچھ زیادہ ہی ہمدردی کا بخار چڑا ہوا تھا۔

Zubi Novels Zone

میں کہیں نہیں جارہا تمہارے ساتھ، سمجھ آئی،اور جب دادی سرکار نے" فیصلہ دے دیا تو اس سب کا مقصد،اور اگر اتنی ہمدردی چڑھ رہی ہے تو جاؤ "دے دو اپنی بہن جا کر یا پھر خود چلے جاؤ اس کے بدلے۔

ازلان جبڑے بھینچتا بے حسی سے طنزیہ بولا جو دکھ اور افسوس سے اپنے بھائی کو دیکھ رہا تھا،جسے ذرا احساس نہیں تھا کہ وہ یہ الفاظ اپنی بہن کہ لئے ادا کر رہا ہے۔

ازلان خدا کا واسطہ ہے!! چھوڑ دو یہ سب۔ڈرو اللّٰہ سے ورنہ انجام اچھا "نہیں ہو گا۔

آریان خود پر ضبط کرتا دکھ سے بولا۔جو اس کی بات انسنی کرتا ہوا میں اڑا گیا تھا۔

اوہ بھائی!!! جاؤ تم یہاں سے میری مرضی جو بھی کروں۔ میرے "

"معملوں میں ٹانگ اڑانے کی ضرورت نہیں ہے۔

ازلان غصّے میں اسے باہر کا راستہ دیکھتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا دھپ دھپ کرتا

زینہ چڑ گیا۔

آریان افسوس سے اپنے چھوٹے بھائی کی پشت تکتا رہ گیا، جو سیدھے

لفظوں میں اسے یہاں سے دفع ہونے کا کہ رہا تھا۔ یہ سب بڑی سرکار کی

دی ہوئی ڈھیل کا نتیجہ تھا۔ اس کہ ملک سے باہر جانے کہ نا تو اس نے اپنی

تعلیم مکمل کی اور نا ہی کوئی دینی تعلیم حاصل کی۔ بلکہ بڑی سرکار کی سوبت

میں رہ کر بلکل ان جیسا ہی بے حس اور ظالم بن گیا تھا۔

آریان نے گردن گھمائی تو پیچھے ہی نظر علی کہ مسکراتے چہرے پر پڑی

تھی، رہی سہی کسر اس کے ان گھٹیاں دوستوں نے پوری کر دی تھی۔ جو

اسے غلط راستوں پر ڈال کر خود پیچھے ہو جاتے تھے۔اسے دیکھ ایک بار پھر غصہ آیا تو آریان نے یہاں سے جانا ہی بہتر سمجھا۔ورنہ اگر صبح تک بھی یہاں رک جاتا تو اس کے ہاتھوں ضرور کچھ ہو جاتا۔جس کا پچھتاوا شاید ساری زندگی ہوتا۔

ارمان کو سفر میں ساری رات گزر چکی تھی۔کوئی بھی فلائٹ نیلم نہیں جاتی تھی۔ورنہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کے اڑ کر پہنچ جائے۔اسلام باد سے "وادیِ نیلم" چھے سے سات گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے۔پر جس جگہ تاؤبت پر تانیہ کا ہسپتال کمپین کر رہے تھے وہ کافی فاصلے پر تھا۔

غصّہ ،پریشانی، گھبراہٹ ہر چیز نے ایک ساتھ حملہ کیا تھااور اب مسلسل اندھادھند گاڑی چلاتا نیلم کی جانب گامزن تھا۔راستے میں کتنی ہی بار فاریہ بیگم کا فون آیا تھا۔ جنہیں وہ اپنی طرف سے مطمئن کر چکا تھا۔دو سے تین دن میں شعیب صاحب نے واپس آجانا تھا،اور اب اسے ہر حال تانیہ کو واپس لے کر آنا تھا۔ ہسپتال والوں پر اسے رہ رہ کر تیش آرہا تھا۔جو شام میں ہوئی وردات کا رات کو ایک بجے بتا رہے تھے۔ان کا دماغ تو وہیں جا کر درست کرنے والا تھا۔

اپنا سارا سامان واپس ہینڈ کیری بیگ میں ڈالتا آریان فون پر بات کرتا کمرے سے نکلا۔ لکڑی کا زینہ اترتا نیچے آیا تو نظر ہٹ میں چھائے سناٹے پر پڑی تھی ۔ایک گہری سانس بھر کر ایک نگاہ گھما کر اپرازلان کے کمرے پر ڈالی جس

کا دروازہ بند تھا۔مایوسی سے سر نفی میں ہلاتا ہٹ سے نکلتا چلا گیا۔ازلان ٹیڑی کھیر تھا جسے صرف بڑی سرکار ہی سیدھا کر سکتی تھیں۔

چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھایا ہوا تھا، صبح میں جو نظارہ خوبصورت، دلکش اور حسین لگ رہا تھا۔اب وہی بھیانک اور خوف ناک ہو گیا تھا ۔بڑے اونچے ہیبت ناک پہاڑ کسی بھی ذی روح کو سالم نگل لینے کی صلاحیت رکھتے تھے۔یہی دیکھ تانیہ کو خوف آرہا تھا۔ڈر کے مارے جسم ہلکی ہلکی کپکپاہٹ کا شکار تھا۔حد نگاہ تک نظر آتا ہر منظر ہی دھندلا اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔

دور دور تک کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ نا ہی وہ کسی درست سمت کا اندازلگا پا رہی تھی۔ ازلان جو اسے دھکا دے کر گیا تھا۔ وہ نیچے کھائی میں بھی گر سکتی تھی ، لیکن ایک بڑے پتھر پر پیٹ کے بل گرنے سے تانیہ کے حلق سے چیخ نکل گئی تھی۔ پیٹ میں درد کی ٹیس اٹھ رہی تھی۔ پیر چل چل کر دکھ رہے تھے۔ راستے کا کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔ انجان راستوں اور چڑھائیوں پر چلتی بس اس علاقے سے نکلنا چاہتی تھی۔ جہاں ازلان وہ جنگلی اسے لے آیا تھا۔ ساتھ ہی اسے اپنے گھر کی بھی فکر ہو رہی تھی جب انہیں پتا چلے گا تو کتنے پریشان ہونگے ہاتھ اور منہ ابھی بھی یونہی بندا ہوا تھا۔ کتنی ہی بار اپنے ہاتھ آزاد کرنے کی کوشش کر چکی تھی لیکن گٹھا میں سختی تھی۔ فضا میں ھلکی ھلکی خنکی سی چھا گئی تھی۔ صبح کے کپڑوں ملبوس سفید کوٹ پہنے کتنی ہی بار ٹھوکر کھا کر گر گئی تھی۔ ہر تھوڑی دیر میں سانس اپر چڑ رہا تھا۔ ایک قدم اٹھانے کی ہمّت باقی نہیں رہی تھی۔ لیکن یہاں نہیں ٹھرنا تھا اسی لئے اللہ کا نام لیتی بس چلتی ہی چلی جا رہی تھی۔ چلتے چلتے تھک جاتی تو کچھ دیر

راستے میں ہی رک جاتی اور پھر چلنا شروع کردیتی پتا نہیں اسے چلتے کتنے ہی گھنٹے بیت چکے تھے۔ لیکن تانیہ نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ اب شاید وہ پکی سڑک پر پہنچ گئی تھی۔ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی چلتی چلی جارہی تھی۔ اور اب کسی جنگلی جانور کے آجانے کے خوف نے بھی اگھیرا تھا۔ پتہ نہیں کونسا منحوس وقت تھا جو اس نے اس جاہل انسان کو سمجھانے کی کوشش کی تھی ۔اپنی ہی سوچوں میں غرق ابھی وہ چل ہی رہی تھی کے ہلکی ہلکی پھوار سی ہونی لگی ساتھ ہی سرد ہوا کے جھونکوں نے جسم پر مزید کپکپی طاری کر دی۔ اب تانیہ کی رفتار پہلے کی بانصبت تیز ہو چکی تھی۔ ہوا کی شدّت بتارہی تھی کے کچھ ہی وقت میں بارش شروع ہونے والی ہے اور اس سے پہلے کسی پہنچنا ضروری تھا۔ اگر اب اسے شدّت سے انتظار تھا تو وہ صبح محفوظ مقام پر کا تھا۔ صبح کے اجالے میں اسے یقین تھا کے وہ اپنے مقام پر آسانی سے پہنچ جائے گی۔ اپنی سوچوں میں غرق ابھی چل ہی رہی تھی کے پیچھے سے ایک دم گاڑی کی ہیڈلائٹ آنکھوں میں لگی۔ اسے پہلے تانیہ پیچھے ہوتی کے تیزی

سے گاڑی لاتے آریان نے گاڑی موڑنی چاہی لیکن پھر بھی تانیہ گاڑی سے ٹکرا کر تھوڑا آگے کو گر پڑی۔

آریان جو اپنی ہی سوچوں میں گم گاڑی چلا رہا تھا کہ ایکدم کسی کے سامنے آجانے پر اسٹرنگ پر ہاتھ لرزا لیکن جب تک وہ بریک لگتا گاڑی تانیہ کو ہٹ کر چکی تھی۔ وہ تو سد شکر کے گاڑی زیادہ سپیڈ میں نہیں تھی ورنہ یہ جو بھی چڑیل یہ بھوت تھی وہ اب تک ہواؤں میں ہوتی۔

گاڑی کا دروازہ کھولتے ہی آریان کا ہاتھ ایک دم روکا۔
ذہن میں جھماکا ہوا۔ دادی سرکار کہتی ہیں یوں انجان راستوں میں کسی شے کے سامنے آجانے پر گاڑی نہیں روکنی چاہیے کیا پتہ کوئی چڑیل وغیرہ ہو جو یوں اچانک سامنے آگئی۔ ورنہ اس رات میں بھلا کون لڑکی باہر نکلے گی۔اور یہاں کی مقامی تو ہرگز نہیں۔

کیا پتہ وہ راستہ بھول گئی ہو۔دوسری سوچ بھی پہلی کی نفی کرنے فوراً سے" آئی تھی۔گاڑی کی لائٹ کی روشنی میں بکھرے بالوں میں وہ اسے لڑکی لگی لیکن اب ذہن میں مزید وسواسے ارہے تھے۔

افف میں بھی کیا سوچ رہاہوں۔"آریان فوراًاپنے سارے خیالوں کو" جھٹکتا دروازہ کھول کراس کی جانب بڑھا جو پیٹ کے بل گری ہوئی تھی۔

کون۔۔۔آپ ٹھیک توہیں نا۔"پہلے تو آریان گھبرا کر وہیں کھڑارہا کیا پتہ" اسے دیکھ کر وہ شے غائب ہو جاتی لیکن پھر تانیہ کے کو اٹھنے کی کوشش کرتا دیکھ اس کے آگے آیا۔

لیکن جیسے ہی اسے کندھوں سے پکڑا تو جھٹکا سا لگا۔ سر سے بہتا خون لیکن منہ اور ہاتھ کو بندھا دیکھ جلدی سے آگے بڑھتا کھولنے لگا۔ جو آنکھوں کے اشارے سے اسے کھولنے کا کہہ رہی تھی۔ ہیڈ لائٹ کی روشنی دونوں پر پڑ رہی تھی، لیکن تانیہ چہرہ نہیں دیکھ سک رہی تھی۔ یہ بھی ڈر تھا کہیں ازلان تو نہیں پر وہ آواز اس آواز سے مختلف تھی۔۔

____

مس ٹھیک ہیں آپ؟ آریاں نے فرنٹ سیٹ کا دروازہ تانیہ کے لئے وا کرتے تسلی چاہی۔ جو بیٹھتے ساتھ ہی ڈیش بورڈ پر پڑی پانی کی بوتل منہ سے لگائے ایک ہی سانس میں پی گئی۔

جی جی میں ٹھیک ہوں۔۔بہت شکریہ آپ کا۔۔"پانی پیا تو کچھ اوسان" بحال ہوئے۔دھیمی سی آواز میں تشکر بھرے لہجے میں کہا۔

آریان نے غور سے اسے دیکھا جو اپنے حُلیہ سے ڈاکٹر لگ رہی تھی۔لیکن اس کی یہ حالت اسے تفشیش میں مبتلاہ کر گئی۔ماتھے پر پانی ڈالنے سے خون روک چکا تھا۔اب تانیہ لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔کتنے ہی گھنٹوں سے اسکا منہ بند تھا۔آنکھیں بند کیے سانس لیتی وہ آریان کی موجودگی کو فراموش کر گئی۔جبکہ آریان بہت خاموشی سے اس کی ساری کروائیاں دیکھ رہا تھا۔

مس آپ یہاں اس وقت کیسے آئیں؟"اس کی حالت پہلے سے قدر بہتر" ہوئی۔تو آریان نے آہستہ سے سوال کیا۔۔دونوں پاؤں اور سر میں کافی چوٹ آئی تھی لیکن اس وقت اسے کچھ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

وہ میں۔۔۔وہ میں ڈاکٹر۔۔۔۔راستہ بھول گئی۔۔"ایکدم چونک کر" گڑبڑاتے ہوئے تانیہ نے ہکلا کر بہانہ بنایا۔

جبکہ آریان نے اسے دیکھ سر ہلا کر ایک گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔اس کی حالت قطعی کسی راستہ بھٹکی جیسی لڑکی کی نہیں تھی۔لیکن جو بھی تھا۔اب اس کی مدد تو کرنی تھی۔اسکی غیرت ہرگز گوارہ نہیں کرتی تھی کہ وہ ایک تن تنہا لڑکی کو اکیلا چھوڑ جائے۔۔۔

اوکے!!!آپ مجھے اپنے کیمپ کا یا پھر آپ جہاں ٹھہری ہوئی ہیں وہاں کا" "راستہ بتائیں میں آپ کو سیفلی وہاں چھوڑ دوں گا۔
آریان کے کہنے پر پہلے تو تانیہ ڈر گئی کہیں وہ بھی توازلان کی طرح کہیں لے جا کر اس کہ ساتھ کچھ غلط کرنے کا تو ارادہ نہیں رکھتا۔لیکن پھر آریان کی

نظریں سامنے دیکھ اسے نیلم ہسپتال کا راستہ بتانے لگی۔ جو بات تو ضرور اس سے کر رہا تھا۔ لیکن اس کی نظریں جھکی ہوئیں تھیں۔

ویسے بھی اس کے پاؤں اور پیٹ میں اتنا شدید درد ہو رہا تھا۔ کہ شاید ہی وہ ایک قدم بھی اٹھا پاتی اسی لئے چپ چاپ اسے راستہ بتاتی خاموش ہو گئی۔ جہاں اتنی مشکل سے ہمّت سے کام لیتی وہ یہاں تک آگئی تھی۔ وہاں رات کی تریکی میں ایک اور رسک۔۔

جمشید اوہ جمشید ے۔۔۔"ازلان نیچے کچن ٹیبل پر بیٹھا ملازم کو آوازیں" لگانے لگا جو شاید آریان کے پاس گیا تھا۔ ایسا ازلان کا خیال تھا۔

جی جی۔۔ چھوٹے صاحب۔" جمشید ان کے گاؤں کا پرانا ملازم تھا۔ پر اب زیادہ تر وہ ازلان کے ساتھ ہی گھومتا تھا جو کبھی کہیں تو کبھی کہیں ہوتا تھا۔ لیکن جہاں کہیں بھی جائے کھانا اسے پرفیکٹ ہی چاہیئے ہوتا تھا۔

" کھانا نہیں کھلانا کیا رات کا۔ چلو کھانا لگاؤ اور علی اور آریان کو بھی بلالاؤ۔" ازلان نے ملازم کو حکم دیتے کہا۔ علی اس کی آواز سن کر نیچے کی جانب ہی آرہا تھا۔ جبکہ اب جمشید وہیں کھڑا تھا۔ جیسے دیکھ ازلان نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

وہ بڑے صاحب تو جبھی تھوڑی دیر بعد واپسی کے لئے نکل گئے تھے" ۔جب اپ اپر گئے تھے۔"

ملازم نے ذرا ڈرتے ڈرتے اطلاح دی۔ جبکہ اس کی بات سن ایک دم ازلان کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"کیا مطلب؟ کہاں گیا؟ وہ بیو قوف اسی وقت چلا گیا۔"

ازلان نے سوال کرتے خود ہی جواب دیتے ذرا پریشانی سے پوچھا۔ رات کا وقت خطرے سے خالی نہیں تھا۔ اور پھر آریان کو تو ان پہاڑی راستوں پر گاڑی بھی سہی سے چلانی نہیں آتی تھی۔

"جی صاحب۔ صاحب بہت غصّے میں تھے۔ تو میں نے بھی نہیں روکا۔"

ملازم نے جواب دیتے فوراً اپنی صفائی پیش کی ورنہ ازلان کا کیا بھروسہ اسے ہی سزا دے ڈالے۔

اور ازلان کو اب اپنے لفظوں پر افسوس ہوا تھا۔ غصّے میں وہ اسے پتہ نہیں کیا کیا بول گیا تھا۔ جبکہ وہ تو اس کی فکر میں اتنی دور آیا تھا۔۔ پہلی بار شاید ازلان کو افسوس ہوا تھا۔ آریان کی فکر ہوئی تھی۔ وہ اس کا بڑا بھائی

تھا۔ بچپن لڑکپن سب ساتھ گزرا تھا۔اور پھر اس کہ ملک سے باہر جانے کے بعد سب بدل گیا تھا

ازلان کو اپنے رویہ کا افسوس ہوا تھا۔ ورنہ تو ازلان کو اپنے سوا کسی سے کوئی مطلب نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اب وقت گزر چکا تھا۔۔اور شاید انے والا وقت اسے پچھتانے کا موقعہ بھی نہیں دینے والا تھا۔۔۔

سلام اماں سرکار۔"شمشیر مالک نے ان کہ کمرے میں قدم رکھتے سلام " پیش کیا۔

وعلیکم سلام!!!" اپنے ہاتھ میں پکڑی تسبیح سائیڈ ڈراؤر میں رکھتے انہیں" بیٹھنے کا اشارہ کیا جو سر ہلاتے ان کے قدموں کے پاس ہی نشست سنبھال گئے۔

کام ہو گیا۔" بڑی سرکار نے ان کے خوشی سے سرشار چہرے کو دیکھ" استفسار کیا، جو مطمئن نظر آرہے تھے۔

جی ہو گیا!! اور کسی کو کان و کان خبر تک نہیں ہوئی۔ سب یہی سمجھیں" گے کہ گھر میں اگ لگنے کے باعث گھر کے سب لوگ جل کر مر گئے ہیں ۔"

شمشیر ملک نے تفخر سے بتایا جب کے بڑی سرکار کا چہرہ غرور سے مزید بلند ہو گیا۔

خیال رہے !!! یہ بات اس گھر کی چار دیواری سے باہر نہیں جانی چاہیے "
"۔

بڑی سرکار نے دبے لہجے میں انہیں تمبیہ کی جس پر وہ سر ہلا گئے۔ جبکہ دروازے کے پار کھڑے وجود کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ رقصاں تھی۔۔۔

آریان نے ساتھ سیٹ پر سوئی ہوئی تانیہ پر ایک نظر ڈالی جو کچھ دیر پہلے ہی درد کے باعث نیم غنودگی میں چلی گئی تھی۔

اونچے نیچے راستوں پر چلتی گاڑی جھٹکے کھاتی دھیمی رفتار سے اپنی منزل کی جانب گامزن تھی۔ پہاڑی راستوں میں سے ہوتی گاڑی اونچائیوں سے

ہوتی کتنی ہی بار بند ہوئی تھی۔رات کے اس پہر ان راستوں پر گاڑی چلانا خود کو موت کے منہ میں ڈالنے کہ مترادف تھا۔۔ہلکی ہلکی بارش بھی شروع ہو چکی تھی۔جس کے باعث بار بار گاڑی شیشہ صاف کرنا پڑ رہا تھا۔ تانیہ تکلیف کہ باعث بلکل مدہوش سی پر سکون نیند سو گئی تھی۔ایک نظر اس کی بے خبر سے وجود کو دیکھ تاسف سے نفی میں سر ہلایا۔جو اتنی جلدی ایک اجنبی پر بھروسہ کر گئی تھی۔

آریان اس ڈاکٹر کو اس کے مطلوبہ مقام پر چھوڑ کر جلد از جلد شہر پہنچنا چاہتا تھا۔اسنے سوچ لیا تھا اب یہاں نہیں رہنا ہے۔اپنا بزنس جلد ہی پاکستان سے سوئچ اف کر کے مستقل باہر شفٹ ہونے کا ارادہ تھا۔کیوں کے وہ کچھ بھی کر لے اس کے بڑے نہیں بدل سکتے تھے۔اور وہ اکیلا کب تک اور کہاں تک لڑتا۔

انہی سوچوں میں غرق وہ مسلسل گاڑی چلا رہا تھا۔ کہ گاڑی ایک جھٹکا کھا کر رک گئی۔ اب پتہ نہیں کیا ہوا تھا۔ اب وہ شاید کسی آبادی والی جگہ پر پہنچ گیا تھا۔ بارش بھی اپنا زور پکڑ چکی تھی۔ اگر اب باہر نکلتا تو مزید بھیگ جاتا لیکن اس بیچ راستے میں یوں کھڑا ہونا بھی ٹھیک نہیں تھا۔ تانیہ پر ایک نظر ڈالی جو شاید جھٹکا لگنے کے باعث نیند سے بیدار ہو چکی تھی۔ اسے بھی اس کی جگہ پر چھوڑنا تھا۔ ایک سرد آہ خارج کرتے گاڑی کا دروازہ کھولتے باہر کو آیا دیکھا تو گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو چکا تھا۔ بارش اب گرج چمک کے ساتھ شروع ہو چکی تھی۔ جلدی سے واپس گاڑی میں بیٹھا تو تانیہ اسے سوالیہ نظروں سے تک رہی تھی۔۔

ٹائر پنکچر ہو گیا۔" آریان نے اس کی سوالیہ نظریں خود پر محسوس کر" افسوس سے اطلاح دی۔ یہ سن تانیہ کی پریشانی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

تواب کیا ہو گا۔"تانیہ نے گھبراتے لہجے میں استفسار کیا۔۔"

"کچھ نہیں رات تو یہیں گزارنی پڑے گی۔ صبح ہی اب ہم یہاں سے نکل سکتے ہیں ٹائر تو پیچھے پڑا ہے لیکن اس بارش میں تبدیل کرنا ناممکن ہے۔۔" آریان نے تفصیل سے بتاتے ایک نظر اسے دیکھا جو پریشان سی ارد گرد پھیلے سبزے کو دیکھ رہی تھی۔ جو اندھیرے میں ڈوب سا گیا تھا۔

آریان نے نظر گھومائی تو کچھ ہی دوری پر کچھ لکڑی کہ گھر نظر ارہے تھے ۔کسی خیال کہ ذہن میں کوندتے ہی تانیہ کی جانب گھما۔۔

"اگر آپ کو کوئی مسئلہ نہیں تو ہم وہاں آگے چلتے ہیں۔ وہاں لازمی ہمیں رات گزارنے کہ لئے کوئی جگہ مل جائے گی۔ جہاں ہم آسانی سے رات

گزار سکتے ہیں، شاید کسی مکینک کا بھی بندوبست ہو جائے۔گاڑی سہی ہو جائے اور بارش بھی ذرا تھم جائے تو ہم یہاں سے نکل جائے گے۔"

آریان نے تانیہ کو دیکھ تفصیل سے بتاتے اس کی رائے چاہی۔جو ہونز یونہی پریشان سی بیٹھی تھی۔

"سہی ہے۔پر مجھے جلد از جلد ہسپتال پہنچنا ہے ورنہ سب پریشان ہو جائے گے۔"

تانیہ نے تفکر سے نیم رضامندی دی۔آریان اب ذرا بارش کے رکنے کا انتظار کر رہا تھا۔

"بے فکر رہیں اپ۔میں آپکو اپکے مقام تک سہی سلامت پہنچاؤں گا"

۔"آریان نے اسے کہتے اپنا رخ کھڑکی جانب کر کہ سر سیٹ سے ٹیکا لیا ۔تاکہ تانیہ انسکیور فیل نا کرے۔۔۔

ڈاکٹر تانیہ کا کچھ پتہ چلا۔"ڈاکٹر بلال اور ساتھ ہی تمام عملاہ شام سے تانیہ "
کو ہر جگہ تلاش کر چکے تھے۔اور جب سے ارمان کے وہاں انے کی خبر ملی
تھی۔تو ان میں مزید پھرتی آگئی تھی۔اب انہیں اگر سب سے زیادہ فکر
تھی تو اپنے ہسپتال کے نام اور ریپوٹشین کی جو تانیہ کے غائب ہونے کی خبر
سے بری طرح متاثر ہو سکتی تھی۔

Zubi Novels Zone

نہیں ڈاکٹر!!!آس پاس کی تمام وادیوں میں پوچھ گچھ کر لی لیکن ڈاکٹر "
تانیہ کا کچھ پتہ نہیں چل سکا۔اور اب تو بارش بھی بہت زوروں کی شروع
"ہو چکی ہے۔
ڈاکٹر زین نے پریشانی سے انہیں اگاہ کیا جبکہ وہ پر سوچ انداز میں اپنے سینئر
ڈاکٹر کی کیبن کی جانب چل دیے۔۔

"ڈاکٹر ہارون۔ڈاکٹر تانیہ کا بھائی کسی بھی وقت یہاں پہنچ سکتا ہے۔اسے پہلے ہمیں اس مسئلے کا حل نکالنا پڑے گا۔ورنہ شعیب ملک جیسے بزنس مین کے لئے ہمارا ہسپتال بند کروانا کوئی مشکل بات نہیں۔"

ڈاکٹر بلال نے اگے کا لائحہ عمل کو ان کے گوش گزار کیا جس پر انہوں نے بھی اتفاق کیا۔

"ڈاکٹر تانیہ کے بھائی سے آپ سب نے یہی کہنا ہے کہ وہ ان کو پہلے سے جانتی تھیں۔اور ان کی کوئی پرانی لڑائی تھی جس کا بدلہ اس لڑکے نے اب لیا ہے۔ہم نے اپنی پوری کوشش کی لیکن اس میں ہسپتال والوں کا کوئی عمل داخل نہیں ہے۔"

ڈاکٹر بلال نے تمام ڈاکٹرز پر ایک تفصیلی نظر ڈال کر حکم دیا۔ جس پر سب ہی میں چے ماگویاں شروع ہو چکی تھی۔۔۔

"سمجھ گئے آپ سب، ہمارے ساتھ تعاون کریں ورنہ آگے جا کر اس کیس میں چشمادید گواہ کے طور پر اپ سب کو بھی عدالتوں کے چکر کاٹنے پڑے گے۔"

سینئر ڈاکٹر سیف نے کسی کی بھی زبان کھولنے سے پہلے رعب دار آواز میں کہ کر انہیں خاموش کروا دیا۔ جب کے تمام ڈاکٹرز تانیہ کا بیک گراؤنڈ اچھی طرح جانتے تھے۔ اسی لئے خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی۔

"ویسے کشمیری چائے کافی اچھی ہے۔"

آریان اور تانیہ اس وقت قریب ہی وادی میں بنے ایک چھوٹے سے گھر میں باہر صحن میں ایک چھجے کے نیچے بیٹھے کشمیری چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ جو اس گھر کے مکین نے شہر والوں کو دیکھ جلدی سے مہمان نوازی کی غرض سے ان کے آگے پیش کی تھی۔۔

جی سہی کہہ رہے ہیں آپ۔ مجھے بھی پسند آئی۔ ایکچولی میں پہلی بار پی رہی ہوں۔" تانیہ نے گلابی رنگ کی بادام پستوں والی چائے کی چسکی لیتے اشتیاق سے بتایا۔

بارش بہت وقت ہونے کو تھا تھم چکی تھی۔ کچھ دیر پہلے ہی وہ دونوں گاڑی وہیں چھوڑ ڈھلان سے اترتے اس گھر کی جانب اگئے تھے۔ جنہوں نے فوراً بڑے پر تپک انداز میں دل سے ان کا استقبال کرتے انکورات وہیں ٹھہر جانے کی پیش کش کی تھی۔۔۔ اس گھر کے مالک نے ہی پیچھے کسی مکینک کو

لے جا کر ان کی گاڑی ٹھیک کروائی تھی۔۔ صبح کے انتظار میں بیٹھے وہ دونوں اس وقت باتوں میں مصروف تھے۔۔۔

اچھا جی !!! میرا ابھی کشمیر آنے کا یہ پہلا اتفاق ہے لیکن یہ چائے ماں "سائیں کے ہاتھوں کی کافی بار پی ہے۔"

صبح کی کرن پھوٹنے کو تھی۔ بارش کے بعد ہر جگہ نم سی ہو رہی تھی جبکہ نظارہ مزید دلکش ہو گیا تھا۔ صبح کا یہ دلفریب منظر آنکھوں کو تازگی بخش رہا تھا۔ جب کے ارد گرد لگے پیڑ پودوں پر صبح کی کرن پڑھ رہی تھی۔

"ویسے کتنی عجیب بات ہے۔ میں نے اب تک آپ کا نام نہیں پوچھا۔"
آریان نے ہولے سے مسکراتے استفسار کیا جب کے تانیہ بھی ہلکا سا مسکرا کر رہ گئی۔۔

ھھم!!! سہی کہا آپ نے، تانیہ!! ڈاکٹر تانیہ۔۔۔

What is your good name?

اپنا مکمل تعارف کرواتے تانیہ نے اب اس کا نام پوچھا تھا۔ پچھلے کئی گھنٹوں سے وہ ساتھ تھے۔اور آریان تو پھر اس کا محسن تھا تو اب ایک دوسرے کے نام تو جان ہی سکتے تھے۔۔

آریان شمشیر ملک۔"اب کے آریان نے بھی سامنے بیٹھی تانیہ کی سبز" آنکھوں میں نظریں ڈال کر اپنا مکمل تعارف کروایا۔اس کو دیکھ کر ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ ڈاکٹر ہے اور اب اس کے نام نے اس بات پر مہر لگا دی تھی۔تانیہ جو پہلے ہی شخص سے متاثر تھی۔اس کا نام سن کر ایکدم خوشگواری سی ہوئی۔

"واہ!! کیا اتفاق ہے۔آپ بھی ملک ہے۔ہماری کاسٹ بھی مالک ہے۔"

تانیہ خوشی سے مسکرا کر بولی۔

جبکہ آریان محض ھنکار بھر کر رہ گیا۔

صبح کی کرن پھوٹ چکی تھی۔سورج کی کرنیں چاروجانب اپنے پر پھیلا چکی تھیں۔آسمان کو اب تک گھیرے کالے بادلوں نے ڈھک رکھا تھا۔آریان نے اس خوبصورت منظر پر ایک نظر ڈال ساتھ گھڑی پر نظر ڈالتے اب سفر پھر سے شروع کرنے میں ہی عافیت جانی۔۔۔

میرے خیال سے ہمیں نکلنا چاہیے۔کافی وقت ہو گیا،پھر آپ کو اپکی"

"مقام تک بھی حفاظت سے پہچانا ہے۔۔

آریان نے ایک دم سیڑھیوں پر سے کھڑے ہوتے اپنے کپڑوں کی شکن دور کرتے سپاٹ لہجے میں کہا۔اور ساتھ ہی قدم بیرونی دروازے کی جانب کیے جہاں بشیر کاکا(گھر کا مالک)اس کی کار کی چابی لئے اندر آرہے تھے۔۔۔

"بہت شکریہ کاکا!!آپ نے ہماری مدد کی۔یہ میرا کارڈ رکھیں اس پر میرا موبائل نمبر درج ہے۔ کبھی بھی کسی قسم کی ضرورت ہو تو بس ایک کال کیجئے گا۔۔۔"

آریان نے ان سے مصافحہ کرتے شکریہ کیا اور ساتھ ہی اپنا کارڈ بھی ان کے ہاتھ پر رکھا۔جبکہ دوسری جانب کاکا اس کے سر پر ہاتھ رکھتے دعا دے رہے تھے۔ساتھ ہی تانیہ کے سر پر بھی ہاتھ رکھتے انہیں الوداع کیا۔

Zubi Novels Zone

تانیہ کے ماتھے پر پٹی ہو گی تھی رات والی کنڈیشن سے اب وہ قدر بہتر تھی ۔اب بس جلد از جلد ہسپتال جانے کی جلدی تھی۔

اس وقت صبح کے سات بج چکے تھے۔ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہی آریان نے گاڑی کو نیلم میں واقع ہسپتال کے راستے پر ڈالا۔۔۔

لیجئے اگیا آپ کا ہسپتال۔"آریان نے گاڑی ہسپتال سے کچھ دوری پر روک کر کہا۔جو آنکھیں موندے سیٹ سے سر ٹکا کر بیٹھی تھی۔۔۔

جی۔۔۔"تانیہ نے چونک کر اٹھی۔ایک نظر باہر کی جانب دیکھا تو" ہسپتال کچھ دوری پر نظر آرہا تھا۔

"بہت شکریہ آپ کا!!! آپ نے میری اتنی مدد کی۔آپ کا یہ احسان میں ہمیشہ یاد رکھوں گی۔"

تانیہ نے اس کا شکریہ ادا کرتے ایک نظر اپنے محسن کو دیکھا۔جس نے محض سر سر ہلا کر اس کا شکریہ قبول کیا تھا۔۔

"شکریہ کی بات نہیں،ایک انسان ہونے کے ناطے دوسرے انسان کی مدد کرنا مجھ پر فرض تھا۔"

آریان نے سنجیدگی سے کہتے ایک نظر باہر کے مناظر پر نظر ڈالی جہاں صبح کی آمدورفت شروع ہو چکی تھی۔

Zubi Novels Zone

اس کے لئے دیے انداز پر تانیہ بھی خاموشی سے گاڑی سے اترتی گھوم کر ونڈو کی جانب آئی تھی۔جب کے آگے کو گاڑی بڑھاتا آریان روک چکا تھا ۔

"ایک بار پھر آپ کا بہت شکریہ۔اسلام اباد کے سٹی ہسپتال میں میری جاب ہے۔کبھی بھی ضرورت پڑے تو مجھے یاد کر لیے گا۔آپ کے کام اکر مجھے اچھا لگے گا۔"

تانیہ نے ایک بار پھر اس کا شکریہ ادا کرتے اپنی جانب سے اس کا احسان اتار نے کی کوشش کی۔جب کہ وہ سامنے نظرے جمائے بیٹھا تھا۔

"میں نے آپ پر کوئی احسان نہیں کیا۔اپ یہاں پہنچ گئی بس یہی کافی ہے ۔میرے خیال سے اب میرا مزید یہاں رکنا ٹھیک نہیں۔اب مجھے چلنا چاہیے۔"

آریان نے ایک نظر دور ہسپتال کے باہر بیٹھے گارڈز کو ایک نظر دیکھ کر کہا ۔جس پر تانیہ سر ہلاتی پیچھے ہو گئی۔اور آریان تیزی سے گاڑی آگے بڑھا لے گیا۔

ارد گرد کے ماحول پر ایک نظر ڈال تانیہ نے ایک لمبی سانس خارج کی اور بڑے بڑے قدم اٹھاتی ہسپتال کی جانب آئی۔ جبکہ گارڈز نے پہلے اسے غور سے دیکھا۔یہ وہی ڈاکٹر تھی جس کی تلاش کل سے جاری تھی۔تانیہ کی گھورتی نگاہ پر جلدی سے اس کے لئے دروازہ کھولا جو ایک نظر اسے دیکھ قدم اٹھاتی اندر کو بڑھی اب اس کا رخ اپنے ہاسٹل میں جانے سے پہلے بلڈنگ کی جانب تھا۔سب سے پہلے تو اپنے سینئرز کا دماغ بھی ذرا ٹھکانے لگانا تھا۔کل جو ڈرپوک لوگوں کی طرح اسے تن تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔سوچ سوچ کر برا حال تھا اگر کل آریان نہیں ملتا تو وہ رات کے اندھیرے میں کس طرح یہاں تک پہنچتی۔۔

ڈاکٹر بلال کے کیبن کا دروازہ کھولتی تانیہ ایک جھٹکے سے بغیر اجازت داخل ہوئی تھی۔

ڈاکٹر تانیہ۔ "ڈاکٹر بلال کے ساتھ، ساتھی ڈاکٹر ہارون اور زین چونک گئے جو اپنی طرف سے تمام راستے صاف کیے بیٹھے تھے۔

جی ڈاکٹر تانیہ!!! اتنا گھبرا کیوں گئے ڈاکٹر؟ کہیں آپ کو ایسا تو نہیں لگا کے" "اب تو میں واپس ہی نہیں آؤنگی؟

تانیہ نے کڑے تیوروں سے پیشانی پر بل ڈالے غصّے سے پوچھا۔جب کے اس کے اتنے باعتماد انداز دیکھ وہ تینوں گھبرا کر اپنی اپنی جگہ چھوڑ گئے۔اب یقیناً ان کی دال تو نہیں گلنے والی تھی۔

"'' نہیں بھلا ہم ایسا کیوں سوچیں گئے۔آپ ہماری قابل ڈاکٹر ہیں اور کل جو کچھ ہوا اس میں مانتے ہیں ہماری غلطی تھی آپ سب ہماری ذمہ داری پر یہاں موجود ہیں لیکن کل کی حالیہ صورت حال سے تو آپ واقف ہی ہیں۔' ڈاکٹر ہارون نے جھٹ ایک لمبی چوڑی وضاحت دے ڈالی جبکہ تانیہ کا ان کی بات پر کان دھرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

"جی بلکل سہی کہہ رہے ہیں جبھی اس وقت پورے ہسپتال میں مجھے دیکھتے ہی یہ باتیں ہو رہی ہیں کہ میں تو پہلے سے اسے جانتی تھی۔"

تانیہ جیسے ہی بلڈنگ میں داخل ہوئی تو طرح طرح کی آوازیں اس کے کانو میں پڑ رہی تھیں۔اس کہ غصّے کا گراف اس قدر بڑھ چکا تھا کہ بس نہیں چل رہا تھا۔سامنے کھڑے لوگوں کا کچھ کر ڈالے جو کر تو کچھ سکتے نہیں تھے پر باتیں کرنے میں ماسٹر تھے۔

نہیں آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔آپ تحمل سے بیٹھ کر ہماری بات تو" سننے۔آپ کے بھائی بس پہنچنے ہی والے ہونگے"ڈاکٹر نے ایک پھرا سے بیٹھانا چاہا ارمان کے انے سے پہلے یہ معملہ ٹھنڈا کرنا تھا۔

اچھا تو بھائی کو بھی کوئی نئ کہانی سنائی ہو گئ۔تانیہ غصّہ سے گویا ہوئی۔"

ڈاکٹر تانیہ تحمل سے بات۔۔۔"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

تانیہ۔۔۔تانیہ تم ٹھیک ہو۔"ارمان جیسے ہی ہسپتال پہنچا تو سب نے اسے دیکھ فوراً ڈاکٹر بلال کے کیبن کی جانب اشارہ کیا۔

تانیہ تک پہنچتا وہ اس کے ماتھے کی بندھی پٹی دیکھ رہا تھا جس کا چہرہ پلا زرد ہو رہا تھا۔۔۔

"جی جی مسٹر ارمان۔۔پلیز تشریف رکھیں۔"
اسے اچانک کیبن میں داخل ہوتا دیکھ سب کے چہرے پر سے ہوائیاں اڑ گئی تھیں۔

کیا مطلب ہے آپ کا۔اتنی دور سے میں یہاں بیٹھنے آیا ہوں۔پاگل نظر آرہا ہوں۔تانیہ کے ساتھ اتنا بڑا حادثہ ہو گیا اور آپ نے ہمیں اتنی دیر سے اطلاح دی۔اور جب وہ خود اپنی مدد آپ کے تحت یہاں واپس پہنچ بھی گئی

ہے۔تو الٹا اسے باتیں سنا رہیں ہیں۔۔یہ ذمہ داری نبھای ہے آپ لوگوں نے۔"

ارمان ان کے اطمینان پر غصہ سے چیخ پڑا تھا۔کل رات سے وہ اندھا دھند گاڑی چلاتا یہاں تک پہچا تھا۔اور انہیں اس سب سے کوئی غرض ہی نہیں تھی خدانا خستہ اگر کچھ ہو جاتا تو۔۔۔

"نہیں ارمان صاحب غلطی تانیہ کی تھی انہوں نے پہلے۔۔"

شٹ اپ۔۔میں یہ بکواس سنیں نہیں آیا ہوں کے غلطی کس کی تھی" ۔تمام ڈاکٹرز کو آپ اپنی زمہ داری پر لیکر آئے ہیں ان کی حفاظت کرنا آپ پر فرض ہے۔
مجھے پتہ ہے بہت اچھے سے اس وقت اگر آپ کو فکر ہے تو بس اپنے "ہسپتال کے نام کی۔۔۔

ڈاکٹر ہارون اس سے پہلے کے کچھ بولتے ارمان انہیں خاموش کروا گیا
۔ارمان کا لہجہ تو سب ہی ڈاکٹرز کو ناگوار گزر رہا تھا۔لیکن مالک انڈسٹریز کی
جانب سے چیرٹی کے لئے ایک ہینڈسم اموںنٹ ایڈ کے لئے آتی تھی۔اور
پھر شعیب صاحب بہت اصل و سوخ والے بندے تھے۔صرف اسی لئے
اب تک ان کی زبانین بند تھیں۔۔۔۔

چلو تانیہ بیس منٹ میں اپنا سارا سامان لے کر آؤ۔ہم ابھی اور اسی وقت "
نکل رہے ہیں اور اپ لوگوں کی لاپرواہی کا جواب تو میں بہت اچھے سے
"دوں گا۔

تانیہ کا ہاتھ پکڑے انگشت شہادت اٹھا کر سب پر ایک کڑی نظر ڈالتا اسے
لئے باہر کو بڑھ گیا۔تانیہ اب خاموش تھی۔

ٹھیک بیس منٹ بعد تانیہ اپنا بیگ لئے ارمان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔جب کے سینئر ڈاکٹرز نے بہت کوشش کی اس معملے کو یہیں ٹھنڈا کر دیں لیکن ارمان اس وقت کچھ سنیں کے موڈ میں نہیں تھا۔سب کی بات پر بغیر کان دھرے تانیہ کو لئے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔۔۔

"آج تیرے تیور کیوں بگڑے ہوے ہیں بھائی۔۔"

آج صبح سے ہی ازلان کا دماغ خراب ہو رہا تھا۔کل جو کچھ ہوا اس کے بعد تانیہ کا ان کے ہاتھ سے نکل جانے پر رہ کر افسوس ہو رہا تھا۔

وہ کب سے انجان راستوں پر گاڑی چلاتا صرف تانیہ کی کھوج میں تھا۔جبکہ علی بلکل خاموش اس کی تمام کروائی دیکھ رہا تھا۔

چپ کر جا۔۔اس آریان کی وجہ سے وہ ڈاکٹرنی میرے ہاتھ سے نکل گئی "
"۔۔

بھائی کی محبت جورات کو کچھ دیر کے لئے جاگ گئی تھی اب وہ ٹھنڈی پڑ چکی تھی۔۔

"ابے چھوڑ چل آج کچھ نیا شکار ڈھونڈتے ہیں۔ کیا پتہ کسی پہاڑی سے گر
گرا کر مر گئی ہو۔۔"

علی نے اسے غصّے میں دیکھ ٹھنڈا کرنا چاہا ازلان نے غصّے سے چیختے اسے
خاموش کروادیا۔۔

ابھی وہ کچھ ہی دور آئے تھے۔کہ سامنے سے آتی گاڑی سے ایک دم تصادم ہوا۔رفتار زیادہ تیز نہیں تھی اور بروقت بریک لگانے کی وجہ سے دونوں گاڑیاں روک چکی تھیں۔۔

تانیہ ارمان کو ساری صورتحال سے اگاہ کر گئی تھی۔جس پر ارمان کو اس پر بھی غصّہ آیا تھا بھلا انجان جگہ پر کیا ضرورت تھی مدر ٹریسا بننے کی۔ابھی اسے ہی ڈانٹ رہا تھا کے سامنے سے آتی گاڑی سے ٹکر ہوتے ہوتے بچی تھی۔۔

لگی تو نہیں۔"دونوں جانب سے گاڑی کو بریک لگ چکی تھی ازلان غصّہ" سے گاڑی سے اتر تاان کی جانب آرہا تھا۔

جی میں ٹھیک۔۔۔"

"بھائی یہ وہی ہے جس نے مجھے اغوا کیا تھا۔

جھٹکا لگانے کے باعث وہ تھوڑا آگے کو جھک چکی تھی کے جواب دیتے جسے ہی نظر اپنی جانب اتے ازلان پر پڑی تو ایک دم خوف سے چیخ کر بولی۔

قریب اتے ازلان کی نظر بھی ونڈو سے اس پر پڑ چکی تھی۔ارمان نے جیسے ہی یہ سنا۔تو غصّے سے باہر کو جاتا اس پر ٹوٹ پڑا۔تانیہ خوف سے زور زور سے چیخ رہی تھی۔

علی اور پیچھے گاڑی میں ساتھ چلتے گارڈز بھی ان کی جانب بڑھے جبکہ غصّے میں ارمان ازلان کو زمین پر گرا کر اچھا خاصا پیٹ چکا تھا۔

"آے لڑکے رک جاؤ۔ورنہ گولی چلا دوں گا۔"

تانیہ گاڑی لاک کیے اندر سے ہی چیخ رہی تھی جبھی علی ایک دم گن نکال کر چیخا، ارمان پر تو جیسے جنوں سوار تھا۔۔

رُک جاؤ۔۔"دونوں گارڈز اسے چھوڑوانے کی کوشش کر رہے تھے" ۔لیکن وہ اکیلا اس وقت ان سب پر بھاری تھا۔

اسی جھگڑے میں علی نے ارمان کا نشانہ لیا۔۔

"ٹھاااا۔۔۔"

گولی کی آواز گونجی اور ساتھ ہی تانیہ کی چیخیں جب کے گولی چلنے سے فضا میں ہل چل سی مچ گئی تھی۔۔۔۔

****

"ٹھاااا۔۔۔"

ٹھا کی آواز فضا میں گونجی اور ہر سو خاموشی سی چھائی۔۔ گاڑی میں بیٹھی تانیہ آنکھیں بند کئے پاگلوں کی طرح چیخ رہی تھی۔ فضا میں ہل چل سی مچی اور گولی چلانے والے کے ہاتھ تک کانپ گئے۔۔۔۔

جس وجود کو گولی لگی تھی۔ وہ بے جان سا ہوتا ارمان کے ہاتھوں سے پھسلتا پھٹی پھٹی آنکھوں سے دل کے قریب ہاتھ رکھتا زمین بوس ہو گیا۔۔
اور بس چند لمحو کا کھیل تھا۔ ظالم، جابر، بد دماغ، بڑی سرکار کے لاڈلے پوتے کی روح پرواز کر گئی۔ اپنے تمام ظلم و ستم کے ساتھ، ہزار واہ و سیسکیوں میں سے شاید آج کسی کی بد دعا عرش پر فوری پہنچ گئی تھی۔۔

ارمان تو اب تک بے یقین سا اس کا مردہ وجود دیکھ رہا تھا، جو کچھ دیر پہلے اسے مارنے پر تلا ہوا تھا۔۔اور چند لمحوں میں اب خود بے جان سا ہوا پڑا تھا۔

"آئی۔۔آ ئے۔گارڈز۔۔پکڑو اسے اس نے ازلان کو مار ڈالا۔۔۔"

علی حواس باختہ سا ایک دم گن ارمان کے ہاتھ میں پکڑا گیا۔جس کے ہاتھ پہلے سے ہی خون سے رنگے ہوئے تھے۔۔تانیہ انکھیں کھولتی حیرت اور بے یقینی سے
پہلے باہر کا منظر دیکھنے لگی اور پھر جلدی سے گاڑی سے باہر کو جاتی ارمان کی جانب لپکی جواب تک سکتے کی حالت میں گھرا کھڑا تھا۔۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔تم نے اپنے دوست کو خود مارا اور اب میرے بھائی "
"پر الزام لگا رہے ہو۔۔

ارمان کے ہاتھ سے گن لے کر پھینکتی زور سے چیخ کر بولی۔جو بس سکتے میں اپنے ہاتھ دیکھ رہا تھا۔۔

چٹاخ۔۔"

"چپ کرا وہ۔۔

علی نے اسے ارمان سے الگ کرتے گال پر ایک طماچہ مارا جو لڑ کھڑا کر زمین پر گر گئی۔

ارمان جو سکتے میں تھا ایک دم چونک پڑا۔۔

"یو۔۔۔تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری بہن پر ہاتھ اٹھانے کی۔"

ارمان غصّے میں چیختا ان کی جانب لپکا جو تانیہ کو تھپڑ مار کر گارڈز سے کچھ کہہ رہا تھا۔اپنی اپنی لڑائی میں وہ ازلان کو بھول ہی گئے تھے جس کی بچی کچی سانسین بھی ٹوٹ گئی تھیں۔۔۔

"ہوشیاری نہیں، پکڑواسے بہت کھیل لیا تونے اب ہماری باری۔۔"

علی نے گارڈز کو پتہ نہیں ایسا کیا کہ دیا کہ وہ بھی اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ارمان اور تانیہ کو پکڑ چکے تھے۔

گاڑی میں ڈال پیچھے ان دونوں کو اس سے پہلے یہاں کوئی آجائے۔۔" علی نے کہتے ساتھ ہی چیختی تانیہ اور خود کو چھوڑوانے کی کوشش کرتے ارمان کے سر پر گن کا ہتہ مارا اچانک حملے پر وہ دونوں ہی بیہوش ہو چکے تھے۔

معاف کر دے میرے یار! بہت اچھا تھا ویسے تو، خوب عیاشی کری ہے" ہم نے تیرے باپ کے پیسو پر۔ پر کیا ہے نا تیرا وقت اگیا تھا۔ پر فکر نا کری "۔میں تیرے مجرموں کو سخت سے سخت سزا دلواوں گا۔۔

علی نے مصنوعی آنسو بہاتے ازلان کے مردہ وجود کو ڈرامائی انداز میں کہتے گارڈ کے ساتھ اٹھا کر پیچھے گاڑی میں ڈالتے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔۔۔

****

علی کا فون اتے ہی حویلی میں قہرام مچ گیا تھا۔کال موصول ہوتے ہی شمشیر ملک تو ڈھ سے گئے تھے۔وقار ملک جلدی سے ضیغم کے ساتھ علی کی جانب روانہ ہوئے تھے۔بڑی سرکار کے پوتے کو کسی نے گولی ماردی یہ بات گاؤں میں جنگل کی اگ کی طرح پھیلی تھی۔اس سے پہلے کے اس کیس میں پولیس اور میڈیا شامل ہوتا وقار ملک خود پہلے اسے گاؤں لانا چاہتے تھے۔

بڑی سرکار کو دل کا دورا پڑا تھا۔ان کی حالت اب تک تفشیش ناک تھی ۔عائشہ بیگم صدمے سے نڈھال بستر پر بے جان سی پڑی تھیں۔دو ہی تو

بیٹے تھے ان کے اور اب ازلان کی خبر سے سب غم سے نڈھال تھے۔ ماہ نور اور نور العین کو جب خبر ہوئی تو دونوں ہی کے آنسو نہیں رک رہے تھے ۔ڈاکٹر بڑی سرکار کے کچھ دیر میں ہوش میں انے کی خبر دے کر جا چکا تھا ۔یہ ایک مائینر اٹیک تھا۔ جو شدید گہرا صدمہ لگنے کے باعث ہوا تھا۔ اگر اس واقعہ کی خبر کسی دو انسان نہیں تھی تو وہ تھے پاک بی بی اور آریان جس کا نمبر ہی نہیں لگ رہا تھا۔ اور پاک بی بی کو تو حویلی میں گھومنے پھرنے کی اجازت ہی نہیں تھی۔ تو بھلا انہیں کون بتاتا۔۔

"عین یہ کیا ہو گیا۔۔ لالا۔۔ لالا کیسے جا سکتے ہیں ہمیں چھوڑ کر۔۔"

نور اس وقت سسکیوں سے روتی عین کے گلے لگی دوہاں ان دے رہی تھی ۔جو خود اپنے آنسو رک رہی تھی۔۔

عائشہ بیگم کو نیند کی دوا دے کر سلادیا تھا۔جو ازلان کی خبر سنتی بے قابو ہوتی زمین پر بیٹھتی روئے چلی جارہی تھیں۔

"اس بار آونگا تو یاد رکھیے گا۔میں اپنے دوستوں کے ساتھ باہر جاؤنگا۔بہت گھوم لیا پاکستان اب پردیس بھی دیکھ لوں ذرا۔"

شمشیر ملک ریلونگ چیئر پر بیٹھے ماضی کی یاد میں گم تھے۔یہاں سے جانے پہلے ازلان کے لفظ یاد آرہے تھے۔اپنے اس بیٹے کو انہوں نے زندگی میں بس ڈانٹا ہی تھا۔نجانے کب وہ غلط راستہ اختیار کر گیا تھا۔کبھی اس جانب توجہ ہی نہیں دی تھی۔ہمیشہ ہی ایسا ہوتا آیا تھا۔ڈانٹ ڈپٹ کے اسے گھر سے دور کر دیتے تھے۔لیکن آج یاد آرہا تھا کے کاش اس بار نا بھیجا ہوتا تو وہ زندہ ہوتا نا جانے کتنے ہی آنسو آنکھوں سے ٹپک پر بے مول ہو چکے تھے

۔لیکن شاید وہ بھول گئے تھے کہ ان کا کیا ہی آج انکی اولاد کے آگے آیا تھا ۔کچھ دیر پہلے ہی وقار کا فون آیا تھا۔بس کچھ ہی دیر میں وہ گاؤں پہنچنے والے تھے۔اوران کے ساتھ وہ بدذات بھی تھا جسنے ان کے بیٹے کی سانسیں چھین لی تھیں۔۔

ارمان اور تانیہ کا خیال اتے ہی ایک دم جھٹکے سے اپنی جگہ چھوڑ کر کھڑے ہوئے۔غصّے سے جبڑے تک بھینچے ہوئے تھے۔ایک دم ایک خیال ذہن میں کوندا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے ڈیرے کے لئے نکل پڑے۔۔

"السلام علیکم !"

فاریا بیگم پریشان سے لاؤنج میں بیٹھی ارمان کو کال ملا رہی تھیں۔جب شعیب صاحب کی زندگی سے بھرپور آواز ان کے کانوں میں پڑی۔۔

"شعیب۔۔اچھا ہوا آپ آ گئے۔"
فاریا جلدی سے ان کی جانب لپکیں۔

"کیا ہوا۔سب ٹھیک ہے۔"
شعیب صاحب ایک دم پریشان ہو گئے جواب بس رونے کو تھیں۔

"تانیہ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ارمان رات اسے لینے گیا تھا لیکن اب"
"میں صبح سے نمبر ملا رہی ہوں۔اس کا نمبر نہیں لگ رہا۔۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

فاریا بیگم گھبراہٹ سے بولتی ایک دم رو پڑیں۔ جبکہ اب شعیب صاحب بھی پریشان ہو گئے تھے۔ نیلم اتنا دور بھی نہیں تھا۔اور اب تو رات ہونے کو آئی تھی۔۔

"اچھا اچھا آپ آرام سے بیٹھیں میں پوچھتا ہوں، کیا پتہ آج بچے وہیں رک گئے ہوں۔ میں ہسپتال کال ملتا ہوں۔"

شعیب صاحب انہیں تسلی دیتے تانیہ کے ہسپتال کال ملا چکے تھے۔ جبکہ وہاں کا جواب سن ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے تھے۔

"کیا ہوا؟۔"

"وہ لوگ وہاں سے صبح کے نکلے ہوئے ہیں۔"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ان کی سوالیہ نظروں کو دیکھ آہستہ سے جواب دیا۔جواب مزید پریشان ہو چکی تھیں۔

"شعیب میرے بچے کہاں گئے۔پتہ کروایں آپ، صبح سے شام ہونے کو ہے اب تو۔"

فاریا بیگم ایک بار پھر سے رونا شروع ہو چکی تھیں۔جبکہ شعیب صاحب کار ٹریکر سے ان کی لوکیشن پتہ کروا رہے تھے۔

"چپ کر جائیں۔اللہ نے چاہا تو سب خریت ہی ہو گا۔"

لوکیشن ٹریس ہونے میں وقت لگانا تھا۔جب کے فاریا کو روتے دیکھ اب وہ خود بھی ادھر سے ادھر چکر کاٹاتے پریشان تھے۔۔

****

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ازلان کی تدفین کر دی گئی تھی۔آج اس حادثے کو گزرے تین دن بیت چکے تھے۔۔

شمشیر ملک نے ارمان اور تانیہ دونوں کو ہی اس وقت حویلی میں قید کیا ہوا تھا۔الیکشن سر پر تھے کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے بہت کچھ سوچنا تھا۔ازلان تو جا چکا تھا۔بڑی سرکار کی طبیعت بھی اب قدر بہتر تھی۔آریان کو ایک دن بعد خبر ہوئی تھی۔لیکن ارمان اور تانیہ کی موجودگی سے اب تک بے خبر تھا۔۔

شعیب صاحب کو گاڑی کی جو لوکیشن ملی تھی۔وہ نیلم کے قریب ہی تھی۔لیکن بات صرف اکیلے ارمان کی نہیں تھی۔تانیہ بھی ساتھ تھی اس لئے انہوں نے اب تک پولیس کو انولو نہیں کیا تھا۔کوئی بھی انتہائی قدم ان کی

سالوں کی عزت کو خاک میں ملا سکتا تھا۔فاریا بیگم کا رو رو کر برا حال تھا ۔ تین دن سے دونوں کا کچھ پتہ نہیں لگ رہا تھا۔۔

ملک صاحب اب آپ کا کیا فیصلہ ہے۔"جرگہ میں اس وقت قریبی" گاؤں کے دونوں سرپنچ، شمشیر مالک کے ساتھ وقار ملک بھی موجود تھے۔

فیصلہ وہی ہو گا جو سالوں سے چلا آرہا ہے۔۔خون کے بدلے خون۔ جس" "طرح ہمارے بیٹے کا خون بہا ہے بلکل اسی طرح اس لڑکے کا بہے گا۔ شمشیر ملک نے کڑک دار آواز میں کہتے فیصلہ سنایا۔جب کے چہرہ ہر تاثر سے پاک بلکل سپاٹ تھا۔۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

بیٹے کی موت کا غم یا اپنی کوتاہیوں کا جھٹکا۔نتائج میں آج پھر خود کو بری الزام کیے، کسی بے گناہ کو سزا دینے کے روادار بنے بیٹھے تھے۔

پر ایسے کیسے سزا سنا دیں۔پتہ تو چلے یہ لوگ ہیں کون کس کی اولاد ہیں.اور "پھر وہ لڑکی،اس کا کیا کرنا ہے۔"

سرپنچ نے شمشیر ملک کو دیکھ کہا۔جن کے چہرے پر ناگواری چھا گئی۔الیکشن سر پر تھے،ورنہ ان لوگوں کو تو جوتی کی نوک پر رکھے،کجا کے جواب طلب کرنے بیٹھ گئے تھے۔

"کچھ نہیں کرنا۔اب فیصلہ بڑی سرکار کریں گی پوتا ان کا مرا ہے۔۔"

وقار ملک نے شاطرانا انداز میں کہتے شمشیر ملک کا کندھا تھپتھپایا۔

پھر طے ہوا۔ فیصلہ اب پنچایت میں ہو گا۔ دو دن بعد۔ تمام گواہوں کی "
"موجودگی میں قاتل کے لاواحقین کے سامنے۔۔

شمشیر ملک کے اشارے پر وقار ملک نے اونچی آواز میں سب کو مطلاح کیا
۔۔

****

اماں سرکار یہ میں کیا سن رہا ہوں، آپ لوگوں نے اس لڑکے کے ساتھ "
"ساتھ اس کی بہن کو بھی قید کر رکھا ہے۔۔

آریان کو جیسے ہی علم ہوا تو جلدی سے اپنی ماں کے پاس پہنچا تھا۔ جو یک ٹک
چت لیٹی چھت کو گھور رہی تھیں۔

ماں۔"۔۔۔ان کی خاموشی کو محسوس کر آریان نے ایک بار پھر پکارا۔"

"یہ غلط ہے، قصور اس لڑکے کا ہے اور یقین کریں۔ میں اپنے بھائی کا بدلہ ضرور لونگا۔ پھانسی پر لٹکائے بغیر مجھے سکون نہیں ہوگا۔ لیکن اس سب میں اس لڑکی کا کیا قصور ہے۔"

آریان جھنجھلا کر بولا تھا۔ تین دن سے ارمان کو طے خانے میں بند کر رکھا تھا، شمشیر ملک نے اسے مار مار ادھ منہ کر دیا تھا۔ جب کے تانیہ کو حویلی کے پیچھے والے کمرے میں بند کر رکھا تھا۔ جہاں مردوں کو جانے کی اجازت نہیں تھی، صرف بڑی سرکار ہی وہاں تک جاتی تھیں۔

"ماں آپ تو ایسے نا کریں، اور کیا پتہ معملہ وہ نا ہو جو ہم سمجھ رہے ہیں اور ازلان بھی تو۔۔۔"

"چپ چپ کر جاؤ آریان، مانا وہ بہت برا تھا۔ تم ہمیشہ اس کے خلاف بولتے رہے ہو۔ پر اب بخش دو اسے چلا گیا ہے وہ۔ کیا قصور تھا اس کا۔ اور جس لڑکی کی تم سائیڈ لے رہے ہو یہ سب اسی کی وجہ سے ہوا ہے۔"

فاریا بیگم تین دن سے بلکل خاموش تھیں۔ لیکن آریان کی ایک ہی گردان سن، ایک دم چیخ کر بولی تھیں۔ آریان چپ چاپ انکا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ کچھ بھی تھا لیکن کم سے کم ازلان کو بے قصور کہنا تو زیادتی تھی۔ کیا حال ہی میں ہوا حادثہ بھولنا اتنا آسان تھا۔۔

"جاؤ جاؤ یہاں سے، دفع ہو جاؤ۔ کر لیں گے تمہارے بابا خود ہی تمہیں تو ساری دنیا بے قصور دکھتی تھی سوائے ازلان کے۔"

فاریا بیگم غصّے سے روتی چیختی ہوئی بولی تھیں، ان کا بیٹا گیا تھا قصور کسی کا بھی ہو لیکن اس وقت انہیں صرف اپنا غم یاد تھا۔

آریان انہیں تکیہ میں منہ چھپا کر روتا دیکھ ایک تاسف بھری نگاہ ڈال، اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔۔

اوئے لڑکے اٹھ۔۔" شمشیر ملک اپنے کارندوں کے ساتھ طے خانے" میں موجود تھے۔ جہاں ارمان کو بند کر رکھا تھا۔۔

ارمان کی آنکھوں پر اس وقت پٹی بندھی ہوئی تھی شمشیر ملک کے اشارے پر اصلحہ زدہ گارڈز نے اسے بالوں سے پکڑ کر سر اونچا کرتے پٹی ہٹائی۔۔

آہستہ سے آنکھیں کھولیں تو سامنے کا منظر واضح ہوا۔ اندھیرے کمرے میں پیلی زرد بلب کی روشنی میں تین لوگ دھندھلے سے کھڑے نظر

آرہے تھے۔ حواس آہستہ آہستہ بحال ہوئے تو دماغ نے کام کرنا شروع کیا
۔۔جب کے پہلا خیال ہی تانیہ کا آیا تھا۔۔

چل بے،اپنے باپ کا نام پتہ بتا ملک صاحب تیری بہن کو ان کے ساتھ"
"بھیجے گئے۔
ان کے آدمی نے یونہی بالوں سے پکڑے سخت لہجے میں کہا،،جب کے
ارمان غو،غو کرتا بولنے کی کوشش میں تھا۔

"کپڑا ہٹاؤ اس کے منہ پر سے۔"

سر میری بات سنیں۔آپ کے بیٹے کو میں نے نہیں مارا۔اس کے دوست"
"نے گولی چلائی تھی اس پر۔

ارمان منہ پر سے کپڑا ہٹتے ہی چیخ کر بولا تھا۔جو بات وہ پچھلے تین دن سے کتنی ہی بار دوہرا چکا تھا۔۔۔

چپ کرو ذلیل۔۔ تم کیا سمجھتے ہو ہم یقین کر لیں گے۔تم اپنے باپ کو" فون ملاؤ اور یہاں بلواؤ اس کے بعد ہی کوئی فیصلہ ہو گا۔زندہ تو میں "تمھیں جانے نہیں دوں گا۔۔

شمشیر مالک غصّے سے چیخ پڑے تھے۔کتنی مشکل سے انہوں نے خود کو روک رکھا تھا۔ورنہ دل تو کر رہا تھا کہ ابھی زندہ مار زمین میں گاڑ دیں جس نے ان کے جوان بیٹے کو مار موت کہ گھاٹ اتار دیا تھا۔

غصّہ ایک بار پھر عود آیا۔ضبط سے جبڑے بھینچے وہ آگے بڑھے اور زوردار تھپڑ اس کے گال پر جڑ دیا۔جو چیخ چلا کر اپنی بے گنہای ثابت کر رہا تھا۔

رابطہ کرو اس کے باپ سے اور یہاں بلاؤ، اصل وجہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ میڈیا کو انولو نہیں کرنا مجھے۔ اور اگر نہیں بتائے تو پانی بھی نہیں دینا "۔۔

شمشیر ملک تو غصّے سے بول کر جا چکے تھے۔ ارمان پیچھے سے چیخ رہا تھا۔ چیخ چیخ کر اب تو گلے تک میں خارش پڑنے لگی تھی۔ تانیہ کے ساتھ نا جانے انہوں نے کیا کیا تھا۔ اسے تو یہ بھی نا معلوم تھا کے وہ کب سے یہاں موجود ہے۔۔۔ لیکن سامنے والے تو کان بند کیے ہوئے تھے۔۔۔

"کیا آپ کون بات کر رہے ہیں؟ کہاں ہے میرا بیٹا؟ پلیز مجھے سہی سے بتائے زیادہ چوٹ تو نہیں لگی اسے۔۔۔ اور میری بیٹی وہ بھی تو تھی ساتھ۔۔۔ میری بات کروادیں پلیز۔"

شعیب صاحب اپنے قریبی دوست کے بیٹے سے ملاقات کر لاونج میں ابھی اکر بیٹھے ہی تھے۔۔جو پولیس میں تھا کہ فون بج پڑا۔دوسری جانب کی خبر سن وہ ایک دم سوفے پر سے اٹھ کر کھڑے ہو گے تھے۔

فاریا بیگم بھی ملازمہ سے پانی کا گلاس لے کر ٹیبل پر رکھتی وہیں پریشانی سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔جواب کسی جگہ کا پتہ اپنے پاس نوٹ کر رہے تھے

۔۔

کیاہوا؟"

کچھ پتہ چلا میرے بچوں کا۔

"کہاں ہیں وہ۔ٹھیک تو ہیں ناوہ دونوں۔

فاریا بیگم انہیں پرچے کو گھورتا دیکھ سوالوں کی بوچھاڑ کر گئیں۔جو بس یک ٹک اس آڈریس کو دیکھے جا رہے تھے۔

ان دونوں کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔گاؤں کے کچھ لوگوں نے انہیں بچا تو لیا"

"ہے۔وہ اب ہمیں بلا رہے ہیں ان کی حالت ٹھیک نہیں۔

شعیب صاحب نے سپاٹ سے لہجے میں بولتے اس کاغذ کو ایک بار پھر دیکھا

۔

جب کے فاریا بیگم پریشان سی ہو گئی تھیں۔پر شکر تھا کے ان کا کچھ پتہ تو چلا

۔وہ اپنی پریشانی میں ان کے تاثرات نہیں دیکھ سکیں۔جو ہنوز یونہی قائم

تھے۔۔۔

اپ ایسے کیوں کھڑے ہیں جلدی چلیں نا کہاں ہیں وہ لوگ، کس ہسپتال"

"کا ایڈریس ہے۔

فاریا بیگم انہیں یونہی کھڑا دیکھ جھنجھوڑ کر بولی تھیں۔جو ایک حرفی لفظ میں

جواب دے کر خاموش ہو گے تھے۔جب کے فاریا بیگم پتھرائی ہوئی

نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔۔

"گاؤں کا پتہ ہے۔"

****

"جاوید تم جانتے تو ہو۔اماں سرکار کبھی نہیں مانیں گی۔"
سترہ سالہ خوبصورت سی سرخ و سفید رنگت کی حامل لڑکی ندی کنارے جاوید کے مخالف سمت میں رکھے پتھر پر بیٹھی ہاتھ میں پکڑے پتھر پانی میں پھینک رہی تھی۔۔

وہ تو مجھے پتہ ہے لیکن تم فکر نہیں کرو، میں ایک بار شہر چلا جاؤں، پھر تم" "دیکھنا جب میں بڑا افسر بن کر آونگا تو کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔

جاوید نے اس کی افسردہ شکل دیکھ اپنی جانب سے تسلی دی۔جواب چہرہ ہاتھوں پر گرا کر منہ لٹکائے بیٹھی ڈھالتی شام کا غروب آفتاب کا منظر دیکھ رہی تھی۔۔

ہھم۔۔چلو پھر میں جا رہی ہوں۔شام ہونے والی ہے،لالہ انے والے ہونگے مغرب سے پہلے اگر نہیں گئی تو اماں سرکار غصہ کریں گی۔"

گل نے شام کے گھیرے ہوتے سائے میں ایک نظر شلوار قمیض پہنے بیٹھے جاوید پر ڈال کر ہاتھوں سے اپنے کپڑوں کی شکن دور کرتے گھر کی راہ لی ۔جب کے اسے جاتا دیکھ جاوید بھی پتھر سے کود کر دوسری جانب جاتا پیچھے مٹی کے بنے کچے گھر میں چلا گیا۔جہاں اس کی ماں لکڑیوں پر روٹی سیک رہی تھی۔

"جاوید اگیا تو۔"

جاوید کو دیکھ روٹی کو ڈھک کر رکھتے استفسار کیا۔

"ہاں اماں، تو بتا بن گیا تیرا کھانا یا ابھی دیر ہے۔"

جاوید کو صبح شہر کسی کام سے جانا تھا جس کے باعث کھانا کھا کر جلدی سونے کا ارادہ رکھتا تھا۔

ہاں ہاں، زر چل کھانا ڈال دے اسے ذرا۔ جب تک میں یہ آخری روٹی "سیک لوں۔"

آخری روٹی ڈال کر زر کو کھانے کی تھالی دیتی دوسرے کاموں میں لگ گئیں۔ جب کے جاوید آنے والے وقت کے بارے میں سوچنے لگا۔

دونوں افراد اپنی اپنی سوچوں میں گم کار میں پیچھے بیٹھے کھڑکی سے نظروں سے اوجھل ہوتے منظر دیکھ رہے تھے۔ نظریں ضرور آنکھوں سے اوجھل ہوتے مناظر پر تھیں۔ لیکن دماغ کئی سال پیچھے کسی سوچ میں گم تھا۔

یہ گاؤں اور اس کی آب وہوا تو خون میں رچی بسی تھی۔ لیکن جو دردناک یادیں اس مٹی سے جڑی تھیں۔ان کو بھولنا اتنا آسان بھی نہ تھا۔سالوں گزرے جب یہاں آخری بار آئے تھے۔لیکن آج برسوں بعد اسی جگہ جانے کا اتفاق دل دہلا رہا تھا۔

ہرے بھرے لہلہاتے کھیتوں سے ہوتی گاڑی، کچی پکی سڑکوں سے گزرتی انھیں راستوں کی جانب رواں دواں تھی۔ جہاں سالوں پہلے ایک باب ختم ہوا تھا۔شاید وقت پھر خود کو دہرانے کو تھا۔اب دیکھنا یہ تھا کے کہانی کا یہ باب اپنے صفحے پر کس کو بیان کرنے والا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ازلان کی موت کو چار دن بیت چکے تھے۔ بڑی سرکار کی طبیعت بھی اب قدر بہتر تھی۔ اپنے پوتے کا آخری دیدار کرنے کے پورے چار دن بعد آج وہ حویلی کے اس بڑے سے ہال میں پڑے اپنے مخصوص جھولے پر موجود تھیں۔

یہاں بیٹھے جانے کتنا وقت گزر چکا تھا۔ پر پچھلے کئی گھنٹوں سے سوچوں میں گم فرش کو گھورتی انے والے وقت کے لئے دماغ میں تانے بانے بن رہی تھیں۔

"اس لڑکی کو یہاں لے کر اؤ۔"

اب شاید کسی نتیجے پر پہنچ چکی تھی۔ جبھی نظر سامنے آداب سے ہاتھ باندھے کھڑی ملازمہ پر ڈال تانیہ کو لانے کا حکم دیا۔

"جو حکم بڑی سرکار۔"

بانوان کا حکم بجلاتی بغیر پیٹ دیے جلدی سے زنان خانے سے ہوتی پیچھے بنے کمرے کی جانب بڑھی جہاں تانیہ کو قید کر رکھا تھا۔۔

کھٹکے کی آواز سے دروازہ کھولا تو نظر سامنے کھڑی ملازمہ پر پڑی۔ جو شاید کھانا لائی تھی۔ بڑی سرکار کے حکم پر ہی سارا دن میں ایک بار صرف تانیہ کو کھانا دینے کا حکم تھا۔

چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ملازمہ اسکی جانب آئی جو جانے کتنے دن پہلے کے میلے کپڑوں میں ملبوس بکھرے بالوں میں سفید کوٹ پہنے بناڈوپٹے کے دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔۔

"آے بی بی۔ چل اٹھ تجھے بڑی سرکار نے بلایا ہے۔"

تانیہ کو بازو سے پکڑ کر کھڑا کرتی ملازمہ نے ناپسندیدہ نظروں سے اسے گھورتے کہا۔جب کے ملازمہ کا اس قدر ہتک امیز انداز تانیہ کو ایک آنکھ نا بھایا۔۔

لیکن اس وقت وہ خود ان کے رحم و کرم پر تھی۔ملازمہ کے بازو پکڑ کر کھینچ کر لے جانے پر اس کے ساتھ قدم ملانے لگی۔فلحال بڑی سرکار سے ملنا تھا ۔جو کل رات نیم اندھیرے کمرے میں اپنا غصّہ اس پر نکال کر گئیں تھیں

۔جب کے تانیہ ملازموں کی دسترس میں ہونے کے باعث اپنا دفع بھی نا کر سکی تھی۔۔

"آے لڑکی روکو، یہ کیا منہ اٹھا کر چل پڑیں۔یہ دوپٹہ دیکھنے کے لئے ہے کیا؟ اٹھا کر پہنو اسے بڑی سرکار کو لڑکیوں کا یوں رہنا بلکل پسند نہیں ایسا نہ ہو تمہارے بھائی کے بدلے وہ تمھیں ہی جان سے مار ڈالیں۔"

گوری سی رنگت پر کل ہونے والے تشدد سے جگہ جگہ نیل کے نشان واضح تھے۔ جبھی اس پر نظر پڑتے ملازمہ نے اسے گھورا۔جب کے تانیہ اس کے انداز و اطوار دیکھ رہی تھی۔جو خود نوکر ہو کر اسے حکم دے رہی تھی۔لیکن وقت کی نازاکت کو سمجھتے دوپٹہ اٹھا کر گلے میں ڈالنے ہی لگی تھی کہ اس ایک بار پھر ٹوکے جانے پر سر پر اچھی طرح سے ڈالتی اس کے ساتھ باہر کی راہ لی۔۔

لیجئے بڑی سرکار۔آگئی یہ لڑکی۔"رخ پھیر کر بیٹھی بڑی سرکار کو دیکھ نظر" جھکا کر اطلاح دی۔جس پر انہوں نے رخ موڑے ہی ہاتھ کے اشارے سے اسے جانے کا کہا۔جو "جو حکم" کرتی وہاں سے نکلتی چلی گئ۔

جب کے تانیہ تو پوری آنکھیں کھولے اس بڑی حویلی کو دیکھ رہی تھی۔جو جانے کتنی بڑی تھی۔کتنے سو فیٹ اونچی چھت پر لگا شیشے کا مختلف لائٹس سے جگ مگ کرتا جھومر دونوں اطراف سے جاتا زینہ بڑے بڑے فریم میں لگی تصویرین، بیش قیمت چیزوں سے آراستہ یہ حویلی کسی چھوٹے سے گاؤں کی تو ہر گز نہیں لگی۔گو کہ ہر چیز ہی قیمتی اور شاندار تھی۔قدیمی طرز پر جدید زمانے کی اسائشوں سے آرستہ حویلی اپنے مالک کی شاندار پسند کا منہ بولتا ثبوت تھی۔

اس حویلی کو چاروں جانب سے دیکھ جو پہلا خیال آیا تھا وہ یہی تھا کے ان کے بانگلے جیسے تو کئی گھر اس حویلی میں سما سکتے ہیں۔لیکن تانیہ نہیں جانتی ہے یہ

صرف ایک ہی حصّہ تھا۔جب کے اس حویلی کا کل رقبہ کئی اکڑ زمین پر پھیلا ہوا تھا۔۔

"آے لڑکی یہاں اؤ۔"وہ اپنی ہی سوچوں میں گم آنکھیں پھاڑے ارد گرد میں دیکھ رہی تھی جب بڑی سرکار کی آواز گونجی تو نظر سفید غرارے پر گھٹنوں سے نیچے تک آتی قمیض پر سر پر سفید ہی ڈوپٹہ اڑھ کر بڑے سے گدی ڈالے جھولے پر بیٹھی بڑی سرکار پر پڑی جو پیروں میں پشواری چپل پہننے زمین پر لٹکائے دونوں ہاتھوں کو ارد گرد دھرے نظر پھیر کر بیٹھی تھیں۔۔

"جی۔"تانیہ اعتماد سے چلتی ان کے عین سامنے اکر کھڑی ہو گئی۔

بڑی سرکار کی نظر اس کے پیروں سے ہوتی چہرے پر اکر رو کی جو ململگجے سے شکن زادہ کپڑوں میں ملبوس پورے اعتماد کے ساتھ ان کے سامنے کھڑی تھی۔اور اس کا یہی انداز آنکھوں میں کھٹاک رہا تھا وہی نین نقش دیکھ نظر اس کے چہرے پر ٹھر سی گئی۔جو کسی قریبی کے چہرے سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔رات کی تاریکی میں انہیں لگا کہ شاید نظر کا دھوکہ ہے لیکن اب ذہن پھر پیچھے لے گیا۔جب کے جانے کیوں ان کے دل سے آواز آئی کہ ایسا نا ہو جیسا انہیں لگ رہا ہے۔لیکن ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔

کیا نام ہے تمہارا۔" تمام سوچوں کو جھٹک کر استفسار کیا۔"

تانیہ۔"یک لفظی جواب دے کر ایک نظر سامنے بیٹھی ضعیف سی خاتون" کو دیکھا۔

"باپ کا نام۔"

تانیہ کا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دینے پر ناگواری سے ماتھے پر بل پڑ گئے۔۔

"میرا بھائی بے قصور ہے۔اس نے کچھ کیا سب اس لڑکے نے کیا ہے۔"

ان کے سوال کو نظر انداز کئے اپنا موقف بیان کیا۔

"خاموش گستاخ لڑکی۔جتنا پوچھا جائے اس کا جواب دو۔"

بڑی سرکار کو اس کا نڈر ہونا ایک آنکھ نا بھایا۔جو کل رات کے بعد بھی ان سے اس لہجے میں بات کر رہی تھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

میں آپ کی پابند نہیں ہوں۔ایک تو آپ نے ہمیں قید کر رکھا ہے۔اپر" سے آپ کے حکم کی پیروی کریں۔۔کہاں ہے میرا بھائی؟؟ چلیں عدالت "فیصلہ اب وہیں ہو گا۔

تانیہ کی تیز آواز اس وقت حویلی کے در و دیوار تک ہلا رہی تھی۔۔شاید بڑی سرکار کے بعد یہ پہلی بار ہوا تھا کہ حویلی میں کسی عورت کی آواز گونجی تھی۔۔

بڑی سرکار کا چہرہ ضبط کے باوجود غصّے کی شدّت سے سرخ انگارا ہو رہا تھا۔

تانیہ ان کے قریب کھڑی پتہ نہیں کیا کیا بول رہی تھی۔۔

حویلی کے ملازمیں دیوار کی آڑ میں کھڑے خوف سے کپکپاتے اس دھان پان سی لڑکی کی جرآت دیکھ رہے تھے۔

"چٹاخ۔"

چہرے پر ہاتھ رکھے تانیہ غصّے سے بڑی سرکار کو گھور رہی تھی۔جو غصّہ میں اسکی زبان درازی پر اسے تھپڑ مار چکی تھیں۔

"آواز نیچی رکھ لڑکی۔زندہ درگور کرنے میں لمحہ نہیں لگے گا۔اور کس عدالت کی بات کر رہی ہے۔پوتا ہمارا مرا ہے فیصلہ بھی ہم کریں گے سمجھی ۔۔"

"اہ۔۔۔۔"

بڑی سرکار کی بلند آواز سن سب ہی چھپ کر ارد گرد جما ہو گے تھے۔وہ تانیہ کو بالوں سے پکڑتی اپنے پیروں کے پاس گرا چکی تھیں۔

"آواز نیچے،نیچے۔"

جھولے پر اپنی نشست سنبھالتے ہاتھ کے اشارے سے اسے منا کیا۔جو بے یقینی کی حالت میں اپنے سر سے نکلتا خون دیکھ رہی تھی۔

"آپ کی ہمّت کیسے ہوئی۔"

تانیہ غصّے میں ایکدم تڑاخ کر بولی تھی۔جب کے بڑی سرکار کے ماتھے کی تیوری مزید بڑھ گئی تھی۔بڑی سرکار کو تو ویسے ہی اس کی شکل دیکھ کر غصّہ آرہا تھا۔

آے لڑکی تمہاری ہمّت کیسے ہوئی، بڑی سرکار سے اس لہجے میں بات "کرنے کی۔"

شمشیر ملک جیسے ہی داخلی حصّے کی جانب آے کہ تانیہ کی چنگھاڑتی ہوئی آواز ان کے کانوں میں پڑی جس سے پیشانی پر پڑی لکیروں میں مزید اضافہ ہوا

۔۔انہیں تو ویسے ہی عورت کا چیخنا چلانا ناگوار گزرتا تھا۔گو کہ وہ ذرا سی لڑکی ان کی ماں کو ٹکر دے رہی تھی۔

"جیسے اپ لوگ کی ہمّت ہوئی۔"

" خاموش !!ایک تو چوری اپر سے سینہ زوری"

شمشیر ملک کا ہاتھ ہوا میں بلند ہوا تھا۔جسے عائشہ بیگم نے تھام لیا تھا،جب کے پلر کی اڑ میں کھڑی نور اور عین اس لڑکی کو دیکھ رہی تھیں جس نے ان کے بڑو کے سامنے زبان کھولنے کی ہمّت کری تھی۔وہ واقعی نڈر تھی ورنہ انہوں نے تو آج تک بڑی سرکار کے علاوہ کسی کی آواز نہیں سنی تھی۔

"بانو،بانو۔۔۔۔"

بڑی سرکار معملہ کی صورت حال گھمبیر ہوتے دیکھ فوراً سے بانو پر چیخی تھیں جو بوتل کی جن کی طرح حاضر ہوئی تھی۔۔

شمشیر جائیں آپ، اور آئندہ کسی دوسرے کی موجودگی میں ہماری اجازت "کے بغیر زنان خانے میں انے کی ہمّت نہ کریئے گا۔"

غصّے سے رخ پھیر کر کھڑے اپنے بیٹے کو دیکھ حکم دیا جو بغیر ایک نظر ڈالے وہاں سے نکلتے چلے گئے۔۔

لے کر جاؤ، اس لڑکی کو اور جب تک نہیں کھولنا جب تک ہم فیصلہ نا سنا "دیں۔ سزا تو اب تمھیں بھی ملے گی ہمارے آگے زبان کھولنے کی۔"

بڑی سرکار کے حکم پر ملآزمہ سر کو خم دیتی تانیہ کو کھینچتی ہوئی لے گئی۔ جو بری طرح سے رو رہی تھی۔

اس کے جاتے ہی سب ملازمین بڑی سرکار کی نظر سے بچتے ادھر ادھر ہو گے۔جب کے ان کے ذہن میں ایک الگ ہی فلم چل رہی تھی۔۔

ذہن کے پردے پر ماضی کے مناظر چل رہے تھے۔کوئی اتنا کیسے کسی سے مل سکتا ہے۔جب کے عائشہ بیگم اس کے دوپٹے کے ہالے میں چھپی ایک جھلکی دیکھ خود اب تک سکتے کی حالت میں کھڑی تھیں۔جو ہو بہو وہی تھی۔

"صاحب آ گے یہ حویلی ہے کیا یہیں جانا ہے ہم نے۔"

گاڑی ایک جھٹکے سے روکی تھی۔وہ کب اس گاؤں کی حدود عبور کر گئے اپنی اپنی سوچوں میں پتہ ہی نہیں چل سکا۔

شعیب ملک اور فاریا بیگم نے بے سختہ نظر سامنے اپنی وہی شان سے کھڑی حویلی پر ڈالی جو آج بھی اسی طرح قائم تھی جیسے آج سے بیس سال پہلے تھی
۔

"ہم جاؤ، جاکر کہو ارمان ملک کے والدین آئے ہیں۔"

شعیب ملک نے ڈرائیور کو دیکھ حکم دیا۔ جس کے کہتے ہی باوردی دروازہ ان کے لئے کھول دیا گیا۔ شاید ملازمین کو پہلے ہی ان کی آمد کے مطابق آگاہ کر دیا گیا تھا۔

دروازہ واہوتے ہی ڈرائیور گاڑی چار دیواری کی اندر لے گیا۔ دروازہ سے کی فیٹ کی دوری پر کھڑی حویلی پر نظر پڑھتے ہی کئی کہانیاں ذہن میں چلنے لگیں۔ جنہیں سالوں پہلے یہیں دفن کئے۔ اپنی زندگی میں آگے بڑھ گئے تھے۔

حویلی کے مین گیٹ کے آگے گاڑی روکتے ہی کئی پرانے ملازمین آنکھیں کھول ان دونو کو گاڑی سے اترتا دیکھ سرپٹ اندر کی جانب دوڑے۔

سرکار، سرکار۔۔۔۔"

"غضب ہوگیا۔۔

ایک ملازم بھگا بھگا بیٹھک کی جانب بھاگتا ہوا شمشیر اور وقار مالک کے سامنے حاضر ہوا تھا۔جو کسی موضوع پر بحث ومباحثہ میں مصروف تھے۔۔۔

" کیا ہو گیا؟نواز اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو"

پھولی سانسوں کے ساتھ ہانپتے ملازم کو پریشان دیکھ شمشیر ملک نے استفسار کیا۔

"صاحب وہ۔۔۔۔۔صاحب وہ چھوٹے۔۔۔صاحب چھ۔۔۔۔"

"اب بک بھی دو۔"
ملازم کے مسلسل ہکلانے پر وقار ملک ناگواری سے بولے۔
جس پر شمشیر ملک کے تا حمل رکھنے کا اشارہ پر ذرا ٹھنڈے پڑے۔

"صاحب باہر اس قاتل کے ماں باپ آ گئے۔"
ان کے اتنی سی بات پر بگڑے تیور دیکھ اب ذرا ملازم سمبھال کر بولا۔

کیا!!!اور تم اب بتا رہے ہو۔"ابھی وہ یہی سب سوچ رہے تھے۔آج دن میں دو بجے جرگہ بیٹھنا تھا۔اس وقت شمشیر ملک کو شدّت سے انتظار تھا۔ملازم کے بولتے ہی ایک جھٹکے سے اپنی جگہ چھوڑ کر کھڑے ہوتے

اپنے کندھے پر پڑی چادر درست کرتے حویلی کے بیرونی حصّہ کی جانب بڑھے۔۔

حویلی کے داخلی دروازے کے سامنے کھڑے اس وقت شعیب صاحب اور فاریا بیگم بہت ہمّت جما کر کے ان کے ہمراہ قدم ابھی بڑھا ہی رہے تھے کہ سامنے والی شخصیت کو دیکھ جیسے وقت تھم سا گیا۔

شمشیر ملک اور وقار ملک جو باہر کی جانب ہی ارہے تھے کہ دروازے پر کھڑے نفوس کو دیکھ حیرت اور بے یقینی سے اپنی جگہ پر تھم گئے یہی حال دوسری جانب تھا۔ارد گرد کا ہر منظر کچھ پل کہ لئے رک سا گیا تھا۔گھڑی میں چلتی سوئیوں کی ٹک ٹک بھی شاید کچھ وقت کو تھم گئی تھی۔جب کے

شعیب ملک اپنے سامنے سالوں بعد انہی شخصیت کو دیکھ انے والے وقت کو لے کر پریشان تھے۔وہ کبھی یہاں قدم نا رکھتے اگر بات ان کے بچوں کی نا ہوتی۔ہر پل بس ایک اسی لمحے کا ڈر لاحق رہتا تھا،اور آج سالوں بعد بل آخر وہ لمحہ اہی گیا۔۔۔

"پاک بی بی آپ کو معلوم ہے چھوٹے بابا کا چار دن پہلے قتل ہو گیا ہے۔"
کمرے میں بیٹھی بانو نے سر گوشی کی سی آواز میں انہیں اطلاح دی جو سالوں سے ایک تاثر لئے جی رہی تھیں یک دم چونک پڑیں۔۔

کیا کیا کہ رہی ہو؟ یہ کب ہو گیا۔۔"
"میرا خدا یہ کیا ظلم ہو گیا۔

پاک بی بی سالوں بعد ایک ساتھ اتنے سارے لفظ ادا کرتی بانو کو چونکا گئیں ،جو صرف ہاں اور نا کہنے کی عادی تھیں۔

"جی بی بی۔اور پتہ ہے۔۔"

بانو نے دروازے کی جانب دیکھ رازداری سے مزید کچھ کہنا چاہا۔

"کیا؟"

پاک بی بی عادت کے برخلاف آج سالوں سے قفل ڈالے منہ کو لفظو کی چابی سے آزاد کر رہی تھیں۔

جس نے بابا کا قتل کیا وہ اور اس کی بہن دونوں بڑی سرکار کی قید میں ہیں"

۔"

بانو نے اس کے گوشہ گزار کرتے گویا اس کے قدموں سے زمین کھینچ لی ۔ جسم پر کپکپی سی تاری ہوئی جب کے چہرے پر خوف واضح نمایا تھا۔۔۔

"یہ۔۔یہ کیا کہ رہی ہو۔۔۔ نہیں نہیں۔۔اللہ خدارا اب دوبارہ نہیں ۔۔جو میں نے برداشت کیا اب وہ دوبارہ نہیں ہونا چاہیے۔"

پاک بی بی خود سے بڑبڑا رہی تھیں۔کچھ فاصلے پر بیٹھی بانو کو کچھ پلے نا پڑی ۔

پاک بی بی کو دورہ پڑ گیا، یہی سوچ وہ اپنا کام کرتی وہاں سے نکل گئی۔جب کے وہ ہونز یونہی خود سے بڑبڑا رہی تھیں۔۔۔

بڑی سرکار وہ نیچے اس لڑکے اور لڑکی کے ماں باپ آ گے۔ بڑے صاحب "
"نے آپ کو نیچے بلایا ہے۔

شمشیر ملک کے حکم پر ملازمہ نے ادب سے ہاتھ باندھے اطلاح کے ساتھ ساتھ پیغام بھی دیا جو ابھی نماز پڑھ کر ہی فارغ ہوئی تھیں۔۔

بیڈ سے نیچے قدم رکھ ہولے ہولے قدم اٹھاتی نیچے کی جانب بڑھیں ۔جہاں ایک زوردار جھٹکا انکا منتظر تھا۔جہاں ایک بار پھر ان کا وقت گردش میں انے والا تھا۔۔۔۔

Zubi Novels Zone

شعیب ملک تمہاری ہمّت کیسے ہوئی اس حویلی میں دوبارہ قدم رکھنے کی"

"۔

شمشیر ملک غصّے سے چنگھارتے ان کی جانب آئے۔

ہم یہاں صرف اپنے بچوں کی خاطر آئے ہیں۔ حویلی سے فون آیا تھا کہ وہ" یہاں ہیں بہتر ہو گا آپ ہمارا وقت ضائع کرنے کے بجائے انہیں بلوادیجئے

"۔

فاریا بیگم کے فق چہرے کو دیکھ شعیب صاحب نے تحمل کا مظاہرہ کیا۔

"اوہ!!! تو وہ بدذات تمہاری اولاد ہے۔"

وقار ملک نے معملے کی نازاکت سے فائدہ اٹھاتے شطرانہ چال چلتے کہا۔

"وقار ہم یہاں گڑے مردے اکھڑنے نہیں آئے، میں لحاظ کر رہا ہوں بہتر ہے تم اپنی حد میں رہو اور جلد از جلد میرے بچوں کو بلاؤں نکلنا بھی ہے ہمیں یہاں سے۔"

فاریا بیگم کی التجا کرتی نظروں کو دیکھ ان کے الفاظوں پر بہت مشکل سے ضبط کرتے ہوئے کہا۔۔

"بیٹا تو تمہارا اب یہاں سے نہیں جائے گا۔ معلوم ہے اس نے میرے جوان بیٹے کا قتل کیا ہے۔ قاتل ہے وہ۔"

شمشیر ملک ارمان کے ذکر پر یک دم غصّے سے دھاڑے تھے۔

"کیا؟ یہ کیا کہ رہے ہیں بھائی صاحب آپ؟ میرا۔۔ میرا بیٹا ایسا نہیں کر سکتا۔"

ان کے لفاظوں پر خاموش کھڑی فاریا بیگم تڑپ کر گویا ہوئی تھیں۔جوان کے بیٹے پر اتنا بڑا الزام لگا رہے تھے۔

بھائی سرکار کچھ غلط نہیں کہ رہے فاریا، تمہارے بیٹے نے قتل کیا ہے" ہمارے وارث کا بھائی جان کے چھوٹے بیٹے ازلان کا۔چھوٹا کنچے جیسی آنکھوں والا ازلان تو تمھیں یاد ہی ہو گا۔"

بہن کی جانب دیکھ شمشیر ملک تو خاموش ہو گئے۔جب کے وقار نے اپنا پورا پورا کردار ادا کیا۔

نہیں نہیں بھائی سرکار۔آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو گی، میرا ارمان ایسا نہیں" کر سکتا۔میری تربیت ایسی نہیں ہے۔"

فاریا بیگم ان کے اس الزام پر اپنی جانب سے ارمان کی صفائی پیش کرنے لگیں۔جوان کے بیٹے پر پتہ نہیں کیا کیا الزام لگا رہے تھے۔

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"تو کیا ہم جھوٹ۔۔۔۔"

"کون ہے وقار۔"

اماں سرکار آپ نے کیوں باہر انے کی زحمت کی، ہم بس اندر ہی آرہے تھے۔"

اس سے پہلے کے وہ کچھ کہتے بڑی سرکار کی آواز پر ان کی جانب بڑھے جو کم ہی باہر کی جانب آتی تھیں۔

"سلام اماں سرکار! کیسی ہیں آپ؟ میں میں اپ کی فاریہ۔"

فاریہ بیگم سالوں بعد اپنی ماں کو سامنے دیکھ دوڑ کر ان تک پہنچی تھیں جو غیر شناسہ نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

"شعیب ملک جرگہ کا بیس سال پہلے کا فیصلہ بھول گئے ہو شاید تمہارا اس گاؤں میں آنا ممنون ہے۔"

بڑی سرکار نے بیٹی کو نظرانداز کیئے سیدھا شعیب ملک کو مخاطب کیا، جو اپنی بیٹی کو دیکھتی ہی سمجھ گئیں تھیں۔ کل رات جو سوچ ان کے ذہن میں گردش کررہی تھی اب اس پر مہر لگ گئی تھی۔

"بڑی سرکار جرگہ کے فیصلے کے خلاف جانے کی معذرت چاہتا ہوں۔ میں یہاں صرف اپنے بچوں کی خاطر آیا ہوں۔ مہربانی کیجیے اور انہیں ہمارے ساتھ بھیج دیجیے۔"

شعیب ملک نے معذرت کرتے انہیں دیکھا جن کے چہرے کا رعب دبدبا آج بھی ہو نزیونہی قائم تھا۔ گزرا وقت ان کا کچھ بگاڑ نہیں پایا تھا۔

شمشیر قاتل کے گھر والوں کو اندر لے کراؤ۔ کچھ دیر میں فیصلہ ہے"

"۔ ہمیں کچھ بات کرنی ہے۔

اپنے قدم اندورنی حصّہ کی جانب بڑھاتے وہ اپنے لفظوں سے ان کا مقام جتانا ہر گز نہیں بھولیں۔ جب کے فاریہ بیگم اپنی ماں کو دیکھتی رہ گئیں سالوں بعد اپنے سامنے دیکھنے کے بعد بھی شفقت کا ہاتھ تک ان کے سر پر نا رکھا تھا۔

Zubi Novels Zone

"گل شیر۔ گل شیر۔"

ان لوگوں کو لے جاؤں، پیچھے جو کمرہ خالی پڑا ہے اس میں رہائش کا

"بندوبست کر دو۔

شمشیر ملک کے لفظوں نے مزید انہیں یہ باور کروادیا کے وہ ایک مہمان کی حصیت سے بھی انہیں یہاں برداشت نہیں کر سکتے۔۔۔

جب کے پیچھے کھڑے وہ دونو پریشان سے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے ۔جانے آگے انے والا وقت کیا پلٹا کھانے والا تھا۔

"اماں سرکار یہ آپ کیا کہ رہی ہیں۔"

بڑی سرکار کے فیصلے پر فاریا بیگم ہکا بکا سی ان کا منہ تک رہی تھیں۔جو اتنے سفاک لہجے میں اتنی بڑی بات کر گئیں تھیں۔

Zubi Novels Zone

ابھی کچھ دیر پہلے تم آپنے بیٹے کی زندگی کی بھیک مانگ رہی تھیں ہم سے"

"کیا اتنی جلدی بھول گئیں ہیں اپ؟

بڑی سرکار نے غصّے سے جھولے پر بیٹھے بیٹھے ہی رخ ان کی جانب کرتے کڑے تیوروں سے طنزیہ لہجے میں استفسار کیا۔

جی مانگ رہی تھی۔پر آپ کو ایسا کیوں لگا کہ میں ارمان کی جگہ تانیہ کو اس "آگ میں جھونکوں گی۔"

فاریہ بیگم نے غم و غصّے کی حالت میں دل برداشتہ ہو کر اپنی ماں کو دیکھا۔

فیصلہ تمہارا ہے یا تو ابھی ہمارے فیصلے کے مطابق اپنے بیٹے کا خون دو یا پھر" اپنی بیٹی کا نکاح ہمارے بڑے پوتے کے ساتھ کر کے ونی کر دو۔" بڑی سرکار کا فیصلہ آٹل تھا۔

نہیں اماں سرکار بیٹی کی قربانی دینے سے بہتر ہے کے آپ ارمان کو ایک" بار پھانسی دے دیں۔کم از کم وہ تانیہ کی طرح روز روز کی تکلیف تو نہیں برداشت کرے گا۔"

فاریا بیگم اچھے سے جانتی تھیں کے ونی کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔اسی لئے دل پر پتھر رکھ انہوں نے اپنے بیٹے کی قربانی کی حامی بھری۔

نہیں!!! میرے بچے اتنے فالتوں نہیں ہیں، میں اچھے سے جانتا ہوں"

"کہ مجھے کیا کرنا ہے۔پہلے آپ ان سے ہماری ملاقات کروایں۔

فاریا بیگم کا اپنی ماں کے سامنے ہار مان لینا شعیب صاحب کو کافی ناگوار گزرا جبھی ذرا غصّے سے اؤنچی آواز میں چیخے۔

ہم آخری بار آپ سے کہ رہے ہیں۔بیٹا یا بیٹی آخری فیصلہ ہمارا ہی ہو گا اور"

"ہمیں ونی چاہیے۔

بڑی سرکار نے غصّے سے شمشیر ملک کو کھڑے ہوتے دیکھ ٹھنڈے رہنے کا اشارہ کرتے اپنا فیصلہ سنایا۔

نہیں اماں سرکار۔۔"شمشیر نے کچھ کہنا چاہا۔ان کی سمجھ سے باہر تھا"

اچانک ونی کا فیصلہ۔۔۔

ہمیں آپ کا فیصلہ منظور ہے۔ لیکن پہلے میں ایک بار اپنے بیٹے سے ملنا چاہتا ہوں۔"

فاریا بیگم کی نفی سے پہلے ہی شعیب صاحب نے اپنا فیصلہ سنایا۔ جیسے سن وقار ملک کے پریشان چہرے پر یکدم رونق سی آگئی۔

"مل لیجئے گا۔ لیکن جرگے میں فیصلہ ہونے کے بعد۔"

بڑی سرکار نے اپنا فیصلہ سناتے انہیں منہ کھولتا دیکھ ہاتھ کے اشارے سے مزید کچھ بھی کہنے سے باز رکھا۔

گاؤں میں چھائی وحشت زدہ خاموشی میں صرف ایک ہی صدا عروج پر تھی کے جانے آج تاریخ کے پھر دوہرائے جانے کے بعد کس معصوم کی زندگی اس رسم کی بھینٹ چڑھنے والی تھی۔ بڑی سرکار کے فیصلے انہی کی طرح ظالم ہوتے تھے۔اس گاؤں میں سالوں سے یہ ظلم ہوتا آرہا تھا اور آج پھر قسمت وہیں گھوم کے ان ٹھری تھی جہاں آج سے بائیس سال پہلے تھی۔۔

جہاں ایک معصوم کو خون بہا میں دے کر اس کی قسمت میں سیاہی لکھ دی گئی تھی۔۔

گاؤں میں بنی اس اونچی حویلی کے رہنے والے آج کے اس جدید دور میں بھی اپنی نام نہاد روآیتو کے پابند تھے یا یوں کہا جائے کے آج بھی صدیوں سے چلی آرہی اسی جہالت میں مبتلا تھے جہاں کئی سو سال پہلے ان کے بڑے تھے۔۔

پر ایسے میں کوئی سکتے میں تھا تو وہ تھی۔ وہ لڑکی جس کی قسمت کا فیصلہ بڑی سرکار کرنے والی تھیں بلکل ساکت جامد، فاریہ بیگم کے ہاتھ جوڑ کر التجا کرنے پر ہر بار ظلم کے خلاف بولنے والی تانیہ خاموش ہو کر رہ گئی تھی نہ جانے اس کے ماں باپ کی ایسی کیا مجبوری تھی کے وہ اپنی لاڈلی بیٹی کو اس ظلم کی بھینٹ چڑھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اب تک اس رسم کا صرف قصّے کہانیوں میں ہی سنتی آئی تھی۔۔ لیکن آج اپنے سامنے حقیقت کا روپ دھارے کھڑی اس رسم پر ہونٹوں پر قفل ڈال لیا تھا۔ اور دوسری جانب زندان نما کمرے میں پڑی پاک بی بی کی سسکیاں عروج پر تھیں۔ جنہیں کچھ دیر پہلے ہی بڑی سرکار کے فیصلے کا علم ہوا تھا۔

تاریخ پھر خود کو دہرانے کو تھی۔ خون بہا میں آج پھر ایک معصوم پر ظلم کا پہاڑ ٹوٹنے والا تھا جو بلکل بے قصور تھی۔۔

"بڑی سرکار کے چھوٹے پوتے اور شمشیر ملک کے چھوٹے بیٹے ازلان کے قتل کے جرم میں یہ جرگہ مقتول کے لواحقین کی مانگ کو سامنے رکھتے قاتل کی بہن کو شمشیر ملک کے بڑے بیٹے کے ساتھ نکاح کر کے ونی کر دینے کا حکم دیتا ہے۔
واضح رہے ہماری روآیات کے مطابق اس لڑکی کا اپنے گھر والوں سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔اگر کسی نے بھی یا پھر خود اس لڑکی نے اپنے گھر والوں سے ملنے کی کوشش کی تو مقتول کے گھر والے اسے سزا دینے کا پورا پورا حق رکھتے ہیں۔"

گاؤں کے مخصوص پیڑ کے نیچے ڈلے تخت پر اس وقت قریبی دونوں گاؤں کے سرپنچ بڑی سرکار کے فیصلے کے مطابق وقار ملک کے حکم پر فیصلہ سنا رہے تھے۔

فاریہ بیگم اور تمام عورتین اس وقت حویلی میں ہی موجود تھیں۔جب کے ارمان یہ فیصلہ سن ہتھے سے ہی اکھڑ گیا تھا۔لیکن اس وقت معملے کی نازاکت نے شعیب صاحب کو اتنا کٹھن فیصلہ لینے پر مجبور کردیا تھا۔

ابھی فیصلے سے کچھ دیر پہلے ہی ارمان نے چیخ چیخ کر سب کے سامنے سچ بیان کیا تھا۔لیکن وہاں کسی نے بھی اس کی بات پر کان نہیں دھرے تھے ۔جب کے شعیب صاحب کو ارمان کو پھانسی پر چڑھانے سے بہتر یہی فیصلہ لگا کیوں کے وہ جانتے تھے یہاں معملہ صرف قتل کا نہیں یہاں تو پرانی دشمنی نکالی جارہی ہے۔لیکن اپنی بیٹی کو بھی وہ اس طرح نہیں چھوڑنے

والے تھے۔ان کاارادہ دونوں کی زندگیوں کو بچا کر معملے کی چھان بین کرنا تھا۔

دوسری جانب آریان جب حویلی پہنچا تو تلملا کر رہ گیا۔وہ قطعی اس لڑکے کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا پر یہاں معملہ ہی الٹا ہو گیا تھا اس لڑکے کے بجائے اس کی بہن سے بدلہ لیا جارہا تھا اور جب علم ہو کے وہ دونوں کوئی اور نہیں بلکے اسکی سگی پھپھی کے بچے ہیں تو اپنے گھر والوں کی سفاکیت ہی دیکھتا رہ گیا،جن کے لئے ان کے فرسودہ رسم و رواج اور قاعدے قانون رشتوں سے برتر تھے۔۔

جرگہ برخاست ہوا۔"فیصلہ ہوتے ہی آریان کی نانا پر بھی کچھ ہی دیر میں" تانیہ اور آریان کا نکاح ہو گیا۔اور تانیہ چپ چاپ دور کھڑے اپنے گھر

والوں کو دیکھنے لگی جنہیں اس فیصلے کا بعد حویلی میں قدم رکھنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔

نکاح ہوتے ہی شعیب صاحب خود پر ضبط کرتے تانیہ کو ان ظالم لوگوں کے حوالے کر ارمان اور فاریہ بیگم کو لئے شہر کے لئے نکل گئے جو مسلسل رو رہی تھیں مرنے والوں کو بھی آخری بار دیکھنے کی اجازت ہے لیکن انہیں تو ایک بار بھی تانیہ کو گلے لگانے نہیں دیا گیا تھا۔

اپنی سوچوں میں گم ارمان بیک سیٹ پر بیٹھا کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔جب کے دماغ مختلف سوچوں میں گم تھا۔رہ رہ کر اس وقت کا افسوس ہو رہا تھا

،جب وہ ازلان پر حملہ اور ہوا تھا۔کاش کے اس وقت اگر وہ اپنا غصّہ پی لیتا تو یہ سب نا ہوتا اس کی بے قصور بہن کو سزا نہیں ملی ہوتی۔

لیکن علی۔۔علی کی سوچ اتے ہی دماغ کی رگین تن گئیں۔اس کو تو وہ اچھا سبق سکھائے گا۔

رخ موڑ کر ایک نظر اپنی روتی ہوئی ماں پر ڈالی اور دوسری باپ پر جو بنا کسی تاثر کے سپاٹ چہرہ لئے بیٹھے تھے،ایک گہری سانس فضا میں خارج کر اپنا سر سیٹ پر گرالیا۔۔۔

"چل لڑکی بڑی سرکار کا حکم ہے آج سے اس حویلی کے سارے کام تو کرے گی۔"

تانیہ ابھی اسی اندھیرے کمرے میں کل سے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی دیوار کو تک رہی تھی کہ ملازمہ کی آواز کانوں میں پڑیں، اس ایک ہفتے میں زندگی کیا سے کیا ہو گئی تھی۔

"سنائی نہیں دے رہا کیا تجھے چل اٹھ۔"

بڑی سرکار کی خاص ملازمہ زمانی جو گاؤں کسی کام سے گئی ہوئی تھی، آج ہی واپسی ہونے پر بڑی سرکار کے تانیہ کی ذمہ داری کے حکم پر فوراً عمل پیرا ہوئی۔

"چل اٹھ، یہ کپڑے ہیں ڈال لے اور ہاں دوپٹہ اچھے سے لے لیو۔ ہمارے یہاں تمہارے شہر جیسے رسم و رواج نہیں ہیں۔ ننگے سر نظر نا آنا۔"

ملازمہ نور کا ایک پہنا ہوا جوڑا اس کے اگے پھینکتی ہوئی ناگواری سے گویا ہوئی۔جب کے تانیہ کل اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بلکل خاموش سی ہو گئی تھی۔

"چل جلدی کر،پہلے باورچی خانے کا رخ کر آج کا سارا ناشتہ تیرے ذمے ہے سمجھی۔کچھ ہی دیر میں بڑے اور چھوٹے سرکار بڑی سرکار کے ہمرا کھانے کی میز پر آجایں گئے۔"

ملازمہ ناخوت سے بولتی خاموش کھڑی تانیہ کا ہاتھ تھامتی کھینچنے کے سے انداز میں لے جاتی باہر کو بڑھی۔

اس وقت صبح کے پانچ بج رہے تھے۔حویلی میں چہل پہل شروع ہو چکی تھی جو صبح صادق نکلنے کا پتہ دے رہی تھی۔تانیہ خاموشی سے زمین پر نظریں گڑآے چلتی چلی جا رہی تھی۔کل ہونے والے فیصلے کے بعد اسے

کچھ ہوش نہیں رہا تھا۔ اگر کچھ یاد تھا تو بس اپنی ماں کے جوڑے ہوئے ہاتھ جو اس سے ارمان کی زندگی کی بھیک مانگ رہے تھے۔

انہیں سوچوں میں غرق پتھر کی مورت بنی کب کچن میں آئی، ملازمہ کیا کہہ کر گئی کچھ ہوش نہیں رہا تھا۔ گھڑی کی ٹک ٹک جاری تھی وقت اپنی پوری رفتار کے ساتھ گزرتا جا رہا تھا جب کے پچھلے ادھے گھنٹے سے ایک ہی زاویہ سے کھڑی تانیہ کے جسم میں کوئی جنبش نہیں ہوئی تھی، انے والا وقت کچھ اچھائی کا پتہ ہر گز نہیں دے رہا تھا۔

اضطرابی کی سی کیفیت میں مبتلا آریان رات سے اب تک ناجانے کتنے سیگرٹ پھونک چکا تھا۔ گھپ اندھیرے کمرے میں صبح کا اجالا پھیل جانے کے باعث روشن دان سے ہلکی ہلکی روشنی

کمرے میں آنا شروع ہو چکی تھی۔ ایش۔ ٹرے سیگرٹ کے فلٹرس اور راکھ سے بھر چکی تھی۔ پورا کمرہ دھویں سے بھرا پڑا تھا۔ لیکن آریان کے اپر چھائی بے چینی کسی صورت کم ہونے میں نہیں آرہی تھی، کل نکاح کے فوراً بعد آریان بغیر ایک سیکنڈ مزید وہاں رکے شہر کے لئے روانا ہو گیا تھا ۔ جس فرسودہ رسم کے وہ خود ہمیشہ سے خلاف رہا تھا۔ آج اسی رسم کی زنجیروں میں جکڑ کر خود اس کا حصّہ بننے پر مجبور ہو گیا تھا۔ آج وہ خود کسی مظلوم پر ظلم ڈھانے والوں کی لائن میں کھڑا ہو گیا تھا۔ لیکن نہیں جانتا تھا ۔ جن سب چیزوں سے پیچھا چھوڑا کر وہ جس لڑکی کو پیچھے چھوڑ آیا ہے وہ تو قطعی اس کے بڑو کے عتاب سے نہیں بچنے والی تھی۔ وہ خود بہت اچھے سے جانتا تھا کہ خون بہا میں آئی لڑکی کے ساتھ کس طرح کا سلوک رکھا جاتا

ہے۔ لیکن ابھی اسے ان سب چیزوں سے سکون چاہیے تھا۔ جو کسی صورت میسر نہیں آ رہا تھا۔

کل کی شکن زادہ سفید شلوار قمیض میں ملبوس ریولونگ چیئر پر بیٹھا اپنا سر پیچھے کو گرائے ایک ہاتھ کرسی کے ہتھے پر دھر کر دوسرے ہاتھ سے سگرٹ پکڑے اپنی ہی سوچوں میں گم تھا۔

جب آنکھیں بند کرنے پر جھپاک سے ایک خوبصورت چوٹ زادہ چہرہ آنکھوں کے پردے پر لہرایا وہ ابھی مزید کچھ سوچتا کے ہاتھ جلنے کے باعث چونک کر اٹھ بیٹھا اور ہاتھ میں پکڑا بچا ہوا سگرٹ سائیڈ پر ڈالتا اپنی گردن کو دائے بایں جھٹکا دیتا اٹھ کھڑا ہوا۔ کل ارمان کے منہ سے سچائی سننے کے بعد وہ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کون سچا ہے اور کون جھوٹا وہ اس معملے کی تحقیق کروانا چاہتا تھا۔ لیکن شمشیر ملک نے سختی

سے پولیس اور میڈیا کو اس مسلے میں شامل کرنے سے منع کر دیا تھا۔ فلحال وہ ایسے تو نہیں بیٹھ سکتا تھا وہ باہر سے ڈگری لے کر آیا تھا۔ اچھے برے کی تمیز سے اچھی طرح واقف تھا۔ آگ لگا دینی چاہیے اسی ڈگری کو جو سہی اور غلط کی پہچان ہی نا کر سکے۔ اب دیر تھی تو معملے کی تہ تک پہنچنے کی۔ جس کا حل وہ جلد از جلد نکلنے والا تھا۔۔

ایک لمبی سانس خارج کی تو سگرٹ کا دھواں سانس کے زریعے منہ میں گیا تو جلدی سے کھڑا ہوا اور ساری کھڑکیاں کھول کر اپنا آفس ڈریس نکل کر واشروم کی جانب فریش ہونے کی غرض سے بڑھا۔۔۔

نور اب کیا ہو گا۔" ماہ پریشان سی عین کو دیکھ مخاطب ہوئی جو بیڈ پر پیر پسارے موبائل میں گم تھی۔

"یار مجھے کیا پتہ جو ہمارے بڑوں کا فیصلہ ہو گا وہی ہو گا نا۔"

نور نے اس کے پریشاں چہرے پر ایک نظر ڈال لاپرواہی کا مظاہرہ کیا۔

"پھر بھی یار مجھے تو بہت خوف آرہا ہے، اور اب تو ترس بھی آرہا ہے وہ لڑکی ہماری انہیں پھپھو کی بیٹی ہے جنہیں ہم کئی سالوں سے ڈھونڈ رہے تھے ۔"

حساس طبیعت کی مالک ماہ کل ہونے والی فیصلے کے بعد سے ہی پریشان تھی جب کے نور سب سے لا تعلقی برتے اپنی ہی دنیا میں مگن تھی۔

کچھ نہیں ہو گا یار۔اور ہماری کزن نکل آئی تو کیا ہوا؟ کیا تم بھول گئی ہو کچھ "دن پہلے ہی تمہارے بھائی کا جنازہ اٹھا ہے وہ بھی اسی لڑکی کے بھائی کی وجہ سے۔"

نور نے روتی صورت بنائے کھڑی ماہ کو دیکھ گھورا، جو چپ چاپ سائیڈ پر پڑے سوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

"تم نہیں سمجھ سکتی نور، کیوں کے تم اس دور سے گزری نہیں ہو میں گزری ہوں بھلے ہی میری جگہ اس حویلی کی ملازمہ کو ونی کر دیا گیا تھا ۔لیکن میں اس سب تکلیف سے گزری ہوں جس صورتحال اس وقت تانیہ بھابھی گزر رہی ہیں۔"

زمین کو گھورتے ٹرانس کی سی کیفیت میں بولتی ماہ کی آواز میں اس وقت گزرے وقت کا درد بول رہا تھا۔جب کے نور غصّے سے اسے گھور رہی تھی

۔

دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟ وہ لڑکی تمھاری بھابی کب سے ہو گئی۔اس کی "اوقات بھول گئی ہو کیا ماہ بی بی۔"

نور نے موبائل سائیڈ پر رکھ کڑے تیوروں سے اسے گھورا جو بس خاموش ہو کر رہ گئی۔

نور اسے خاموش ہوتا دیکھ واپس اپنے مشغلے میں مصروف ہو گئی۔ خدا کرے نور کے تم کبھی اس دور سے نا گزرو اللہ صدا تمھیں یونہی خوش اور آباد رکھیں۔"

اس کے اس لاپرواہ انداز کو دیکھ ماہ کی دل سے بے ساختہ اس کے لئے دعا نکلی تھی جب کے دور کہیں قسمت تو کب کی لکھی جا چکی تھی۔۔

"اف میرے خدا یہ کیا کیا جاہل لڑکی۔ کن خیالوں میں گم ہے منحوس
ماری سارے کچن کا بیڑا غرق کر دیا۔"

تانیہ جو سکتہ کی سی حالت میں برنر کے پاس پشت لگائے کھڑی اپنی سوچوں میں گم تھی۔ جسے کچھ ہوش ہی نا تھا۔

ملازمہ کچھ دیر پہلے ہی دودھ بوئل کرنے کے لئے چولہے پر رکھ کر گئی تھی جو تانیہ کی لاپرواہی کی وجہ سے ابل ابل کر سارے سلپ پر بہتا سارے کچن کا ستیاناس کر چکا تھا۔

اوہ منحوس ماری، بہری ہے کیا؟ کچھ دیر میں سب میز پر ناشتے کے لئے "
"آجائیں گئے اور تو نے ابھی تک کچھ تیاری نہیں کی۔

ملازمہ گھڑی پر نظر ڈالتی بھوکلا کر بولی جہاں صرف پندرہ منٹ بعد سب نے ناشتے پر آجانا تھا۔اور تانیہ نے کام کرنے کا بجائے مزید پھیلا دیا تھا۔

چل ری منحوس خود تو آج تو بڑی سرکار کے ہاتھوں مار کھائے گی ساتھ "
"میری بھی شامت لائے گی۔

بت بنی کھڑی تانیہ کو بالوں سے پکڑ کر جھٹکا دے کر سائیڈ پر کیا، جس پر تانیہ ایک دم ہوش میں آتی گڑ بڑا گئی۔

"یہ کیا طریقہ ہے بات کرنے کا۔"

ہوش کی دنیا میں قدم رکھتی تانیہ غصّے سے مخاطب ہوئی۔دوسری جانب ملازمہ جو فرش صاف کرنے کے لئے موپ اٹھا رہی تھی ایک دم اس کے لہجے پر ٹوک گئی۔۔

"کیا مطلب ہے؟اور اتنا چلا کیوں رہی ہے آواز نیچے رکھ اس حویلی میں بڑی سرکار کے علاوہ کسی عورت میں اتنی ہمّت نہیں کہ اتنی اونچی آواز سے بولے۔"

زمانی سب چھوڑ تانیہ کی کمر پر ایک تھپڑ رسید کرتی دھیمی آواز میں غراہ کر بولی۔

تانیہ کو تو جھٹکے پر جھٹکے لگ رہے تھے پہلے بال اور اب تھپڑ اسے تو کبھی کسی نے مارنے کے لئے ہاتھ تک نہیں اٹھایا تھا۔

تمہاری ہمّت کیسے ہوئی مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی، ملآزمہ ہو ملآزمہ بن کر رہو"
"سمجھی۔

تانیہ اپنے غم اور غصّے میں ایک ملازمہ کی اتنی جرات پر انگشت شہادت اٹھاتی چیخ پڑی۔

کیا کہ رہی ہے منحوس! ملازمہ نہیں ہوں بڑی سرکار کی خاص وخاص میں"
"سے ہوں اور تو ایک وانی میں آئی لڑکی مجھ سے زبان چلائے گی۔

زمانی غصّے سے اس کا سیدھا ہاتھ مڑا ورتی پیچھے کمر پر باندھ گئی جب کے تانیہ تو اپنا نازک سا ہاتھ اس کے سخت ہاتھوں کی گرفت میں پا کر بلبلا اٹھی تھی

--

"چھوڑو مجھے جنگلی، جاہل۔"

درد سے کراہتی تانیہ کی آنکھوں میں تکلیف کے باعث انسوں جھلملا گئے ۔زمانی، بانو کو دروازے پر آنکھیں پھاڑے کھڑا دیکھ تانیہ کو ایک جھٹکے سے پیچھے کو دھکا دیتی جلدی جلدی ہاتھ چلاتی ناشتے کا سامان تھالیوں میں سجانے لگی۔

چل یہاں سے، زیادہ ہمدردی کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ورنہ بڑی" "سرکار سے تجھے کوئی بچا نہیں سکے گا۔
نیچے سر پر ہاتھ رکھے بیٹھی بے یقین سی تانیہ کو دیکھ، بانو کے فق چہرہ پر ایک غصّے بھری نگاہ ڈالتی اسے تنبیہ کرنا ہرگز نہیں بھولی۔

بڑی سرکار کی خاص ملازمہ کو وہاں سے جاتا دیکھ بانو جلدی سے تانیہ کی جانب بڑھی جو سر سے نکلتا خون دیکھ رہی تھی۔

"بی بی مجھے پتہ ہے آپ کی غلطی نہیں، آپ کے بھائی کی سزا آپ کو بھگتنا پڑ رہی ہے۔ پر میری آپ سے ایک گزارش ہے۔ جیسے یہ زمانی کہے مان جایا کریں۔ یہ بڑی سرکار کی چمچی ہے زندگی تنگ کر دے گی آپ پر۔"

ملازمہ تانیہ کو کھڑا کرتی کچن میں پڑی کرسی کی جانب لا کر بیٹھاتی جلدی جلدی کپڑے سے اس کے ماتھے سے نکلتا خون صاف کر رہی تھی۔ جب کے تانیہ اپنے درد پر بے آواز آنسوں بہاتی قابل رحم نظر آ رہی تھی۔

"اپ اپنے کمرے میں چلی جائیں، میں جا رہی ہوں اس سے پہلے کہ وہ واپس آ جائے۔"

بانو اسے ہاتھ پکڑ کر کچن سے باہر کو چھوڑتی جلدی سے باہر کو بڑھی جہاں میز پر سب آہستہ آہستہ آنا شروع ہو چکے تھے۔

شمشیر ملک کے اندر اس وقت اشتعال برپا تھا۔ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ہر چیز کو آگ لگا کر تہس نہس کر دیں۔وہ بات جو حویلی کی چار دیواری میں رہنے والوں کے علاوہ کسی کو معلوم تک نہیں تھی وہ اس وقت دور دور تک سب گاؤں کے ہر بچے کی زبان پر تھی۔

شمشیر ملک نے ازلان کی قتل کرنے کے بعد اپنی بیٹی کی جگہ ایک ملازمہ کو ونی کے طور پر خون بہا میں دے دیا تھا۔حویلی کی لڑکیوں کو کسی نے نہیں دیکھ رکھا تھا جبھی وہ بہت آرام سے اپنا کام کر چکے تھے پر نا جانے کس استین کے سانپ نے یہ بات آگے پھیلا دی تھی۔بس اگر فکر تھی تو اپنے وٹوں کی کہ کہیں مخالف پارٹی نا جیت جائے۔جب کے ان کے گاؤں کے لوگوں کی تو اتنی ہمّت ہی نہیں تھی کہ وہ ان کے آگے زبان کھول سکتے۔

پہلے ہی ان کا بیٹا چلا گیا، اور بڑی سرکار کا فیصلہ ارمان کے خون کی جگہ پتہ نہیں انہوں نے اپنا فیصلہ بدل کر اس لڑکی کو کیوں ونی لے لیا تھا۔ کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

بس نہیں چل رہا تھا پوری دنیا کو اگ لگا دیں۔ غم وغصّے میں اپنا ایک ہاتھ ماتھے پر رکھے پریشانی کے عالم میں ڈیرے پر بیٹھے تھے۔ ارد گرد بیٹھے مخالف گاؤں کے سرپنچ ان سے جواب طلبی کر رہے تھے۔ جس لڑکی کو ماہ نور کی جگہ ونی کیا گیا تھا۔ وہ اور عارف کے بیوی بچے سب رات کے پہر گھر میں اگ لگنے کے باعث جان کی بازی ہار گئے تھے. اب نا تو حق مانگنے والے رہے تو اور نہ ہی انکا گنہاہ گار وہ اپنے کیفر کردار تک پہنچ چکا تھا لیکن اپنے پیچھے بہت سے لوگوں پر زندگی تنگ کر گیا تھا۔ جن میں سرفہرست تانیہ تھی جو بے جاان کا یہ ظلم برداشت کر رہی تھی۔

دیکھیں مالک صاحب ہم سمجھتے ہیں آپ نے اپنا بیٹا کھویا ہے، آپ کا غم"
ابھی تازہ ہے لیکن اپ نے عارف کے گھر والے اور ہمارے ساتھ دھوکہ
"کیا ہے۔

شمشیر ملک کو پریشان دیکھ دونوں سرپنچ نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا۔ تو
ان میں سے ایک اپنے مدعے کی جانب آیا۔

"پر اب ان سب باتوں کا مطلب، عارف تو اب اس دنیا میں نہیں رہا۔"
شمشیر ملک نے انہیں یوں جواب طلبی کرتے دیکھ ناگواری سے کہا۔

"جی وہ تو اپ سہی کہہ رہے ہیں۔"
لیکن میں اپنے گاؤں والوں کے ساتھ انصاف کرتا ہوں بھلے ہی اب وہ نہ
"رہے ہوں لیکن انصاف تو کرنا پڑے گا۔
اب کے وہ بھی سیدھا اپنی بات کی جانب آئے۔

"کیسا انصاف۔"

شمشیر ملک کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"اب نا تو قاتل رہا اور نا ہی مقتول تو پاس گاؤں میں جہاں آپ نے ہماری زمین قبضے میں کر رکھی ہے وہ ہمارے گاؤں کے شخص کے بدلے چھوڑنی پڑے گی۔"

دونوں ہی کافی تیز تھے، وہ جانتے تھے انہوں نے یہی کہنا ہے اسی لئے پہلے سے منصوبہ بندی کیے بیٹھے تھے۔

"کیا بکواس ہے اور خون کا بدلہ میں دے چکا وہ لڑکی بھی میری بیٹی جیسی تھی۔"

"ان کی چال پر ضبط کرتے شمشیر ملک غصّے سے مخاطب ہوئے۔

"لیکن آپ کو ہماری بات ماننی ہی ہو گی ورنہ اپ ہمیں ونی کے طور پر اپنی بیٹی دیں، اصول آپ نے توڑا ہے۔اور آپ نے بھی تو اس لڑکی کو ونی کے طور پر لیا ہے۔"

ان کے طنزیہ لہجے پر وہ پیچ وتاب کھاتے رہ گئے تھے۔

"ایسا نہیں ہو گا، میں بدلہ دے چکا اور اب تو آپ کا قصوروار میرا بیٹا بھی نہیں رہا۔"

شمشیر ملک بہت مشکل سے ضبط کیے بیٹھے تھے۔۔

"پر زمین تو آپ کو دینی پڑے گی ورنہ اپنی بیٹی دیں۔"

وہ بھی اپنی بات پر ڈٹے ہوئے تھے۔

"ایسا نہیں ہوگا، میں جرگہ میں خون کا بدلہ دے چکا ہیں۔"

شمشیر ملک بھی اب غصّے سے مخاطب ہوئے تھے۔

تو ٹھیک ہے جرگہ پھر بیٹھا گا۔ پھر آپ کو اپنی بیٹی اور دھوکے کے بدلے "

"زمین تو ہر حال دینی پڑے گی۔

وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر کھڑے ہوتے باہر کی اور بڑھے۔

رک جائیں۔" ان کو جاتا دیکھ شمشیر ملک نے انہیں روکا۔"

مجھے آپ کا مطالبہ منظور ہے۔" وہ یہ بات بڑی سرکار تک نہیں جانے دینا"

چاہتے تھے اسی لئے خود ہی حامی بھری۔

وہ لوگ بھی فیصلہ اپ نے مفاد آتا دیکھ خوشی خوشی کاغذات نام کروانے کی پیش کش کرتے اپنے راستے ہو لیے۔

کل والے واقعہ کی خبر بڑی سرکار کو نہیں ہوئی تھی۔ اتفاق سے سارا دن ہی ان کا سامنہ تانیہ سے نہیں ہوا تھا۔ تمام گھر والوں کے لئے اس کی حیثیت نوکر سے بھی بتر تھی۔ کسی کو اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ کل ملازمہ کے تشدد کے بعد بانو کی تاکید پر کچھ بھی مزید کہنے سے گریز کرتی چپ چاپ سارا دن کام کرتی رہی۔ وہ بھی وہ کام جن کا اسے سر پیر بھی نہیں پتہ تھا۔ وہ تو بھلا ہو بانو کو جو چپ چاپ اسے بہت سے کام اور چیزیں بتا کر چلی جاتی تھی۔ زمانی بڑی سرکار کی خاص ملازما کی شکرے جیسی نظریں اس پر تھیں۔

کل رات جب وہ سارے کاموں سے فارغ ہوتی کمرے میں گئی۔ وہاں فرشی نشست ٹھنڈے یخ کمرے میں ایک چادر کے نام کی کوئی چیز بھی میسر نہیں تھی۔ وہیں دیوار سے ٹیک لگائے گھٹنوں میں منہ دیے روتی تانیہ کی سیسکیاں ساری رات حویلی کے تاریک کمرے میں گونجتی رہی تھیں۔ تیز ہواؤں کے جھکڑ میں روتی سیسکتی تانیہ قسمت کی ستم ظرفی پر ماتم کناں تھی۔ رہ رہ کر اپنے ماں باپ اور بھائی کی یاد آ رہی تھی جو پتہ نہیں کیوں اسے یہاں اکیلا چھوڑ گئے تھے۔ اونچی اونچی آواز میں روتی ایک طرف پلیٹ میں پڑی دال اور سوکھی روٹی دیکھ رہی تھی۔ ایسا کھانا تو وہ اپنے فارم کے کتو کو بھی نہیں دیتے تھے جیسا اسے دیا گیا تھا۔ شہزادیوں کی سی ان بان سے رہنے والی کن ظالموں کے ہاتھوں میں آگئی تھی۔۔۔

ناجانے رات کا کونسا پہر تھا جب کمرے میں جلتا واحد بلب بھی بجھ چکا تھا. اور اندھیرے کمرے میں اندھیرے سے ڈرنے والی تانیہ کی روتی سسکتی

آواز تھی اور تیز ہوا کے جھکڑ۔پر حویلی میں رہنے والے مکین اس کے درد سے لاپرواہ راضایوں میں دوپکے نیند کے مزے لے رہے تھے۔۔۔

ماہ سنو!!!"پیچھے باغ میں بیٹھی نور اور ماہ اس وقت چائے پینے میں " مصروف تھیں۔ جہاں گھر کے کسی مرد کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔ پیچھے بنے حصّے پر ایک نظر ڈال نور کی آنکھوں میں شرارت ڈوب کر ابھری۔

ہاں کہو..."ماہ بغیر اس کے تاثر جانچے چائے کا کپ میز پر دھر کر بولی۔۔"

اؤ وہاں چلیں۔"نور نے سرگوشی کے سے انداز میں پاک بی بی کے رہائشی" حصّہ کی جانب اشارہ کرتے شرارت سے کہا۔

دماغ ٹھیک ہے تمہارا۔"ماہ نے ایک تھپڑ اس کے کندھے پر رسید کرتے" چور نظروں سے ارد گرد نگاہ ڈال کر اسے ڈانٹا۔۔

ارے اؤ نا یار وہاں چلتے ہیں، آج تو میں پاک بی بی کا چہرہ دیکھ کر ہی رہوں" گی۔"نور العین کی آنکھوں سے اس وقت شرارت ٹپک رہی تھی۔ جسے ہر حال آج اپنا مشن امپوسیبل پورا کرنا تھا۔

نہیں نہیں نور گھر میں پہلے ہی اتنے مسائل ہیں، اگر دادی سرکار کو خبر" "ہو گئی تو ہماری تو خیر نہیں۔

نور کو چار و اور نظر گھما کر پیر دبا کر ان کے حصّے کی جانب قدم بڑھاتے دیکھ ماہ نے اسے ہاتھ پکڑ کر روکا۔

"صدا کی ڈرپوک رہنا تم، چپ کرو اور میرے پیچھے اؤ۔"

نور نے غصے سے اسے ڈپٹا۔ ساتھ ہی اپنی بڑی بڑی آنکھیں باہر کو نکالتی اس کا ہاتھ زور سے دبا کر قدم پاک بی بی کے پورشن کی جانب بڑھیں۔۔

وہ دونوں ہی آہستہ آہستہ چاروں اور پھیلے باغ پر نظر دوڑاتی رہائشی حصّہ کی جانب بڑھ رہی تھیں۔ نور کی آنکھوں میں ہونز شرارت اور کچھ نیا دیکھنے کی جستجوں تھی۔ جب کے ماہ کی تو ڈر کے مارے ٹانگیں کانپ رہی تھیں ۔ماتھے پر ننھے ننھے پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔ جب کے نور کو تو اپنا نیا ایڈونچر پورا کرنے کی جلدی تھی، جس کے لئے وہ بچپن سے کئی بار کوشش کر چکی تھی۔ لیکن ہر بار ہی ناکام ٹھرتی تھی۔ اور اب بغیر اس کی کسی بھی تنبیہ پر کان دھرے اب دروازے پر پہنچ چکی تھی۔

"نور یار مجھے ڈر لگ رہا ہے. چلو واپس چلتے ہیں۔"

ماہ نے اسے رہداری کے پاس سے گزرتے پکڑ کر روک کر ایک بار پھر منع کیا۔جو اس کی بات ایک کان سے سنتی دوسرے کان سے نکال گئی تھی۔ چھوٹے سے بنے برآمدے سے ہوتی منہ پر انگلی رکھے چاروجانب نظر گھماتی تین لائن سے بنے کمروں میں پاک بی بی کا کمرہ تلاش کر رہی تھی۔

"ارے چپ کر جاؤ، قسمت ساتھ دے نادے پر تم کبھی ساتھ نہیں دینا۔" ماہنور کو آہستہ سے اسے منمناتے دیکھ غصّے سے جھڑک گئی۔

Zubi Novels Zone

چلو گنتی گنتے ہیں جس پر دس آیا اس میں چلیں گے۔" وہ اس حصّے کی" جانب پہلی بار ہی آئی تھیں پوری حویلی میں یہ واحد جگہ تھی جہاں وہ کئی بار انے کی کوشش میں خود ہی ڈر کر مارے ہمّت ہار کر واپس بھاگ جاتی تھیں

--

ایک،دو، تین۔۔"نور کی گنتی شروع ہو چکی تھی جب کے ماہ تو اس" وحشت ناک جگہ کو گھور گھور کر دیکھ رہی تھی کیا یہ سچ میں اس حویلی کا حصّہ تھا۔

دس۔۔بیچ والے کمرے پر دس آتے ہی نور ذرا جوش میں تالی بجا کر بولی" جس پر ماہ نے گھبرا کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھا۔۔

آہستہ بولو، خود تو تمھیں کوئی ڈر ہے نہیں میری بھی جان عذاب میں ڈالو" گی۔"

"اچھا چلو چھوڑو اؤ دروازہ کھولتے ہیں۔"

ماہ کی روتی شکل دیکھ نور اس کا ہاتھ کھینچتی عین دروازے کے سامنے آ روکی۔

"بی بی آپ دونوں یہاں کیا کر رہی ہیں۔۔"

ابھی ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ پیچھے سے آتی آواز پر دونو کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔۔

ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھ پیچھے دیکھا۔اور نور کو لگا۔جیسے اس نیو کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔سامنے کھڑا شخص اس وقت موت کے فرشتے سے کم نہیں لگا تھا۔۔

"! مے آئی کمنگ سر"

آریان کے آفس میں داخل ہوتے مینیجر نے گلاس دور کو تھوڑا سا کھولتے اندر انے کی اجازت چاہی۔

"یس کمنگ!"

آریان جو اپنی ہی سوچ میں گم تھا کہ ایکدم چونک پڑا اور ساتھ ہی اندر آنے کی اجازت دی۔

جی کہیئے۔" مینیجر کو اندر آتا دیکھ اپنے مخصوص سٹائل میں کوٹ کو ذرا جھٹکا دے کر درست کرتے پوچھا۔

"سر یہ صدیقی صاحب کے پروجیکٹ کی فائل ہے۔ تمام اہم پائنٹ اور اکسپینسس اس میں درج ہیں آپ ایک بار چیک کر لیں۔"

مینیجر نے پریشان سے بیٹھے آریان کو دیکھ کہا۔

"ھمم! رکھ دو میں کر لونگا چیک۔"

آریان نے بیزاری سے اسے کہتے چیئر سے ٹیک لگائی۔

سر اس فائل پر آپ کے سائن چاہیے۔"مزید ایک اور فائل اس کے " سامنے کر مینیجر نے پین اس کی جانب بڑھایا۔

جی رکھ دیں یہاں۔"آریان کو آج اس سب سے اکتاہٹ ہو رہی تھی۔"

سر ارجنٹ چاہیے۔" مینیجر نے اسے یونہی بیٹھا دیکھ کہا۔"

کہ دیا نا رکھ دو یہاں۔ کر دوں گا میں خود جاؤ یہاں سے۔" مینیجر کے " یونہی سر پر سوار رہنے پر ایک دم غصّے میں زور سے بولا۔

سوری سر!" مینیجر اپنے دھیمے مزاج کے مالک باس کو اتنے غصّے میں دیکھ فوراً معذرت کرتا باہر کو بڑھا۔

"اور ہاں!!! جب تک میں نہ کہوں کسی کو بھی اندر نہیں بھیجنا۔" اپنا رخ دیوار کی جانب موڑتے مینیجر کو تنبیہ کی جو "جی سر" کہتا باہر نکل گیا۔

آفس تو وہ آگیا تھا لیکن پچھلے ایک ہفتے سے اس کا دل کسی کام میں نہیں لگ رہا تھا۔دماغ بلکل ماؤف ہوچکا تھا۔ سمجھ نہیں آرہا تھا کے کیا کرے اور کیا نہ کرے۔اپر سے بابا کا گاؤں انے کا پریشر جو الیکشن سر پر ہونے کے باعث اسے اپنے پاس بلانا چاہتے تھے۔انھیں سب چیزو میں گم ہزار بار علی سے پوچھنے پر اس کا وہی ایک بیان کہ قتل ارمان نے کیا ہے۔بس نہیں چل رہا تھا اس وقت پوری دنیا جلا ڈالے۔۔

"بابا سائیں اب کیا چاہتے ہیں آپ، کر تو لیا تھا دادی سرکار کی کہنے پر آپ کی اس پوتی سے نکاح۔"

ضیغم اور وقار ملک اس وقت شہر میں اپنے فلیٹ میں موجود تھے۔

ضیغم پچھلے ایک مہینے سے ماہ نور کے ساتھ نکاح کے بعد شہر میں موجود تھا ۔ماہ نور اور ضیغم

کی نسبت بچپن سے ہی طے تھی۔ازلان کے قتل اور ملازما کو ونی کرنے کے بعد بڑی سرکار زبردستی ان دونوں کا نکاح پڑھوا چکی تھیں۔جو قطعی اس سب کے لئے تیار نہیں تھا۔

ہاں! تو یہی تو کہ رہا ہوں نکاح کیا ہے تو اب ذرا اس کا فائدہ بھی تو اٹھاؤ" ۔ تمھیں پتہ ہے نا آریان کو سیاست سے کوئی غرض نہیں ہے۔ تم اب داماد ہو ان کے ان کے ساتھ کھڑے ہو، انہیں یقین دلاؤ کہ تم آریان جیسے نہیں ہو۔ پھر دیکھنا وہ دن دور نہیں جب گاؤں کی گدی میرے پاس ہو گی ۔"

وقار ملک بے زار بیٹھے ضیغم کو سیاست سے اپنی چال چلنے کا کہتے خود کو خیالوں میں گدی کا سربراہ تصور کرتے مونچھوں کو تاؤ دیا۔

گدی گدی گدی۔۔۔کیا فرق پڑھتا ہے آپ کے پاس ہو یا تایا کے پاس" "ہے تو ہمارے خاندان کی ہی جاگیر نا۔

وقار ملک کی نرالی منطق فلحال اس کی سمجھ سے باہر تھی۔

کب سمجھو گے تم بد دماغ۔۔آج بھائی صاحب کے پاس ہے کل کو ان کا" بیٹا وارث بن کر کھڑا ہو جائے گا۔تو میں کیا صرف اماں سرکار کی حکم پر جی "حضوری ہی کرتا رہوں گا۔

پتہ نہیں ان لوگوں کی اولاد کس پر چلی گئی تھی مجال ہے جو ذرا بھی اپنے فائدے کی بات سوچ لیں۔

بابا پہلی بات تو یہ ابھی دادی سرکار زندہ ہیں۔اور تایا کے پاس گدی ضرور" ہے فیصلے کا حق آج بھی ریاض ملک کی بیگم اس گاؤں کی جاگیر دارنی کے "پاس محفوظ ہے۔تو آپ اپنا خیالی پلاؤ بنانا بند کر دیں۔

ضیغم نے ناگواریت سے کہتے ان کے ارمانوں پر گویا ٹھنڈا پانی ہی ڈال دیا ۔جب کے وقار ملک کے مسکراتے چہرے سے مسکراہٹ ایسے غایب ہوئی جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔۔

ارے بیوقوف میں کب اس گاؤں کی بات کررہا ہوں۔ وہ تو ہے ہی ہمارا"

"اور اماں سرکار تو بس نہیں وہ بولیں وقار تو نوکر بن جا ہمارا۔

وقار ملک نے ناگواری سے کہتے بڑی سرکار کی شان میں قصیدے پڑھے۔ اپنے بیٹے کی بچھو جیسی فطرت سے وہ اچھے سے واقف تھیں جبھی ان کی لگامیں کھینچ کر رکھتی تھیں۔۔

"تو پھر کہاں کی بات کررہے ہیں۔"

ضیغم اس وقت شدید قسم کی کوفت میں مبتلا تھا جو آج صبح سے اس کے سر پر سوار بس کسی بھی طرح گاؤں لے جانے پر رضامند کرنے پر تلے تھے۔

اس گدی کا اگلا جانشین تو میں ہی بنوں گا۔ لیکن اب مجھے اس کے ساتھ ساتھ" شہر کی سیاست میں بھی اپنے قدم جمانے ہیں، آخر کب تک میں بھائی

"سرکار کے پیچھے کھڑا رہوں گا۔

وقار ملک تو بہت دور کی سوچ بیٹھے تھے۔اور ضیغم اپنے باپ کی چلاکیوں پر اپنے بال مٹھی میں پکڑ کر رہ گیا۔

تو یار آپ کریں نا سیاست، جو چاہے کریں۔ لیکن میں بتا رہا ہوں میں ماہ" "نور کے کندھے پر رکھ کر بندوق چلانے والا ہر گز نہیں ہوں۔
ضیغم بھی انہی کا بیٹا تھا،ان کی ہان میں ہاں ملا کر اپنا دامن بھی بچایا۔

ارے میری تو اولاد ہی نالائق ہے، بدبخت گاؤں والے پھر سے ونی کا" مطلبہ کر رہے تھے۔بھائی صاحب نے اپنی بیٹی کو بچانے کے لئے ندی کے پاس کی سو اکڑ زمین ان کے نام لکھ دی۔یہی موقع ہے لوہا گرم ہے۔تم بھی شرط رکھ دو کے اس بار پارٹی کا الیکشن تم لڑو گے۔اور لیڈر بھی تم ہی بنو گے ،اور اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو تم ان کی بیٹی سے شادی ہی نہیں کرو گے "۔

لالچ وقار ملک کے ہر انداز میں بول رہا تھا۔اپنی اسی بے حس طبعیت سے مجبور وہ ضیغم کو بھی اس کا حصّہ بنانا چاہتے تھے جو کسی طور راضی نا تھا۔

"مانا کہ آپ لوگوں نے زبردستی ماہ نور کی زندگی بچانے کے لئے مجھ سے شادی کردی۔ لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ میں اپنے مفاد کے لئے اس کا استعمال کروں۔"

ضیغم کا مالکوں کا غیرت اور آنا والا خون جوش مار چکا تھا۔

"بہت کرلی تم نے بکواس سامان اٹھاؤ اپنا اور حویلی چلو۔ جیسا میں کہتا ہوں بس وہی ہوگا اب۔"

وقار ملک اب اس کی نانا سے تنگ ہو چکے تھے۔

"پر بابا۔۔۔"

کوئی ڈرامہ نہیں بس اٹھو۔میں تمہارا مستقبل سوچ رہا ہوں،اور تم ہو کے "
انہی لوگوں کی غلامی کرنا چاہتے ہو۔"

اس کا منہ کھولتا دیکھ غصّے سے جھاڑا جواب خود ہی ہار مانتا اٹھ کھڑا ہوا۔

جانتا تھا اس کا باپ صرف منہ سے بولنا جانتا ہے۔عمل کچھ نہیں ہے۔ابھی
بڑی سرکار نے حکم دیا نہیں اور ان کی بولتی بن ہو جائے گی۔۔

پچھلے ایک ہفتے میں زندگی رک سی گئی تھی بے مقصد اور بے معنی زندگی میں جیسے اب کچھ باقی نا رہا ہو۔تانیہ نہیں جانتی تھی کہ آج یہاں اسے کون سادن ہے۔نادن کا پتہ تھا اور نارات کا بس زندگی نامعلوم منزل کی جانب رواں دواں تھی۔اس دن کے بعد سے زمانی نے اس پر ہاتھ اٹھانے کی غلطی نہیں کی تھی۔البتہ کام کے حکم وہ آج بھی ایسے ہی دیتی تھی جیس اس حویلی کی مالک ہی وہ ہے۔ابھی کچھ ہی دن پہلے اتفاق سے اس کا سامنا عائشہ بیگم سے ہو گیا تھا۔جو اسے پچھلے حصّہ تک محدود رہنے تک ہی ہدایت کرتی ناگواری سے اسے جھڑک گئیں تھیں۔اس حویلی کہ ب باقی مکین جانے کہاں رہتے تھے۔بہت کم سی سامنہ ہوتا تھا کسی سے۔بڑی سرکار کی ہدایت کے مطابق اسے ہر جگہ جانے کی اجازت ہرگز نہیں تھی۔اسے صرف پیچھلے حصّہ تک محدود رہنے کا حکم تھا۔

ہاں البتہ یہاں اس کی ہی ہم عمر دو لڑکیاں مزید رہتی ہیں۔اس کا علم اسے کل ہی ہوا تھا۔کل جب ماہنور، نورالعین کہ ساتھ کوئی شرآرت کر کے بے خیالی میں حویلی کی پچھلی سائیڈ پر چلی گئی تھی۔جہاں کپڑے دھونے کہ لئے الگ سے جگہ بنا رکھی تھی۔

یہ کیا کررہی ہیں آپ؟"تانیہ اسے پاس ہی نل کے پاس بیٹھی کپڑے دھوتی نظر آئی تو خود کو اس سے پوچھے بغیر نہیں روک سکی۔

کسی غیر شناسہ آواز پر تانیہ ایک دم چونک کر اس کی جانب متوجہ ہوئی ۔پیچھے نظر گھومائی تو اس کے عین پیچھے کوئی کم عمر درمیانے قد کاٹھ کی مالک خوبصورت سی آتشی رنگ کا سوٹ زیب تن کئے لڑکی کھڑی شاید نہیں یقیناً اسی سے مخاطب تھی۔

بی بی جی خیریت آپ یہاں کیا کر رہی ہیں۔"تانیہ کو یونہی خاموشی سے" تکتا پا کر بانو جلدی سے ہاتھ صاف کرتی ماہ کی جانب بڑھی۔

"وہ میں بھا۔۔۔"

یار ماہ تم بہت چالاک ہو یہاں چھپ کر بیٹھ گئی ہو اور میں تمھیں سب" "جگہ ڈھونڈ چکی۔

اس سے پہلے کے وہ بانو کو کوئی جواب دیتی کہ نور کی ہانپتی کانپتی آواز اس کے کانوں میں پڑی جو بھاگ کر اس کی جانب آ رہی تھی۔

"میں بس بھابھی سے پوچھ رہی۔۔"

نور کو دیکھ ماہ نے جیسے ہی تانیہ کی جانب دیکھتے اسے بھابھی کہا تو نور گھور کر اس کا ہاتھ دبا گئی۔تانیہ بے تاثر نگاھوں سے ان دونوں کی جانب دیکھتی خاموش تھی۔

یقیناً وہ لڑکی بھی یہاں بسنے والے بے حس مکینوں کی طرح تھی۔ جنہیں تانیہ انسان نہیں کوئی حیوان لگ رہی تھی۔

"چپ کرو بڑی آئی بھابھی کی چمچی چلو یہاں سے جلدی۔"

نور تانیہ کو ناپسندیدہ نظروں سے گھورتی اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی لے گئی ۔جبکہ ماہ ایک دکھ بھری نظر اس پیاری سی گندے کپڑوں میں ملبوس لڑکی پر ڈالتی نور کے ساتھ پلٹ گئی۔

یہ ماہ نور بی بی تھیں، اور جو بعد میں انہیں لے کر گئیں وہ نور العین بی بی" تھیں۔ جو آپ کو بھابھی کہہ رہی تھیں وہ آریان بابا کی بہن جبکہ دوسری ان کی چچازاد ہیں۔"

تانیہ کو خاموش نظروں سے انہیں جاتا دیکھ بانو خود ہی بول پڑی ان دونوں کا تعارف جان کر تانیہ کے تاثرات میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی تھی۔ ہاں البتہ آریان کے نام پر چونک گئی تھی۔ لیکن پھر اپنا دماغ جھٹک کر کام میں لگ گئی۔ اسے اس سب سے کوئی غرض نہیں تھی کہ اس کا نکاح کس سے ہوا ہے اور کس سے نہیں۔

بھلے ہی وہ اسے ہاتھ کی مار نہیں دے رہے تھے۔ لیکن ایک ناپسندیدہ اور اچھوت شے کی طرح اسے حویلی جیسے زندان کے ایک کونے میں پھینک اسے نظر اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔
یہ ازیت کسی کم تھی کیا۔

پچھلے ایک ہفتے سے کام کرتے اب اسے بہت کچھ کرنا آگیا تھا۔ بانو کو خاموشی سے سن کام پر لگ گئی۔ ایک وہی تھی جو اسے رات کو کھانا دے دیا کرتی تھی۔ ورنہ گدھے کی طرح کام کرتی تانیہ کو تو بھوک پیاس کا کوئی احساس ہی نہیں ہوتا تھا۔ اگر آج زندگی سے کوئی شکوہ تھا تو وہ یہ کہ جس خواب کو پورا کرنے میں اسنے دن رات ایک کر دیے تھے۔ وہ یہاں ایک فضول سی غلطی کی سزا میں بے مول ہو رہے تھے۔ ڈاکٹر بن کر ابھی اسنے کیا کچھ کرنے کا سوچا رکھا تھا پر قسمت میں جانے کیا لکھا تھا۔

اپنی آنکھوں میں اتے آنسوں کو بے دردی سے ہاتھ کی پشت سے رگڑتی اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ وہ تو شکر تھا آج صبح سے زمانی نظر نہیں آئی تھی ورنہ اسے دیکھ تو تانیہ کا دل کرتا اس کا گالا دبا ڈالے پر پھر اپنی ماں کے جوڑے ہاتھ سامنے آجاتے جو ارمان کی زندگی مانگ رہے ہوتے تھے اور

بس یہیں اکر تانیہ بے بس ہو جاتی فاریا بیگم جانتی تھیں ان کی بیٹی ظلم برداشت کرنے والوں میں سے ہر گز نہیں ہے جب ہی اپنی قسم دیتی اس کے پاؤں میں بڑیاں ڈال گئیں۔اور زبان میں قفل ڈال گئیں۔تانیہ کی ایک آواز ارمان کی زندگی کو خطرے میں ڈال سکتی تھی۔یہیں اکر تانیہ بے بس ہو جاتی۔

آپ دونوں یہاں کیا کر رہی ہیں بی بی جی۔"ان دونوں کے فق چہروں پر" ایک نظر ڈال زمانی قدم قدم چلتی ان کی جانب بڑھی۔

"..وہ۔۔وہ۔۔زمانی۔۔۔ہم جو ہیں نا"

گھبراہٹ میں نور کو سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کیا کہے۔

زمانی نے اپنی کالی بڑی بڑی کاجل سے لبریز آنکھیں پھاڑے انہیں آگے بولنے کا اشارہ کیا۔

میں اور ماہ پکڑم پکڑ آئی کھیل رہے تھے۔تو بس یہاں آ گئی ۓ۔۔ہے نا"" "نور۔

نور نے بھونڈا سا بہانہ دھر کر نور سے ضمانت چاہی جو اچھے بچوں کی طرح اثبات میں گردن ہلاتی تصدیق کر گئی۔

"تو کھیل لیا آپ لوگوں نے یا ابھی یہیں مزید کھیلنا ہے۔"
زمانی نے چلاکی سے ان کے گرد چکر کاٹ کر پوچھا۔

ہاں!!ہاں!!۔۔ ہم تو جارہے تھے، چلو نور شاید اماں سرکار بلا رہی ہیں"

"۔

نور حواس باختہ سی کھڑی ماہ کا ہاتھ پکڑ کر ماتھے پر سے پسینہ کے ننھے قطرے صاف کرتی وہاں سے یہ جا اور وہ جا۔۔

زمانی ان دونوں کی پشت تکتی چہرے پر لٹکتی ناگن کی طرح بل کھاتی اپنی لٹ کو انگلی میں لپٹتی کمینی سی مسکراہٹ لئے انہیں وہاں سے سرپٹ بھاگتا ہوا دیکھ رہی تھی۔۔۔

تیار رہیں چھوٹی بی بی، بہت دن گزرے حویلی میں کوئی تماشہ نہیں ہوا"

"۔۔

خود سے بڑبڑاتی زمانی، حویلی میں ایک نیا محاذ کھڑا کرنے کا سوچ رہی تھی ۔جہاں کچھ ہفتوں سے خاموشی کا راج تھا۔۔

افف بال بال بچ گئے۔۔"دونوں نے کمرے میں اکر گہری سانس بھر کر" کہا۔

ہاں!!!لیکن مجھے ڈر لگ رہے ہے اگر زمانی نے دادی سرکار کو بتادیا تو" ۔"ماہ کو اپنے ہی خدشے لاحق تھے۔

ارے کچھ نہیں ہوگا، مجھے تو یہ غصّہ آرہا اتنی محنت سے پہنچے تھے اور عین" وقت پر وہ منحوس زمانی آگئی۔"نور کو رہ رہ کر اپنے مشن امپوسیبل کی ناکامی پر افسوس ہو رہا تھا۔

"تمھیں کیا کرنا ہے، پاک بی بی کو دیکھ کر؟ بیٹھ جاؤ آرام سے۔"

ماہ اس کو پر سوچ دیکھ غصّے سے بولتی بالوں کا جوڑا بناتی بیڈ پر لیٹ گئی۔

رہنے دو تم تو۔ مجال ہے جو کبھی میرا ساتھ دے دو۔" نورا سے لتاڑ کر" کمرے سے باہر چلی گئی۔ ماہ غصّہ میں بڑبڑا کر رہ گئی اس کی بے چین روح کو ہر گز چین نہیں تھا۔

"کیا کر رہی ہیں ڈاکٹرنی صاحبہ۔"

زمانی کچن میں داخل ہوتی سنک کے پاس کھڑی تانیہ کو دیکھ چڑانے کے سے انداز میں بولی۔

ارے اس دن تو بڑی زبان چل رہی تھی،اب کیا گونگی ہو گئیں ہماری"

"ڈاکٹرنی۔

کے قریب لاکر طنزیہ V زمانی نے کہنی سلپ پر دھر کر اپنا تیل زادہ سر اس کہا۔تانیہ اس کے بالوں سے اٹھتی کئی دن پرانی سرسوں کی بدبو کا بھپکا محسوس کرتی پیچھے کو ہٹ گئی۔

زمانی !بی بی۔۔۔کی طبیعت ٹھیک نہیں تنگ۔نہ کرانہیں۔"ساتھ" کھڑی بانو زمانی کو دیکھتے اٹک اٹک کر اسے باز رہنے کو بولی۔۔

چپ کر۔۔۔بی بی کی چمچی،اپنا کام کر اور دفع ہو جا یہاں سے یا کروں"

"تیری شکایت بڑی سرکار کو۔

زمانی بانو کو زباں کھولتے دیکھ منہ بنا کر بولتی اسے جھڑک گئی جو خاموش ہوتی اپنے کام میں لگ گئی۔۔

"ہاں تو بی بی کہاں تھی میں؟"

زمانی خاموش برتن دھوتی تانیہ کو دیکھ اسکی جانب گھومی۔

ہاں میں کہہ رہی تھی ڈاکٹرنی صاحبہ ایک ہفتے میں تمھیں اپنی اوقات تو پتہ "لگ ہی گئی ہو گی۔"

زمانی اس کو شانوں سے پکڑ کر رخ اپنی جانب کرتی دانت کچکچا کر بولی۔

ہاتھ چھوڑو میرا۔" مسلسل کوشش کے باوجود جب وہ اپنے ہاتھ نکالنے " میں ناکام رہی تو آہستہ سے سخت لہجے میں بولی۔

"ارے تیور تو دیکھو ڈاکٹرنی صاحبہ کے، ہاتھ چھوڑو میرا۔"

Zubi Novels Zone

زمانی ایک زوردار قہقہہ لگا کر اس کی نقل اتارنے لگی۔تانیہ کی مسلسل مزامت جاری تھی۔

"بھول گئی میری مار کیا بی بی یا تجھے پھر ایک خوراک کی ضرورت ہے۔"

زمانی تانیہ کے بال مٹھی میں جکڑتی ایک جھٹکا دیتی کھینچ کر بولی جس پر تانیہ کے منہ سے ایک سسکی نکل گئی۔۔

چھوڑو۔۔ چھوڑو مجھے۔۔۔

"چھوڑو مجھے جاہل۔۔۔"

مسلسل مذامت کرتی تانیہ نے ایک جھٹکے سے اسے پیچھے دھکا دیتے خود کو اس کی مضبوط گرفت سے آزاد کروایا۔

"تیری اتنی ہمّت تو نے۔۔ تو نے زمانی کو دھکا دیا۔۔"

زمانی غصے سے چنگھاڑتی ایک دم اس کی جانب لپکی۔۔

کیا ہو رہا ہے یہاں۔"تانیہ کے بکھرے بال زمانی کی گرفت میں دیکھ" عائشہ بیگم غصے سے مخاطب ہوئیں۔جو تانیہ کے واسطے ہی اس جانب ایں تھیں۔

ارے بڑی بیگم صاحبہ غضب ہو گیا۔یہ دو ٹکے کی وانی میں آئی لڑکی کہہ" رہی ہے میں اس گھر کا کوئی کام نہیں کروں گی،اور تو اور جب میں نے کہا "کہ یہ بڑی سرکار کا حکم ہے تو۔۔پتہ ہے کیا کہتی ہے۔۔

کہتی ہے جاؤ جاؤ میں نہیں ڈرتی تمہاری بڑی سرکار سے کرلو جو کرنا ہے" "۔توبہ توبہ بڑی سرکار کی شان میں گستاخی کرتی ہے یہ بدبخت۔۔

زمانی عائشہ بیگم کو دیکھ اپنا دامن بچاتی جلدی سے شاطرانہ انداز اپناتی اپنی طرف سے ایک کی چار لگا گئی۔۔

"تو تمھیں کس نے کہا اس پر ہاتھ اٹھانے کو، حد میں رہو اپنی جاؤ جا کر اپنا کام کرو۔"

عائشہ بیگم تانیہ کا آنسو سے تر چہرہ دیکھ بگڑے تیوروں سے غصے سے بولیں۔

"وہ بیگم صاحبہ۔۔"

زمانی اپنی چال الٹی ہوتی دیکھ ایک بار پھر بولی۔

"زمانی۔۔۔۔۔۔"

زمانی کو ہونز وہیں کھڑا دیکھ تیز لہجے میں بولیں۔۔

گستاخی معاف، پر ہم نے اس گھر کا نمک کھایا ہے، بڑی سرکار کے غلام" ہیں ہم۔ان کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتے۔"زمانی ایک دم پینترا بدل کر بولی۔

زمانی جاؤ یہاں سے۔"اب کے عائشہ بیگم نے زمانی کا ہاتھ پکڑ کر اسے" کچن سے باہر دھکیلا جو بڑی سرکار کی منہ چڑی تھی۔۔

اور تم کیا سمجھ رہی ہو، اگر ہم تمھیں یہاں لا کر بھول چکے ہیں تو اس کا یہ" مطلب ہر گز نہیں ہے۔ہم اپنے بیٹے کے ساتھ ہوا ظلم بھول گئے۔بلکہ اسی لئے کچھ نہیں کہ رہے کے ہم تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتے۔اپنی اوقات میں رہو سمجھی اور خبر دار۔۔ خبر دار جو بڑی سرکار کے خلاف ایک لفظ بھی بمنہ سے نکالا تو۔تمہاری حیثیت اس گھر کے نوکر سے بھی بتر ہے "وانی ہو تم میرے بیٹے کی سمجھی۔۔۔

عائشہ بیگم زمانی کو وہاں سے بچلتا کر خود تانیہ پر غصّے سے چیخ پڑیں۔اپنے بیٹے کے قتل کا غصہ اور زمانی کی باتیں جو لا بن کر پھٹے تھے۔تانیہ ان کے منہ دبوچنے پر خود کو زبردستی آزاد کرتی سسکی بھر کر رہ گئی۔ پتہ نہیں اس گھر کے لوگ اتنے ظالم کیوں تھے۔اب سمجھ آرہا تھا تانیہ کو جس شخص کی ماں اور دادی اتنی ظالم اور سفاک ہوں تو انکا تو پوتا بھی ایسا ہی ہونا تھا۔

ایک بات اور، اگر آریان کے سامنے تم غلطی سے بھی نظر آئیں۔یا پھر" حویلی میں ادھر ادھر یہ اپنا منحوس چہرہ لے کر منڈلاتی ہوئی دکھیں تو دیکھنا "میں تمہارا کیا حشر کرتی ہوں۔

غصّے سے کانپتی عائشہ بیگم اس کو چھوڑ باہر جارہی تھیں۔کہ آریان کی آمد کا یاد آتے ہی اسے باور کروانا نہیں بھولیں۔جانتی تھیں ان کا نرم دل بیٹا کبھی برداشت نہیں کرے گا۔لیکن وہ بھی کیا کرتیں ماں تھیں اپنا بیٹا کھویا تھا ۔ایسے کیسے معاف کر دیتیں،تانیہ تو خون بھی اس خاندان کا تھی جن کی وجہ

سے سالوں پہلے اس حویلی سے دو جنازے اٹھے تھے۔۔ایک زندہ اور دوسرا مردہ۔

تانیہ تو اس قدر ہتک امیز سلوک پر روتی ہوئی نیچے فرش پر بیٹھ گئی۔دل کیا سب کچھ تہس نہس کر ڈالے۔اگ لگا ڈالے اس حویلی کو اور یہاں بسنے والوں کو۔مگر وہ اکیلی لڑکی کرتی بھی تو کیا کرتی۔۔

عائشہ بیگم ایک نظر اس کے خوبصورت چہرے پر ڈال اس سے پہلے کہ انکا دل پگھلتا جلدی سے منہ پھیر کر وہاں سے چلیں گئیں۔

یہ چہرہ انہیں ماضی میں بہت کچھ یاد دلا دیتا تھا۔یہی وجہ تھی کہ کچھ دیر پہلے آریان سے بات ہونے پر وہ اس طرف اگیں تھیں۔جو کچھ ہی دن میں حویلی انے کی اطلاح دے رہا تھا۔

وہ نہیں چاہتی تھیں آریان کبھی بھی تانیہ کو دیکھے یا پھر اس پر ہوتے ظلم پر آریان بڑی سرکار کی بغاوت پر اتر آئے اور خاص کر کے جب وہ جانتا تھا کہ تانیہ اس کی چہیتی پھپھو کی بیٹی ہے۔۔

پیچھے غصّے میں بے بسی سے خود کے بال نوچتی تانیہ ان سب کو کبھی نہ معاف کرنے کا ارادہ کر چکی تھی۔

عائشہ بیگم کے وہاں سے جاتے ہی پلر کی اڑ میں زمانی اپنی رحم دل بڑی بی بی کو تانیہ کے ساتھ ایسا سلوک کرتے دیکھ خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی

۔

ارے ارے ارے ہماری ڈاکٹرنی تو پاگل ہو گئی، لو بھلا دوسرا کا علاج"
"کرتے کرتے خود کو ہی مار کرنا قابلِ علاج کر رہی ہے۔

اپنی بے عزتی کا بدلہ تانیہ سے لینے کا سوچتی جیسے ہی اندر داخل ہوئی تو نظر روتی ہوئی تانیہ پر پڑی تو مزاق اڑاتی اس کے قریب ہی چوکڑی مار کر زمین پر بیٹھ گئی۔

بہت چلا رہی تھی چھوڑو مجھے چھوڑو مجھے، دو دن کھانا نہیں ملے گا نہ تو "عقل ٹھکانے آجائے گی۔"

زمانی اس کی کچھ دیر پہلے کی ضد بھری التجا کا مذاق بناتی غصے سے بولی۔

اوہ بانو خبردار جو تو نے اس مہارانی کو رات میں کھانا دیا تو چھوڑو گی نہیں "ورنہ۔۔"

پاس کھڑی بانو تانیہ کو ہمدردانہ نظروں سے دیکھ رہی تھی جبھی زمانی اپنی کاجل زادہ آنکھیں نکال کر اس پر چیخی۔

جی۔۔جی سہی ہے۔" بانو اس کی اتنی تیز آواز پر ڈر کر مارے اچھل ہی" پڑی تھی۔

"چل جا کر کام کر اپنا اس ماہرانی کو تو آج میں سیدھا کرونگی۔"
زمانی بانو کو وہاں سے بھیجتی تانیہ کو ہاتھ پکڑ کر اٹھاتی کام پر لگنے کا اشارہ کرتی وہیں کرسی پر بیٹھ گئی۔تانیہ زمانی پر ایک غصے بھری نظر ڈال ایک اہ بھر کر رہ گئی۔زندگی بھی کیسے کیسے رخ بدلتی ہے۔

Zubi Novels Zone

"اماں سرکار وہ لڑکی کہاں ہے۔"
شمشیر ملک اس وقت بڑی سرکار کے کمرے میں بیٹھے تھے۔

یہیں ہے۔آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔" بڑی سرکار نے پر سوچ سے بیٹھے شمشیر کو دیکھ پوچھا۔جوازلان کی موت کے بد ڈھل سے گئے تھے۔

"آپ نے فریہ کے بیٹے کو کیوں بچایا۔" اتنے دن سے ذہن میں کلبلاتا سوال آخر زبان پر لے ہی آئے۔

"ہم نے کسی کو نہیں بچایا۔" بڑی سرکار نے اپنے بیٹے سے نظر چرا کر بیڈ سے ٹیک لگا کر کہا۔

"تو میری آنکھوں میں دیکھ کر کہیں اماں سرکار!!!اس واقعی کے بعد آپ نے کہا تھا اب اس حویلی میں ایسی کوئی روایت نہیں چلے گی۔اب کوئی ونی نہیں ہوگی۔پھر آپ اپنی زبان سے کیسے پھر گئیں۔" شمشیر ملک شاید پہلی بار اپنی ماں سے اس لہجے میں مخاطب تھے۔

"ہاں کہا تھا، لیکن یہاں صورت حال مختلف ہیں ارمان کا خون لینے کا مطلب تھا یہ باب ہی بندہ ہو جاتا جبکہ ہم اس لڑکی کو پل پل اپنے سامنے تڑپتا دیکھنا چاہتے تھے۔" بڑی سرکار انہیں جواب دیتی اپنی آنکھیں موند گئیں۔

"تو آپ کب اسے تڑپا رہی ہیں، بلکہ میں نے تو اس دن سے اس لڑکی کو دیکھا تک نہیں۔ کونسا ظلم کر دیا آپ نے اس پر اب تک۔" شمشیر ملک کے لہجے میں اس وقت غصّہ بول رہا تھا۔

"زمانی کے حوالے کر دیا ہے میں نے اسے، اس عمر میں ہم اس کی چوکی داری نہیں کر سکتے۔" اپنے بیٹے کے تیز لہجے پر بڑی سرکار کا لہجہ خود با خود سخت ہو گیا۔

ھمم ! وہ سب ٹھیک ہے اماں سرکار ! ! الیکن اگر آپ کے اندر سالوں بعد" اپنی بیٹی کو دیکھ نواسی کی محبّت جاگ رہی ہے۔ تو اسے یہیں سلادیجئے "۔ میرے بیٹے کا خون اتنا سستا نہیں تھا۔

بڑی سرکار کی نظریں چرانا وہ اچھے سے سمجھ رہے تھے۔ جبھی غصّے سے بولتے شاید وہ پہلی بار اتنی بد تمیزی سے مخاطب تھے۔

شمشیر ملک مت بھولوں کس سے مخاطب ہے اور اگر آپ کو ایسا لگ رہا" ہے تو غلط لگ رہا ہے آپ کا بیٹا میرا پوتا بھی تھا۔ میں کسی کو نہیں بخشنے والی "۔

بڑی سرکار اپنے بیٹے پر ایک خائف نظر ڈال سخت لہجے میں انہیں باور کروا گئیں۔

مجھے آپ سے یہی امید تھی، اجازت دیجئے۔" شمشیر ملک اپنی ماں کو جلال میں آتا دیکھ ٹھنڈے پڑے ساتھ ہی ان کا ہاتھ چومتے کمرے سے باہر نکل گئے۔ بڑی سرکار کہ دماغ میں اس وقت بہت کچھ چل رہا تھا۔۔

عصر کے وقت گاؤں میں بڑے قد آور درخت کے نیچے تنے کو دونوں طرف ایک دوسرے کی جانب سے پشت لگا کر بیٹھے جاوید اور گل پریشان حال سے ڈھالتے سورج کو دیکھ رہے تھے۔ اکتوبر کا شروع تھا شام ڈھلنے کے ساتھ ہی ٹھنڈی سرد ہواؤں کے جھونکے جسم کو چھوتے کپکپی تاری کر رہے تھے۔۔

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"جاوید تم کب اپنے گھر والوں کو لاؤ گئے۔"

بیگنی رنگ کے جوڑے میں ملبوس گھٹنوں تک آتی قمیض پر ٹپیلا شلوار کے ساتھ ہم رنگ ڈوپٹہ سے منہ کو ڈھانپ کر بیٹھی گل چہرے پر بیزاری سجائے بیٹھی پوچھ رہی تھی جس کے پاس آج بھی مہینوں پرانہ جواب ہی حاضر تھا۔

"کہہ تو رہا ہوں، ایک بار میری نوکری شہر میں لگ جائے تو جلد ہی بات کروں گا۔"

جاوید اپنی حیثیت بہت اچھے سے جانتا تھا اور کچھ حویلی والوں کا ڈر بھی تھا جو کوئی انتہائی قدم اٹھانے سے روک رہا تھا۔

کب لگے گی تمہاری یہ نوکری وہاں حویلی میں میرے شادی کی تیاریاں ہو "رہی ہیں "

گل نے اپر آسمان پر چھائی شفق پر ایک نظر ڈال چڑ کر کہا جس کا کئی عرصے سے یہی جواب تھا۔

ہو جاے گی تم فکر نہیں کرو، اٹھو گھر جاؤ شام ڈھلنے والی ہے۔اس سے " "پہلے کے کوئی تمھیں یہاں دیکھ لے۔

جاوید نے اسے یونہی ٹالتے وہاں سے جانے کو کہا جو اس کے سر ہی ہو گئی تھی۔پر وہ بھی کیا کرتا مجبور تھا اپنے حالت کے ہاتھوں۔

ہاں !!! جا رہی ہوں تم بس روز یہی کہا کرو۔میں آخری بار بتا رہی ہوں " "تمھیں جاوید جو کرنا ہے جلدی کرو سمجھ گئے۔

گل کھڑی ہوتی پیڑ کی دوسری جانب گھوم کر آتی انگشت شہادت اٹھا کر اس پر اپنی بڑی بڑی آنکھیں نکال کر تمبیہ کرنے لگی تو وہ بھی مسکرا کر سر ہلا گیا ۔جب کے دور سے گزرتے بڑی سرکار کے ماتحت کی زیرک نگاھوں سے یہ منظر مخفی نہیں رہا تھا۔

"زمانی۔"

بڑی سرکار نے جھولے کے قریب ان کے پیروں کے پاس قریب ہی پاؤں دباتی زمانی کو اپنی سوچوں میں گم پکارا۔

"جی بڑی سرکار، حکم زمانی آپ کی غلام یہیں موجود ہے۔"

زمانی نے اپنی عادت کے مطابق چاپلوسی سے کام لیا۔

وہ لڑکی کہاں ہے۔" بڑی سرکار نے ایک دوسرے کی مخالف سمت میں پڑے سوفوں پر بیٹھی اپنی دونوں بہوؤں پر ایک نظر ڈال پوچھا۔

"آپ کے حکم کے مطابق میں نے گھر کے سارے کام اس کے زمے لگا دیے ہیں، توبہ توبہ بڑی سرکار وہ لڑکی تو بڑی ہی بدتمیز ہے جی۔"
زمانی نے اپنی بہترین کارکردگی کے بابت بتاتے اپنے چوڑے سے منہ کو مزید پھولا کر دونوں کانوں کو ہاتھ لگاتے تانیہ کی تعریف کی۔

زمانی اب مزید تانیہ کی بدتمیزیاں ایک کی چار لگا کر بڑی سرکار کے گوشہ گزار کر رہی تھی۔

بلا کر لاؤ اس لڑکی کو اور کہو بڑی سرکار نے بلایا ہے۔اپنی زبان کو اپنے منہ" میں رکھ کر آئے۔"زمانی کی زبانی پندرہ دن میں ہوئی ساری روداد سن بڑی سرکار ایک دم اشتعال میں آتی سامنے کھڑی ملازمہ پر چیخ پڑیں زمل (ملازمہ)انکے ایک دم چلانے پر اچھل کر"جو حکم" کہتی کانپتے پاؤں کے ساتھ حویلی کے دوسرے حصّہ کی جانب بڑھی۔

جب کے زمانی اپنا کام کر کے اب شطرانہ انداز میں مسکراتی تماشے کے انتظار میں تھی۔بڑی سرکار کا اس وقت غصّے سے برا حال تھا۔جھولے کے گرد پڑی لوہے کی زنجیر وپر اپنی گرفت مضبوط کرتی اپنا غصّہ ضبط کئے بیٹھی تھیں

۔

یہ لیں بڑی سرکار آگئی ماہ رانی۔"تین دن پرانے جوڑے میں ملبوس تانیہ" کو دیکھ مسکرا کر زمانی نے بڑی سرکار کی توجہ تانیہ کی جانب کروائی۔

سپاٹ چہرہ لئے پورے اعتماد سے کھڑی تانیہ کی آنکھوں میں ڈر اور خوف نام کی چیز ناپید تھی۔یہی وہ وجہ تھی جس کئی وجہ سے تانیہ بڑی سرکار کی آنکھوں میں ہر دم کھٹکتی رہتی تھی۔تانیہ کی شکل میں ایک بغاوت کرتا چہرہ نظروں میں گھوم جاتا اور پہلے سے بڑھ کر شدّت سے نفرت میں مزید اضافہ ہو رہا تھا۔

یہاں اؤ لڑکی۔" پیلی سی رنگت میں نڈھال سی تانیہ ان کے انداز تخاطب "، بھرپور دبدبے سے لبریز آواز سنیں کے باوجود ایک پل کو بھی نا گھبرائی تھی۔

جی بولیں۔"اس کا لہجہ آج بھی اتنا ہی ناگوار گزرا تھا جتنا پہلے روز۔۔"

یہاں اؤسنائی نہیں دیا۔"تانیہ کی ڈھٹائی پر بڑی سرکار اپنی بات کے نظر" انداز ہو جانے پر غصّے سے تیز آواز میں مخاطب ہوئیں تھیں۔

تانیہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ان کے جھولے کے پاس ذرا فاصلے پر اکر ٹھہر گئی۔عائشہ بیگم کے ماتھے پر ناگواری کے بل واضح تھے۔جب کے شاکرہ بیگم اس تماشے سے بیزار ہوتی ان سب پر ایک ناپسندیدہ نظر ڈالتی وہاں سے چلی گئیں۔اب ہال میں بیٹھی عائشہ اور زمانی کی نظریں تانیہ اور بڑی سرکار پر مرکوز تھیں۔

کیا سمجھتی ہو تم ہم نے تمہارا نکاح اپنے پوتے سے اس لئے کیا ہے کہ تم" "اس حویلی میں راج کرو یا پھر یوں دندناتی پھرو۔

بڑی سرکار تانیہ پر ایک نظر ڈال غصّے سے مخاطب ہوئیں جو بلکل خاموش کھڑی تھی۔تانیہ کے چہرے پر ایک تلخ مسکراہٹ رقصہ ہوئیں۔ بھلا یہاں کون ساراج کر رہی تھی وہ۔۔

اب بولو!!!بول کیوں نہیں رہیں کچھ ؟کل زمانی کے سامنے بڑی زبان" چل رہی تھی کیا کہا تھا تم نے زمانی سے ؟تم کسی بڑی سرکار سے نہیں ڈرتیں۔"بڑی سرکار اپنی چھڑی زمین پر ٹیک کر کھڑی ہوتیں تانیہ کی جانب آتی چھڑی زور سے زمین پر مار کر دھاڑیں۔

اپنی اوقات میں رہو لڑکی، تم صرف ایک وانی ہو خون بہا میں آئی ایک" ایسی لڑکی جس کی قسمت سے لے کر سانسوں تک کا فیصلہ کرنے کے حق "دار صرف ہم ہیں سمجھیں۔

تانیہ کے خاموش رہنے پر بڑی سرکار کچھ دیر پہلے کی زمانی کی لگائی ہوئی باتوں کے زیر اثر تانیہ کا منہ دبوچتی اپنا غصّہ نکال رہی تھیں۔

عائشہ بیگم بڑی سرکار کو یوں ایکدم جلال میں آتا دیکھ بھوکلا گئیں۔اس سے پہلے کے وہ مزید تانیہ کے ساتھ کچھ کرتیں یا پھر اس سب میں تماشائی بنی بیٹھ کر دیکھتی ایک مظلوم پر ظلم ڈھانے والوں میں سے ایک ہوتیں۔ بڑی سرکار کا ظلم دیکھنے کی تاب ان میں نہیں تھی اسی لئے جلدی سے اٹھتی کچن کی جانب چل دیں۔

آگئی سمجھ۔" بڑی سرکار اپنی عادت کے بر خلاف تانیہ کو زور سے پیچھے کو دھکیلتی اپنی نشست سمبھال گئیں۔جب کے مسکراتی نظرو سے یہ منظر دیکھتی زمانی کو منہ اتر گیا تھا۔وہ تو سمجھی تھی کہ اب بڑی سرکار تانیہ کو بہت سخت سزا سنانے والی ہیں۔ لیکن یہاں تو چال ہی الٹی ہو گی تھی۔۔۔

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

دفعہ ہو جاؤ یہاں سے،اور جب تک سامنے نہیں آنا جب تک میں نا کہوں" ۔زمانی لے جا اس بد بخت کو۔" بڑی سرکار غصّے میں ہانپتی ایک دم چیخی تھیں۔پیروں کے پاس بیٹھی زمانی یکدم بھوکلا کر کھڑی ہوتی بت بنی کھڑی تانیہ کو ہاتھ پکڑ کر کھینچتی دوسرے حصّے کی جانب لے گئی۔

لمبے لمبے سانس لیتی بڑی سرکار اپنا غصّہ کم کر رہی تھی جو کسی صورت کم ہونے میں نہیں آرہا تھا۔

Zubi Novels Zone

"دیکھو آریان ہم اپنی جانب سے پوری کوشش کر رہے ہیں کوئی سراغ ڈھونڈنے کی لیکن اس وقت موجود سارے ہی ثبوت اس لڑکے کے خلاف جا رہے ہیں۔"

اپنے گھر کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے آریان اور اس کا پولیس والا دوست دونوں ارمان کا کیس ڈسکس کرنے میں محو گفتگو تھے۔

"اس لڑکے کا کہنا ہے کہ ازلان اور اس کے بیچ لڑائی ضرور ہوئی تھی۔ لیکن گولی علی نے چلائی تھی۔"

آریان نے ایک بار پھر پریشانی سے کہا پچھلے ایک ہفتے سے وہ اسی سلسلے میں لگے ہونے کی وجہ سے گھر نہیں جا سکا تھا۔ عائشہ بیگم جب سے اب تک ہزار وفون کر کے اسے گھر آنے کا بول چکی تھیں لیکن اس کا ارادہ ثبوت لئے بغیر ہر گز جانے کا نہیں تھا۔

اب اس بات کی گواہی تو وہاں موجود لوگ ہی دے سکتے ہیں یہ پھر خود" علی۔"یوسف نے اپنے پریشان حال بیٹھے دوست پر ایک نظر ڈال کہا جو کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

اس وقت وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ماسوائے ان چار افراد کہ۔
آریان نے کچھ سوچتے یوسف کو بتایا۔

"علی کی گواہی ارمان کے خلاف ہے۔"
یوسف آریان کے علم میں لائے بغیر ہی اب تک کافی حد تک کیس کی انویسٹیگیشن کر چکا تھا۔لیکن نتیجہ اب تک صفر تھا

آریان برا نہیں ماننا۔ازلان کی بری عادات سے میں اور تم کیا پورا زمانہ ہی "واقف تھا، اگر وہ لڑکا کہ رہا ہے کہ اس نے اپنی بہن کی خاطر ہاتھ اٹھایا تھا تو مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ غلط ہو گا۔"

یوسف نے ایک نظر آریان کو دیکھ اسکا سامنا حقیقت سے کروایا جو وہ چاہ کر بھی نہیں کر پا رہا تھا۔

ہمم !اب معملے کو تم مجھ پر چھوڑ دو میں اس بار علی سے خود بات کروں گا"
۔"

علی کا اچانک ملک سے باہر چلے جانا بھی اب آریان کو کھٹک رہا تھا۔ جیسے یوسف کئی بار پن پائنٹ کر چکا تھا۔

"ہاں علی کہ علاوہ ایک گواہ اور موجود ہے ہمارے پاس۔"

یوسف کے انکشاف پر آریان نے اچھمبے سے اسے دیکھا بھلا اور کون ہو سکتا ہے۔

"وہ لڑکی جس کا نکاح تمہارے ساتھ ہوا ہے، اس کی گواہی بھی اس کیس میں اتنی ہی اہمیت رکھتی ہے جتنی وہاں موجود دوسرے لوگوں کی۔"

آریان کے حیران چہرے پر نظر ڈال یوسف نے اس کے علم میں مزید اضافہ کیا جواب پریشان سا اپنا ماتھا سلا رہا تھا۔

"لیکن تم جانتے ہو حویلی والے کبھی اسے ان سب مسئلوں میں نہیں پڑنے دیں گئے۔اور میں خود بھی اب یہی چاہتا ہوں کہ اسے اس کیس میں لائے بغیر ہی یہ معاملہ سلجھایا جائے۔"

آریان نے کچھ سوچتے یوسف سے کہا جو اس کی بات سے اتفاق کرتا سر ہلا گیا ،اپنی عزتوں کو لے کر وہ لوگ جس قدر جذباتی تھے یہ وہ اچھے سے جانتا تھا ۔

"چلو پھر ابھی کے لئے فی الحال مجھے اجازت دو۔ جیسے ہی کچھ پتہ لگتا ہے میں تمھیں بتاتا ہوں۔"

گھڑی پر ایک نظر ڈال یوسف نے اجازت چاہی جہاں رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ وہ یہ کیس اوفیشلی دیکھنے کے بجائے آریان کی ریکویسٹ پر یونہی چھان بین کر رہا تھا۔

"خیال رکھنا اپنا،اور جیسے ہی کچھ پتہ لگے مجھے انفارم کرنا۔"

اس سے مصحفہ کرتا آریان اسے ایک بار پھر تمبیہ کرتا ہوا بولا تو یوسف مسکرا کررہ گیا۔جانتا تھا اس کا یہ دوست جب تک معملے کی طے تک نہیں پہنچ جائے گا سکون سے نہیں بیٹھے گا۔

"تو بے غم ہو جا میرے بھائی،اب اس کیس کی زمہ داری میری ہے اور مجرم کوئی بھی ہو اسے سزا ضرور ملے گی۔اب تو ذرا اپنے گھر پر ہی دھیان دے۔"

یوسف خوش دلی سے اسے بے فکر ہونے کا کہتا اخر میں تانیہ کی جانب اس کی توجہ کروانے لگا۔جواب خود بھی متفکر سا اس بارے میں سوچ رہا تھا۔ان سب چکروں میں وہ اسے تو بلکل بھول ہی بیٹھا تھا۔

چل میں نکلتا ہوں، تو بھی اب آرام کر۔"یوسف آخری رسمی کلمات ادا کرتا باہر چلا گیا۔جب کے آریان ایک گہری سانس بھرتا سوچوں میں گم اپنا آگے کا لائحہ عمل طے کر رہا تھا۔۔۔

"اف ماہ نور مجھے تو فکر ہو رہی ہے پتہ نہیں دادی سرکار نے ہمارا بلاوا کیوں بھیجا ہے۔"
پچھلے ادھے گھنٹے سے نور کمرے میں جلے پیر کی بلی کی طرح مارچ کرتی ساتھ ساتھ اپنے اندازے لگاتی بڑبڑا کر اپنے ساتھ ماہ کو بھی پریشان کر رہی تھی۔

"اف نور!!! تم تو چپ کر جاؤ، مجھے تو لگ رہا ہے زمانی نے اس دن والی بات بتا دی ہے دادی سرکار کو۔"

نور متفکر سی چہرے پر پریشانی سجائے پریشان حال بیٹھی تھی۔

"نہیں نہیں !! اللہ نا کرے ایسا ہو۔"

نور بڑی سرکار کی سزاؤں سے اچھے سے واقف تھی اسی لئے ایک جھر جھری بھر کر رہ گئی۔

اب تو وہاں جا کر ہی پتہ لگنا ہے۔اب چلو زمانی صاحبہ کہ کر گئیں تھی کہ " ادھے گھنٹے بعد ہم تشریف لے آئیں۔"

ماہ ہو نزپریشان کھڑی نور کو گھڑی پر ایک نظر ڈال کندھے سے کھینچتی بڑی سرکار کی کمرے کی جانب بڑھی۔

اب دروازے پر کھڑی دونو آنکھوں سے پہلے تم جاؤ پہلے تم جاؤ کا اشارہ کرتی فریز ہو کر رہ گئیں تھیں۔

چلو۔"نور نے مصنوعی غصّے سے اسے گھور اندر کو دھکا دیا جب کے ماہ جلدی سے اسے پیچھے کو دھکا دیتی سائیڈ پر ہو گئی۔

پہلے تم۔"نور کی ایک ہی گردان پر ماہ نے ہاتھ سے اسے جانے کا اشارہ کیا" ۔

نہیں پہلے تم۔"نور نے ایک بار پھر ہاتھ سے پکڑ کر سامنے لا کر کھڑا کیا۔"

اچھا روکو، ہم دونوں ساتھ چلتے ہیں۔"گونگی ہو کر دونوں اس وقت" اشاروں سے باتیں کرتیں دیکھنے والوں کو یقیناً پاگل ہی لگتیں۔

گڈ آئیڈیا!"نور ایک دم خوش ہوتی اس کے برابر کھڑی ہوئی۔"

پہلے ایک دوسرے کو دیکھ دونوں نے ایک گہری سانس بھری جیسے محاذ سر کرنے جارہی ہوں۔ایک مسکراتی نظر کا تبادلہ کر جیسے ہی ہاتھ دروازہ کی جانب بڑھایا تو وہ ہوا میں ہی معلق رہ گیا۔

دوسری جانب سے دروازہ کھولتی زمانی دونوں کو دیکھتی شرارت سے مسکرائی۔دوسری جانب ماہ اور نور کھسیانہ سا ہنس کر رہ گئیں۔

"لیجیئے بڑی سرکار ماہ اور عین بی بی آگئیں ہیں۔"

بھر بھر کر لگائے گئے کاجل سے لبریز آنکھوں کو باہر نکالے زمانی نے گویا نور اور ماہ کو قربانی کا بکرا بنا کر ان کے اگئے پیش کیا۔

"السلام علیکم دادی سرکار۔"

دونوں نے یک زبان سلام جھاڑا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"وعلیکم اسلام جیتی رہیے، خوش رہیے، اندر تشریف لائیے۔"

دونوں کے فق چہروں پر ایک نظر ڈال بڑی سرکار کا انداز ہی نرالہ تھا۔

"جی۔جی دادی سرکار، وہ زمانی کہہ رہی تھی۔۔آپ نے ہمیں یاد کیا۔"

ڈرتے ڈرتے بڑی مشکل سے ماہ نے یہ لفظ ادا کیئے تھے۔جب کے زمانی تو ان دونوں کے چہرے کی اڑی ہوئی ہوائیاں دیکھ اپنے کارنامے پر مسکرا رہی تھی۔

ہاں! ہم نے یاد کیا کوئی مسلہ؟" بڑی سرکار کی رعب دار سوالیہ" انداز پر دونوں گڑبڑا کر رہ گئیں۔

"نہیں۔۔۔نہیں دادی سرکار ہم تو یوں ہی پوچھ رہے تھے۔"

نور نے کھسیا کر مصنوعی مسکرا کر اٹک اٹک کر کہا۔

زمانی آج باورچی خانے میں سارا کام، دوپہر اور رات کا کھانا یہ سب "
"تمہاری نگرانی میں ماہ نور اور نور العین بی بی بنائیں گی۔
بڑی سرکار کی چھوٹی سی سزا پر نور کو تو مانو کسی نے پہاڑ سر کرنے کو بول دیا
، مطلب کھانا پکانا اوففففف۔۔۔۔

جی بہتر بڑی سرکار۔" زمانی نے اپنی موٹی اور بھاری سی آواز پر لبیک کہا۔"

"جائے آپ دونوں کوئی شکایات نہیں ملنی چاہیے ہمیں۔"
ان دونوں کو دیکھ بڑی سرکار نے آخر میں تنبیہ کرنا ضروری سمجھا۔ جب کہ
ماہ نور تو اتنی چھوٹی سی سزا پر خوشی سے جھوم رہی تھی۔ جب کہ بڑی سرکار
کی سزا سن زمانی کے تو ارمانوں پر ٹھنڈا پانی گر گیا ہو۔

جی بہتر دادی سرکار۔"بڑی کوئی مریل آواز نور کے حلق سے برآمد ہوئی" تھی۔

اورہاں! آیندہ اپ دونوں مجھے ادھر ادھر گھومتی نظر نا آیے گا ورنہ اس" "بار انجام اچھا نہیں ہو گا۔

بڑی سرکار اپنی بڑی پوتی کی شرارتی طبیعت سے اچھے سے واقف تھیں۔جب کے ماہ کا

تو وہ والا حساب تھا کہ گیہون کے ساتھ تو گھن بھی پستا ہے۔

دونوں نے ایک دوسرے کو ایک نظر دیکھ،اب وہاں سے جانے میں ہی آفیت جانی۔

بغیر پیٹھ دیے دونوں کمرے سے نکلتی سرپٹ دوڑتی اپنے کمرے میں ہی رو کی تھیں۔

زمانی۔۔"زمانی جو اسی سزا پر گزارا کرتی اب مسکراتی نظروں سے دروازہ" دیکھ رہی تھی فورا بڑی سرکار کی جانب متوجہ ہوئی۔

حکم بڑی سرکار۔"زمانی فورا ان کے پیروں میں بیٹھ کر بولی۔"

"دھیان رکھنا دونوں کا،مزید کسی کوتاہی کی گنجائش باقی نہیں ہے۔" بڑی سرکار کی اتنی ہی تنبیہہ ان دونوں کی لئے بہت تھی۔وہ دونوں اچھے سے سمجھ گئیں تھی کہ وہ کس بارے میں بات کر رہی ہیں۔

"جی بڑی سرکار۔"

میں جاؤں۔"ان کا حکم بجالاتے زمانی نے جانے کی اجازت چاہی۔اب" ان دونوں کی بھی تورونی شکلیں دیکھنی تھیں۔

ہاتھ کی اشارے سے پرے کرتے انہوں نے جانے کو کہا تو زمانی خوش ہوتی ان دونوں کے کمرے کی جانب بڑھی۔

منحوس زمانی کیڑے پڑے تجھے،اللہ کرے طے خانے کا سانپ کاٹ لے" تجھے،تورات کو سوئے اور چڑیل تیرے برابر میں اکر لیٹ جائے۔ بھوت بنگلا۔نہیں بھوت جھونپڑا بن جائے تیرا گھر، تیل میں چکٹے گندے بالوں والی زمانی۔ی ی ی۔۔"

نور دوپہر کے لئے کھانا بناتی ساتھ ساتھ پاس بیٹھی زمانی کو بھی کوس رہی تھی جو بڑی سرکار سے ان کی شکایت لگا کر اب کان بند کئے بیٹھی تھی۔ جیسے کچھ سنائی ہی نہ دے رہا ہو۔ بس مسکراتی نظروں سے اپنی کام چور بی بی کو کام کرتے دیکھ رہی تھی جو چیزیں پٹخ پٹخ کر کام کر رہی تھی۔ ماہ تو بس ان دونو کو دیکھ رہی تھی جبکہ زمانی اپنی جوابی کروائی میں بس مسکرا دیتی اور یہی بات نور کو تپانے میں مزید اگ کا کام کرتی۔ اب نور زمانی کو اول فول بکتی خود ہی اپنے جملے سہی غلط کر رہی تھی۔

"نور جلدی کرو، دوپہر کا کھانا لگانے میں بس کچھ ہی دیر باقی ہے۔"

تانیہ کو تو زمانی نے دوسرے کاموں میں لگا دیا تھا پچھلے دو گھنٹے سے کچن میں کھڑی دونوں اب پاگل ہونے کے درپر تھیں۔ جہاں گھڑی کو ایک کا ہندسہ پار کرنے میں بس آدھا گھنٹہ باقی تھا۔

ہاں کر تو رہی ہوں، مشین تھوڑی ہوں۔اپر سے یہ منحوس زمانی ہر کام" میں میری سوتیلی ماں کی طرح نقص نکالے جا رہی ہے۔۔،

اللہ کرے زمانی تم۔۔تم اس کرسی سے ہی گر کر مر جاؤ۔تمہاری ساری "ہڈیان ٹوٹ جائے، تم لولی لنگڑی ہو جاؤ گندی دیہاتن۔

نور مزے سے کرسی پر سیب کھاتی زمانی کو دیکھ غصّے اور جھنجلاہٹ میں کوسے دینے میں مصروف تھی جو اس کا غصّہ دیکھ بس مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔جانتی تھی نور بی بی کی تو جان جاتی ہے کچن اور گھر کے کام پر ماہ بیچاری تو ان دونوں کی تکرار میں پھانسی بڑابڑتی زمانی کو بددعایں دیتی نور کو دیکھتی تو کبھی ٹیبل پر فروٹ باسکٹ سے سیب نکال نکال کر کھاتی زمانی کو جو بڑی سرکار کی شے پر اپنے ابا کی حویلی سمجھ کر گھومتی تھی۔۔

سارا دن کی تھکی ہاری تانیہ اس وقت اندھیرے کمرے میں واحد بلب کی جلتی روشنی کی جل بوجھ میں آسمان سے برستی موسلا دھار بارش پانی کو دیکھ رہی تھی۔ آج صبح سے ہی بارش وقفے وقفے سے جاری تھی۔ اس وقت رات کے دوسرے پہر بارش زور پکڑ چکی تھی۔ آسمان پر کڑکڑاتی بجلی اور ساتھ ہی چلتی ٹھنڈی یخ ہوا جو حواس تک جھنجھوڑ رہی تھی۔ ایسے میں خالی کمرے میں ٹھنڈی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھی تانیہ کبھی آسمان کو دیکھتی تو کبھی اپنے کھردرے ہاتھوں کو جو کام کر کر کے خراب ہو گئے تھے۔ کریم نا لگانے کے باعث اب ہاتھوں پر سے کھال بھی اکھڑنا شروع ہو چکی تھی ۔ لمبے تراش خراش کئے گئے ناخون جگہ جگہ سے ٹوٹ کر عجیب ہی شکل اختیار کر گئے تھے۔ پچھلے ایک ماہ میں یہاں گزارے وقت کو سوچ آنکھوں سے آنسو کی لڑی جاری تھی۔ جس کا جب دل چاہتا بے عزت کر رہ جاتی دیتا اسے باتیں سنا دیتا اور تانیہ اپنی بے بسی پر صرف خاموش ہو کر

۔ایک ماہ ہونے کو آیا تھا لیکن گھر سے کسی نے پلٹ کر اس کی خبر تک نہیں لی تھی، شاید وہ بھی اب اسے اس زندان میں پھینک بھول گئے تھے۔ بد گمانی اس وقت تانیہ کے دل میں پنجے گاڑے بیٹھی تھی۔ بارش حویلی کے صحن پر ٹڑ ٹڑ برستی اس خوفناک رات میں مزید خوف پیدا کر رہی تھی

.اندھیرے سے خوف کھانے والی تانیہ کو اب اس سب سے کوئی فرق نہیں پڑھتا تھا۔ جسم پر کسی اور کہ استعمال شدہ کپڑے گورے نرم و ملایم پیر سوج کر جگہ جگہ سے پھٹ چکے تھے۔ سردی کے باعث طبیعت کی خرابی میں گرم تپتا ہوا ما تھا بھی اس کے جسم میں کوئی حرکت پیدا نہیں کر سکا۔ایک ہی زاویہ سے بیٹھی بلب کی جلتی بوجھتی روشنی میں لال ہوتے آسمان پر بجلی کی کڑک دیکھتی سردی سے کپکپا رہی تھی۔آنکھوں سے اشک رواں تھے جو زمین پر گر بے مول ہو رہے تھے ایک دم بادلوں کی گرج سے بجلی چمکنے اٹھا اور دوسرے ہی لمحے کے باعث کھڑکی سے آتی روشنی میں کمرہ جگمگا گاہ واحد بلب کی جلتی بجھتی روشنی مکمل بجھتی وہاں تاریکی پھیلا گئی۔۔۔۔

وہ اجالوں کی عادی لڑکی

اب اندھیرو میں ڈوب گئی

بارش کے قطرے کی مانند وہ لڑکی

اب قطرہ قطرہ بہ گئی

گرجتے بادل، برستی بارش کی دیوانی لڑکی

اب انہی اندھیروں میں ڈوب گئی

(ایمن احسان)

کیا بکواس کر رہے ہو۔ تمہاری ہمّت کیسے ہوئی یہ بات زبان پر لانے کی" ماہ نور اور ضیغم دونوں ہمارے پوتی پوتا ہیں تم ہوتے کون ہو یہ فیصلہ کرنے "والے۔

وقار ملک نے ماہ سے شادی کی شرط ابھی صرف بڑی سرکار کے سامنے ہی رکھی تھی کہ وہ ایک دم غصّے سے پاگل ہو تیں ان پر چڑھ دوڑیں۔

اماں سرکار! ! ایسا بھی کیا غلط کہہ دیا، آریان کو تو اس سب میں کوئی دلچسپی "نہیں ہے میرا ضیغم تو ان کا بازو بنانا چاہتا ہے۔"
وقار ملک بڑی سرکار کو غصّے میں دیکھ پہلے تو خود گڑبڑا گئے۔ لیکن پھر جلدی سے سنبھل کر لفظوں کو ماپ تول کر بولے۔۔

بازو بنانا ہے تو تایا کے شانہ بشانہ کھڑا ہو، ان کی کرسی پر بیٹھنا یہ کون سا بھلا "چاہ رہے ہو تم اور تمہارا بیٹا۔"
بڑی سرکار وقار ملک کو اچھے سے جانتی تھیں جبھی سامنے بیٹھے اپنے پوتے اور بیٹے دونوں کو گھورا۔

Zubi Novels Zone

نہیں۔۔ نہیں میرا وہ مطلب نہیں ہے اماں سرکار وہ جگہ تو ہے ہی بھائی" صاحب کی میں تو کہ رہا تھا۔اب ان کی عمر ہو گی ہے وہ گھر میں بیٹھیں میرا "بیٹا سب سمبھال لے گا۔

وقار ملک نے بڑی چالاکی سے ترپ کا پتہ پھینکا۔

عمر تو اب تمہاری بھی ہو گئی ہے۔بہتر ہے یہ چال بازیاں چھوڑ کر اللّٰہ اللّٰہ "کرو۔

بڑی سرکار کے کہنے پر وقار ملک کھسیا کر رہ گئے۔جب کے ضیغم دوسری جانب منہ پھیر کر اپنی مسکراہٹ روک رہا تھا۔

ضیغم تمھیں کوئی اعترض ہے ہماری پوتی سے شادی کرنے پر۔"وقار" ملک کو گھور بڑی سرکار نے اب ضیغم کو اڑے ہاتھوں لیا۔

نہیں۔۔ نہیں دادی سرکار بھلا مجھے کیا اعتراض ہو گا۔ جو آپ کا فیصلہ ہو گا"

"وہی میرا بھی ہے۔

جلدی سے سنجیدہ تاثرات لئے ایک نظر اپنے باپ کو دیکھ کہا۔ جب کے

بڑی سرکار مطمئن سی ہوتی بیڈ کے سرھانے سے پشت لگا گئیں۔

وقار ملک نے ایک نظر بڑی سرکار کو دیکھ ضیغم کو گھورا جو معصوم شکل

بنائے بڑی سرکار کی جانب اشارہ کرتا "میں کیا کہ سکتا ہوں" کہ کر کندھے

اچکا گیا۔۔۔

بڑی سرکار کو آنکھیں موندے دیکھ وقار ملک نے ضیغم کو اشارہ کیا جو

جلدی سے کھڑا ہوتا ان کے ہم قدم ہوا۔

"بیٹھو وقار، ضیغم تم جاؤ بیٹے۔" دونوں کو ایک ساتھ رکتے دیکھ بڑی سرکار نے وقار صاحب کو اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا جب کے ضیغم سر ہلاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

جی اماں سرکار بولیں۔" وقار ملک انہیں خاموش دیکھ بولے۔"

"الیکشن کے بعد میرے خیال سے ضیغم اور ماہ نور کی شادی کر دینی چاہیے ۔۔"

بڑی سرکار نے انہیں دیکھ اپنی رائے سے ہمکنار کیا۔جب کے اس بارے میں ان کی پہلے ہی شمشیر ملک سے بات ہو چکی تھی۔

جیسا آپ کو بہتر لگے اماں سرکار۔" ناچاہتے ہوئے بھی انہیں حامی بھرنی پڑی۔

"ساتھ والے گاؤں سے بڑی حویلی سے نور العین بیٹی کے لئے ظفر صاحب کے پوتے کا رشتہ آیا ہے۔ لڑکا شہر میں ہی رہتا ہے۔ میں نے آریان بیٹے سے کہا تھا انہوں نے ساری چھان بین کر لی ہے۔ تم چاہو تو اپنی طرف سے تسلی کر لو۔"

بڑی سرکار نے پاس گاؤں کی بڑی حویلی والوں کی جانب سے بھیجے گئے رشتے کے بابت انہیں بتایا۔

"اتنی کیا جلدی ہے اماں سرکار ابھی تو اس کی پڑھائی مکمل ہوئی ہے پہلے ضیغم اور ماہ کی شادی کر دیتے ہیں۔"

وقار ملک کو ان کی اولاد سے مطلق اتنا بے خبر رکھنے پر جی جان سے غصّہ آیا
۔

"جلدی کون سی ہے نور تو ماہ بیٹی سے چند مہینے بڑی ہی ہیں، بس ہم نے کہہ دیا تینوں بچوں کی ساتھ ہی شادی ہو گی۔ یاد رکھو ہمارے یہاں خاندان سے باہر شادی نہیں ہوتی، آج یا کل نور کی شادی وہیں ہونی ہے۔"

وقار ملک کی بے تکی باتوں پر بغیر کان دھرے بڑی سرکار نے اپنا فیصلہ سنایا
۔

"جی بہتر، لیکن مجھے اس لڑکے میں ذرا بھی کوئی کھوٹ نظر آیا تو میں نور کی شادی وہاں ہرگز نہیں کروں گا۔"

اب کے وقار ملک سنجیدگی سے معملے کی نوعیت کو سامنے رکھتے اپنی رائے سے اگاہ کرنے لگے، اب بات ان کی بیٹی کی تھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"امید ہے تم جلد ہی نور کی شادی کی تیاریوں میں مصروف نظر اؤ۔" اپنا آخری فیصلہ سناتے گویا انہوں نے بات ہی ختم کر دی۔

وقار ملک نے اب صرف سر ہلانے پر اتفاق کیا۔

جا سکتے ہیں اب آپ بھی۔" بڑی سرکار نے اپنے پیر بیڈ پر پسارتے انہیں" جانے کی اجازت دی۔

وقار ملک کا خرآفتی دماغ اس وقت کہیں اور ہی پہنچا ہوا تھا۔ بڑی سرکار کی آواز پر ایک گہری سانس بھر کر دونوں گھٹنوں پر ہاتھ دھر کر کھڑے ہوتے باہر کو بڑے ہی تھے کہ بڑی سرکار نے ایک بار پھر مخاطب کیا۔

"یاد رکھنا تمہاری اس شرط کا پتہ اگر شمشیر کو لگا تو اچھا نہیں ہو گا۔"

بڑی سرکار انہیں جاتے جاتے بھی تنمبیہ کرنا نہیں بھولیں۔جو باظاہر توان کے حکم پر سر خم کرتے باہر کو بڑھ گئے جب کے دماغ نے بہت کچھ کرنے کی ٹھان رکھی تھی۔

"آریان تم حویلی نہیں گئے ہو کیا اب تک۔"

یوسف اور آریان اس وقت ایک کوفی شاپ میں بیٹھے باتوں میں مصروف تھے۔جب یوسف نے سامنے بیٹھے آریان سے پوچھا۔

گیا تھا یار!پر تم جانتے ہو وہاں کا ماحول اچھے خاصے بندے کو وحشت"

"طاری ہو جائے۔

آریان نے ایک سپ بھرتے بے زاری سے کہا جب کہ یوسف مسکرا کر رہ گیا۔

"تو اس لڑکی سے ملاقات ہوئی تمہاری۔"

اب یوسف ڈائریکٹ اپنے مدعے پر آیا۔

نہیں یار کہاں ہو پائی میں صبح گیا اور شام کو ہی روانگی لینی پڑ گئی۔ آفس میں "ایک ایمرجنسی ہو گی تھی۔

آریان نے ہفتہ بھر پہلے کی اپنی جانے کے بابت تفصیل سے بتایا۔ جب کے باقی کی بات گول کر گیا۔

"بڑی سرکار وہ لڑکی کہاں ہے۔" حویلی پہنچتے ہی آریان کا بڑی سرکار سے پہلا سوال یہی تھا۔ جب کے وہ یوں اسے اچانک سامنے دیکھ اور تانیہ کے بابت پوچھتا دیکھ چونک گئیں۔

"اپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟" بڑی سرکار کو اس کے تیور کچھ خاص اچھے معلوم نہیں دے رہے تھے۔

"مجھے کچھ ضروری بات کرنی ہے ان سے۔"
آریان نے اس کیس سے سب کو لاعلم ہی رکھا تھا۔

"کون سی ضروری بات؟" اب کے بڑی سرکار نے اسے گھورا۔

آپ پلیز!!اسے بلا کر بیٹھک میں بھجیں۔"آریان نے کہتے ساتھ ہی" قدم آگے بڑھائے۔

رک جاؤ آریان!!!آپ کو ایسا کیوں لگا ہم آپ کو اس لڑکی سے ملنے دیں" گئے۔"بڑی سرکار نے کڑے تیور لئے طنزیہ گھورا۔

"کیا مطلب ہے دادی سرکار،کیوں ملنے نہیں دیں گی آپ۔"
ان کا موقف فلحال آریان کی سمجھ سے باہر تھا۔

کیوں سے کیا مراد ہے۔وہ لڑکی وانی کے طور پر یہاں موجود ہے۔پردہ" ہے اس کا آپ تمام مردو سے سمجھے۔"بڑی سرکار کی اس بے تکی بات پر آریان انہیں دیکھتا رہ گیا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"وانی ہے بھی تو اس گھر میں کس سے پرداہ ہے اس کا۔"

آریان جب اس حویلی میں آتا تھا، ہر بار یہاں کا کوئی نیا اصول اس کا منتظر ہوتا تھا۔

کہ دیا تو کہ دیا سب سے پرداہ ہے اس کا وانی سنسار کر دیا تھا۔ اسے سمجھ "
"آئی۔ مزید کوئی بحث نہیں ہو گی۔۔

بڑی سرکار کی تیز آواز نے اب آریان کو خاموش ہونے پر مجبور کر دیا تھا ۔جب کے پیچھے سے گزرتی تانیہ کو جب کسی کے منہ سے اپناذ کر سنائی دیا تو قدم خود بخود اس طرف چلے آئے۔ پر بڑی سرکار کی بنا سر پیر کی لاجک سن اور مقابل کا خاموش ہونا دیکھ چپ چاپ وہاں سے نکل گئی۔ اس کی باتوں سے اتنا تو اسے پتہ چل ہی گیا تھا کہ وہی ہے جس کے ساتھ اس کا نکاح ہوا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

اپ بات کو سمجھ نہیں۔۔"آریان نے ایک بار پھر کچھ بولنے کی کوشش" کی۔

چپ بلکل چپ، سمجھ نہیں آرہی تمھیں اماں سرکار کیا کہ رہی ہیں چلو" "یہاں سے۔

عائشہ بیگم آریان کی حد دھرمی اور بڑی سرکار کا غصّہ دیکھ جلدی سے خود آگے بڑھتیں اسے اپنے ساتھ لے گئیں۔

"اماں سرکار کیا ہوگیا ہے اپ لوگوں کو، یہ کیا جہالت مچا رکھی ہے۔" آریان ان کے ساتھ کمرے میں داخل ہوتا چڑ کر بولا۔

"یہ تو تم بتاؤ گئے کیا مسلہ ہے تمہارے ساتھ، ایسی کون سی بات کرنی ہے" "جس کے لئے اتنا ہنگامہ مچا رکھا ہے۔

عائشہ بیگم نے اسے گھور کر غصّہ سے پوچھا۔

"کرنی ہے بات آپ کو نہیں بتا سکتا، بس آپ میری ملاقات کروادیں۔۔" آریان کی سوئی اب بھی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

کیا چاہتے ہو تم؟ تم یہاں کیوں نیا فساد چھڑوانہ چارہے ہو، جانتے نہیں ہو" وہ لڑکی اس گھر کی وانی کے ساتھ ساتھ تمہاری پھپھی کی بیٹی بھی ہے اس" پھپھی کی بیٹی جس کی وجہ سے تمہاری چھوٹی پھپھی برباد ہو کر رہ گئی۔

اس کی ایک ہی رٹ سن عائشہ بیگم کا غصّہ سے برا حال تھا۔اسلئے اسے اس معملے سے دور ہی رہنے کا اشارہ کیا۔تانیہ کا آریان کے سامنے آنا کسی بھی تباہی سے کم نا تھا۔

جبکہ آریان انہیں بھی غصّہ میں آتا دیکھ فلحال خاموش ہوتا صبح کے بجائے شام کو ہی وہاں سے واپس اگیا۔جانتا تھا اگر بڑی سرکار نے بول دیا نہیں تو مطلب نہیں۔اب پہلے وہ اس کیس کے لئے جب تک کوئی ٹھوس ثبوت نہیں جما کرلیتا واپس نہیں جائے گا۔

بھائی کہاں کھو گئے یار!"آریان کو سوچوں میں گم دیکھ یوسف نے پکارا۔"

"کہیں نہیں، تم بتاؤ کوئی ثبوت ہاتھ لگا کہ نہیں۔"
اپنی سوچوں کو جھٹک کر آریان یوسف کی جانب متوجہ ہوا۔

فلحال تو نہیں یار!!!!تم ایک کام کرو کچھ بھی کر کے علی کو یہاں بلانے" کی کوشش کرو۔جب تک وہ ہمارے ہاتھ نہیں آتا ہم کسی بھی نتیجے پر نہیں "پہنچ سکتے۔۔

یوسف نے آریان کو سوچوں میں غرق دیکھ علی کو بلانے کے ساتھ ساتھ آگے کالآئحہ عمل بھی اس کے ساتھ طے کیا جس پر اب جلد ہی ایکشن لینا تھا

--

ارمان بیٹا بات سنو!!!"سیڑھیوں سے اپر کی جانب جاتے ارمان کو دیکھ" فاریہ بیگم نے پکارا جو وہیں ٹھہر تو گیا۔ مگر پلٹا نہیں۔

یہاں اؤ میرے پاس۔"وہاں سے انے کے بعد ارمان نے بہت شور مچایا" تھا۔ جس پر شعیب صاحب نے اسے بڑی مشکلوں سے معملے کی سنگینی سمجھاتے روک رکھا تھا۔

لیکن جب سے ارمان نے دونوں ماں باپ سے بات کرنا ترک کی ہوئی تھی۔ شاید غصّہ یا پھر ناراضگی کا اظہار تھا۔۔

جی موم کہیئے۔" چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر چلتا ہوا ارمان فاریہ بیگم کی" جانب آیا۔

یہاں بیٹھو میرے پاس۔" اپنے برابر ہی بیٹھنے کو جگہ بنائی۔"

ناراض ہو اب تک۔" ارمان کے سنجیدہ تاثرات دیکھ پوچھا۔"
جبکہ ارمان استہزایہ سا مسکراتا خاموش تھا۔

دیکھو جو ہوا، وہ بہت غلط تھا۔ تمھیں کیا لگتا ہے میں تانیہ کو خوشی سے"
"وہاں چھوڑ کر آئی ہوں۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

فاریہ بیگم نے اس کا لاپرواانداز دیکھ بات کا آغاز کیا۔ جو ہونز خاموش تھا۔

"اگر تمھیں یہ لگ رہا ہے کہ تمہارے بابا اپنی بیٹی کو وہاں چھوڑ، ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہیں تو بالکل غلط لگ رہا ہے۔"

ارمان بس خاموشی سے انہیں سن رہا تھا۔ وہ اپنے ہنس مکھ سے بیٹے کو دیکھ رہی تھیں۔ جس نے مسکرانا ہی چھوڑ دیا تھا۔

"تمہارے بابا اپنی طرف سے معملے کی جانچ کروا رہے ہیں لیکن وہ لڑکا جو قاتل ہے ملک سے باہر چلا گیا ہے۔ گاؤں میں بڑے اصل اسوخ والے لوگ ہیں وہ لوگ مجھے ڈر ہے کہ ہماری کوئی بھی جلد بازی تانیہ کی زندگی کو خطرے میں ڈال سکتی ہے۔"

فاریا بیگم اپنے گاؤں کے لوگوں کو اچھی طرح جانتی تھیں۔ جو اپنا گنہا کسی اور کہ سر ڈالنے میں ماہر تھے۔

اور تانیہ اس سب میں اس کا کیا قصور تھا۔اسے کیوں چھوڑ آئے اپ ان "
"ظالم لوگوں کے پاس۔

اتنی دیر سے خاموش بیٹھا ارمان اب غصّے سے بولا تھا۔پتہ نہیں اس کے ماں باپ کو کیا ہو گیا تھا۔کیس وہ نہیں کر رہے تھے۔تانیہ کو بھی وہیں چھوڑ آئے تھے۔بس اپنی جانب سے تفشیش میں لگے ہوئے تھے۔

فکر نہیں کرو۔میں تمھیں یقین دلاتی ہوں تمہاری بہن کو اس گھر میں کچھ " نہیں ہو گا۔ہاں تھوڑی مشکلیں ہیں لیکن تم اچھے سے جانتے ہو تانیہ کو!! وہ صرف اتنا برداشت کرے گی جتنی اس میں سکت باقی ہے۔اپنے ساتھ نا انصافی کرنے والوں کو بہت اچھے سے جواب دینا جانتی ہے وہ۔"

وہ حویلی ان کا اپنا گھر تھا۔ پتہ نہیں انہیں کیوں یہ یقین تھا کہ وہ وہاں محفوظ ہے۔ جبھی وہ اطمینان سے تھیں۔ اور اب ارمان کو بھی حوصلے سے کام لینا کا سبق پڑھا رہی تھیں۔

آپ کو وہ ظالم لوگ اب بھی غلط نہیں لگتے مجھے سمجھ نہیں آ رہی۔ شعیب" صاحب پاکستان کہ جانے مانے بسزنس مین ان۔۔ ان گاؤں والوں سے ڈر رہے ہیں۔ نہ صرف ڈر رہے ہیں بلکہ اپنی لاڈلی بیٹی کو ان کے سپرد کیئے بے "فکر بیٹھے ہیں۔۔

فاریہ بیگم کا اطمینان ارمان کو ایک آنکھ نا بھایا۔ جبھی غصّے سے اپنی جگہ چھوڑ کر غصّے سے بلند آواز میں اپنی ماں سے مخاطب ہوا۔ شاید یہ بدتمیزی زندگی کی پہلی تھی۔

ہاں! کیوں کہ وہ میری بیٹی ہے جو چاہوں فیصلہ لوں، تم ہوتے کون ہو"
"مجھ سے اختلاف کرنے والے۔

اس کی بلند آواز پر اپنے کمرے سے باہر آتے شعیب صاحب غصّے سے چنگھاڑے۔

تو ٹھیک ہے۔اب تک آپ کی بات مانی اب میں اپنی بہن کو خود ان"
لوگوں سے آزاد کرلاؤنگا۔اب چاہے اس میں میری جان ہی کیوں نا چلی
"جائے۔

غصّے سے پاگل ہوتا ارمان جو منہ میں آیا وہ بولتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔جب کے فاریہ بیگم اسے غصّے میں دیکھ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر رہ گئیں۔

"شاید مکافت عمل اسی کا نام ہے۔"

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

شعیب صاحب کو یونہی غصّے میں کھڑا دیکھ فاریہ بیگم غیر مری نکتے پر نظر ڈالے اپنی سوچوں میں گم گویا ہوئیں۔ شعیب صاحب حقیقت سے سامنا کیئے بنا وہاں سے چلے گئے۔

"نور۔۔نور کہاں ہو۔"

ضیغم آج حویلی میں ہی تھا۔ نور کی تلاش میں آوازیں دیتا اس کے کمرے کی جانب آیا۔

"ہاں جی کیا ہوا۔"

نور اپنے بھائی کو دروازے پر کھڑا دیکھ مخاطب ہوئی۔ جبکہ ماہ نے جلدی سے اپنے آنسو صاف کیئے۔

کچھ نہیں تم بتاؤ کیا کر رہی ہو۔" کمرے میں اندر داخل ہوتے ایک نظر" آنسوں پوچھتی ماہ پر ڈال پوچھا۔

"کچھ نہیں بس بیٹھے ہوئے ہیں۔"

نور نے یونہی سستی سے اس دیکھ جواب دیا۔

"ہر وقت بیٹھی رہتی ہو، کبھی کچھ کام بھی کر لیا کرو۔"

ضیغم نے دونوں کو بیٹھا دیکھ شوخی سے کہا۔جب کے کچھ دن پہلے والے معملے کی خبر اسے بھی تھی۔

کرتے تو ہیں بھئی۔ابھی پرسو ہی تو ماہ اور میں نے سارے کام مل کر کئے" "تھے سارا دن پاگلوں کی طرح کام کرتے گزر گیا۔

نور نے جھٹ دو دن پر آنہ رونا رو دیا۔

"ہاں تو کس نے کہا ہے ایسی اوٹ پٹانگ حرکتیں کرنے کو۔"
ضیغم نے وہیں سوفے پر پیر پسار کر بیٹھتے شرارت سے کہا۔

"کوئی نہیں میں تو نہیں کرتی۔"
نور فوراً مکر گئی۔جب کے ماہ نے اسے آنکھوں ہی انکھوں میں گھورا۔

"ہاں بڑی شریف تم،اور تم اسے منع کرنے کے بجائے خود اس کا ساتھ
دینے کھڑی ہو جاتی ہو۔"
ضیغم اسے گھور کر بولتا ماہ سے مخاطب ہوا۔جو ابھی تک اپنے آنسو کو ریشمین
دوپٹے سے رگڑ رگڑ کر آنکھوں کا بیڑا غرق کر رہی تھی۔

"میں نے منع کیا تھا۔یہ نہیں سنتی کسی کی بھی۔"

ماہ نے رہانسوں لہجے میں اپنی سائیڈ صاف کی۔

"یہ نہیں سنتی۔ تمھیں رونے کے علاوہ بھی کچھ آتا ہے۔"

ضیغم نے اس کی نقل اترتے اس کے رونے پر چوٹ کی۔

"میری مرضی میری آنکھیں ہیں، جو بھی کروں۔"

ماہ ناگواری سے کہتی رخ موڑ کر بیٹھ گئی۔جبکہ نور اپنی ہنسی روک رہی تھی۔

"میری مرضی۔۔روندو شکل۔"

ضیغم نے ایک بار پھر اسے چھیڑا جو دونوں بہن بھائیوں پر ایک غصّے بھری نظر ڈال کمرے سے نکل گئی۔

کیا ہوا اسے۔"نور کو دیکھ استفسار کیا۔

"ارے چھوڑو اسے،اس کو موقع چاہے رونے کا بس۔"
نور اس کو اپنی جانب متوجہ کرتی اب پتہ نہیں کون کون سی کہانیاں سنانا شروع ہو چکی تھی۔

آج تانیہ کام سے فارغ ہوتی مغرب کے بعد کسی کی بھی موجودگی کو وہاں نا محسوس کر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی پچھلی جانب سے لان کی طرف آگئی ۔عرصہ ہو گیا تھا کھلے آسمان کے نیچے ڈھالتی شام کو دیکھے۔بس اپنی خواہش کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس جانب آگئی۔

سفید رنگ کے کپڑوں میں ملبوس جو گرد، مٹی لگنے کے باعث گندے ہو گئے تھے۔ ریشم جیسے بالوں کا دو دن پرانا جوڑا بنائے۔ سر پر ہم رنگ دوپٹہ ڈالے آنکھیں موندے بیٹھی شام کی تازگی محسوس کر رہی تھی۔ چاروں جانب پھیلی ہری گھاس اور پیڑ پودوں کی میٹھی سی خوشبوں سے طبیعت پر خوش کن اثرات مراطب ہوئے تھے۔

ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ تانیہ کو خود کے چہرے پر کسی کی نظروں کی تپش محسوس ہوئی۔ تانیہ نے ایک دم پٹ سے آنکھیں کھولیں۔ دوسری جانب موجود وجود اسے چاروں اور متلاشی نظر گھماتا دیکھ جلدی سے رخ موڑ کر اپنے قدم آگے بڑھانے لگا۔ اب تانیہ کی نظر لٹھے کے سفید کپڑوں میں ملبوس چہرے کو دوپٹے سے چھپائے بڑے بڑے قدم اٹھا کر پچھلے حصّہ کی جانب جاتی عورت پر پڑھ چکی تھی۔۔

تانیہ اس حویلی کے بارے میں تو اچھے سے جان گئی تھی کہ یہاں کون کون موجود ہے۔ تو پھر یہ کون تھا۔ اسی سوچ کی تک ودو میں تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر تانیہ نے بھی اپنے قدم اس جانب بڑھائے۔

جبکہ پاک بی بی پیچھے اسی لڑکی کو چند قدموں کے فاصلے پر آتا دیکھ دائیں جانب کو جاتیں

بڑے بڑے قدم لیتیں پودوں کی آڑ سے ہوتیں پچھلے دروازے سے اپنے حصّہ میں چلی گئیں۔ جب تانیہ وہاں پہنچی تو وہاں خاموشی کا ڈیرا تھا۔ وہاں کوئی زی روح موجود نہیں تھی۔ شام ڈھل چکی تھی چار و اور اندھیرا چھا چکا تھا۔ پرندے اپنی آخری پرواز بھر کر پیڑ پر بنے اپنے اپنے گھنسلو میں دو بک کر بیٹھ گئے تھے۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے تانیہ کو ایک دم خیال آیا کہ وہ کس جانب آ گئی ہے۔ اسی خیال کے تحت تانیہ جلدی سے رخ موڑتی سامنے بنی عمارت کی جانب بڑھی۔ یہ حویلی کئی اکڑ پر پھیلی ہوئی تھی۔ پیڑ

پودوں کی دیواروں میں سمت کا تعین کرنا اتنا آسان بھی نہیں تھا۔ سامنے نظر آتی حویلی کی عمارت میں ایک جیسے پلر لگے ہونے کے باعث تانیہ کی سمجھ سے باہر تھا، کہ کچن والا حصّہ کس پلر کی طرف ہے۔ دوسری جانب اس کی غیر موجودگی محسوس کر کوئی اس طرف نا آجائے گھبراہٹ میں کی جانب جاتی ایک پلر کی سائیڈ سے جلدی جلدی قدم اٹھاتی تانیہ عمارت ہوتی راہداری سے گزرتی اپنے انداز کے مطابق شمشیر ملک کے حصّہ کے جانب آگئی تھی۔ چار و اور غور غور سے اس بھول بھولیا جیسی حویلی کو دیکھتی آگے قدم ہی بڑھا رہی تھی کہ اچانک کسی سے زوردار تصادم ہوا۔

"اوہ ہو! ماہ نور بچے دیکھ کر تو چلا کرو یار میرا لیپ ٹاپ ہی گرا دیا۔"

اپنا لیپ ٹاپ ہاتھ میں پکڑے سامنے سے آتا آریان شاید وائی فائی کے سگنلز کی پربلم کی وجہ سے اس طرف آگیا تھا۔ جبھی سامنے سے کسی سے زوردار ٹکر ہوئی۔

تانیہ سنبھل کر کھڑی ہوئی، حواس باختہ سی زمین پر سر جھکا کرٹی شرٹ ،ٹراؤزر میں ملبوس بیٹھے شخص کو دیکھنے لگی۔ جو اپنے لیپ ٹاپ کے بٹن دبا کر چیک کرتا اس کے سہی ہونے کی یقین دھیانی کر رہا تھا۔

"اف ماہنور کتنا نقصان کر دیا تم نے میرا پتہ بھی ہے۔"

تانیہ اس وقت ماہنور کے کپڑو میں موجود تھی۔اور قد کٹھ بھی اسی جیسا تھا تو آریان کو تو یہی لگا کہ وہ اس کی بہن ہے۔تانیہ کی نظریں بھی سامنے بیٹھے شخص پر ٹکی ہوئیں تھیں۔۔ابھی آریان اپر دیکھتا یا تانیہ کچھ کہتی کہ یکدم بانو کی آواز ان کے کانوں میں پڑی۔آریان نے ایک نظر اپر کو دیکھا۔جبکہ تانیہ بانو کی جانب پلٹتی اس کی جانب پشت کرتی رخ موڑ گئی۔

"بی بی جی آپ یہاں کیا کر رہی ہیں، چلیں میرے ساتھ۔"

بانو تانیہ کے قریب آتی بہت آہستہ آواز میں سرگوشی سے بولی تھی، کہ آریان کو خبر نا ہو اور ساتھ ہی اس کا ہاتھ پکڑتی اپنے ساتھ لے گئی۔

زمین پر بیٹھا آریان اپنے لیپ ٹاپ میں موجود قیمتی ڈیٹا ضائع نہ ہو جانے کی فکر میں ایک نظر دور جاتی تانیہ کو دیکھ ماہ سے بعد میں بات کرنے کا ارادہ کرتا سر جھٹک کر باقی کے لیپ ٹاپ کے بٹن فرش پر سے اٹھاتا ایک افسوس بھری نظر دور جاتی پشت پر ڈالتا اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔تاکہ چپ سے جلدی سے ڈیٹا کہیں اور محفوظ کر لے۔۔

"!!!!!السلام علیکم اماں جان"

اپنی ماں کہ کمرے میں داخل ہوتی گل نے سلام جھاڑا تو وہ بھی مسکرا کر اس کے سلام کا جواب دیتی اسے دیکھ رہی تھیں۔

بابا سو رہے ہیں کیا۔" ریاض ملک اپنی بیماری کے باعث بستر کے ہی ہو کر رہ گئے تھے۔

"ہاں!!! آہستہ بولو گل ابھی دوائی دی ہے۔"
انہوں نے اپنی گل کہ نام والی پھول جیسی پیاری بیٹی کو دیکھ دھیمے لہجے میں ڈپٹا۔

اوہ اچھا اچھا!" گل خاموش ہوتی اپنے منہ پر انگلی رکھتی سرگوشی میں بولی"
۔

"کیا ہوا؟ خیر ہے کوئی کام تھا۔"
اسے وہیں پاس بیڈ پر بیٹھتا دیکھ پوچھا۔ جس کا منہ اترا ہوا تھا۔

نہیں بس آج میرا ایک طوطا مر گیا۔"گل نے افسردگی سے اپنے پیارے "
طوطے کا غم منایا جو صبح خالق حقیقی سے جاملا تھا۔

اوہ یہ تو بہت برا ہوا، چلو کوئی بات نہیں میں شمشیر سے کہہ کر نیا دوسرا"
"طوطا منگوادوں گی۔
اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے انہوں نے اسے تسلی دی جو ابھی بھی خاموش
تھی۔

نہیں رہنے دیں۔"گل نے ناجانے کیوں منع کر دیا ورنہ پرندوں سے تو"
اسے خاص محبّت تھی۔

کیوں رہنے دیں۔"انہوں نے یونہی لیٹا دیکھ پوچھا۔"

پھر مجھے اسے دوسرے پرندوسے بچانے کے لئے پنجرے میں قید کرنا"

"پڑے گا۔

گل نے افسردگی سے مدعہ بیان کیا۔طوطے کو بھی صبح ناجانے چیل نے

کہاں سے اکر اپنا شکار بنالیا تھا۔

تو اسی لئے تو کہتی ہوں۔بندر کھا کرو پنجرے میں رکھو گی تو نہیں مرے گا"

"ورنہ تو دوسرے طاقت وار جانور اسے مار ڈالیں گئے۔

انہوں نے نرمی سے اسے سمجھایا جو منہ لٹکا کر لیٹی ہوئی تھی۔

لیکن مجھے انہیں قید کرنا اچھا نہیں لگتا،وہ آزاد جانور ہیں۔پرواز ان کا حق "

ہے۔آزادی ان کا حق ہے۔میں انہیں اپنی خوشی کے لئے قید نہیں کرسکتی

"۔

اپنی نرم طبیعت کے پیشِ نظر اپنی حساسیت سے آگاہ کیا اور یہ لفظ ادا کرتے چہرے پر ایک الگ ہی خوشی تھی۔ جیسے خود ان پرندوں کے سنگ اڑ رہی ہو ۔

"آزادی ان کا حق ہے۔۔پرواز ان کا حق ہے۔۔"

یہ جملہ کان میں بار بار گونجا تو بڑی سرکار نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھولیں ۔

بیس سال سے کوئی قید میں تھا۔اور شاید آزادی اس کے مقدار میں نہیں تھی۔۔۔

"بھائی صاحب ایک ہفتے بعد الیکشن ہے۔میرے خیال میں ہمیں شہر میں لوگوں کے لئے کچھ خاص کرنا چاہیے تاکہ ووٹ ہر حال ہمارا ہی ہو۔"

وقار ملک اور شمشیر ملک اس وقت ڈیڑے پر موجود ہفتہ بھر بعد ہونے والے صوبائی الیکشن کی گفتگو میں مصروف تھے۔

"نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ووٹ ہمارا ہی پکا ہے۔شہر کی تمام سڑکیں پکی کروا چکا ہوں۔باقی رہے مزید وعدے تو وہ جیتنے کے بعد پورے ہو ہی جائے گئے۔"

شمشیر ملک نے مونچھوں کو تاؤ دیتے مغرورآنا انداز میں کہا۔

"جی بھائی صاحب!!!!پر مخالف پارٹی زور و شور سے ابھر کر سامنے آئی ہے۔مجھے ڈر ہے کہ اس بار جیت ان کا مقدر نا بن جائے۔"

وقار ملک کو اپنے خدشے لاحق تھے۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہر بار یہ سیٹ ہمارے پاس ہی رہی ہے، اس بار بھی

ایسے ہی ہو گا۔"

شمشیر ملک نے رعب دار آواز میں کہا۔ جب کے وقار ملک کو انتہائی ناگوار گزرا تھا۔

"چلیں بھائی صاحب جیسا آپ کو ٹھیک لگے۔"

وقار نے ایک لمبی سانس خارج کرتے لاپرواہی سے کہا۔۔

"ہاں اور تم بتاؤ نور بیٹی کہ رشتے کے بارے میں کیا سوچا۔"

شمشیر ملک اب نور کی جانب آئے رشتے والے کچھ دن میں ہی انے والے تھے۔

"جی اس اتوار ارہے ہیں وہ لوگ پھر دیکھتے ہیں کیا کرنا ہے۔"

وقار ملک کے منہ پر اس وقت بارہ بج رہے تھے۔ لیکن پھر بھی اپنی نا گواری چھپاتے کہا۔

چلو!!! میں حویلی کے لئے نکل رہا ہوں باقی کہ معملات دیکھ لوں۔ کل "شہر چلے جانا اب الیکشن تک تمہاری موجودگی وہاں ضروری ہے۔

شمشیر ملک اپنی چادر کو دوسری جانب ڈالتے ڈیرے سے باہر نکل گئے۔

Zubi Novels Zone

جب کے وقار ملک کا خرافاتی دماغ اب اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کی جلدی میں تھا۔

"کیا کر رہے ہیں بھائی۔"

آج آریان صبح سے ہی گھر پر موجود تھا۔ماہ کو جب اس کی آمد کی خبر ہوئی تو اس کے کمرے کی جانب آئی۔

" ارے تم،میں کچھ نہیں کر رہا،پہلے تم ادھر اؤ ذرا"

آریان نے اس کے قریب اتے ہی کان سے پکڑ لیا۔

ارے ارے کیا ہو گیا۔"ماہ تو اس اچانک افتاد پر گھبرا گئی۔"

یہ کیا کیا ہاں!!!!یہ دیکھو میرا لپ ٹاپ خراب کر دیا،اتنے اہم فائلز سیو" تھیں،اس میں اور نیٹ کنکشن کی وجہ سے وہ یو،اس،بی میں بھی نہیں آئی تھیں۔اور اب سارا ڈیٹا ضائع ہو چکا ہے۔"

آریان نے اسے گھور کر کہتے افسوس سے اپنا لیپ ٹاپ دیکھا جو بیچارہ پرزے پرزے ہو چکا تھا۔

"پر بھائی میں نے کب توڑا آپ کا لیپ ٹاپ۔"
اس کی حیرانگی بجا تھی۔

"ارے ابھی تھوڑی دیر پہلے جب تم مجھ سے ٹکرا گئیں تھیں۔"
آریان نے اس کے ڈرامے پر ناراضگی بھرے لہجے میں کہا۔

"پر میں تو نہیں تھی۔ میں تو آپ کا سن کر ہی ابھی آئی ہوں، میں تو صبح سے چاچو کے پورشن میں تھی۔"
ماہ نے اسے تفصیل سے بتانا ضروری سمجھا۔

"ہیں اچھا!!!تو پھر نور ہو گی۔"

آریان نے اپنی جانب سے ایک اور اندازہ لگایا۔

"پر بھائی نور بھی صبح سے میرے ساتھ ہے اپ پتہ نہیں کس سے ٹکرا گئے
۔"

اب کے ماہ نے لاپرواہی سے کہا۔تو آریان کے دماغ میں ایک دم جھما
کا ہوا۔

"اوہ اچھا اچھا! چلو تم چھوڑ یہ سب یہ بتاؤ آج کل کیا ہو رہا ہے۔"

آریان نے ساری سوچوں کو جھٹک کر اپنا دھیان ماہ کی جانب کیا جو اس کی
توجہ کی منتظر تھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

وقار ملک اور شمشیر ملک اس وقت حویلی کے واسیع و عریض مہمان خانے میں سر براھی سوفے پر بر جمان سامنے بیٹھے بڑی حویلی والوں کے پوتے سے محو گفتگو تھے۔ برابر والے سوفے پر بیٹھا ضیغم خاموش تھا، اسے اپنی بہن کہ لئے یہ جاگیردار لوگ قطعی پسند نہیں آئے تھے۔ آریان نے تو اپنی طرف سے معذرت کر ڈائریکٹ شادی پر انے کا ہی وعدہ کر لیا تھا۔

"تو بیٹا آپ کیا کرتے ہو۔" سامنے کاٹن کے کلف لگے سفید شلوار قمیض پر کندھوں پر شال ڈالے پیر میں پیشاوری چپل پہنے وجاہت شخصیت کے مالک سفیان حیدر ظفر ملک سے اقتسار کیا۔

شہر میں اپنا بزنس ہے میرا بس وہی سمبھالتا ہوں۔اور گاؤں کی سیاست تو" آپ کو معلوم ہی ہے وہ بابا صاحب اور لالا دیکھتے ہیں۔مجھے کچھ خاص دلچسپی "نہیں۔

سفیان نے سامنے بیٹھے شمشیر اور وقار ملک کو دیکھتے جواب دیا۔جن کا رعب ودبدبا اپنے گاؤں کے ساتھ ساتھ دوسرے گاؤں پر بھی قائم تھا۔

ھھم بہتر!!!!وقار ملک کو سامنے بیٹھا سفیان پسند آیا تھا۔ایک تو اس کی شخصیت ایسی تھی کہ سامنے والے کو اپنے سحر میں جکڑ لے،دوسری بڑی حویلی والوں سے گزرے وقت کی رنجش مٹانے کہ لئے اس رشتہ داری میں بھی ان کا فائدہ تھا۔

شمشیر ملک تسلی ہو گئی تمہاری،اب بڑی سرکار کو بلا لیں،میرے خیال" "سے تاریخ رکھ لینی چاہیے۔

ظفر ملک نے ان دونوں کے تسلی بخش چہرو پر ایک نظر ڈال کہا۔

جی میں بلاتی ہوں۔" شاکرہ بیگم جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔"

اور بیٹا اس کے علاوہ کیا مصرفیات ہیں۔" عائشہ بیگم نے تمام مردو کو" سیسات کی گفتگو میں مصروف دیکھ خاموش بیٹھے سفیان کو مخاطب کیا۔ جو اب خود بھی ان سے باتوں میں مصروف ہو گیا تھا۔

Zubi Novels Zone

لیں بڑی سرکار بھی آ گئیں۔" سفید غرارے پر سفید گھٹنوں سے اپر کو" آتی قمیض پر سفید دوپٹہ سر پر ڈالے بلیک شال ایک کندھے سے گھما کر ہاتھ میں ڈالے اپنی سٹک کے سہارے پر وقار سی چال چلتی شفیق چہرے والی سو برسی بڑی سرکار ان کے بیچ سے گزرتی اپنی سر براھی جگہ پر بیٹھ گئیں

۔جبکہ ان کے احترام میں کھڑے سبھی افراد ان کے بیٹھتے ہی خود بھی بیٹھ گئے تھے۔

!السلام علیکم"

"کیسی ہیں بڑی سرکار؟

سب کے یک زبان سلام کے بعد ظفر ملک نے باتوں کے تسلسل جوڑا۔

اللّٰہ کا کرم۔"دو حرفی جواب کے ساتھ سامنے بیٹھے سفیان پر ایک نظر" ڈالی۔۔

تو میرے خیال ہے اب ہمیں تاریخ رکھ لینی چاہیے۔ بھلا نیک کام میں دیر" "کیسی۔

ماحول کی خاموشی محسوس کر ظفر ملک نے شائستہ لہجے میں اپنی بات کہی تو بڑی سرکار کے اشارے پر شمشیر ملک بولے۔

"الیکشن کے بعد اگلے مہینے کی جو دس ہے جمعہ کا مبارک دن فائنل کرتے ہیں۔"

شمشیر ملک نے آج سے بیس دن بعد کا مورخہ طے کیا۔

"چلیں ٹھیک ہے، مبارک ہو آپ کو بہت بہت۔"

"بڑی سرکار مبارک۔"

"خیر مبارک۔"

"مبارک ہو بہت بہت۔ منہ میٹھا کریں۔"

سب کے مبارک باد کے تبادلے کے بعد عائشہ بیگم نے سب کے آگے میٹھای پیش کی۔

سب انے والے وقت سے بے خبر خوش گپوں میں مصروف تھے۔۔جب کہ کہیں دور مختلف جگہوں پر بیٹھے لوگ اس حویلی کی خوشیاں خاک میں ملانا چاہتے تھے۔

نوراب تم خوش ہو جاؤ ہم دونوں کہ ہر کام ایک ساتھ ہونے کے ساتھ "ساتھ اب شادی بھی ایک ساتھ ہی ہو رہی۔"

رشتہ پکا ہونے کی خبر سنتے ہی ماہ ڈور کر کمرے میں داخل ہوتی خوشی سے چہک کر بولی۔

"مبارک ہو بہت بہت۔"

نور اس کے یوں چہکنے پر چڑ کر بولی۔

"لو تم کیوں منہ لٹکا کر بیٹھی ہو۔"

ماہ نے اس کے منہ پر بارہ بجتے دیکھ پوچھا۔

"میرا منہ ہی ایسا ہے۔"

نور کے تو کل سے ہی مزاج نہیں مل رہے تھے۔ جب سے اس بارے میں پتہ لگا تھا۔

"اچھا یہ بھی بات ہے، منہ تو واقعی تمہارا ایسا ہے سڑا ہوا۔"

ماہ اس کو چھیڑ کر قہقہہ لگاتی باہر کو بھاگی جو پیچھے سے اب اس پر شروع ہو گئی تھی۔

اس گھر میں کسی سے تو کچھ پوچھنے کا تو رواج ہی نہیں ہے۔ بس سب اپنی "مرضی سے کیا اور تھوپ دیا دوسرے پر۔"

نور خود سے بڑبڑاتی تکیہ میں منہ دے کر لیٹ گئی۔ اب پتہ نہیں کب تک اس نے اپنا یہ غم منانا تھا۔

"اماں سرکار کیا ہوا آپ رو رہی ہیں۔"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ماہ جیسے ہی ان کے کمرے میں داخل ہوئی تو نظر سامنے روتی ہوئی اپنی ماں پر پڑی جو ازلان کی تصویر لئے بیٹھی اپنے آنسو صاف کر رہی تھیں۔

"نہیں بس ازلان کی یاد آگئی۔"

ماہ کو سامنے دیکھ اپنے آنسو صاف کئے، اب ماہ بھی افسردہ ہو گئی تھی۔

"کاش لالا نے وہ سب نا کیا ہوتا، اور نا ہی وہ وہاں جاتے اور یہ سب ہوتا۔"

ماہ نے گزرا وقت یاد کر ایک ٹھنڈی اہ بھری۔

دیکھو نا اس گھر میں سب کتنی جلدی بھول گئے ہیں، ابھی تو ازلان کو گئے صرف دو ہی ماہ ہوئے ہیں۔ اور یہ سب شادی کی تیاریوں میں لگ گئے ہیں "۔۔

عائشہ بیگم نے ازلان کی تصویر کو دیکھ تکلیف دہ لہجے میں کہا۔

"ایسا نہیں ہے ماں کوئی نہیں بھولا، بس دادی سرکار کا حکم ہے، ٹال نہیں سکتے باقی جو اللہ کی مرضی۔"

ماہ نے اپنی ماں کو حوصلہ دیتے کہا۔ جس پر اب وہ بھی خاموش ہو تیں چپ ہو گئیں۔

تھوڑی ہی دیر میں ماہ کی ادھر ادھر کی باتوں میں لگ فلحال وہ اپنا غم بھول گئیں تھیں۔ لیکن ازلان کی یاد تو نہیں ہر وقت ہی آتی تھی۔۔۔۔

"آریان تم حویلی گئے کچھ سراغ ہاتھ لگا۔"

یوسف اور آریان اس وقت لاؤنج میں سوفوں پر بیٹھے لیپ ٹاپ پر کام کرنے کے ساتھ ساتھ سیگرٹ بھی پی رہے تھے۔

"گیا تھا یار!!! پر فی الحال تو کوئی ثبوت ہاتھ نہیں آیا۔"

ایش ٹرے میں سگرٹ چھڑا کتے جواب دیا۔

"اور وہ جو بندہ تم نے کام پر لگایا تھا۔ وہ کام کہاں تک پہنچا۔"

یوسف کے ہاتھ اس کیس کے بہت سے ثبوت آ گے تھے۔ لیکن آریان کو وہ ٹھوس ثبوت کی بنا پر ہی بتانا چاہتا تھا۔

ہاں یار وہی بتانا چاہ رہا تھا۔ جب میں گاؤں میں تھا تو اسنے مجھے تمام ڈیٹیل" میل کی تھیں۔ لیکن ایک تو میرا اس لڑکی سے ٹکرانے کی وجہ سے لیپ ٹاپ ٹوٹ گیا، جس فائل میں میں نے ڈیٹا سیو کیا تھا وہ بھی اڑ گئی۔ میل میں بھی پتہ نہیں کیا مصیبت آگئی ہے۔ تمام ڈیٹا ریکوور ہو گیا بس وہی میل "غائب ہو گئی ہے۔

آریان نے تیزی سے کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے پریشانی سے بتایا۔ میل مزید میلز میں اور لوڈ ہونے کی وجہ سے شاید اپر نیچے ہو گئی تھی۔ جو فلحال آریان کی نظر سے اوجھل ہو گئی تھی۔

"تو تو نے میل تو پڑھی ہو گی کیا لکھا تھا اس میں۔"

یوسف نے اپنے جینیس دوست کو اتنی سی بات کو لیکر پریشان ہوتا دیکھ افسوس سے پوچھا۔

کہاں یار! حویلی میں سگنلز پروپر نہیں اتے اڈریس اور پی ڈی اف میں تمام ڈیٹیلس تھیں۔ جو لوڈنگ کے دوران ہی زمین بوس ہونے کی وجہ سے اڑ گئیں۔"

آریان اس دن وہی میل پڑھنے باہر کو آیا تھا، جب سامنے سے آتی تانیہ سے زوردار تصادم کے باعث ساری محنت پانی میں مل گئی۔

"تو میرے بھائی اتنی پریشانی والی کیا بات ہے۔اس بندے سے بول دوبارہ بھیج دے گا۔"

یوسف نے مسکراتے لہجے میں حل پیش کیا۔

یہی تو مسلہ ہے۔وہ بندہ اس دن سے میرا فون ہی نہیں اٹھا رہا۔عجیب مصیبت گلے پڑ گئی ہے۔میں جتنا جلدی اس معملے کی طے تک پہنچنا چاہا رہا ہوں۔یہ اتنا ہی پیچدہ ہو رہا ہے۔""

آریان نے اپنی پیشانی مسلتے بیزاری سے کہا۔

"چل کوئی بات نہیں حوصلہ رکھ۔انشاللہ ہم ضرور کامیاب ہونگے۔"

یوسف نے آریان کا کندھا تھپتھپاتے اس کی ہمّت باندھی۔

"انشاءاللہ۔"

آریان نے مسکرا کر اپنے اس دوست کو دیکھا جو ہر مشکل وقت میں اس کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے۔

"ویسے جس سے تو ٹکرایا وہ لڑکی کون تھی۔"

ملازم کی کچھ دیر پہلے رکھی گئی چائے کی ٹرے سے کپ اٹھا کر منہ سے لگاتے آبرو اٹھا کر پوچھا۔

آریان نے پہلے تو فضا میں ایک گہری سانس خارج کی۔ پھر شکستہ خور لہجے میں بولا۔

"یار پتہ نہیں میں نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا شاید وہ وہی لڑکی تھی۔"

آریان نے اپنی سوچ کے مطابق اسے اگاہ کیا۔جب کے یوسف کو ایک زور دار پھندا لگا۔

"کیا مطلب۔۔تو نے اس لڑکی۔سے ٹکرا کر بھی اس کا چہرہ نہیں دیکھا۔" یوسف کو تو اپنے حلق میں چائے اٹکتی محسوس ہوئی تھی۔

ارے یار میں سمجھا ماہ ہے تو میں اپنے لیپ ٹاپ کے چکر میں نیچے بیٹھ گیا" ۔اور میں جب تک اپر دیکھتا اسے بانو لے گئی۔وہ تو مجھے بعد میں پتہ لگا کہ وہ "ماہ یا نور میں سے کوئی بھی نہیں تھی۔
آریان نے یوسف کے ڈرامائی انداز پر آنکھیں گھوماتے وضاحت دی۔

چلو بھئی یہی ہونا رہ گیا تھا۔ثبوت خود چل کر آپ کے پاس آیا اور آپ" "نے گنوا دیا۔

یوسف نے ہوا میں ہاتھ چلاتے اپنے نقصان پر ماتم کیا۔

"اب ایسا بھی کچھ نہیں ہے۔ تم فکر نہیں کرو، کوئی نا کوئی سرا ضرور ہاتھ آ جائے گا۔"

آریان نے تحمل سے اپنے جذباتی دوست کو دیکھ کہا۔

"ہاں بھائی۔۔اب تو ہم کر ہی لیں گئے۔"

یوسف نے گویا اس پر رحم کھا ہی لیا تھا۔ چلو اب کشتی کسی کنارے تو پہنچ ہی جائے گی۔۔

"کل مجھے یہ خبر ہر چینل کی زینت بنتی ہوئی نظر آنی چاہیے۔"

نیم اندھیرے کمرے میں ٹیبل کے گرد بیٹھے دو نفوس محو گفتگو تھے۔

"آپ فکر ہی نا کریں سرکار سمجھیں کام ہو گیا۔"

دوسرے فریق نے چاپلوسی سے کہتے قہقہہ لگایا۔

"یاد رہے، اس بات کی خبر کانوں کان بھی کسی کو نہیں ہونی چاہیے۔ میرا نام اگر منظر عام پر آیا تو سمجھ لینا تم نے اپنی زندگی کی جتنی سانسیں لینی تھیں وہ لے چکے۔"

پہلے فریق نے سخت تاثرات لئے سامنے بیٹھے شخص کو دھمکایا۔

"نہیں۔ نہیں۔۔ سرکار، ناچیز کی جان لے لیجئے گا۔ اگر یہ بات زبان پر بھی آئے تو۔"

مخالف سمت میں بیٹھا شخص پہلے تو تھوڑا سا گھبرایا پھر جلدی ہی خود پر قابو پاتے مکرو مسکراہٹ چہرے پر سجاتے اطمینان دلایا۔

"جاؤاب۔ یاد رہے کام میں کوتاہی کی کوئی گنجائش نہیں۔"

ایک بار پھر تمبیہ کرنا ضروری سمجھا۔

بے فکر حضور، یہ جو نوٹ ہیں ناان کی خوشبو مجھے سب بتادیتی ہے۔ کس "کو کب اور کیسے گھمانا ہے۔"

سامنے والا شخص ٹیبل پر پڑے پانچ ہزار کے نوٹوں کے بنڈل کو چوم کر نشے میں بولا۔

اجازت حضور۔"سامنے والے کا ہاتھ سے اشارہ ملتے ہی اپنے ہاتھ کو" سلوٹ کے جیسے ماتھے تک لے جاتے نوٹوں کے بیگ کو کندھے پر ڈالے قدم باہر کو بڑھا۔۔

نور کی شادی کی تیاریان عروج پر تھیں۔حویلی کے تین بچوں کی شادی ایک ساتھ تھی۔ہر طرف خوشی سے شنائیاں بج رہی تھیں۔

ہر کوئی شادی کے واسطے حویلی کو سجانے میں مصروف تھا۔ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں تھیں۔جب کہ نور تو بڑی مشکل سے خود پر ضبط کئے اس سب ڈرامے کو برداشت کر رہی تھی۔

آج سے ٹھیک تین دن بعد الیکشن تھے اور ہفتہ بھر بعد شادی، صبح سے کتنی ہی بار ماہ اسے کمرے میں بلانے آئی تھی۔ لیکن نور ٹس سے مس بھی نا ہوئی ۔

عائشہ بیگم اور شاکرہ بیگم کا ایک پیر حویلی میں تو دوسرا شہر میں تھا۔ روز ہی کبھی کپڑے تو کبھی چیزوں کے لئے وہ شہر کے بازاروں کی خاک چھانتی نظر آتی تھیں۔

آج صبح سے حویلی میں ایک الگ ہی رنگ لگا ہوا تھا۔ دو دن بعد الیکشن تھے اور پھر شادی تو کوئی نا کوئی مبارک دینے چلا آتا۔

بڑی سرکار کی تو خوشی ہی دیدنی تھی۔ آج صبح سے ہال میں بیٹھیں ایک لمحے کو بھی اپنے کمرے کی جانب نہیں گئی تھیں۔

گاؤں کی کئی عورتیں زنان خانے میں بیٹھی اس وقت شادی کے کپڑے ٹانکنے میں مصروف تھیں۔

باورچی خانے میں کئی اقسام کی پکوان چڑھائے جا رہے تھے۔گاؤں میں نا جانے صبح سے صدقے کی کتنی ہی ڈیگیں بانٹی جا چکی تھی۔ہر کوئی ہی خوش تھا، سالوں بعد اس حویلی کو یہ دن دیکھنا نصیب ہوا تھا۔سالوں بعد حویلی میں کسی کی شادی تھی ورنہ اب تک تو صرف غم کے کالے بادل ہی چھائے ہوئے تھے۔

ایسے میں اس سب سے اگر کوئی لاپرواہ تھا تو وہ تھی تانیہ جسے اس سب سے کوئی غرض نہیں تھی۔اب تبدیلی یہ آئی تھی کہ اس کے کاموں میں پہلے سے زیادہ مزید اضافہ ہو گیا تھا۔لیکن شکریہ تھا کہ آج کل شادی کی

تیاریوں میں مصروف ہو کر زمانی اور گھر کا ہر فرد اسے بھول اپنے اپنے کام میں مگن تھا۔ جو ایک طرح سے تانیہ کے حق میں بہتر ہی تھا۔۔

شادی کے ہنگاموں میں مصروف تمام لوگ تانیہ کی موجودگی کو فراموش کر گئے تھے۔ اور یہی موقع تھا تانیہ کے پاس خود کو آخری مرتبہ آزمانے کا۔ کچن میں کٹنگ بورڈ پر سبزیاں کاٹتی تانیہ کا دماغ مختلف سوچوں میں الجھا ہوا اپنے آگے کے لائحہ عمل کے لئے تانے بانے بن رہا تھا۔ جس کے نتائج کس حد تک خطرناک ہو سکتے ہیں اس کا فیصلہ تو وقت ہی کرے گا۔

"سر کیا آپ واضح کریں گئے، اس بات میں کتنی سچائی ہے۔"

"کیا واقعی آپ آج کہ اس جدید دور میں رہتے ہوئے بھی ان پرانی جاہلانہ روایت کی پاسداری کرتے ہیں۔"

"کیا یہ بات سچ ہے، آپ نے اپنے بیٹے کے قتل کے جرم میں ایک مظلوم لڑکی کو ونی کر لیا ہے۔"

"اس بات میں کتنی فیصد حقیقت ہے کہ وہ لڑکی آپ کی اپنی سگی بھانجی ہے؟"

"کیا ملک صاحب آپ اتنے ظالم ہیں۔ کہ کسی کے جرم کی سزا کسی معصوم کو دیتے ہیں؟"

شہر والے بنگلے کہ باہر کھڑے شمشیر صاحب اس وقت میڈیا کہ اس طرح کے کئی مختلف سوالوں کے جواب دے دے کر تھک چکے تھے۔ لیکن میڈیا تھی کہ بنی بنائی عزت کو مٹی کرنے پر تلی ہوئی تھی۔

"دیکھیں آپ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے، ایسا کچھ نہیں ہے۔ یہ بات سچ ہے وہ لڑکی میری بھانجی ہے۔ لیکن اس ساتھ ہم نے اپنی پسند سے اپنے بیٹے کی شادی کی ہے۔ اور رہی بات ازلان کی تو تفشیش کے بعد معلوم ہوا کہ غلطی ازلان کی تھی، میرے بھانجے سے گولی غلطی سے چلی تھی جس کے لئے میں اسے معاف کر چکا ہوں۔"

شمشیر ملک نے اپنی کرسی کے چکر میں اپنے مرے ہوئے بیٹے تک کو نہیں چھوڑا تھا۔ ایک منٹ لگا تھا نہیں یہ سب کہنے میں۔

اپنے کمرے میں سکرین پر اپنے بھائی کو اتنی سفاکی سے جھوٹ بولتا دیکھ فاریہ بیگم بے یقین سے دنگ چینل کو گھور رہی تھیں۔ جہاں وہ رپورٹرز کے سوالات کو ان سنا کرتے جگہ بناتے اپنی گاڑی میں بیٹھتے ہجوم چیرتے وہاں سے نکل گئے۔

ہر نیوز چینل پر چلتی یہ خبر اس وقت تازہ ترین نیوز کی طرح ہر طرف گردش کرتی شمشیر ملک کا پارا ہائی کر رہی تھی۔

کیسے، کیسے گئی یہ خبر اس حویلی سے باہر کس کی اتنی ہمّت ہوئی ہمارے "خلاف جانے کی۔"

حویلی میں گونجتی شمشیر ملک کی آواز حویلی کے در و دیوار ہلا رہی تھی۔

"بھائی صاحب تا حمل سے کام لیں، کچھ نہیں ہو گا۔"

وقار نے انہیں ٹھنڈا کرنا چاہا۔

تحمل! ارے کیسے رکھوں دو دن بعد الیکشن ہیں ساری محنت مٹی میں مل "

"گئی۔

شمشیر ملک اس وقت غصّے سے پاگل ہو رہے تھے۔ بڑی سرکار اس وقت اپنی کسی سوچ میں گم خاموش تھیں۔

Zubi Novels Zone

بھائی صاحب ایسے کیسے سب مٹی ہو گیا، اتنے سالوں کی محنت ہے ہماری "

"سب چاہنے والے ہیں ہمارے کوئی ہمارے خلاف نہیں جا سکتا۔

وقار صاحب کو تو خود سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ بات کس نے باہر نکالی۔

یہ تو وہ جانتے تھے گاؤں کا تو کوئی فرد کبھی نہیں بولے گا، لیکن یہ بات اخر باہر گئی کیسے۔

"مجھے یہ کام مخالف پارٹی کا لگ رہا ہے دعا کرو کہ جیت ہماری ہو پھر دیکھ لونگا میں ان سب کو۔"

شمشیر ملک کا پہلا شک ہی اس جانب گیا تھا۔ یہاں تو معملہ اب ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

"یہ آریان کہاں ہے اسے کسی نے خبر بھیجی کہ نہیں۔ "

غصّے سے چنگھاڑتے شمشیر صاحب ضیغم کی جانب گھومے۔

"جی جی تایا جان میں نے کال کی تھی بھائی صاحب ملک سے باہر ہیں، ان کا مینیجر بتا رہا تھا کسی کام کے سلسلے میں گئے ہیں۔"

ضیغم نے فوراً سے آریان کے بابت بتایا جو شاید کسی میٹنگ کے سلسلے میں باہر گیا ہوا تھا۔

"یہاں باپ پتا نہیں کن کن پریشانیوں کے سامنا کر رہا ہے، صاحب زادے پتہ نہیں کیا کرتے پھر رہے ہیں کوئی ہوش ہی نہیں ہے۔"

شمشیر صاحب کا دماغ اس وقت غصّے سے پھٹا جا رہا تھا۔کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا کریں، کیا نا کریں۔۔

اس وقت رات کے دس بج رہے تھے، عموماً سب لوگ ہی اس وقت تک اپنے اپنے کام نبٹا کر کمروں میں چلے جاتے تھے۔بلکے گھر کے ادھے مکین تو اس وقت تک نیند میں چلے جاتے تھے۔ایسے میں تانیہ منہ پر کپڑا رکھے

بہت احتیاط سے قدم اٹھاتی آگے بڑھ رہی تھی۔ چاروں جانب اندھیرا ہونے کے باعث سب کچھ دھندلا سا نظر آ رہا تھا۔ سن سان پڑی حویلی میں تانیہ چاروں جانب نظر دوڑا کر قدم اٹھاتی اپنے کمرے سے کچھ دور پیڑ پودوں کی آڑ میں ہوتی لان سے پیچھے کے سے جاتی پتلی سی گلی نما حصّہ سے ہوتی تانیہ صدر دروازے کی تلاش میں اِدھر اُدھر نظر دوڑاتی پچھلے ایک گھنٹے سے گھوم رہی تھی۔ لیکن راستہ تلاشنا بہت مشکل تھا۔

اب تو سانس بھی پھولنے لگا تھا۔ ڈر بھی لگ رہا تھا کہ کہیں غلط جگہ نا آجائے ۔ایک حصّے سے ہوتی کچھ سیڑھیاں اترتی تانیہ گھومتی پھرتی ایک بار پھر لان میں آگئی تھی جو ناجانے کتنا بڑا تھا۔

ایک جگہ پلر سے ٹیک لگاتے تھوڑا نیچے کو بیٹھ کر دو تین گہری سانسیں بھریں لیکن رات کے اس اندھیرے میں تانیہ کو یہاں سے فرار ہونا ایک

خواب ہی لگا۔اب پہلے دن کے اجالے میں یہاں کا راستہ سمجھنا تھا۔ پھر ہی کچھ ہو سکتا تھا۔

یہی سوچ تانیہ فوراً سے کھڑی ہوتی ایک بار پھر گھومتی گھماتی پونے گھنٹے بعد اپنے اسی چھوٹے سے کمرے میں پہنچ گئی تھی۔ جہاں سے فرار ہونے کی سوچ دماغ میں ابھری تھی۔ سائیڈ میں پڑی ٹرے سے ٹھنڈی دال اور جوڑے ہوئے چاول کو ایک نظر دیکھ وہیں دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

پچھلے اڑھائی ماہ سے یہی سب اس کے نصیب میں تھا۔اب تو کھانوں کا ذائقہ بھی بھولنے لگا تھا۔تانیہ کی جگہ اگر اب تک کوئی اور لڑکی ہوتی تو رو رو کر اس نے اب تک خود کو مار لینا تھا۔ یہ پھر حالت کے سانچے میں ڈھل جانا تھا۔ لیکن وہ بھی تانیہ شعیب ملک تھی۔ اتنی آسانی سے ہار ماننا تو اس نے سیکھا ہی نہیں تھا، بھلے ہی حالت اس کے خلاف جا رہے تھے لیکن خود کو ان حالت سے چھٹکارا دلانے کی کوشش تو کی جا سکتی تھی۔ شاید زندگی اسی کا

نام ہے پیچھے رہ جانے والوں کو لوگ بھول اپنی اپنی منزل کی جانب ڈور پڑتے ہیں۔ لیکن تانیہ ان لوگوں میں سے قطعی نہیں تھی جو دوسروں کے سہاراوں کے لئے یہاں گھٹ گھٹ کر زندگی گزر دے، وہ ایک ڈاکٹر تھی جو صبح شام کیسی کیسی بیماریوں سے لڑتے لوگوں کو حوصلہ دیتی تھی بھلااب وہ خود کیوں ذرا سی آزمائش پر حالت سے سمجھوتہ کر ہار جاتی۔

تانیہ سوچ چکی تھی اب اسے کیا کرنا ہے، اس وقت تانیہ کے محنت سے تھکے چہرے پر کوئی مظلوم جیسا تاثر ہر گز نہیں تھا۔ بلکے اگر اس وقت بڑی سرکار تانیہ کا اعتماد اور چٹانوں جیسا حوصلہ دیکھ لیتیں تو ضرور اس پر دس پہرے بیٹھا ڈالتیں۔

مشکلوں کے آگے ہار جانا یہ پھر حالات سے سمجھوتہ کرنا کوئی سمجھداری نہیں ہوتی۔ بلکہ صبر و برداشت کے ساتھ سہی وقت کے انتظار میں ان

سے لڑنا اپنے حق کے لیے بولنا بہادری سے حالات کا مقابلہ کرنے میں ہی اصل سمجھداری ہوتی ہے۔

ان دو ماہ میں کھوئے ہوئے اعتماد کو ایک بار پھر خود ہی حوصلہ دے کر ایک گہری سانس بھر کر تانیہ نے ایک طرف کو پڑے کھانے کو اپنی جانب کرتے اس میں سے چھوٹے چھوٹے لقمے بنا کر اپنے منہ میں ڈالے۔ اگر وقت صدا ایک سا نہیں رہتا تو رہتا تو انسان بھی نہیں ہے۔۔

"آریان یار کب تک واپسی ہے تمہاری۔"
یوسف اس وقت ویڈیو کال پر آریان سے محو گفتگو تھا۔

بس یار ایک بار اس علی کا پتہ لگ جائے،اس سے بات کر کے ہی واپس"

"اؤنگا۔

علی کے ماں باپ کے مطابق وہ جس ملک میں تھا،آریان پچھلے دو دن سے

وہیں رہائش پزیر تھا۔

"کیوں اب تک اس کے ٹھکانے کا پتہ نہیں لگا۔"

یوسف نے ماتھے پر بل ڈالے اس سے پوچھا۔جو دوسری جانب کچھ پریشان

سا نظر آرہا تھا۔

نہیں یار،ذرائع کے مطابق علی تو یہاں آیا ہی نہیں ہے۔بلکہ اس بندے"

"کا کہنا ہے کہ اسے شک ہے کہ وہ پاکستان میں ہی موجود ہے۔

آریان نے آج صبح ملنے والی معلومات سے اسے کو اگاہ کیا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے، کیا تم نے پہلے پتہ نہیں لگوایا تھا اس کے بارے میں"

"۔

یوسف اس وقت حیران تھا۔ اگر وہ یہیں تھا تو آریان وہاں کیا کر رہا تھا۔۔

نہیں یار، میں جلد بازی میں اس کے ماں باپ کی بات پر یقین کر یہاں اگیا"

۔بس کل صبح تک ایک بار اور اپنی تسلی کر لوں۔ پھر آتا ہوں شام کی فلائٹ

"سے واپس۔

آریان کے سمجھ سے باہر تھا، کہ یہ مسئلہ سلجھنے کے بجائے مزید الجھتا کیوں جا

رہا ہے۔۔

"چل ٹھیک ہے، ویسے میں نے تجھے کچھ بتانے کے لئے فون کیا تھا۔"

یوسف نے ایک لمبی سانس فضا میں خارج کر کے کہا۔

"ہاں بول !"

آریان نے اجازت دی۔

"دو دن بعد صوبائی الیکشن ہے پتہ ہے نا تمھیں۔"

یوسف نے آریان کو دیکھ کہا، جس کے ماتھے پر اب بل پڑ چکے تھے۔

"ہاں آگے بولوں۔"

"یار پتہ نہیں یہ بات کس نے شہر میں لیک کر دی کہ تمہارے بابا نے اپنی بہن کی بیٹی کو ونی لے لیا ہے۔"

یوسف نے پریشانی سے آریان کے علم میں اضافہ کیا۔

"کیا؟ یہ کب ہوا؟"

آریان کو حیرت انگیز جھٹکا لگا تھا۔آج ہی تو بات ہوئی تھی اس کی حویلی کسی نے اس بات کا ذکر تک نہیں کیا تھا۔

"یار آج صبح سے چینلز پر یہ نیوز چل رہی ہے۔اس بار مجھے نہیں لگتا تمہارے بابا الیکشن جیتیں گے۔"

اسے پریشان دیکھ دو انگلیوں سے اپنا ماتھا سہلا آیا۔

"اوہ میرے خدا!!!! یہ سب اس وقت تو نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

آریان کو اب سہی معنوں میں ایک مزید پریشانی نے ان گھیرا تھا۔

"تم فکر نہیں کرو سب ٹھیک ہو گا انشاءاللہ۔"

اتنے دور بیٹھے اپنے دوست کو تسلی دی۔

"نہیں یار!!! پتہ نہیں حویلی میں اس لڑکی کے ساتھ کیا ہو رہا ہو گا۔ تم نہیں جانتے میرے گھر والوں کو بس میں آ رہا ہوں کل ہی، تم ذرا پتہ کرواؤ وہاں کے کیا حالات ہیں۔"

آریان کو اب تانیہ کی فکر ہو رہی تھی، نا جانے حویلی میں اس کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہو۔

"یہ بھی ہے، تم جتنا جلدی ہو واپس آ جاؤ، اس وقت واقعی اس لڑکی کی جان کو خطرہ ہے، نا صرف تمہارے گھر والوں سے بلکہ اس شخص سے بھی جس کی یہ حرکت ہے۔"

یوسف کو بھی موقع کی سنگینی کا اندازہ ہوا تھا، یہ معملہ اتنا آسان نہیں تھا جتنا لگ رہا تھا۔ کوئی تو تیسرا شخص ضرور تھا۔ پر اب پتہ یہ لگانا تھا کہ آخر وہ ہے کون۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"آتا ہوں میں تم مجھے اپڈیٹ کرتے رہنا پلیز!!!۔ "

آریان نے آخری کلمات بول فون کٹ کر کے فورا یوٹیوب پر جا کر پاکستانی نیوز چینلز پر آج کی نیوز لگائی۔ جہاں شام کی اپنے باپ کی تقریر سن آریان کو بے وقت غصّہ اور افسوس دونوں ہوا تھا۔

کوئی اسے زبردستی اپنے ساتھ گھسیٹتا ہوا لے جا رہا تھا۔ گھپ اندھیرے کمرے میں تانیہ روتی چیختی اپنے ماں باپ کو آواز دے رہی تھی۔ جو روشنی کی جانب کھڑے منہ پر ہاتھ رکھ روتے ہوئے منہ پر ہاتھ رکھے خاموش کھڑے تھے۔

امی۔۔۔۔۔منہ پر ٹھنڈا پانی گرنے سے تانیہ ایک چیخ کے ساتھ اٹھ کر" بیٹھی تھی۔

"صبح ہو گئی ڈاکٹرنی صاحبہ۔"

زمانی صبح صبح اپنی مکرو مسکراہٹ لئے گیلی تر تانیہ کو دیکھ رہی تھی، جو ابھی بھی لاشعوری میں انجان نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"گڈ مارننگ ڈاکٹرنی صاحبہ۔"

تانیہ کو یونہی تکتا دیکھ زمانی نے طنزیہ کہا۔

"اٹھ جائے صبح ہو گئی ہے سرکار۔"

زمانی کی بات پر تانیہ نے نظر گھمائی تو صبح کی کرن پھوٹ چکی تھی۔شاید فجر ہوئے کافی دیر بیت چکی تھی۔۔

زمانی کو یونہی سر پر کھڑا دیکھ تانیہ نے ایک نظر خود پر ڈال دوسری ناگوار نظر زمانی پر ڈال کھڑے ہونے میں ہی افیت جانی۔ابھی کچھ دیر پہلے ہی وہ سوئی تھی اور اس کی نیند کی دشمن سر پر پہنچ چکی تھی۔

"چل میرے ساتھ بڑی سرکار نے بلاوا بھیجا ہے۔"

زمانی فوراً اپنی اسی ٹیون میں واپس آتی ناخوت سے بولی۔

تانیہ اسے ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتی اس کے ساتھ باہر کو بڑھی،اب نا جانے کیوں بڑی سرکار کو اس کی یاد ستا رہی تھی۔

"لیجیئے بڑی سرکار آگئی ہیں بی بی۔"

بڑا ہی ادب وآداب والا روایہ تھا۔تانیہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا

۔جو اسے ایک نظر دیکھ

سر جھکا کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"یہاں آؤ لڑکی۔"

رخ موڑے بیٹھی بڑی سرکار نے اسے اپنے پاس بلایا۔

نماز پڑھ کر فارغ ہوتی وہ اس وقت تسبیح پڑھنے میں مشغول

تھیں۔ان پر ایک نظر ڈال تانیہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ان کی جانب

آئی جن کی نظر سامنے کسی غیر مری نکتے پر مرکوز تھی۔

"اپنی زندگی پیاری ہے تمھیں۔"

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

بڑی سرکار کے غیر متوقع سوال پر تانیہ نے ناسمجھی سے ان کی جانب دیکھا ۔جن کی نظر ابھی بھی سامنے ہی تھی۔

"بی بی بڑی سرکار کچھ پوچھ رہی ہیں آپ سے۔"
تانیہ کو خاموش کھڑا دیکھ بڑی سرکار کے چہرے کے تاثرات ایک دم کرخت ہوتے دیکھ زمانی جلدی سے بولی۔

"جی۔"
تانیہ کو سمجھ نہیں آیا وہ کیا کہے۔

"تو آئندہ اس حویلی سے باہر جانے کی کوشش بھی مت کرنا رات کے اندھیرے میں بھی نہیں۔ورنہ تمہاری قبر اسی اندھیرے میں کسی کونے میں بن جائے گی سمجھیں۔"

بڑی سرکار کی کڑک دار آواز پر تانیہ گھبرا کر اچھل پڑی۔اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ بڑی سرکار یہ بات کہے گی۔

ان کا غصّہ ناک انداز دیکھ ایک پل کو تانیہ گھبراہٹ میں ڈگمگا گئی۔لیکن رات کو خود سے کئے گئے وعدے کو یاد کر بہت ہمّت جمع کر کے بولی۔

"دیکھیں آپ بڑی ہیں، میں مانتی ہوں آپ کے پوتے کا قتل ہوا ہے اتنا آسان نہیں ہو گا آپ کے لئے اس حقیقت کو تسلیم کرنا، لیکن میرا یقین کریں۔اس میں میرا یا پھر میرے بھائی کا کوئی قصور نہیں۔آپ کے پوتے پر اس کے دوست نے گولی چلائی تھی۔"

بڑی سرکار کی خاموشی پر اسے تھوڑی ہمّت ملی تھی۔زمانی بڑی سرکار پر ایک نظر ڈال اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں خاموش رہنے کا اشارہ کر رہی تھی۔

اور قتل سے ایک رات پہلے اپکا پوتا م۔۔۔۔"

"خاموش لڑکی۔"

تانیہ کی بات بیچ میں ہی کاٹتی بڑی سرکار غصّے سے بولیں، جوان کے خاموش رہنے پر آج ساری حقیقت بتادینا چاہتی تھی۔

میں نے کیا کہا، اس حویلی سے بھاگنے یا واپس جانے کا خیال اپنے دل سے نکال دو لڑکی۔ وانی میں آئی لڑکی صرف ایک ہی حال باہر جاتی معلوم ہے "کب؟

"صرف مر کر، اب صرف تمہارا جنازہ ہی یہاں سے باہر جاسکتا ہے۔"

تانیہ کی ہٹ دھرمی ان کے غصّے کا باعث بنی تھی، جوان کی بات کو نظرانداز کر اپنی کہے جارہی تھیں۔

"دیکھیں آپ ایک بار میری بات تو سننے۔"
پہلے تو تانیہ ان کا اتنا غصّہ دیکھ ڈر گئی، اسنے بھلا کہاں دیکھا تھا کبھی کس وہ بھی اتنے غصّے میں۔ لیکن ایک بار پھر ہمّت جتا کر
اپنا دفاع کرنے لگی۔

"زمانی لے جا اس بد بخت کو یہاں سے۔"
بڑی سرکار اس کی جانب دیکھنے سے گریز کرتی بڑی مشکل سے ضبط کئے بیٹھیں تھیں، ورنہ دل تو کر رہا تھا کہ منہ لال کر دیں اس گستاخ لڑکی کا۔

"جی۔۔۔جی بڑی سرکار۔"

زمانی بھوکلا کر آگے بڑھی تھی، یہ ڈاکٹرنی تو کچھ زیادہ ہی نڈر تھی۔زبان بھی تو دیکھو کس کے آگے چلا رہی تھی، زمانی دل میں سوچ کر ہی رہ گئی۔

"چلیں بی بی۔۔"

زمانی نے ہاتھ سے پکڑا اسے باہر لے کر جانا چاہا۔جو اپنا ہاتھ چھوڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔

چھوڑوں مجھے، آج میں جب تک نہیں جاؤں گی جب تک انہیں حقیقت "کانا بتا دوں۔"

تانیہ بھی ذرا چیخ کر خود کو چھوڑانے کی کوشش کرتی بڑی سرکار کی جانب بڑھی۔زمانی کا بس نہیں چل رہا تھا اسے کہیں غائب کر دے جو بلاوجہ بڑی سرکار کی قہر کو دعوت دے رہی تھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

زمانی۔۔زمانی۔۔لے جا اس منحوس کو اور بند کر دے طے خانے میں کھانا" پینا سب بند کر دے اور جب تک نہیں نکلنا جب تک اس کے سر سے یہاں سے جانے کا بھوت نا اتر جائے۔"

بڑی سرکار کی اتنی زوردار آواز سن گھر کی تمام خواتین ان کے کمرے کی باہر کھڑی سب سن رہی تھیں، لیکن اندر جانے کی ہمّت کسی نے نہیں کی تھی۔

"جی۔جی بڑی سرکار جو حکم"

زمانی ہکلا کر بولتی چیختی ہوئی تانیہ کو گھسیٹ کر اپنے ساتھ لے جاتی باہر کو بڑھی بڑی سرکار نے بڑی مشکل سے خود کو ہاتھ اٹھانے سے روکا تھا، لیکن اس لڑکی کی چیخ و پکار نے اسے وہ سزا دینے پر مجبور کر دیا۔ جیسے کاٹنے کے بعد بڑے بڑوں کی عقل ٹھیکانے آجاتی تھی۔

کمرے کے باہر کھڑی عائشہ بیگم، شاکرہ بیگم نور اور ماہ دکھ اور افسوس کے ساتھ روتی سسکتی تانیہ کو دیکھ رہی تھیں، جیسے اندازہ نہیں تھا اس نی خود کے ساتھ کتنا برا کر لیا ہے۔۔

غصّے سے ایک جھٹکے سے بڑی سرکار نے اپنی چھڑی زمیں پر پھینکی تھی، پہلے ہی اس کے بھاگنے کی خبر نے انہیں غصّہ دلا دیا تھا اور اب اس کا یہ انداز اس کے لئے برا ہی ثابت ہوا تھا۔۔۔

سنہری شام میں ڈھلتا سورج، نومبر کے اختتام پر چار سو چلتی ٹھنڈی یخ بستہ ہوا میں گل اؤن کہ سویٹر پر گرم شال کو کندھوں کے گرد لپیٹے ڈارک بلیو

رنگ کے لباس میں ملبوس لمبے کلے بالوں کی بل والی چوٹی میں پراندا لپیٹ کر پیٹھ پر ڈالے گنے کے قد اور درختوں کے بیچ سے گزرتی کولا پوری چپل میں مقید پیروں کو سانپ کے ڈر سے احتیاط سے کچی زمین پر رکھتی چلتی چلی جارہی تھی۔ مغرب کے بعد دور دور تک پھیلے کھیتوں میں نا آدم تھا نا آدم کی ذات سرخ سفید رنگت پر پریشانی سے پسینے آرہے تھے۔ ہری ہری سبز آنکھوں میں ڈر ہچکولے لے رہا تھا۔ گل شام میں عصر کے بعد اپنے دونوں بھتیجوں کی ہمراہی میں کھیتوں میں آگئی تھی۔ دس سالہ آریان اور نو سالہ ازلان دونوں ہی باغ سے سیب توڑنے کے چکر میں گل کو بھی اپنے ساتھ کھینچتے حویلی سے باہر لے آئے تھے، وہ دونوں تو پھل توڑنے کے چکر میں گل کو پیچھے چھوڑ بھاگتے دوڑتے پیڑ پر چڑ گئے تھے۔ شام کے اس وقت گل نے ان دونوں کو بہت منع کیا پر وہ سنتے جب نا پر انہیں اس وقت نا مالی کا ڈر تھا اور نا ہی اپنے باپ کا۔

ان دونوں کو مصروف دیکھ گل ہنستے ہوئے باغ کے دوسری جانب پیچھے سے ہوتی کھیتوں میں آگئی تھی۔ایک ڈال پکڑ کر گل نے اپنے لئے گنا توڑا اور سانپ کے ڈر سے احتیاط سے قدم اٹھاتی بیچ سے گزرتے راستے سے ہوتی کافی آگے نکل آئی تھی۔گنے میں سانپ کا ہونا ایک معمولی بات تھی۔گل سامنے کو دیکھتی چلتی چلی جا رہی تھی کہ خود پر کسی کی نظریں محسوس پر چونک کر پلٹی آس پاس نظر ڈورائی پر دور دور تک کوئی نا تھا۔آپنے ارد گرد کئی اکڑ پر پھیلے کھیتوں کو دیکھ احساس ہوا وہ کافی دور نکل آئی ہے۔آریان اور ازلان کہ خیال کے تحت قدم واپسی کو لئے ساتھ ساتھ منظر پر ایک نظر ڈالی جہاں

آسمان پر چھائی شفق کی لالی بڑھتی چلی جا رہی تھی، کھیتوں میں شام تک کام کرنے والے ہاری تھک ہار کر اپنے مٹی کے بنے گھروں کی جانب جا رہے تھے۔ٹھنڈی ہوا سے کپکپاتے اپنے گرد پھیلی شال کو خود پر سہی کرتے ان دونوں کو ڈھونڈنے کی جلدی میں ڈر و خوف سے چلتے ابھی کچھ

قدم ہی بڑھائے تھے کہ اپنے پیر پر سے کچھ گزرتا محسوس کر گل ایک چیخ کے ساتھ پیچھے کو ہوئی تھی۔

اندھیرے میں سامنے نظر ڈالی جہاں سامنے ایک کالا سانپ کا بچہ کنڈلی مار کر اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ ڈر اور خوف سے گل کی آواز تک نہیں نکل رہی تھی جبکہ سانپ اس کو ڈسنے کے لئے اب رینگتا ہوا اس کی جانب آ رہا تھا۔ گل ایک خوف ناک چیخ کے ساتھ الٹے قدم پیچھے کو دوڑی تھی۔ دور ہی آریان اور ازلان گل کی چیخ سنتے اس کی غیر موجودگی کو محسوس کر ایک دم سیب وہیں زمین پر پھینک اس کی تلاش میں سرپٹ کھیتوں کی جانب ڈور کر آئے تھے۔

گل اندھادھند آگے بھاگتی ہوئی جا رہی تھی۔ رفتار کافی دھیمی تھی، سانپ بھی رینگتا ہوا اس کے پیروں کی دھمک پر اس کے پیچھے تھا۔ ڈر اور خوف

سے پیر کپکپا رہے تھے۔پوری جان لگا کر بھاگنے کے باوجود بھی ابھی وہ صرف چند قدم ہی دوڑ سکی تھی۔

سانپ اس کے قریب آتا ابھی پیر پر ڈسنے ہی لگا تھا کہ کسی نے ایک دم اس کا سر پکڑ کر زمین پر کچل ڈالا۔

شام ڈھل چکی تھی رات کے اندھیرے میں ہر سو تاریکی چھاگئ تھی ۔سانپ کا سر کچلنے والا شخص اب ڈنڈی سے اس کا مردہ جسم ایک طرف کو کر رہا تھا۔

جبکہ ڈر اور خوف سے گل کی بولتی بند ہو چکی تھی۔پورا جسم پسینے سے شرابور تھر تھر کانپ رہا تھا۔پیر و میں کھڑے ہونے کی ہمّت ختم ہو چکی تھی کہ اندھیرے میں وہ شخص ایک دم پلٹا۔

"اتنی رات کو آپ حویلی سے باہر کیا کر رہی ہیں۔"

یہ پاس گاؤں کے بڑی حویلی والوں کا بیٹا تھا۔ جو شام میں شمشیر ملک سے ملاقات کی غرض سے آیا تھا۔

"وہ۔۔وہ۔۔"

اس کی آواز پہچانتے کچھ حوصلہ ملا تھا۔ لیکن ڈر کے مارے حلق سے آواز ہی نہیں نکل رہی تھی۔

"پھپھو آپ یہاں کیا کر رہی ہیں۔"

دور سے اندھیرے میں اس طرف دو سایے دیکھ آریان اور ازلان ڈور کر اس جانب آئے تھے۔

"وہ میں۔۔وہ میں تم لوگ۔۔ کہاں تھے۔"

گل ان دونوں کو سامنے دیکھ بے ربطہ سا جملہ ادا کرتی ان سے سوال کرنے لگی، جو اپنے سامنے شخص کو دیکھ رہے تھے، یہ وہی تھا جو شام میں مہمان خانے میں ان کے باپ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

آریان تم تینو حویلی جاؤ، اور آیندہ اتنی رات کو باہر نہیں نکلنا چلو شاباش"

"میں صبح آتا ہوں، پھر بات ہوتی ہے لالہ سے۔

گل کا گھبرایا ہوا چہرہ دیکھ مجید نے خود اس کی مشکل آسان کرتے دونوں کو کہا۔

"جی ٹھیک ہے، چلیں پھپھو۔"

آریان نے گل کے ٹھنڈے یخ ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے قدم حویلی کی جانب بڑھائے ساتھ ازلان نے بھی ان کی پیروی کی۔

پیچھے کھڑے مجید نے ان تینوں کو نظروں سے اوجھل ہوتا دیکھ خود بھی قدم کچھ فاصلے پر کھڑی اپنی جیپ کی جانب گئے۔وہ ابھی حویلی سے نکل کر گاڑی اپنے گاؤں کے راستے پر ڈال تھوڑا ہی دور آیا تھا کہ ایک چیخ سنائی دی۔ہیڈ لائٹ کی روشنی میں آگے بھاگتی لڑکی پر نظر پڑی تو ڈنڈا لے کر اس کی جانب آیا جو سانپ سے ڈر کر بھاگنے کے بجائے چیخ مار کر اسے مزید چوکنا کر رہی تھی۔

"کہاں گئے تھے، آپ تینوں۔"

جیسے ہی انہوں نے اندر قدم رکھا کہ بڑی سرکار کی کڑک دار آواز ان کے کانوں میں پڑی۔

وہ کہیں۔۔ نہیں دادی سرکار، ہم تو بس یہیں پاس باغ پھل لینے گئے تھے "
۔"

ازلان اور آریان نے گل کو چپ رہنے کا اشارہ کرتے آرام سے کہا۔

"اتنی رات کو کون سے باغ میں پھل توڑ رہے تھے۔"

ان کے بھونڈے سے جواز پر بڑی سرکار نے طنزیہ کہا۔

شام سے ان تینوں کی ٹولی غائب تھی۔اس وقت وہ ان کی خوب خبر لینا کا ارادہ رکھتی تھیں۔کیوں کے جس وقت ان کی تفریح ہو رہی تھی اس وقت تک پورا گاؤں سو چکا ہوتا تھا۔

"وہ دادی سرکار ہم تو اپنے پیچھے والے باغ سے پھل توڑ رہے تھے۔"

آریان نے اپنی پیاری سی دادی کو دیکھ بہانہ گھڑا جس پر کنچے جیسی آنکھوں والے ازلان نے اثبات میں گردن ہلاتے اس کی تائید کی۔

"یہ تو بچے ہیں گل آپ بھی"

ان دونوں پر ایک کڑی نگاہ ڈال بڑی سرکار نے حواس باختہ سی کھڑی گل کو دیکھ ناراضگی سے کہا۔

"وہ اماں میں نے منع کیا تھا، پر یہ دونوں سنتے ہی نہیں۔"

گل خود پر قابو پا چکی تھی، اب اپنی شرارتی طبیعت کے پیشِ نظر سارا ملبا ان دونوں پر ڈال گئی۔

"اہہ پھپھو آپ نے ہی تو کہا تھا چلو پھل توڑ کر لاتے ہیں۔"

وہ دونوں کم تھے فوراً معصوم سی صورت بنا کر گل کو بھی اپنے ساتھ کھینچا جو مزے سے بڑی سرکار کے ساتھ سوفے پر لگ کر بیٹھ گئی تھی۔

"چلیں آپ تینو جائیں، اور فجر میں وقت سے پہلے آپ تینو مجھے نظر اؤ۔" بڑی سرکار نے ان تینو شرارت کی پوٹلیوں کو دیکھ تنبیہ کرتی نگاھوں سے گھورا جو اچھے بچوں کی طرح سر ہلاتے اپنے اپنے کمروں میں بھاگ گئے۔

بڑی سرکار نے مسکرا کر ایک سیڑھی چھوڑ کر پہلا نگ کر جاتی اپنی بیٹی کو دیکھا جس کی کچھ ہی مہینو میں شادی تھی۔ پھر ان تینو کی ٹولی نے تو ٹوٹ ہی جانا تھا۔ پر وقت بے رحم بنا پہلے ہی اس کی قسمت کا فیصلہ کر چکا تھا۔

"اُف کل تو بال بال بچ گئے۔"

ازلان نے ایک گہری سانس بھر کر گزری شام یاد کرتے کہا۔

ہاں ! ورنہ مجھے تو لگ رہا تھا، دادی سرکار نے اس بار ہمیں کم از کم دس دن "گھر میں رہنے کی سزا تو ضرور سنانی ہے۔"

آریان نے گل کے ساتھ لان میں پڑے جھولے میں بیٹھتے قیاسہ آرائی کی ۔

فکر مت کرو بچہ جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں، ایسا کچھ نہیں ہو سکتا" ۔"

پیروں کی مدد سے جھولا جھولتے گل نی شہانا انداز میں کہا۔۔

"رہنے دیں پھپھو آپ تو ایک نمبر کی ڈرپوک ہیں۔"

ازلان نے گل کی زبانی کل درپیش انے والا واقعہ سننے کے بعد سے ریکارڈ لگایا ہوا تھا۔

"کوئی نہیں وہ تواچانک سے سانپ سامنے اگیا تو میں ڈر گئی۔"
گل نے اپنی جھیپ مٹاتے صفائی پیش کی۔

سہی بات ہے، جبھی اتنی زور زور سے چیخ رہی تھیں کہ آس پاس کی"
"چڑیلیں بھی جاگ گئی ہونگی۔
ازلان نے اپنی کنیچے جیسی آنکھیں گھماتے قہقہہ لگایا۔

"ازلان تمیز سے بات کرو بڑی ہوں میں تم سے۔"
گل نے فوراً رعب دکھاتے اب اپنے ہتیار (رشتے) کا استعمال کیا تھا۔

"چلو چھوڑو واؤ، کچن میں چل کر کچھ مزے کا بناتے ہیں۔"

گل نے ان دونوں کی اتری شکل دیکھ فوراً چٹکی بجا کر ایک نیا کارنامہ سرانجام دینے کا سوچا۔

"یاہو چلو !"

تینو جھولے سے کود کر اترتے اندر کی جانب بھاگے تھے، جبکہ جھولا آہستہ آہستہ ہلتا اب رک چکا تھا۔

"دادی سرکار اتنے غصّے میں کیوں ہیں۔"

ازلان نے اپنے باپ اور دادی کی آواز سن تجسس سے پوچھا۔ جو شاید گاؤں میں ہونے والے کسی فیصلے کو لے کر محو گفتگو تھے

"ارے کچھ نہیں، گاؤں کا کوئی فیصلہ لیناہو گا انہیں بس آجاؤ تم لوگ۔"

گل نے سر جھٹک کران دونوں کو اپنے ساتھ لے جانا ہی بہتر سمجھا ورنہ انہوں نے سوال پوچھ پوچھ کر ہی دماغ خراب کر دینا تھا۔

پھر کچھ ہی دیر میں وہ تینوں اپنا کارنامہ سرانجام دے کر پورا کچن الٹا کر چکے تھے۔جب عائشہ بیگم اور شاکرہ کچن میں آئیں تو وہاں کی حالت دیکھ چکرا کر رہ گئیں۔

شیک بنانے کے چکر میں انہوں نے پورے کچن کا بیڑا غرق کر دیا تھا۔سلپ پر آم کے قتلے پڑے تھے تو کہیں چینی اور کہیں زمین پر پڑا دودھ اپنی قسمت کو رو رہا تھا۔

"یہ کیا کیا۔"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

عائشہ بیگم ایک نظر کچن پر ڈال کر تینوں کو دیکھ غصّے سے پوچھا۔ گل اس حویلی کی لاڈلی بیٹی تھی جسے بڑی سرکار اور ریاض ملک کی طرف سے سات خون بھی معاف تھے، اور اسی لاڈ پیار کا ناجائز فائدہ اٹھاتی گل ہمیشہ اپنی من مانی کر جاتی تھی۔

"ارے بھابی سائیں دیکھیں، ہم تینو پارٹنرز نے مل کر شیک بنایا ہے۔" گل نے خوش ہوتے جو سر مشین کہ جگ سے شیک سامنے کرتے انہیں دیکھا آیا جواب شاید اس کی تعریف کرتیں۔

"اُف گل تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔"

وہ چاہ کر بھی اسے نہیں ڈانٹ سکتی تھیں ورنہ اسنے رو رو کر پوری حویلی کو سر پر اٹھا لینا تھا۔

"ہٹو چلو نکلو تم تینو یہاں سے۔"

تینوں پر ایک غصّے بھری نظر ڈال باہر کا راستہ دکھایا جو خود ہی ایک نظر کچن پر ڈال کھکھی کرتے باہر نکل گئے۔

پیچھے عائشہ بیگم بڑبڑاتی ہوئی ملازمہ کے ساتھ مل کر کچن صاف کرنے لگیں۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

کہاں چلے آپ تینوں۔" بڑی سرکار نے شرارت سے مسکراتی ٹولی پر" ایک نظر ڈال کر پوچھا۔

کہیں بھی نہیں، آپ کو پتا ہے دادی سرکار پھپھو سائیں نے شیک بنایا تھا"
"۔

ازلان نے جلدی سے خوش ہوتے اپنی پارٹنر کا کارنامہ بتایا، جو بڑی سرکار کی ناراضگی بھری نظر خود پر محسوس کر کھسیا کر مسکرائی۔

آپ تینوں کی حالت دیکھ کر لگ رہا ہے کہ شیک نے آپ لوگوں کو بنایا"
"ہے۔

ان تینو کی ظاہری حالت دیکھ بڑی سرکار نے لطیف سا طنز کیا۔ دوسروں کے لئے غصّے ناک جلالی سی بڑی سرکار اپنی اس بیٹی کے آگے سب بھول جاتی تھیں۔

"ہاہاہاہا اماں سرکار آپ کو تو پتہ ہے مجھ سے یہ سب نہیں ہوتا۔"

گل نے ایک قہقہہ لگاتے کہا جس پر انہوں نے صرف مسکرانے پر اتفاق کیا۔

چلو جاؤ آپ تینوں جلدی سے کپڑے تبدیل کر لو پھر میں بنوا کر دیتی"

"ہوں اپنے بچوں کے لئے جوس۔

بڑی سرکار نے اپنے تینوں لاڈلے بچوں کو پیار سے دیکھ کہا، جو جلدی سے ان کے ہاتھ پر بوسہ دیتے چلے گئے تھے۔

"چھوٹی بہو۔"

بڑی سرکار نے شاکرہ بیگم کو آواز دی جو چھوٹے سے ضیغم کا ہاتھ پکڑے اس جانب آئیں۔

"جی اماں سرکار۔"

ادب سے کھڑے ہوتے پوچھا۔

"گل اور دونوں چھوٹوں کے لئے آم کا شربت بنوا کر بھیجیں۔"
سنجیدہ تاثرات لئے سامنے کھڑی اپنی بہو کو دیکھ حکم دیا، جو "جی بہتر
۔" کہتیں کچن کی جانب بڑھیں۔

گل کی شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں۔کچھ ہی دن میں گل اور مجید کی
شادی طے پائی تھی۔مجید ان کی بڑی بیٹی فاریہ کے شوہر شعیب صاحب کا
چچازاد بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی حویلی کا بیٹا بھی تھا۔ان کے یہاں
خاندان سے باہر شادی کرنے کا کوئی رواج نہیں تھا یہی وجہ تھی کہ جب
انھوں نے گل کا رشتہ منگا تو بڑی سرکار نے فوراً ہی ہاں کر دی۔ان کی بڑی
بیٹی پہلے ہی اس گھر کی بہو تھیں، جو اپنے بچوں سمیت شہر میں رہائش پذیر
تھیں، شعیب صاحب کو گاؤں میں رہنا کچھ خاص پسند نہیں تھا۔پہلے

پاکستان سے باہر رہ کر تعلیم مکمل کی اور شادی کے بعد مستقل طور پر شہر کہ ہی ہو کر رہ گئے تھے۔ مشکل سے سال میں ایک بار ہی فاریہ بیگم حویلی کا چکر لگاتی تھیں وہ بھی اکیلے، کیوں کے شعیب صاحب اور چھوٹا ارمان ہر گز بھی یہاں انے کو راضی نہیں ہوتے تھے۔ لیکن اس بار اپنی بہن کی شادی پر ساتھ یہاں انے والی تھیں، لیکن ارمان کی ضد وہ اپنے دونوں بچوں کے اور اس کے پیپرز کی وجہ سے ایک بار پھر ارمان کر چھوٹی سی تانیہ کو لئے حویلی پہنچ گئیں جہاں بہت اچھے سے ان کا استقبال کیا گیا تھا۔اس بار تو شعیب صاحب کا آنا بھی ضروری تھا کیوں کہ ان کے چچا کے اکلوتے بیٹے کی شادی تھی اگر وہی نہیں اتے تو اس بار حویلی والوں کی ناراضگی پکی تھی۔

بڑے یاور مالک اور جبار ملک دونوں بھائی ریاض ملک کے دور پرے کے رشتے دار تھے۔ یاور ملک نے اپنے بڑے اور اکلوتے بیٹے کی شادی ریاض ملک کی بڑی بیٹی فاریہ سے کی تھی۔ جب کے شعیب ملک سے چھوٹی

دونوں بیٹیوں کی شادی گاؤں میں ہی ہوئی تھی۔جبار ملک کا ایک ہی بیٹا تھا مجید

جو اپنے بڑے تایا اور باپ کے مزاج سے الٹ شعیب ملک کی طرح ٹھنڈے اور دہیمے مزاج کا ملک تھا۔ان دونوں بھائیوں میں اپنے باپ کی طرح کسی جاگیردار کی سوچ ہر گز تھی۔بلکہ وہ سب کا درد اپنے دل میں رکھتے تھے، یہاں کے وہی روایتی جاگیردارنہ سیسٹم سے تنگ شعیب ملک تو کب کا اس گاؤں کو خیرباد کر گئے تھے۔لیکن مجید کے دل میں اس مٹی کی محبّت تھی۔اور یہی خوشبوں تھی جو یہاں سے کہیں اور جانے پر ان کے قدم جکڑ لیتی تھی۔

دونوں حویلی والوں کی باہمی رضامندی پر کچھ ہی دن میں مجید اور گل کی شادی طے پائی تھی۔جس کی تیاری زور وشور سے دونوں طرف ہو رہی

تھی۔مالکوں کے بچوں کی شادی پر دونوں گاؤں میں بنی حویلی کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔

خیر سے وہ دن بھی اگیا جس کا انتظار تھا۔آج گل کی مہندی تھی۔ہر طرف خوشی کا سماں تھا۔بڑی سرکار اور ریاض ملک کی تو آج خوشی ہی دیکھنے لائق تھی۔ان کی لاڈلی بیٹی کی شادی تھی۔ازلان،آریان اپنی پارٹنر کے جانے سے تھوڑا افسردہ ضرور تھے لیکن خوش تھے،وہ کونسا دور جا رہی تھی یہیں پاس گاؤں میں تو اس کا گھر تھا۔فاریہ بیگم اور شعیب ملک بھی تانیہ کے ساتھ آج بڑی حویلی والوں کی طرف سے تقریب میں شرکت کرنے والے تھے۔

پوری حویلی مہمانوں سے بھری پڑی تھی۔مہندی کا ہرا اور آتشی امتزآج کا لہنگا پہنے گل کچھ پریشان اور گھبرائی گھبرائی سی تھی۔جیسے کچھ برا ہونے کا ڈر ہو۔آنکھیں گزری رات میں ٹوٹنے والے قہر سے روئی روئی خاموش

تھیں۔ بڑی سرکار اپنا کام کر اب مطمئن سی سب مہمانوں سے ملتی بڑی حویلی والوں کا انتظار کر رہی تھیں۔

کچھ ہی دیر میں جو خبر شعیب ملک نے اکران کے اور ریاض ملک کے گوش گزار کی تھی، وہ ان کی پوری دنیا ہلا گئی تھی۔ ایک پل کو تو پوری حویلی ان کے آگے گھوم گئی تھی۔ پاؤں تلے زمین ہ سرک گئی تھی۔ انہیں کیا معلوم تھا ان کی اس غلطی کی کتنی بڑی سزا گل کو بھگتنی پڑنی تھی۔ چند لمحوں کا کھیل تھا بڑی سرکار اپنا پورا وجود لئے زمین بوس ہو گئی تھیں۔ ویل چیئر پر موجود ریاض ملک کی بھی حالت بگڑ چکی تھی۔ شمشیر اور وقار حواس باختہ سے انہیں لئے ہسپتال بھاگے تھے۔

جس حویلی میں کچھ دیر پہلے خوشی سے شہنائیاں بج رہی تھیں، وہاں ماتم بچھ گیا تھا۔ سب مہمانوں میں بھگ ڈر مچ گئی تھی لوگ طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے۔

شاکرہ بیگم بھوکلائی سی جب یہ خبر دینے گل کے کمرے میں پہنچیں تو وہ پہلے ہی مرجھائی سی بیٹھی تھی، گل نار کو خبر سنتے ہی لاحق اندیشوں پر اب پورا یقین ہو چکا تھا، صبح سے طبعیت پر جو بے چینی تھی وہ بے معنی ہر گز نہیں تھی، بلکہ وہ تو سگنل تھا اس کی زندگی کے اندھیروں کا۔ بے یقینی کی سی حالت میں گل روتی سسکتی شاکرہ بیگم کو دیکھ چکراتے سر کو تھامتی زمین بوس ہوتی ہوش و خرد سے بیگانہ ہو گئی، جبکہ ہر طرف صرف سسکیاں تھیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

بڑی سرکار کے حکم پر تانیہ کو تہ خانے میں ڈال دیا گیا تھا۔ مشکل سے صرف ایک ہی رات تانیہ نے اسے اندھیرے میں گزاری تھی۔ تانیہ کے لئے وہ تے خانہ بھی اسی اندھیرے کمرے کی طرح تھا، جس میں وہ پچھلے تین مہینوں سے رہ رہی تھی۔ اس کے لئے کوئی خاص تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی۔ ویسے بھی جو فیصلہ کر اسنے بڑی سرکار کے آگے زبان کھولی تھی اس کے بعد تو یہ عام سی بات تھی، اس سب کے لئے وہ خود کو پہلے ہی تیار کر چکی تھی۔ اس تہ خانے میں اتنا ہی ڈر لگ رہا تھا، جتنا زندہ انسان کو قبر میں لگتا ہے لیکن رو کر چلا کر گڑ گڑا کر وہ ہر گز ہی انہیں اپنی کمزوری نہیں بتانا چاہتی تھی۔ اسی لئے بڑے ضبط اور صبر سے بیٹھے جانے کیسے نا کیسے کر کے یہ رات بھی گزار لی۔ پچھلے تین ماہ میں پتہ نہیں ایسی کتنی راتیں تھیں جو اس نے ڈر اور خوف میں جاگتے آنکھوں میں ہی کاٹ دی تھیں، تو اب ایک اور سہی۔۔

لیکن شاید بڑی سرکار کو اس پر رحم آگیا تھا، یہ پھر اس میں بھی انکی کوئی چال چھپی تھی۔ جو بھی تھا صبح کا سورج نکلتے ہی زمانی بڑی سرکار کے بلاوے کے ساتھ اس کے سر پر کھڑی تھی۔

"ڈاکٹرنی صاحبہ کی عقل یہاں رات گزار کر ٹھکانے تو آ ہی گئی ہو گی۔" تانیہ کا کمزوری سے پیلا زرد چہرہ دیکھ زمانی نے مکاری سے مسکراتے اپنے بالوں کی لٹ کو انگلی پر لپیٹا۔

اس وقت پیاس کے مارے تانیہ کے ہلک میں کانٹے چب رہے تھے، حلق میں خراش پڑ چکی تھی۔ لیکن زمانی سے بولنا اپنے لفظوں کو بے مول کرنے جیسا تھا۔ اسی لئے فلحال خاموش ہی رہی۔

بتاؤذرا کل تو ایسی زبان چل رہی تھی کے کینچی کو بھی مات دے ڈالی"

" تھی،اب کیا منہ میں دہی جم گیا ہے۔

اسے مسلسل خاموش دیکھ زمانی نے اپنی کاجل سے لبریز گول گول آنکھیں گھمائی۔

تانیہ کا بھوک، پیاس میں کمزوری، نقاہت سے برا حال تھا۔وہ چاہ کر بھی ایک لفظ منہ سے نہیں نکال سک رہی تھی۔

"یہ تو اچھی خبر ہے، تیری زبان تو بھئی خود باخود بند ہو گئی۔"

زمانی نے مسکرا کر اس کی بے بسی کا مذاق بنایا۔جو اس وقت ان کے رحم و کرم پر ہی یہاں موجود تھی۔

چل ساتھ،اور ہاں جیسے بڑی سرکار کہیں مان لیو، ورنہ بڑی سرکار کی سزا "
"سے تو ابھی واقف نہیں۔

ان کے پاس جانے سے پہلے زمانی نے خاموش کھڑی تانیہ کو ڈرانا ضروری سمجھا جو اس وقت قابل رحم حالت میں موجود تھی۔

"چل اب،اور یہ دوپٹہ سر پر لے۔"

زمانی کے حکم پر تانیہ نے اس کی پشت کو گھورتے بڑی مشکل سے ضبط کرتے اس کا حکم مانا ورنہ دل تو کر رہا تھا رکھ کر مارے اس کے منہ پر ایک تھپڑ ، جیسے بس موقع چاہیئے تھا سر پر چڑھنے کا۔

پر جو کچھ کل ہوا اس کے بعد خاموشی ضروری تھی، جلد بازی ہمیشہ کام کو خراب کر دیتی ہے، جو اس وقت تو وہ ہر گز نہیں چاہتی تھی۔۔

نک سک سے تیار بلیک پینٹ پر آسمانی رنگ کی ٹی_ شرٹ پہنے بالوں کو اچھے سے پیچھے کو سیٹ کیا.. ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا ہیئر سپرے اٹھا کر اپنے بالوں پر اچھے سے سپرے کرتے ایک نظر اپنی مکمل تیاری پر ڈالی۔اپنی سحر انگیز شخصیت پر ایک نظر ڈال کر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا پرفیوم اٹھا کر خود پر چھڑک کر کالی گہری آنکھوں پر لگانے کہ لئے سامنے پڑے سن گلاسس اٹھا کر فی الحال شرٹ کالر میں اڑا سا۔سپاٹ تاثرات لئے عنابی ہونٹوں کو باہم آپس میں پوست کئے کچھ الجھا الجھا سا تھا۔سامنے شیشے میں خود کا جائزہ لیتی نظروں میں اس وقت کافی ٹھنڈا تاثر تھا۔کل صبح ہی پاکستان واپسی ہوئی تھی۔یوسف سے بات چیت کر کہ آج اس کا رخ حویلی کی جانب تھا ۔جہاں پتہ نہیں کون کون سے محاذ کھول رکھے تھے۔

اپنی تیاری پر ایک آخری طائرانہ نظر ڈورا کر ڈریسنگ روم سے نکل کر کمرے میں آیا۔۔ سائیڈ ٹیبل پر پڑی گاڑی کی چابی اٹھاتا روم لاک کرتا باہر کو آیا۔ سیڑھیاں پھلانگتا ہال میں اتے ایک نظر کچن کی جانب ڈال کر موبائل پر انگلیاں چلاتے کام کرتے خانساماں کو آواز دی۔

"زلفی کاکا۔۔"

آریان کی آواز پر ان کہ گاؤں کا ماتحت ڈورتا ہوا اس کے سامنے حاضر تھا۔

"جی چھوٹے سرکار۔"

مودب سے انداز میں ہاتھ پیچھے کو باندھتے سوال کیا۔

زلفی کاکا!!!میں تو حویلی جارہاہوں،دو تین دن وہیں گزریں گے۔آپ "
"اپنااور باقی تمام ملازمین کا کھاناتیار کرلیں میرے لئے نا کیجیے گا۔
آریان نے عجلت میں موبائل پر آتی کالز کو میوٹ پر کرتے سامنے کھڑے
پچاس سال کے لگ بھگ شخص کو حکم صدر کیا۔

زلفی صاحب اس کے حکم کی تکمیل کرتے اثبات میں سر ہلا گئے،آریان
بھی جانے سے پہلے انھیں کچھ ضروری ہدایت کرتا باہر پورچ کی جانب بڑھا
۔

گیٹ پر کھڑے گارڈز کو چوکنا رہنے کی تلقین کرتا ہر جانب کڑی نظر رکھنے
کی تاقید کرتا اپنی گاڑی کا دروازہ کھولتا جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ سمبھالتا
زن سے گاڑی بھگا لے گیا۔

موبائل پر آتی شمشیر ملک کی مسلسل کالز پر ڈرائیو کرتے آریان نے ایک نظر سکرین پر ڈال کر آنگھوٹے سے سویپ کرتے کال اٹھائی۔ آج الیکشن کا دن تھا اس وقت صبح کے چھ تیس ہو رہے تھے، کچھ ہی دیر میں وٹنگ شروع ہونے والی تھی۔

!السلام علیکم"

"باباسائیں۔

سپیڈ میں گاڑی چلاتے، نظر سامنے روڈ پر ٹکائے متوازن لہجے میں خریت دریافت کی۔

دوسری جانب شمشیر ملک اس کے سلام کو سرے سے نظر انداز کئے اس پر چڑھ دوڑے تھے۔

بابا سرکار میں آپ سے کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں۔مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے "آپ کی اس سیاست میں۔

آریان کے لہجے میں بیزاری عیاں تھی۔

دوسری جانب شمشیر ملک اب بھی غصّہ میں بہت کچھ بول رہے تھے ۔ماتھے پر چڑی تیوری بیزاریت کا ثبوت تھی۔جواب کار سٹیر نگ گھوماتا کٹ لے رہا تھا۔

پولنگ بوتھ پر میرا کیا کام ہے بابا آپ کہ پارٹی ورکرز کر تو رہے ہیں کام "۔

ان کی اب بھی مرغی کی وہی ایک ٹانگ تم پارٹی کی بھاگ ڈور سمبھال لو۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"یار بابا اللہ نا کرے آپ کو کچھ ہو، اب آپ مجھے اموشنلی بلیک میل کر رہے ہیں۔"

آریان ان کی ایک ہی گردان پر جھنجھلا سا گیا تھا۔

"اگر آپ کو اتنے ہی خدشے لاحق ہیں تو یہ سب معاملات ضیغم کے سپرد کر دیں آفٹر ال داماد ہے آپ کا۔"

اس نے بھی موقع کا فائدہ اٹھا کر گہرا طنز کیا تھا۔

"پلیز بابا!!!۔" سگنل پر کھڑے آریان کا لہجہ منت بھرا تھا، جو ہر حال اسے قائل کرنے پر تلے تھے۔

"لیکن بابا آپ سمجھ کیوں نہیں رہے۔ مجھے آپ کی سیاست میں کوئی دلچسپی نہیں۔"

آریان نے جھنجھلا کر کہتے گاڑی کا رخ پولنگ سٹیشن کی جانب موڑا جو کسی صورت راضی نہیں تھے۔

" تحمل بابا، تحمل، آرہا ہوں میں۔"

شمشیر مالک کی غصّے سے کانپتی آواز سن آریان نے جلدی سے انہیں مطمئن کرتے ٹھنڈا کیا۔

آریان نے فون بند کرتے ایک گہری سانس بھرئی، ساتھ ہی موبائل برابر سیٹ پر پٹکتے گاڑی کو ریس دی۔ اسلام آباد کی سڑکوں پر فراٹے بھرتی آریان کی گاڑی پولنگ سٹیشن کی جانب گامزن تھی۔

آج تانیہ کے ذمے شادی میں آئے گاؤں سے تمام مہمانوں کے رات کے کھانے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ جس کی تیاری میں وہ صبح سویرا سے ہی نہار منہ خالی پیٹ جتی ہوئی تھی۔ کتنے ہی بار دل چاہا کو زور زور سے روئے چیخے اپنا غم یہاں موجود ہر فرد کو بتائے۔ آج صبح سے دل بہت ہی اداس تھا ۔رہ رہ کر رونا آرہا تھا پتہ نہیں کیوں آج ہمّت جواب دے رہی تھی لیکن پھر بھی ضبط سے کھڑی کھانا پکانے میں لگی ہوئی تھی۔ دس آدمیوں کے برابر کا کام اس اکیلی کے ذمے لگا دیا تھا اسنے تو کبھی ایک فرد کا کھانا نہیں بنایا تھا کجا کہ یہاں سو آدمیوں کا کھانا اس کے ذمہ تھا۔ جانے آج رات کیا ہونے والا تھا۔

ڈاکٹرنی صاحبہ کھانا بن گیا۔" زمانی اپنے مخصوص انداز میں کالی بل کھاتی " لٹ کو انگلی پر لپیٹ کر مکاری سے گویا ہوئی۔

تانیہ نے ایک نفرت بھری نظر اس پر ڈال اپنا رخ موڑ لیا۔اس کھلی بے عزتی پر زمانی کا خون کھول گیا۔اتنے سب کرنے کے بعد بھی یہ ڈاکٹرنی ناجانے اس سے کیوں نہیں ڈرتی تھی۔

اوہ ڈاکٹرنی تجھ سے بات کر رہی ہوں۔"اس بار زمانی نے اسے بازو سے" پکڑنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

زمانی اس کے بے نیاز انداز پر غصّے سے پیچ وتاب کھاتی ارد گرد اس کی تیاری پر نظر ڈالنے لگی۔جہاں فرش پر دیگ سائز بڑے سے برتن میں چاول بھیگے رکھے تھے۔بڑے بڑے پلیٹ نما سینیوں میں مصالحہ جات کچھ ہرا مصالحہ جو یقیناً صبح سے اب تک تانیہ نے بنایا تھا۔کہیں سوکھے مصالحہ جات پڑے تھے،جو یقیناً رات کے کھانوں میں اپنے ذائقے کا تڑکا لگانے والے تھے۔

تانیہ اس کی موجودگی سے بے نیازی برتی اپنے کام میں مشغول تھی۔ جبکہ سنک کے پاس آکر ارد گرد کا جائزہ لیتی زمانی کی آنکھوں میں ایک چمک سی ابھری تھی۔

واہ ڈاکٹرنی!!! میں نے تو سنا تھا شہری لڑکیاں بڑی نازک مزاج ہوتیں" ہیں باورچی خانے کی شکل بھی نہیں دیکھتیں لیکن یہاں تو ڈاکٹرنی صاحبہ دیگیں چڑھا رہی ہیں۔"

زمانی نے استفہامیہ نظروں سے ارد گرد کا جائزہ لیتے بھرپور انداز میں طنزیہ کیا۔ جب کے تانیہ سے کوئی پوچھتا اس کے ڈاکٹرنی کہنے پر اسے کتنی تکلیف ہوتی تھی۔

تانیہ اب بھی بے نیازی برتی ہونز خاموش تھی۔ جس پر زمانی کی زبان پر ایک بار پھر خارش ہوئی۔

لگ رہا ہے ایک رات تہ خانے میں گزار کر عقل ٹھیکانے آگئی ہے "

"ڈاکٹرنی صاحبہ کی۔

زمانی نے اپنی کالی بڑی بڑی کاجل سے لبریز آنکھیں گھوما کر چہرے پر بڑی قاتلانہ مسکراہٹ سجا کر اسے زچ کرنا چاہا، جو آج چپ کا روزہ رکھے بیٹھی تھی۔

تانیہ ضبط سے سنک کے پاس کھڑی مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی۔ آج اسے کسی حال اس کے منہ لگنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ کل کی رات اور بڑی سرکار کی تنمبیہ کہ اگر اب اس نے کچھ بھی کیا تو وہ ارمان کو ہر گز زندہ نہیں چھوڑیں گی۔ دونوں ہی سے تانیہ اس وقت کافی خوف زادہ ہو گئی تھی۔ زمانی چاہ رہی تھی کہ کسی طرح تو وہ بولے اور پھر وہ اپنی آگے کی چال پر عمل کر سکے لیکن اس وقت یہ داؤ فلحال خالی جا رہا تھا۔

بس کر دے ڈاکٹرنی، اب کیا برتن کو توڑ کر ہی دم لیگی۔" اسے ایک ہی" پلیٹ کو رگڑ رگڑ کر دھوتے دیکھ زمانی نے اس کے ہاتھ سے پلیٹ چھینی، کہ شاید وہ اب کچھ بولے پر دوسری جانب مکمل خاموشی تھی۔

اس کے یونہی چپ رہنے پر زمانی کچھ دیر کھڑی اسے گھورتی رہی پھر اپنے شیطانی دماغ میں ابھرتے خناس کے تحت شیطانی مسکراہٹ لئے پلٹتی کچن سے باہر نکل گئی۔

دوسری جانب جب سے ضبط کئے کھڑی تانیہ غصے اور بے بسی میں جذبات پر قابو نا پا سکی۔ ہاتھ میں پکڑا کانچ کا گلاس جو سخت سی پکڑ کے باعث ہاتھ میں ٹوٹ کر چکنا چور ہو چکا تھا۔

بھل بھل آنکھوں سے بہتے آنسوں پورا چہرہ بھگو رہے تھے ہلکے ہلکے کانپتی تھوڑی اس کے غم کی گواہ تھی۔دل میں اٹھتے غم کو برداشت کرتے ایک نظر خون سے لت پت اپنے ہاتھ پر ڈال سختی سے مٹھی بند کی جیسے اس معمولی سی تکلیف میں اپنے دل میں اٹھتا درد چھپانا چاہ رہی ہو۔لیکن تکلیف تھی کہ بڑھتی ہی چلی جا رہی تھی۔ گزرے تین ماہ میں وہ آج پہلی بار موٹے موٹے آنسوں سے زار و قطار روتی خود پر ضبط کھو رہی تھی۔وہ بھی تو انسان تھی، معمولی سی انسان،نازک سی لڑکی اسے بھی تو درد ہوتا تھا پچھلے تین ماہ میں کمال ضبط سے خود پر پہرے بیٹھائے خود کو مضبوط ثابت کر رہی تھی۔لیکن صبح دی جانے والی بڑی سرکار کی دھمکی نے اس کی ساری بہادری پل بھر میں مٹی میں ملا دی تھی۔آخر کب تک اور کہاں تک خود کے لئے لڑتی اب تو اس کی ہمّت بھی ٹوٹنے لگی تھی۔پتہ نہیں زندگی اب اس سے کیا چاہتی تھی۔خوب سارا رو کر دوسرے ہاتھ سے اپنے آنسوں صاف کئے۔ایک نظر اپنے زخمی ہاتھ پر ڈالی اور بے حسی سے سنک کا نل

کھول کر اس کے نیچے ہاتھ کیئے کھڑی ہو گئی۔ایک دم پانی پڑنے سے جلن سی محسوس ہوئی جیسے نظر انداز کرتی یونہی ہاتھ پانی کے نیچے کھڑی رہی ابھی اسی ہاتھ سے بہت سے کام کرنے تھے۔ٹھنڈا پانی زخم پر پڑنے سے اب خون رک چکا تھا لیکن وہ ابھی بھی یونہی کھڑی خیالوں میں گم صبح دی گئ بڑی سرکار کی دھمکی یاد کر رہی تھی۔

اس وقت صبح کے پانچ بج رہے تھے جب زمانی تانیہ کو اپنے ہمراہ لئے بڑی سرکار کے حکم کے مطابق ان کے کمرے میں آن وارد ہوئی۔

تسبیح کے دانوں پر رب کا ذکر سرگوشی کہ سے انداز میں کرتی بڑی سرکار اس وقت آنکھیں موندے رب کی حمد وثنا میں مصروف تھیں۔تانیہ کو

وہیں کھڑے رہنے کا اشارہ کرتی زمانی خود خراماں چلتی بنا چاپ پیدا کیئے انکی مصیری کے عین سامنے روکی۔

بڑی سرکار۔۔۔بڑی سرکار۔"اپنے مخصوص خوش آمدی انداز میں" مخاطب کیا۔

ھمم۔۔"آنکھیں کھولے بغیر یونہی ہنکار ابھرتے اسے آگے بولنے کا" اشارہ کیا۔

وہ بڑی سرکار۔۔آپ کی غلام آپ کے حکم کے مطابق بی بی کو لے آئی" ہے۔"

زمانی نے اپنی چاپلوسانہ طبیعت کے تحت تانیہ کی موجودگی کے بابت مطلع کیا۔

دوسری جانب ساری رات کی جاگی تانیہ آنکھوں میں نیند کا خمار لئے پلک جھپک جھپک کر خود کو حواس میں رکھنے کی کوشش کرتی سن ہوتے دماغ کے ساتھ غائب دماغی سے کھڑی تھی۔

زمانی کی اطلاح پر بڑی سرکار نے پٹ سے آنکھیں کھولیں، نظر سیدھی سامنے ملگجے سے نور کہ پرانے کپڑوں میں ملبوس کھڑی تانیہ پر پڑی جس کے چہرے پر تھکن کے آثار واضح تھے۔بے رونق سی آنکھیں جنہیں زمین پر گاڑے کھڑی تانیہ کو دیکھ ایک دم دل میں درد سا ہوا۔لیکن فوراً ہی خود پر قابو پاتیں بڑی سرکار ذرا سا اٹھ کر بیٹھیں۔

سنو لڑکی! یہاں اؤ۔" اپنی کڑک دار آواز میں اسے اپنی جانب انے کا" اشارہ کیا۔

تانیہ نے چونک کر نظر اٹھا کر سامنے بیٹھی اس ضعیف سی خاتون کو دیکھا جو اس عمر میں بھی خاصی چاک وچوبند تھیں۔اپنے مخصوص سفید لباس میں غرآرا اور گھوٹنوں تک آتی قمیض پہنیں اب اپنے بیڈ پر دراز پاؤں نیچے فرش پر رکھ رہی تھیں۔تانیہ غائب دماغی سے چھوٹے چھوٹے قدم لیتی ان کی جانب بڑھی جو اب بیڈ کے سرہانے رکھی چھڑی اٹھا کر اپنے ہاتھ میں لے کر فلور پر بڑے کروفر سے جمائے بیٹھی تھیں۔

یہاں اؤ لڑکی۔"اس کو کچھ دوری پر ٹھہرتا دیکھ غصّے سے پکارا۔"

جی۔"تانیہ جلدی سے ان کے قریب کھڑی ہو گئی۔بڑی سرکار ایک" غصّیلی نظر اسکے ناقابل برداشت وجود پر ڈال تنفر سے گویا ہوئیں۔

"جانتی ہو نا ہمارے بچوں کی شادیاں ہیں کچھ ہی دن میں۔"

ایک نظر اسے دیکھ پوچھا جو صرف اثبات میں سر ہلا گئی۔

"یاد رہے جو غلطی گزری رات میں تم کر چکی وہ دوبارہ نا ہو، ورنہ اس بار انجام اچھا نہیں ہو گا۔ یاد رہے غلطی تم کرو گی اور سزا تمہارا بھائی بھگتے گا۔" پرسوں رات کی اس کی فرار ہونے کی کوشش کا حوالہ دیتیں دھمکی آمیز لہجے میں بولیں۔ جبکہ تانیہ کو اس وقت کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

بڑی سرکار خاموش کھڑی تانیہ پر ایک نظر ڈال تفخر سے مسکرائی تھیں۔ جو کل ان سے اچھی خاصی زبان درازی کر کہ گئی تھی، پر اس وقت بلکل خاموش تھی۔ بڑی سرکار کے پاس تو اچھے اچھوں کی بولتی بند ہو جاتی تھی۔ یہ ذرا سی کل کی لڑکی چلی تھی ان سے ٹکر لینے اس کے سارے بل تو صرف ایک رات تہ خانے میں گزار کر ہی نکل گئے تھے۔

اس گھر کے سارے کام اب سے صرف اور صرف تمہاری ذمہ داری ہیں۔اب سے کوئی بھی ملازمہ مزید تمہارے ساتھ کوئی کام نہیں کروائے گی۔" بڑی سرکار کی اس سزا پر تانیہ کے مدہوش ہوتے حواس جھنجھنا کر بیدار ہوئے تھے۔

"میں۔۔۔میں اکیلے کیسے۔۔۔مجھے نہیں آتا۔۔"تانیہ نے اٹک اٹک کر اپنی بات مکمل کی اب تک بہت سے کام وہ صرف اسی لئے سرانجام دے رہی تھی کیوں کہ مزید ملازمیں اس کا ہاتھ بٹا دیتی تھیں لیکن اب۔۔تانیہ کو واقعی پریشانی نے آن گھیرا تھا کیوں کہ غلط کام ہونے پر جو سزا ملتی تھی وہ ناقابل برداشت تھی۔

توکب آئے گا بی بی زبان تو بہت تیز چلا لیتی ہو۔" بڑی سرکار نفرت امیز" لہجے میں پھنکاری تھیں۔اس بار سہی معنوں میں تانیہ کی سٹی گم ہوئی تھی۔

اب تک بڑی سرکار فاریہ بیگم کی التجا کرتی نظروں کو یاد کرتا نیہ سے نرمی برتی آرہی تھیں۔ لیکن یہ ذرا سی چھٹانک بھر کی لڑکی تو ان کے منہ کو ہی آرہی تھی۔

میں میں۔۔اب نہیں کرو نگی۔"اس وقت تانیہ کو اپنے آگے مشقت" بھرے کام کہ علاوہ کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ساری بہادری اور یہاں سے فرار ہونے کا جنون فلحال کہیں پیچھے جا سویا تھا۔

آج سے سارے کام تم کرو گی،وہ بھی اکیلے سمجھیں۔"اس کی بے یقینی" سے پھیلی آنکھوں کو دیکھ ایک بار پھر باور کروانا ضروری سمجھا۔

"بڑی سرکار میں نہیں کرسکتی اتنے سارے کام وہ بھی اکیلے۔ میرا آپ سے وعدہ ہے اب کبھی بھاگنے کی کوشش نہیں کرونگی۔" گلے میں پڑتی خارش کے باعث پھسی پھسی آواز میں التجا کی۔

"سیدھی کھڑی رہو لڑکی۔" تانیہ جو ان کہ گھٹنوں کے جانب جھکنے لگی تھی" بڑی سرکار کی اشتعال انگیز بھری آواز سن خوف سے اوچھل کر دو قدم پیچھے ہوئی۔

کی جانب دیکھتی بے دردی سے اپنے c جبکہ اب تانیہ بے بسی سے ان ہونٹ چباتی سوچ رہی تھی۔۔اب کیا کرے، کیوں کہ سامنے بیٹھی عورت تو ہر گز رحم کرنے کو تیار نہیں تھی۔

Zubi Novels Zone

بھاگ جاؤں گی، ہاں! میں یہاں سے بھاگ جاؤں۔ آج رات ہی چلی جاؤں گی اب نہیں روکوں گی یہاں۔" اپنی آنکھوں سے جھرنے کی مانند بہتے آنسوں صاف کرتی اپنی انہی سوچوں میں گم اپنی ضدی طبیعت کہ تحت دل میں عہد کیا۔اس پر بھی ہر حال یہاں سے بھاگنے کا بھوت سوار تھا۔ جبھی بڑی سرکار تڑاخ کر گویا ہوئیں۔

یاد رکھیے گا،اس بارا گر حویلی سے قدم نکالنے کی کوشش کی تو اس کی سزا" آپ کو نہیں آپ کے بھائی کو بھی ملے گی۔" بڑی سرکار جیسے اس کے دل کا حال جان گئیں تھیں۔ جبکہ انکی بات سن تانیہ کا چہرہ خوف سے فق ہو گیا تھا

۔

زمانی لے جاایسے۔" بڑی سرکار نے غصّے سے پیروں میں بیٹھی زمانی کو" حکم دیا۔

جی۔۔جی بڑی۔ سرکار۔" زمانی جلدی سے ہڑ بڑ کر اٹھتی فق چہرہ لئے" کھڑی تانیہ کو بازو سے کھینچتی کمرے سے باہر لے گئی۔

تانیہ پر بڑی سرکار کی دھمکی اثر کر گئی تھی۔ نیند، تھکن سب کہیں پیچھے رہ گئی تھی۔ صبح سے ہی نہار منہ بغیر کچھ کھائے، پیے کام میں لگیں بلکل خاموش تھی۔

اوہ ماہ رانی کون سے خیالوں میں گم ہے۔" خیالوں میں کھوئی تانیہ کو اب" تک سنک کہ پاس کھڑا دیکھ زمانی نے کچن میں داخل ہوتے اسے خیالوں کی دنیا سے باہر لا پڑکا۔

ہاہاہاڈاکٹرنی تو گونگی ہوگئی ہے۔"اس کی خاموشی پر زمانی نے زوردار قھقاہ" لگایا۔

چل، باہر زنان خانہ میں کچھ عورتیں بیٹھی ہیں۔ کھانے پینے کا انتظام کر " "ان کے لئے۔

زمانی اسے مصروف دیکھ ایک اور حکم صدر کرتی کچن سے باہر نکل گئی ۔دوسری جانب تانیہ جو رخ موڑے کھڑی تھی۔ جلدی سے گھومتی کچن ٹول اپنے ہاتھ پر رکھتی ہاتھ پر زور سے دبا گئی جہاں گہرا کٹ تھا۔خوب سارا پانی ڈالنے کے باعث خون رک چکا تھا لیکن زخم کافی گہرا تھا۔جو جلدی ہی بھر جانا تھا پر جو غم وہ پچھلے کئی ماہ سے برداشت کر رہی تھی اس کے نشان تو ساری عمر رہنے والے تھے۔ہاتھ میں ہوتی تکلیف کو نظر انداز کر یو نہی

کاموں میں لگ گئی۔ جانتی تھی یہاں سے راہ فرار بہت مشکل ہے

۔_________________________

آریان جب صبح پولنگ سٹیشن پہنچا تو وہاں پہلے سے ہی شمشیر ملک، چچا اور ضیغم کہ ساتھ مزید پارٹی ورکر موجود تھے۔

کچھ ہی دیر میں پولنگ سٹیشن پر ووٹنگ سٹارٹ ہو چکی تھی۔ جبکہ آریان بیزاری سے اِدھر سے اُدھر چکر کاٹتا اس سب کہ ختم ہونے کا انتظار کر رہا تھا

۔

شمشیر ملک ہر تھوڑی دیر بعد پارٹی کہ کسی بڑے کے آجانے کے باعث فوراً اس کا تعارف اپنے بیٹے اور اگلے پارٹی چیئر مین کی حثیت سے سب سے

کروا رہے تھے۔ لیکن اس بار کیا ہونے والا تھا یہ تو نتائج کے بعد ہی سامنے آنا تھا۔

شام پانچ بجے پولنگ روک دی گئی تھی۔ اب انتظار تھا تو بس نتائج کا۔

رات کا اندھیرا ہوتا دیکھ آریان آج گاؤں جانے کا ارادہ ترک کرتا اپنے بنگلے کی جانب بڑھا۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

شمشیر ملک اور وقار ملک دونوں ہی آج آریان کے بنگلے پر موجود تھے۔ اس وقت رات کہ دس بج رہے تھے۔ ٹی۔ وی لاونج میں سامنے سکرین پر نیوز چینلز پر چلتی نیوز کو غور سے ملاحظہ فرماتے ہونٹوں پر ہاتھ کی مٹھی جمائے

بیٹھے کچھ پریشان سے نظر آرہے تھے۔آہستہ آہستہ غیر حتمی نتائج انے کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔جس کہ تحت انہیں اپنی ہار صاف نظر آرہی تھی لیکن ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

آریان کتنی ہی بار انہیں کھانے کہ لئے بلانے آیا تھا۔لیکن وہ فلحال وہاں سے ملنے کو تیار نا تھے۔اپنے باپ اور چچا کو یونہی سوفوں پر براجمان دیکھ وہ بھی ایک گہری سانس بھرتا انہی کہ ساتھ صوفوں پر وہیں نیم دراز ہو گیا۔

کچھ لمحوں کے انتظار کہ بعد آخر کار وہ خبر آہی گئی۔جس کا انہیں بے صبری سے انتظار تھا۔

نیوز رپورٹر چیخ چیخ کر ان کی ہار کی خبر پوری دنیا کو دے رہی تھی۔جبکہ شمشیر ملک غیر یقینی سے سکرین کو دیکھ رہے تھے۔ان کے بابا کے زمانے سے چلی

آرہی سیاست میں آج پہلی بار وہ اس سیٹ سے ہارے تھے۔جو علاقہ ان کا گڑھ تھا۔جہاں کی سیٹ ہمیشہ ہی پکی ہوتی تھی۔آج وہیں سے بری طرح ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

آریان اپنے باپ اور چچا کے فق ہوتے چہرے دیکھ ایک گہری سانس بھرتا کھانے کی ٹیبل کی جانب بڑھا۔جانتا تھا اب اس کہ باپ اور چچا کی انے والے کئی مہینوں تک کی بھوک اڑنے والی تھی۔آریان کا تاثر نتائج کہ بعد اتنا ٹھنڈا تھا گویا پہلے سے ہی سب جانتا ہو۔

وقار۔۔وقار یہ کیا ہو گیا،ہماری سیٹ۔"لہجے میں غصّے اور تپش کہ ساتھ" ساتھ غیر یقینی بھی تھی۔

بھائی حوصلہ رکھیں، میں دیکھتا ہوں ضرور اس بار دھاندلی ہوئی ہے"

۔"وقار نے ان کا ضبط سے سرخ پڑھتا چہرہ دیکھ انہیں ٹھنڈا کرنا چاہا۔

دھاندلی نہیں، یہ اس خبر کا اثر ہے۔وہ منحوس لڑکی میری سالوں کی محنت" پر پانی پھیر گئی۔آج یہاں ناکامی ہوئی ہے کل کو اسمبلی کی سیٹ بھی ہاتھ "سے جائے گی۔

شمشیر ملک، وقار کہ جواز پر غصّے سے دھاڑے تھے۔

ان کی آواز سن ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھے آریان کے ماتھے پر بل پڑے تھے ۔چہرے پر یکدم ناگواری سی چاہی تھی۔گھر والوں کی یہ تہم پرستی کی باتیں جانے کب ختم ہونی تھی۔جو لوگوں کو سزا اپنی نام نہاد روایات کہ تحت دیتے تھے، یا پھر اپنی غلطیاں اور ہونی کو دوسرے کو اپر ڈال خود بری الزام ہو جاتے تھے۔

سہی، بلکل سہی کہ رہے ہیں آپ بھائی صاحب یہ سب اس لڑکی کی وجہ" سے ہوا ہے۔پہلے ہمارا جوان بیٹا کھا گئی اور اب اپنی منحوسیت پھیلا رکھی ہے ۔"وقار نے نفرت اور نخوت سے کہتے سر جھٹکا۔

نہیں،اس لڑکی کا تو میں وہ حشر کروں گا کہ یاد رکھے گی۔اماں سر کار کہ" دل میں جو اپنی بیٹی کی محبّت جاگ رہی ہے نا،ایسا میں ہونے نہیں دونگا۔"

شمشیر ملک ایک نظر سامنے سے اتے آریان کے بگڑے تاثرات پر ایک نظر ڈال نفرت بھرے لہجے میں اپنے لفظوں سے بہت کچھ باور کرواتے اپنے کمرے میں چلے گئے۔جبکہ آریان افسوس سے نفی میں سر ہلا کر رہ گیا ۔

آئے ہائے توبہ توبہ یہ کیا ملغوبہ ہے۔" حویلی کہ بڑے سے زنان خانے" میں فرشی نشست دستر خوان پر بیٹھی عورتوں میں سے ایک نے چاول کی تھالی میں لئی جیسی چیز میں چمچہ چلاتے منہ پر ہاتھ رکھتے حیرت سے ارد گرد میں بیٹھی عورتوں کو دیکھ استفسار کیا۔

سامنے کھڑی زمانی نے منہ پر دوپٹہ رکھتے بے ساختہ امڈ آنے والی ہنسی کا گلا گھونٹا۔

سوہنا رب جانے یہ حویلی والے کیا کیا کھلانے لگے ہیں۔"گاؤں کی کچھ" عورتوں میں سے ایک نے آہستہ سی آواز میں لاعلمی کا اظہار کیا۔

اور یہ سالن کم پانی زیادہ لگ رہا ہے۔"دوسری نے بھی فوراتجزیہ کیا"

۔اب دستر خوان پر آہستہ آہستہ

چہ ماگویاں شروع ہو چکی تھیں۔

کچھ دور سربراھی کرسی پر بیٹھی بڑی سرکار کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا

۔

"کیا ہوا تم ساری کھا کیوں نہیں رہیں، بیٹھی کیوں ہو۔"

بڑی سرکار کی کڑک آواز پر ایکدم سناٹا سا چھا گیا۔

خاموش بیٹھی عورتیں جلدی سے ایک دوسرے کو نظروں نظروں میں

اشارہ کرتیں، تھوڑی تھوڑی وہ عجیب سی چیز بڑی بڑی تھالوں میں نکالتی

کھانا شروع ہو چکی تھیں۔ کچھ بھی کہنے کی توان میں ہمّت بلکل بھی نہیں تھی۔ اسی لئے خاموشی میں ہی آفیت جانی۔

دور سے بیٹھی بڑی سرکار نے ایک نظر دستر خوان پر کھانا کھاتی خواتین کو دیکھ زمانی کو اپنی جانب انے کا اشارہ کیا۔

کیا معملہ ہے زمانی۔" بڑی سرکار نے جانچتی نظروں سے اس دیکھا۔"

زمانی تو اپنے مطلب کے سوال پر رٹو طوطے کی طرح تانیہ کا کارنامہ الف سے ے تک ان کے گوشے گزر کرتی۔ آنکھیں مٹکا مٹکا کر بتاتی خاصی خوش دکھائی دے رہی تھی۔

تانیہ کہ باعث ہوئی اس بے عزتی پر بڑی سرکار کے چہرہ کر خشگی سی چاہی تھی۔چہرے پر خطرناک حد تک غصّے بھرے تاثر تھے۔

"ڈاکٹرنی صاحبہ آج تو تم گئیں۔۔"

بڑی سرکار کے اشتعال برپا ہوتے چہرے کو دیکھ زمانی مکاری سے ہنستی دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی، بس نہیں چل رہا تھا کہ یہیں بھنگڑے ڈالنا شروع کر دے۔۔

"زمانی۔۔۔۔۔"

شام کے گہرے ہوتے سائے میں ارمان اپنے کمرے میں ونڈو سائیڈ فلور کشن پر نیم دراز تھا۔سامنے ہی نظر ڈالیں تو کھڑکی کے پار بلڈ نگوں سے نیچے غروب ہوتا سورج اپنی کرنیں سمیٹ کر الوداعی انداز میں جاتا ہر سو اندھیرا سا پھیلا رہا تھا۔بھاگتی ڈورتی زندگی میں انسان کو کچھ ہی تو ایسے لمحے میسر ہوتے جن کہ حصول میں وہ تنہائی میں اپنی ذات کھنگالتا ہے۔

کیجول سے ٹراؤزر،شرٹ میں ملبوس سنجیدہ سا ارمان سامنے نظر آتے دلفریب منظر پر نظریں جمائے بیٹھا کسی بڑی ہی گہری سوچ میں گم تھا۔

گوری سی رنگت پر غصے کی پرچھائی واضح تھی۔کالی گہری سیاہ آنکھیں کسی غیر مری نکتے کو بڑے غور و فکر سے دیکھتی کسی اور ہی جہاں میں گم تھیں۔

آج سے ٹھیک دو دن بعد تانیہ کی سالگرہ تھی۔ ویسے تو وہ ہر بار ہی وہ اسے ویڈیو کال پر وش کرتا تھا۔ ہر بار ہی اس کی سالگرہ ایک بڑے پیمانے پر سیلیبریٹ کی جاتی تھی۔ لیکن اس بار وہ نفس خود ہی یہاں موجود نہیں تھا تو وہ کیا کرتا۔ لیکن پچھلے کچھ مہینوں میں جو کچھ ہوا تھا اس نے ارمان کو بلکل بدل کر رکھ دیا تھا۔ ہر لمحہ زندگی کو جینے والا وہ لڑکا اب ایک مشینی زندگی گزار رہا تھا۔ جس میں فلحال زندگی کا ایک ہی مقصد تھا اور وہ یہ کہ مالک خاندان کو تباہ و برباد کر کے اپنی بہن کو واپس لے کر آنا لیکن وہ سب معملات کو جتنا آسان سمجھ رہا تھا ایسا بلکل نہیں تھا۔ زندگی کہ ابھی کچھ مزید انکشافت باقی تھے۔ کچھ مزید امتحان باقی تھے۔ جو دو خاندانوں کی زندگی یکسر بدل کر رکھنے والے تھے۔

شمشیر ملک تیار ہو جاؤ اپنی بربادی کے لئے۔" ہاتھ میں پکڑے کاغذ کہ " ٹکڑے پر درج سطر کو پڑھ کر ارمان غصّے سے ہمکلامی کرتا اپنے اگے کا لآئحہ

عمل ترتیب دے رہا تھا۔ ارمان اپنی پلاننگ کر رہا تھا۔ جبکہ قسمت تو بہت پہلے ہی لکھی جا چکی تھی۔

رات کے وقت جب اندھیرے نے پورے گاؤں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ وہیں بڑی سرکار کی حویلی پوری شان و شوقت سے جھلمل کرتی روشنیوں کے گرد گھری کھڑی صبح کا منظر پیش کر رہی تھی۔ پوری حویلی کو رنگ برنگی لائٹوں سے سجایا گیا تھا جو دور سے دیکھنے والوں کو بھی روشن دکھائی دے رہی تھی۔ آج صبح سے ہی حویلی کا صدر دروازہ کھلا ہوا تھا۔ جو صرف کسی خاص موقع پر ہی کھولا جاتا تھا۔ آج صبح سے ہی حویلی میں لوگوں کا رش لگا ہوا تھا۔ ملکوں کے بچوں کی شادی تھی اس خوشی میں پورے گاؤں میں شہنائیاں بج رہی تھیں۔ صبح سے مختلف لوگوں کا آنا جانا لگا ہوا تھا

۔جب کہ آج رات کہ کھانے پر پورا گاؤں ہی مدعو تھا۔ جس کے اہتمام کی ذمہ داری بڑی سرکار نے تانیہ کو سونپ رکھی تھی۔ سفید دوپٹے کے ہالے میں اپنا چہرہ چھپائے کوئی وجود

زنانہ خانے میں موجود پلر کی آڑ میں کھڑا سامنے نظر آتے منظر کو دیکھ رہا تھا۔ جہاں اس گاؤں کی بڑی سرکار غصّہ سے سرخ ہوتی اپنی ملازمہ کو کچھ ہدایات کر رہی تھیں۔

بڑی بڑی آنکھوں سے ارد گرد میں ہوتی شادی کی تیاریوں کو دیکھ دل میں ایک ہوک سی اٹھی تھی۔ سالوں پہلے بھی اس گھر کہ کچھ یہی مناظر تھے اور پھر اس کہ بعد جو ہوا وہ ناقابل برداشت تھا۔ چاروں طرف پھیلی آنکھوں سے دیکھتے وجود کی آنکھوں میں اس وقت کیا کچھ نا تھا۔ گزرے وقت کہ گھرے، سائے، حسرت، خوف، درد پچھتاوا، حسرت بھری نگاہیں بار بار اٹھتی اس گھر کہ مکینوں کہ چہروں پر ٹھہر سی جا رہی تھیں۔ ہاں! سب

ویسے ہی تھا یہ سب ویسے ہی تھے ان کا وقت آگے بڑھ گیا تھا۔پر اس کا وقت۔۔اس کی زندگی۔۔وہ سب تو اس فیصلے کی بھینٹ چڑھتی تھم سی گئی تھی۔وہ تو وہیں کھڑی تھی۔خشک سی بنجر آنکھوں میں غم کی ایک الگ ہی داستان رقم تھی۔جو اس پر بیتی روداد چیخ چیخ کر سنا رہی تھیں، لیکن وہاں کون تھا جو اس تحریر کو پڑھ سکتا تھا۔زنانہ خانے سے آہستہ آہستہ اپنا کھانا ختم کرتی عورتیں اب باہر کو جانے لگیں تھیں۔وہ جو بے خیالی میں کھڑی تھی کہ ایک دم سامنے نظر پڑتے ہی خوف سے ہڑبڑا کر انہی عورتوں کہ جھرمٹ سے ہوتی بھاگتے ہوئے باہر نکل گئی۔

بڑی سرکار جو اپنی بے عزتی پر فلحال صبر کا گھوٹ پیئے بیٹھی زمانی کو کسی بات پر تنمبیہ کر رہی تھیں کہ سامنے نظر آتے انچل میں پلر کی آڑ میں چھپے کھڑے وجود کو دیکھ ٹھہر سی گئیں۔چہرے پر ایک دم غم کے سائے لہرائے تھے۔نظریں اٹھی تھیں تو اس حسین ہری آنکھوں پر ٹھہر سی گئی تھیں۔جبکہ سامنے موجود وجود جو ہڑبڑا کر بھگا تھا۔وہیں کہیں دور تک بڑی

سرکار کی نظروں نے اس کا پیچھا کیا تھا۔جو کبھی ان کی مکمل دنیا ہوا کرتی تھی۔کرب سے آنکھیں میچی تھیں،ایک آنسو لڑھک کر گالوں پر بہتا ہوا غائب ہو گیا تھا۔

!!!!زمانی

اپنے مخصوص جھولے پر براجمان بڑی سرکار نے زمانی کو پکارا۔

جی حکم سرکار!"زمانی فوراً گویا ہوئی۔"

جب تک ماہنور اور نور العین بیٹی کی شادی نہیں ہو جاتی ہم اس لڑکی کی" شکل تک نہیں دیکھنا چاہتے۔ خیال رکھنا وہ دوبارہ کوئی ایسا غلطی نا کرے کہ "ہم شمشیر کو سمبھال نا سکیں۔

سنجیدہ سی بڑی سر کار نے کسی سوچ میں گم تانیہ کے بابت حکم دیتے تنمبیہ کی۔

بڑی سر کار کہ حکم پر زمانی کی اتری صورت دیکھنے والی تھی۔

وہ تو سمجھ رہی تھی کہ ابھی بڑی سر کار تانیہ کو بلا کر ڈانٹ ڈابٹ کر کہ کوئی سزادیں گئیں۔پر یہاں تو معملہ ہی الٹا ہو گیا تھا۔

جو حکم بڑی سر کار۔" زمانی اتری صورت سے برے برے منہ بناتی ان" کے پیروں میں بیٹھتی پاؤں دبانے لگی۔

بڑی سرکار کسی گہری سوچ میں گم تھیں۔زمانی پیر دبانے کہ ساتھ ساتھ خود بھی پوراہلتی اپنی ناکامی پر پہلو بدل رہی تھی۔تانیہ نے پہلے ہی بڑی مشکل سے کھانا بنایا تھا۔جو بھی کھانے لائق بنتا لیکن اس سے پہلے ہی زمانی نے تانیہ کی نظر بچتے ہی دیگچوں پر سے لڑھکا کر خوب سارا پانی ڈال دیا تھا۔لیکن زنان خانے میں بیٹھ کر غصّہ کرتی بڑی سرکار کا غصّہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔ناجانے کیوں؟

"چل ری منحوس ذرا سہی سے دبا پاؤں۔جان نہیں ہے کیا ہاتھوں میں ۔"پیر دبانے کہ ساتھ خود بھی جھولا جھولتی زمانی کو دیکھ بڑی سرکار نے غصّہ سے دھکا دیتے لتاڑا۔

"جی۔۔۔جی معافی،معافی۔بڑی سرکار۔"

زمانی فلحال جلدی سے دوبارہ اٹھ کر ان کہ پیروں میں بیٹھی۔

بڑی سرکار پاک بی بی کو یوں چاروں جانب حسرت بھری نگاھوں سے تکتا پا کر بہت کچھ سوچنے پر مجبور تھیں۔۔زمانی صرف ایک ہی بات سوچ رہی تھی کہ یہ جو لااب تک پھٹا کیوں نہیں ہے۔

"خوش آمدید، خوش آمدید۔"

نیم اندھیرے کمرہ میں داخل ہوتے شخص کو دیکھ مقابل جوش سے بولا۔

"شکریہ سائیں، شکریہ۔"

اندر داخل ہونے والا نفوس بھی اپنی جیت کہ نشے میں چور خوشی سے گویا ہوا۔

وہاں کیا بیٹھا ہے، یہاں آجا میرے چیتے۔یہاں۔یہاں، سینے سے لگ
"دل خوش کر دیا تو نے۔

سینے پر انگلی ٹھوکنے کہ سے انداز میں اشارہ کرتے اسے جوش سے گلے
لگایا۔جو کچھ دور بیٹھنے لگا تھا۔

جو خبر کل تیری بدولت کانوں کو سنیں کو ملی ہے نا۔بس نا پوچھ، کلیجے میں"
"ٹھنڈک پڑ گئی۔جگرا خوش کر دیا۔
نیم اندھیرے کمرے میں موجود دونوں شخص اپنی جیت کہ نشے میں چور محو
گفتگو تھے۔

نوازش سائیں، نوازش۔"مقابل تو اس کی تعریف پر چہک ہی اٹھا تھا۔"

چل آجا اس جیت کی خوشی میں"

"جشن تو بنتا ہے۔

دوسرے شخص نے سامنے ٹیبل پر پڑی شراب کی بوتلوں میں سے حرام محلول کانچ کے چھوٹے گلاسوں میں نکال کر ڈبل پیک بنا کر ایک اسے پکڑایا جبکہ دوسرا خود لبوں سے لگایا۔

سائیں میرا انعام۔" اس کا ماتحت اپنی لالچی طبیعت کہ پیش نظر فوراً اپنے مدعے پر آیا۔

جسکہ لئے وہ خاص طور پر یہاں تشریف آور ہوا تھا۔

ارے میرے چیتے، تو فکر ہی نا کر، اس جیت کی خوشی میں ہم تجھے بھی" خوش کر دیں گے۔

"بہت غرور تھا نا اس شمشیر ملک کو اپنی اولاد پر اب دیکھ میں کیا کرتا ہوں۔

شمشیر ملک کے الیکشن ہار جانے کی جیت میں نیم اندھیرے کمرے میں موجود شخص نے بھنگم ساقہقاہ لگاتے اپنے ناپاک ارادوں سے اگاہ کیا۔

"جو حکم سائیں۔خادم آپ کا غلام حاضر ہے۔جب چاہے حکم کریں۔" اس کی عنایتوں کو تو وہ اچھے سے جانتا تھا۔مقابل کی تو خوشی سے باچھیں کھل اٹھی تھیں۔

"چل اسی خوشی میں ایک اور جام اس جیت کی شام۔"

" چیئرز

گلاس سے گلاس ٹکراتے پے در پے گھونٹ بھرتا نشے میں جھومتا ہوا اپنی جیت میں انے والے وقت سے بلکل بے خبر مدہوش تھا۔

جبکہ کمرے میں موجود اس شخص کے دو گارڈز اپنے صاحب کو جھومتا دیکھ خود بھی مسکرا اٹھے۔ جو اتنا خوش اور نشے میں مدہوش تھا کہ شراب سے بھرا ہوا گلاس سر پر ٹیکا کر کسی گانے کو بول دہراتا مگن سا ناچ رہا تھا۔

"اماں سرکار اب مانئے یا نا مانئے یہ سب اسی لڑکی کی بادولت ہوا ہے۔" بڑی سرکار کے کمرے میں موجود شمشیر ملک کی چنگھاڑتی ہوئی آواز حویلی کہ در و دیوار تک ہلا رہی تھی۔

"بلائیں، ابھی بلوائیں اس لڑکی کو۔ جس کی وجہ سے میری سالوں کی محنت پر پانی پھر گیا۔"

غصّے میں پاگل ہوتے شمشیر ملک اس وقت صرف تانیہ کو اپنے سامنے چاہتے تھے جو نا جانے کون سے کونے میں چھپ کر بیٹھی تھی۔

شمشیر پاگل مت بنو، جوش سے نہیں ہوش سے کام لو۔اس لڑکی کے" بجائے اس آستین کہ سانپ کو ڈھونڈوں جس نے یہ خبر حویلی سے باہر نکالی ہے۔"

بڑی سرکار نے اپنے بڑے بیٹے کو غصّے میں چیختے دیکھ تیز لہجے میں گھر کا۔

نہیں اماں سرکار!!! وہ کم ذات ملی ہوئی ہے کسی سے، ہمارے خاندان کی" "کوئی بھی بات آج تک اس چار دیواری سے باہر نہیں گئ۔

شمشیر ملک غصّے اور تیش میں کہتے یہی بھول گئے تھے کہ وہ ان کی بھانجی بھی ہے۔

Zubi Novels Zone

"اپنی آواز نیچی رکھو شمشیر، مت بھولو دو دن بعد اس گھر میں تمہاری بیٹی کی شادی ہے۔"

بڑی سرکار نے شمشیر کو یونہی غصّہ کرتا دیکھ جھاڑا، جنکی آواز بلند ہوتی اب کمرے سے باہر جا رہی تھی۔

"میں کچھ نہیں جانتا اماں سرکار، جو دل چاہے کریں۔ اس لڑکی سے پوچھیں کس کے ساتھ ملی ہوئی ہے، اگر مجھے کہیں اور سے پتہ لگا کہ اس سب کہ پیچھے اس لڑکی کا ہاتھ ہے تو یاد رکھیے گا زندہ در گور کر دونگا۔"

غصّے میں دھیمی آواز میں تیش سے غرائے تھے۔

بڑی سرکار کچھ حیرانی سے اپنے بیٹے کو تک رہی تھیں جو بنا ان سے اجازت یا حال احوال کیے اپنا غصّہ نکال کر کمرے سے باہر چلے گئے تھے۔

یہ ان کا وہی بیٹا تھا جو ان کے حکم پر "اف" بھی نہیں کرتا تھا لیکن اب

۔۔۔ سہی کہتے ہیں وقت صدا ایک سا نہیں رہتا ہے۔اس گاؤں میں اب

تک صرف بڑی سرکار کے ظلم و ستم کی داستان رقم تھیں لیکن اب وقت

نے پلٹا کھانے تھا، عنقریب ایک اور تاریخ رقم ہونے والی تھی۔

"نورا بھی جاؤ یار، مہندی نہیں لگوانی کیا۔"

ماہ نور نے بیڈ پر چڑھ کر بیٹھی نور العین کو موبائل میں گم دیکھ کوئی تیسری بار

مخاطب کیا تھا۔

تم نے لگوالی نا مہندی کافی ہے۔میں بعد میں لگوالونگی۔"نور نے بیزاری "

سے موبائل میں کچھ سرچ کرتے جواب دیا۔

کیا مطلب بعد میں لگوالو نگی، دو دن بعد نکاح ہے تمہارا کب لگواؤں گی۔"ماہ نے ذرا خفگی سے گھورا۔۔

"یار بول دیا نا لگوالو نگی، جب دل چاہے گا۔اس کے بارہ استفسار پر نور چڑ کر گویا ہوئی۔

نور کیا ہو گیا ہے، اب کونسا غم لگ گیا ہے تمھیں۔یہ بات تو ہم اوّل روز سے ہی جانتے ہیں کہ ہماری شادی وہیں ہو گی جہاں بڑوں نے طے کر رکھی "پھر اس سب کا مقصد۔
نور کہ لہجے کی تلخی محسوس کر ماہ نے تحمل سے اسے سمجھاتے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

پاگل ہوگئی ہوں میں، دماغ خراب ہوگیا ہے میرا سمجھ آئی۔ جیسے دیکھوں" "مجھے سمجھانے چلا آتا ہے۔

غصّے سے بیڈ پر کھڑے ہو کر دوسری جانب سے نیچے اترتی تنک کر بولتی کمرے سے باہر نکل گئی۔

پیچھے اپنے ہاتھوں کی مہندی سوکھاتی نورہ ہکا بکا سی اسکی پشت تکتی رہ گئی۔ جو اپنے رویہ سے ناجانے اس حویلی میں کونسا نیا بھونچال لانے والی تھی۔

"آجایں۔"

دروازے پر ہوتی دستک پر ماہ نے اندر آنے کی اجازت دی۔

!!السلام علیکم

"کیسی ہو ماہ۔"

کمرے میں داخل ہوتے آریان کو دیکھ ماہنور جلدی سے اٹھ کر بیٹھی۔

وعلیکم سلام!! میں بلکل ٹھیک۔"ماہ کہ جواب پر آریان وہیں کچھ دور رکھے صوفے پر بیٹھ گیا۔

".بھائی سائیں آپ کب آئے"
ماہ مسکرا کر گویا ہوئی۔

"صبح ہی آیا تھا۔ تھکن کی وجہ سے کچھ دیر کہ لئے سو گیا تھا۔"
آریان نے مسکرا کر اپنی آمد کے بابت بتایا تو ماہ بھی مسکرا اٹھی تھی۔

تم بتاؤ شادی کی تیاری کیسی چل رہی ہے۔"آریان نے اسے مسکرا کر دیکھ پوچھا تو ماہ اسے ساری تیاری کہ بابت سرسری سا بتانے لگی۔

"اچھا جی یعنی خوب مزے ہونے والی ہیں شادی پر تو۔ "
آریان نے اسے مسکراتا دیکھ ھلکے پھلکے لہجے میں کہا تو ماہ مسکرا اٹھی۔

نور نظر نہیں آ رہی۔"آریان نے نور کی غیر موجودگی محسوس کر پوچھا جو تقریبا یہیں پائی جاتی تھی۔

وہ اپنے پورشین میں ہے۔"ماہ نے اطلاح دی۔"

"بھائی کہاں تھے آپ؟ اتنے دن مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔"

ماہ نے کچھ سوچ کر چپ چاپ اٹھ کر پہلے کمرے کا دروازہ بند کیا۔ آریان خاموشی سے اس کی کروائی دیکھتا چونک گیا۔

کیا بات کرنی ہے ماہنور سب خریت ہے؟" آریان نے تفشیشی انداز میں" پوچھا۔

خریت ہی تو نہیں ہے۔" ماہنور نے افسوس سے سر نفی میں ہلاتے" کہا۔ اب آریان سچ میں پریشان ہو چکا تھا۔

کیا ہوا ابا نے کچھ کہا تمھیں، دادی سرکار، یا پھر کسی اور نے بتاؤ مجھے" ۔" آریان نے اپنی سوچ کے تحت اندازہ لگاتے پریشانی سے پوچھا۔

"نہیں بھائی کسی نے کچھ نہیں کہا۔"

"تو پھر۔"

آریان نے بےچینی سے پوچھا۔

بھائی وہ۔۔"تانیہ کے بارے میں بات کرتے ڈر بھی لگ رہا تھا۔"

"کیا وہ۔۔بول بھی دو اب ماہنور۔

ماہنور کی وہ وہ میں، میں پر جھنجھلا کر بولا۔

بھائی وہ لڑکی جو ازلان بھی کے قتل کہ جرم میں ونی ہو کر آئی تھی نا وہ"

۔"ماہ نے تمہید باندھتے جملہ ادھورا چھوڑا تو آریان ایکدم سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"ہاں ہاں آگے بولوں کیا ہوا اسے۔"

آریان کو یکدم پریشانی نے گھیرا کہیں شمشیر ملک نے کچھ۔۔۔
اس کہ آگے سوچا بھی نہیں گیا۔

"وہ بھائی، اس کے ساتھ بہت زیادتی ہو رہی ہے۔ دادی سرکار، اماں سرکار
سب کا بہت برا رویہ ہے اس کہ ساتھ۔"
پہلے دن سے لیکر کل رات تک ہونے والی ہر ایک ایک بات سے پردہ اٹھاتی
نور آریان کو بھونچکا کر گئی۔

مطلب اس حویلی میں کیا کچھ ہو رہا تھا اور اسے خبر ہی نہیں تھی۔

"یہ۔۔یہ کیا کہ رہی ہو ماہ۔ دادی سرکار تو شروع سے ایسی ہی ہیں بے رحم۔
اماں سرکار بھی۔"

آریان کہ لہجے میں بے یقینی تھی اس کی ماں جو پاک بی بی کہ ساتھ ہوئی زیادتی پر اکثر غم زدہ ہو جاتی تھیں۔اب وہ خود ہی وہی عمل کر رہی تھیں۔

جی بھائی!!! پلیز کچھ کریں، ورنہ بہت برا ہو جائے گا۔اور پھر وہ تو ہماری" پھپھی کی بیٹی ہیں مجھے یقین نہیں ہوتا سب اتنے بے حس کیسے ہو سکتے ہیں۔"

ماہنور آنکھوں میں آنسوں لئے دکھ سے بولی تھی۔اس نے کب دیکھا تھا اپنے ماں باپ کو اس طرح کہ روپ میں اس کے لئے تو اس کے والدین بہت اچھے تھے۔

وہ لوگ کتنے اچھے تھے یہ تو صرف آریان ہی جانتا تھا۔ پھپھی الفاظ سے سالوں پہلے کا کوئی حسین چہرہ آنکھوں کے آگے گھوم گیا۔ایکدم آنکھوں

میں انے والی نمی کو انگلیوں کہ پوروں سے صاف کیا۔ سالوں پہلے تو اپنی دوست کہ لئے کچھ نہیں کر سکا تھا پر اس بار ایسا نہیں ہو گا۔

آریان دل میں عہد کرتا اٹھ کر ماہنور کی جانب بڑھا جو رونا شروع کر چکی تھی۔

"تم فکر نہیں کرو، اس بار ایسا کچھ غلط نہیں ہو گا۔ میں پھر سے تاریخ کو دہرانے نہیں دونگا۔"

آریان ماہنور کو تسلی دیتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

تانیہ آج صبح سے ہی اپنے کمرے میں موجود تھی۔ جانے کیوں آج اسے حویلی میں کام کی غرض سے بھی کوئی بلانے نہیں آیا تھا۔ لیکن جو بھی تھا تانیہ سکون سے سوتی اپنی نیند پوری کر کہ دن چڑھے اٹھی تھی۔ وہ تو اس تبدیلی پر حیران تھی کہ کل تو بڑی سرکار نے دس بندوں کا کام اس سے اکیلے کروایا تھا اور آج مکمل چھٹی حیرت کی بات تھی۔

آرام سے کھڑی ہوتی کمرے میں موجود چھوٹے سے واشروم کی جانب بڑھتی فریش ہونے کی غرض سے بڑھی۔ واش بیسن کہ آگے کھڑی اپنا چہرہ دھو رہی تھی کہ ایکدم نظر سامنے لگے چھوٹے سے شیشے میں پڑی جس میں صرف چہرہ ہی نظر آسکتا تھا۔

اجلی سی رانگت میں زردیاں گھول گئیں تھیں۔ بڑی بڑی ہری آنکھیں اندر کو دھس گئیں تھیں۔ آنکھوں کہ گرد پڑے سیاہ ہلکے چہرے پر چھائی بے رونقی وہ ڈاکٹر تانیہ تو نہیں تھی۔

خود کو دیکھ جانے کس دکھوں کی ماری لڑکی کا گمان ہوا تھا۔ کیا تانیہ شعیب" ملک اتنی آسانی سے ہار ماننے والوں میں سے تھی؟ کیا ڈاکٹر تانیہ زندگی کہ اس چھوٹے سے امتحان میں بری طرح ناکام ہونے والی تھی؟ اپنے فیصلوں کی پکی باشعور لڑکی ان رویتی لوگوں کی چند جھڑکیوں کہ آگے اپنے ارادو سے کنارکشی کرنے والی تھی؟ نہیں ہر گز نہیں۔" شیشے میں نظر اتے خود کہ عکس سے ہمکلامی کر فوراً سر نفی میں ہلایا جیسے خود کو یقین دلانا چارہی ہو کہ وہ لڑکی ہے جسنے اکیلے ہی دنیا گھوم رکھی تھی۔ جس نے کبھی بھی اپنے کاموں کہ لئے کسی کی مدد نہیں لی تھی۔ تانیہ ان لوگوں میں سے تھی جو خود تو آگے بڑھتے ہی ہیں بلکہ اپنے ساتھ کہ آرد گرد کے لوگوں کو بھی ساتھ

لے کر آگے قدم بڑھاتے ہیں۔ نہیں وہ ڈگمگا ضرور گئی تھی لیکن اپنے ارادو سے پیچھے ہر گز نہیں ہٹی تھی۔ میدان چھوڑ کر تو بزدل بھاگتے ہیں۔ وہ بزدل نہیں تھی۔ نہیں اسے لڑنا تھا اپنے لئے اور ان لڑکیوں کہ لئے جو اس روایت کی نظر ہو جاتی ہیں اس کو رول ماڈل بنانا تھا ان سب لڑکیوں کہ لئے۔ اس کے لئے بھاگنا نہیں لڑنا تھا اپنی آخری سانس تک۔،

اپنے دل میں عہد کرتی تھکی تھکی سی صورت میں اب واپسی ارادو کی پکی تانیہ نظر آنے لگی جسے دیکھ وہ تین ماہ بعد مسکرا اٹھی۔ بہت ہمّت والے ہوتے ہیں وہ لوگ جو مشکل وقت میں خود ہی گرتے ہیں پھر سمبھالتے ہیں۔ پھر لڑ کھڑاتے ہیں، گر جاتے ہیں اور پھر دوبارہ خود ہی اٹھتے ہیں اور مسکرا دیتے ہیں۔ اللّہ پر توکل کرتے ہیں۔ لیکن اپنے وقت کہ لئے سب قسمت کے سپرد کر کہ ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھتے بلکے دعا کہ ساتھ ساتھ اپنے حق کے لئے جنگ بھی کرتے ہیں۔ اپنی منزل مل جانا قسمت ہوتی ہے لیکن

جدوجہد کرنا آپ کا فرض ہے۔ان لوگوں کی ایک مسکراہٹ بھی ایسی ہوتی ہے گویا ہر چیز کو شکست دے ڈالی ہو۔

"آے زندگی تیرے شکریہ امید سے زیادہ جینے کا سلیقہ سکھا آیا۔"

اپنی سوچوں میں گم تانیہ مسکرا کر بڑبڑاتی ہوئی تانیہ کمرے میں داخل ہوئی۔

جب سامنے ہی موجود وجود کو اپنا منتظر دیکھ تانیہ حیرانی کہ ساتھ ساتھ چونک بھی گئی۔

"آپ یہاں۔"

اپنے سامنے موجود ہستی کو دیکھ تانیہ حیرانی سے گویا ہوئی۔ جنھوں نے ان تین ماہ میں کبھی اس طرف رخ نہیں کیا تھا۔

ہاں میں!!! تمہاری یاد دولت آنا پڑا۔ آخر کو تم ہی تو ہو وہ جس نے ہمارے خاندان کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا ہے۔"

مقابل ہستی نے آنکھوں میں بے پناہ نفرت سموئے طنزیہ کہا۔

تانیہ ان کی وہی تین ماہ پرانی گردان سن لب بھینچ کر رہ گئی۔

کوئی کام تھا آپ کو۔" تانیہ نے صلاح جو انداز میں دریافت کیا۔"

"تمہاری اتنی اوقات نہیں ہے، کہ تم ہمارے کسی کام آسکو۔"

ان کہ جواب پر تانیہ کہ صبر کا گھونٹ پی کر رہ گئی۔۔

"تو پھر کیسے تکلیف کرلی، آپ نے اس جانب تشریف لانے کی۔"

لہجے میں بلا کا اعتماد تھا۔جو مقابل کی آنکھوں میں کھٹک رہا تھا۔

تکلیف کی بات اگر تم نا ہی کرو بی بی تو بہتر ہوگا۔سالوں پہلے ایک غم ہمیں"

"تمہاری ماں کی باد ولت ملا تھا اور دوسرا تمہاری صورت۔

عائشہ بیگم کہ الفاظ تانیہ کو چونکا دینے کے لئے کافی تھے بھلا اس کی ماں کا

یہاں کیا ذکر۔

"کیا، کیا مطلب ہے آپ کا میری ماما کا اس سب میں کیا قصور ہے۔"

تانیہ ذرا حیرانی سے گویا ہوئی تھی۔ جبکہ اس کہ انجان لہجے پر وہ طنزیہ مسکرائی تھیں۔

اوہ تو تمھیں، تمہارے ماں، باپ نے اپنے خاندان کے کارنامے نہیں"
".بتائے

عائشہ بیگم کے لہجے میں حقارت تھی۔تانیہ آنکھیں پھیلائے انکی بات سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

انٹی آپ۔۔۔"

خبر دار! خبر دار"!
جو ہم سے یا اس حویلی کے کسی بھی مکین سے کسی بھی قسم کی کوئی رشتہ داری بنانے کی کوشش کی تو۔"

تانیہ کہ کچھ بھی کہنے سے پہلے عائشہ بیگم انگشت شہادت اٹھا کر غصّہ سے بولیں۔

تو پھر مسز شمشیر ملک کیا آپ بتانا پسند کریں گی۔کہ آپ کس بارے میں" "بات کررہی ہیں۔

سامنے بھی تانیہ تھی اینٹ کا جواب پتھر سے آیا تھا۔تانیہ کی دلیری پر تو انہیں پتنگے ہی لگ گئے تھے۔

خاموش گستاخ لڑکی،سہی کہتے ہیں بڑے سرکار تم یقیناً ہمارے کسی دشمن" سے ملی ہوئی ہو۔ورنہ ہماری حویلی میں کھڑی ہو کر،ہمارے رحم و کرم پر "ہو کر،کسی میں اتنی جرات کہ ہم سے اونچی آواز میں بات کرسکے۔

شمشیر ملک کی کچھ دیر پہلے کی کہی باتیں دہرا کر غصّہ اور تیش سے اسے گھورا کر بولیں جو طنزیہ مسکرائی تھی۔

"ایک بات کان کھول کر سن لو لڑکی، جو کچھ سالوں پہلے تمہارے خاندان کی بادولت اس حویلی میں ہو چکا ہے۔اب ایسا دوبارہ نہیں ہو گا۔ میرے بیٹے کی موت کا حساب تم کیا تمہارا پورا خاندان بھی دے گا۔اب وقت آگیا ہے سارے نئے پرانے حساب برابر کرنے کا۔"

عائشہ بیگم پتہ نہیں کیا کیا بول رہی تھیں۔ لیکن اسکا دماغ تو صرف اپنی ماں اور خاندان کہ ذکر پر اٹک گیا تھا بھلا یہاں ان کا کیا ذکر تھا۔

"میرا بیٹا یہیں ہے اور اپنی بہن کی شادی تک یہیں رہے گا۔ تم مجھے حویلی میں اِدھر سے اُدھر منڈلاتی ہوئی نظر ناآؤ۔ بڑی سرکار کسی کام کہ لئے بلائے بھی تو تمہارا یہ منہ چادر میں چھپا ہونا چاہیے۔ سمجھیں"

ساری باتوں کو نظر انداز کر وہ اپنے مدعے پر آئیں جس کہ لیئے وہ خاص طور پر یہاں آئیں تھیں۔تانیہ نے ان کے حکم پر ناک سے مکھی اڑائی۔بھلا وہ کونسا مری جا رہی تھی ان کے بیٹے کے دیدار کو۔

عائشہ بیگم نے بہت خاموشی سے اس کا یہ انداز جانچا تھا۔یہ لڑکی معمولی لڑکی تو ہر گز نہیں تھی۔اپنی جانب سے تو وہ اسے تنبیہ کر گئیں تھیں۔ لیکن اس کا یہ نڈر انداز بری طرح کھٹک رہا تھا۔اس لڑکی کی یہ دلیری کسی بہت ہی بڑے طوفان کا پیش خیمہ تھی۔انے والے وقت کا ڈر انہیں اندر ہی اندر ہولائے دے رہا تھا۔اس سے زیادہ نفرت تو اس حویلی کو اس سے اس کہ چہرے سے تھی جو ہو باہو اس جیسی تھی۔سالوں پہلے بھی اس حویلی میں ایک لڑکی نے بغاوت کرنے کی کوشش کی تھی اور اس کہ بعد اپنی روایتوں کی پاسداری کرتے انہوں نے جس طرح اس کے پر کاٹے تھے، کہ ان سے اب تک خون رس رہا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

تمھیں پتہ ہے۔اس گاؤں میں عورت کی یا اس کے فیصلوں کی کوئی" واقت نہیں، یہاں صرف وہ ہوتا ہے جو یہاں کے حاکم کہتے ہیں۔ماسوائے بڑی سرکار کے جو اس گاؤں کے سربراہ کی بیوی تھیں۔یہاں بڑی سرکار کا مقام جبھی ملتا ہے۔جب وہ مردوں کی طرح کہ سخت فیصلے کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔"عائشہ بیگم کسی خیال کے تحت ٹرانس میں بول رہی تھیں۔ تآنیہ ذرا حیرانی سے انکا پل پل بدلتا رو یہ دیکھ رہی تھی۔

خیال انے پر یکدم چونک کر سیدھی ہوئیں۔فوراً خود پر قابو کیا۔وہی نفرت آنکھوں میں سموئے ایک بار پھر اس کی جانب دیکھا جواب بلکل خاموش تھی۔

اس حویلی میں بہت سے راز دفن ہیں ان میں سے ایک راز یہ بھی کہ " تمہاری ماں کا اس حویلی سے ایک بہت ہی گہرا رشتہ ہے۔ جاناچاہتی ہو تو جاؤ خود کھوج لگاؤ۔ جس دن حقیقت کا معلوم ہو گیانا اس دن یہاں سے بھاگنے کا بھوت بھی جلد تمہارے سر سے اتر جائے گا۔"

کسی سوچ کے تحت عائشہ اس کی سوچوں کا رخ دوسری جانب کرتیں اسکو حیرت کے سمندر میں دھکیل گئیں جو اس انکشاف پر حیران سی بھونچکا سی تھی۔ وہ چکرا کر رہ گئی، کچھ پل تو سمجھ ہی نہیں آیا کہ کیا کہے اور جب ہوش آیا تو عائشہ بیگم وہاں سے جا چکی تھیں۔۔۔

عائشہ بیگم تانیہ کو سخت لفظوں میں تنبیہ کے ساتھ ساتھ اس کا دھیان دوسری جانب لگا کر کر لان کے پیچھے سے ہوتیں حویلی کے اندرونی حصہ کی

جانب جارہی تھیں، کہ اچانک سائیڈ پر سے ہو کر موڑتے ہی کسی وجود سے تصادم ہوتے ہوتے بچا تھا۔

"بیٹا سائیں آپ یہاں۔" عائشہ بیگم نے سامنے شلوار قمیض کے ساتھ بلیک چادر کاندھوں پر ڈالے کھڑے آریان کو دیکھ حیرانی سے پوچھا۔ جو اس کی یہاں موجودگی پر چونک سی گئی تھیں۔

"وہ اماں سرکار میں۔۔۔ آپ یہاں کیا کر رہی ہیں۔" نور سے تانیہ کی رہائش کے بابت پوچھتا وہ جو تانیہ سے ملاقات کے ارادہ سے حویلی میں بھرے مہمانوں اور نگران کی نظروں سے بچتا بچاتا اس جانب آرہا تھا کہ اپنی ماں کو یوں سامنے دیکھ ایک لمحے کو گڑبڑا گیا۔ لیکن پھر جلد ہی خود پر قابو کر اپنی ماں کے چہرے کی بدلتی رنگت کو دیکھ استفسار کیا۔

ہم یہاں ایک کام سے آئے تھے۔آپ بتائیں آپ یہاں کیا کر رہے ہیں" "؟جبکہ آپ اچھے سے جانتے ہیں کہ اس جانب کسی بھی مرد کا آنا منع ہے۔ عائشہ بیگم نے آریان کے چہرے پر نظریں ٹیکائے پوچھا.جو سنجیدہ سا اپنی چادر درست کر رہا تھا۔انداز ہو نز بے نیازی برتتے ہوئے تھا۔

میں بھی اس طرف اسی کام کی غرض سے آیا ہوں اماں سرکار جس کام" "کے لئے آپ یہاں موجود ہیں۔

آریان نے سنجیدہ سے انداز میں بڑے اطمینان سے ان کا اطمینان غارت کیا۔

کیا بکواس کر رہے ہو۔تمہارا یہاں کیا کام ہے۔"آریان کے لہجے کی بے" نیازی دیکھ غصّے سے باز پرست کی۔

کیا مجھے وضاحت کی ضرورت ہے۔"آریان کے ٹھنڈے ٹھار لہجہ میں" دے گئے جواب پر وہ لب بھینچ گئیں۔جبکہ عائشہ بیگم پریشانی سے ماتھے پر شکنوں کا جال لئے اسے غصّہ سے گھور رہی تھیں۔

ہو گئی تمہاری بکواس،اب چلو یہاں سے۔"آریان کو قدم تانیہ کے حصہ" کی جانب بڑھاتے دیکھ اسے ہاتھ پکڑ کر روکا۔جو اپنی آنکھیں میچ کر رہ گیا۔

میں نہیں آپ جائیں اماں سرکار،بابا آپ کی غیر موجودگی محسوس کر کسی" "کو بھی آپ کی تلاش میں ڈورانے ہی والے ہونگے۔

آریان نے بہت آرام سے اپنا ہاتھ ان کی گرفت سے آزاد کرواتے لبوں پر مصنوعی مسکراہٹ سجا کر کہا۔

عائشہ بیگم ہکا بکا سی آریان کی کروائی دیکھ رہی تھیں۔آج سورج جانے کہاں سے طلوع تھا پہلے وہ لڑکی اور اب یہاں ان کا بیٹا سب ہی اپنی کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

آریان سنو بیٹا! میری بات سنو!!!"عائشہ بیگم کا سخت لہجہ یکدم ہی بدلہ" تھا وہ آرام سے آگے کی جانب قدم بڑھاتے آریان کو دیکھ نرم لہجے میں پکارتی اسے روک چکی تھیں۔

جی بولیں۔"آریان نے رخ موڑے پوچھا۔"

یہاں آؤ میرے ساتھ۔"پھر سے آریان کا ہاتھ تھامتی حویلی کے اندرونی" حصہ کی جانب بڑھیں۔

یہیں بتائیں اماں سرکار!!!"آریان بھی آج اپنے فیصلے پر اٹل تھا۔"

تم اس لڑکی سے ملنا چاہتے ہو۔"اب کہ انہوں نے بھی بنا کوئی لگی لپٹی" رکھے سیدھا سوال کیا تھا۔

جی!!"پر سکون لہجے میں یک لفظی جواب آیا تھا۔"

لیکن کیوں!!!"انہوں نے آبرو اٹھا کر ایک بار اس کے خیالات جاننے" چاہے آخر وہ اس معملے کی سنگینی کس حد تک جانتا تھا۔

جو سب کچھ اس حویلی میں ہو رہا ہے۔اس کہ بعد اس سوال کا کوئی جواز" نہیں بنتا۔"آریان نے اخلاقیات کا دامن تھامے خود پر ضبط کرتے کہا۔اس کا غصّہ سے سرخ پڑھتا چہرہ دیکھ عائشہ بیگم ذرا ڈھیلی پڑیں تھیں۔

یہاں اب ایسا بھی کچھ نہیں ہو رہا ہے۔جو تم اتنے غصّے میں ہو۔"اپنے لہجے کی ناگواری چھپاتے کہا۔

میں جاؤں۔"کہتے ساتھ ہی قدم آگے بڑھائے۔۔"

رک جاؤ آریان پہلے میری ایک بات سن لو، سمجھ لو،اس کے بعد شوق سے جہاں جانا چاہو چلے جانا۔۔"عائشہ بیگم کے لئے اب ترپ کا آخری پتہ پھینکنے کا وقت آن پہنچا تھا۔

آریان نے سوالیہ نظروں سے انکی جانب دیکھا۔جو خود بھی قدم قدم چلتیں کچھ دوری پر کھڑے آریان کے قریب آگئ تھیں۔

یقیناً مجھے تمھیں یہ بتانے کی قطعی کوئی ضرورت نہیں کہ پرسوں اس گھر" میں تمہاری بہن کی شادی ہے۔"انکی بے معنی باتوں پر آریان نے افسوس سے ان کی جانب دیکھا۔

تو یہ بھی یاد رکھنا تمہارے اس قدم کے بعد بڑی سرکار اور تمہارے بابا اور چچا ہر گز چپ نہیں بیٹھیں گئے۔جلد بازی میں اٹھایا گیا تمہارا کوئی بھی قدم نورالعین کی زندگی پر بری طرح اثر انداز ہو سکتا ہے۔اور اگر اس گھر کی ایک بیٹی کی ڈولی نہیں اٹھی تو شادی تو پھر تمہاری بہن کی بھی نہیں ہو گی ۔جن لڑکیوں کی برات لوٹ جائے تو پھر جانتے ہو نا ان کے ساتھ کیسا "سلوک ہوتا ہے۔

عائشہ بیگم نے سفاکی سے بولتے اسے تصویر کے دونوں رخ دکھائے تھے۔ ان کے الفاظوں نے آریان کے قدم جکڑ لئے تھے۔گھر مہمانوں سے بھرا پڑا تھا ایسے میں آریان کے کسی بھی عمل کی خبر گاؤں میں جنگل میں اگ کی طرح پھیلتی اور اس خبر پر یقیناً بڑی حویلی والوں کو اعترض ہونا تھا۔رشتہ داری اپنی جگہ لیکن روایات سب کے لئے ایک جیسی ہی تھیں۔اگر آج آریان یہ قدم اٹھارہا تھا تو کل ہر دوسرا ان سے بغاوت پر اتر آتا۔

اب بھی جانا چاہتے ہو تو شوق سے جاؤ۔"ایک پل کو آریان کے قدم" ڈگمگائے ضرور لیکن پھر وہ اپنے ارادو کے تحت فلحال ابھی صرف ایک ملا قات کا خواں تھا۔۔

آریان کو جاتا دیکھ عائشہ بیگم بھوکلا کر اسکی سمت بڑھیں۔

آریان بیٹا رک جاؤ، اگر تم ملنا چاہتے ہو تم میرا تم نے وعدہ ہے۔ میں نور" کی شادی کے بعد خود تمہاری ملاقات کروادونگی۔" فلحال آریان کا یہ قدم کسی صورت درست نہیں تھا۔

اماں سرکار۔" اپنی ماں کی التجا کرتی نظروں کہ آگے اب وہ ہارنے لگا" تھا۔اب سوال اس کی ایک نہیں دو دو بہنوں کی زندگی کا سوال تھا۔

چلو یہاں سے اس سے پہلے کے کسی نظر اس طرف پڑ جائے۔" عائشہ " بیگم اسے بے چارگی سے اپنی جانب تکتا دیکھ جلدی سے وہاں سے لیکر نکلیں۔اسے پہلے کہ وہ واپسی اپنی ضد پر آڑ جاتا۔

آریان مالک ڈرتا نہیں ہے کسی سے، میں بتا رہا ہوں آپ کو ماں کوئی کیا کر" رہا ہے کیا نہیں اس کی فکر چھوڑ دیں، آپ اس لڑکی سے اپنا رویہ درست

کر لیں۔ ورنہ یاد رکھیے گا اس حویلی میں بسنے والے کسی بھی شخص کے لئے اچھا نہیں ہو گا۔

اپنی بات پر قائم رہیے گا۔ ورنہ آپ پھر مجھے جانتی ہیں۔" غصّہ میں بولتا اپنی ماں کو سخت تنبیہہ کرتا دوسرے ہاتھ سے کندھے پر ڈالی چادر کو ایک جھٹکے سے دوسری جانب ڈالتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکل آیا تھا۔

جبکہ عائشہ بیگم اسے جاتا دیکھ ایک پر سکون سانس فضا کے سپرد کرتیں اس کے پیچھے ہوئیں۔

رات کے تیسرے پہر جہاں سب خوابوں خرگوش کے مزے لیتے گھری نیند کی وادی میں اتر گئے تھے۔اندھیرے نے میلوں میل پھیلے اس گاؤں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ایسے میں کوئی وجود سرونٹ کواٹرز سے نکل کر چاروں جانب چاہے سناٹے پر نظر ڈورا تا حویلی کے صدد دروازے کی جانب جا رہا تھا۔گیٹ پر بیٹھے گارڈز پر بھی شاید وہی دوا اثر کر گئی تھی۔ایک ہاتھ اٹھا کر آنکھوں کے پاس لیجا کر چہرے کے گرد گھومتے دیکھ سکون کی سانس خارج کی۔وہ سب نشے میں ہونے کے باعث دو تین گھنٹوں سے پہلے نہیں اٹھنے والے تھے۔آہستہ سے گارڈ کی جیب سے چابی نکال کرانے جانے کی لئے استعمال ہونے والے گیٹ کی جانب جاتے دروازہ مقفل سے آزاد کرواتا باہر نکل گیا۔

دور تک پھیلے گاؤں میں اس وقت ہو کا عالم تھا۔رات کی تاریکی میں صرف کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آرہی تھیں۔روشنی سے جھلمل کرتی حویلی

سے کچھ فاصلے پر ہی ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ وجود سانس روکے دھیمے قدم اٹھاتا اس جیپ کے قریب جاتا اسی منظر کا حصّہ لگ رہا تھا۔

قریب پہنچتے ہی فوراً سے بجیر و کا دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔

سب کام ہو گیا۔" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے وجود نے رخ اسکی جانب موڑ" سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

جی سر سب اوکے ہے۔" کالے شلوار قمیض میں گارڈز کی جیسی ڈریسنگ" کئے وہ بھی یہیں کا مقامی لگ رہا تھا۔

یاد رکھنا کل ٹھیک رات کو ایک بجے۔"شلوار قمیض کے ساتھ اجرک" کندھے پر ڈالے وجود کے رومال سے مخفی چہرے پر صرف کالی گہری آنکھیں واضح تھیں۔

بہتر۔سر یہ ڈوائیس آپ اپنے پاس رکھیں، کل آپ کو راستہ تلاشنے میں "مدد کرے گی۔

ایک مشینی الہ اس کی جانب بڑھتے کہا۔اور ساتھ ہی اسے ہاتھ سے جانے کا اشارہ کیا۔اس کے حکم پر اثبات میں سر ہلاتا وجود جیسے آیا تھا۔ویسے ہی اس تاریخی میں غائب بھی ہو گیا۔

کار کو ایکسلیٹر ملتے ہی ہیڈ لائٹس روشن ہونے سے ایک دم رات کا اندھیرا چھٹ سا گیا تھا۔فل ریس میں گاڑی کچی سڑک پر دوڑتی پیچھے مٹی کے مرغولے چھوڑ گئی۔

ایک نئی صبح کا آغاز ہو چکا تھا۔سورج کی کرنیں بکھر تیں ہر سو تازگی بخش رہی تھیں۔یہ صبح ہزاروں خوشیاں لے کر طلوع ہوئی تھی۔لیکن کون جانے کے اس کا اختتام کیا ہونا تھا۔

تانیہ کے کمرے میں بنے روشن دان
سے آتی سورج کی روشنی نے اس کی نیند میں خلال پیدا کیا تھا۔
کل سے اب تک تو راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا۔رات کو ٹھنڈے فرش پر لیٹے نا جانے کب نیند کی وادیوں میں اتر گئی تھی۔سد شکر تھا کہ صبح صادق میں بھی وہ منحوس زمانی اٹھانے نہیں آئی تھی۔ایک نظر خالی کمرے میں ڈورائی جہاں اب ہر سو سورج کی روشنی آرہی تھی۔سائیڈ پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر

گلے میں ڈالتی فرش پر سے کھڑی ہوئی۔ ساتھ ہی ایک انگڑآئی لی۔ نیند کا کیا ہے پر سکون نیند تو ننگے فرش پر بھی آجاتی ہے جبکہ پریشانی میں تو مخمل کے بستر پر بھی کانٹے چبتے محسوس ہوتے ہیں۔

منہ ہاتھ دھو کر گیلے ہاتھ کپڑوں پر مار کر کپڑے کی شکنے دور کیں۔ ساتھ ہی سائیڈ پر دیوار میں لگے ہک میں سے اپنا وہی جوڑا اٹھایا جو وہ یہاں پہن کر آئی تھی۔ کچھ ہی دیر میں ہاش بشاش سی اپنے بالوں کو رول کر کے انکا جوڑا سیٹ کرتی تانیہ کچھ کھانے کی غرض سے باہر جانے کا ارادہ رکھتی تھی۔

ابھی قدم اٹھائے ہی تھے کہ سامنے ہی زمانی کو کھانے کی ٹرے لئے اندر داخل ہوتا پایا۔

تانیہ اسے اندر آتا دیکھ اپنے قدم واپس پیچھے لیتی کمرے کے بیچوں بیچ کھڑی ہو گئی۔

"صبح بخیر اوہ!!!!

Good Morning!!!!

"ڈاکٹرنی صاحبہ۔

زمانی اپنی مخصوص لب و لہجے میں دل جلانے والی مسکراہٹ لئے گویا ہوئی۔

"تمہارا منہ دیکھ لیا اب کونسی گڈ مارننگ۔"

اس پر ایک نظر ڈال بیزاری سے کہتے نظر کمرے میں اِدھر اُدھر گھوما کر بڑبڑائی جو زمانی نے واضح سنی۔

"اہاں! ڈاکٹرنی صاحبہ۔ سہی کہا۔اب کونسی مرننگ۔"

ٹرے اس کے ہاتھ میں زبردستی تھامتے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

کل کا دن تو عید کا دن ہوگا ڈاکٹرنی کے لئے مجھے جو نہیں دیکھا۔"زمانی" جیسے اسے چڑا رہی تھی۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

ہاں سہی کہہ رہی ہو عید کا دن تھا۔سوچا شاید آج دوسری عید ہو پر نہیں،" آگئیں تم اپنا منحوس چہرہ لیکر۔اوس پڑ گئی میری خوشیوں پر۔"اس سے زیادہ جلادینے والے لہجے میں چبا چبا کر اپنی بھڑاس نکالی۔

ہاہاہا۔۔کیا بات ہے ڈاکٹرنی تو بڑی چمک رہی ہے۔"خوفناک ساقہقہ لگا کر،اس کے ارد گرد چکر لیتے استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

عید جو ٹھری آج میری۔"تانیہ نے جل کر اسے گھورا۔"

"ہاہا۔۔چل بی بی تو کمرے میں عید منا۔میں تو چلی۔

ہاں!!!!کمرے سے نہیں نکلنا۔وہ کیا ہے نا شادی والا گھر ہے بڑے بڑے لوگوں کا آنا جانا لگا ہوا ہے تو ہم نہیں چاہتے تجھ وانی پر کوئی ترس کھائے."اپنے انداز میں لہجے میں شیرنی لیے طنز کے تیر برساتی زمانی کمرے سے نکل گئی۔تانیہ نے اسے دیکھ سر جھٹکا۔

زمانی دی منحوس ماری۔"بڑبڑا کر"

ناشتے کی ٹرے اپنی جانب کھینچی۔جس میں رات کا سالن اور روٹی تھا۔

آج صبح سے ہی حویلی میں آنا جانا لگا ہوا تھا۔آج نورالعین اور ماہ نور دونوں کی مایوں اور مہندی کی رسم ایک ساتھ ہی رکھ لی تھی۔اور پھر کل شادی اور ایک دن بعد بڑی حویلی میں نورالعین کا ولیمہ تھا جبکہ ضیغم اور ماہ نور کا ولیمہ الیکشین میں ناکامی کے باعث فلحال کے لئے آگے بڑھا دیا تھا۔

بڑی حویلی والے آج صبح ہی اپنے پورے خاندان سمیت اس وقت بڑی سرکار کی حویلی پر موجود تھے۔

گاؤں میں رواج تھا کہ شادی سے کچھ دن پہلے ہی لڑکے والے بمعہ اہل وعیال دلہن کے گھر ہی قیام کرتے ہیں لیکن بڑی حویلی والے اس رسم کے

لئے ہرگز نہیں ماننے تھے۔ بڑی سرکار کے بہت اسرار کے بعد وہ صرف آج کی رات ٹھہرنے پر رضامند ہوئے تھے۔

شام کے گہرے میں ہوتے سائے میں ہر جانب خوشیاں ہی خوشیاں رقصہ تھیں۔ پوری حویلی کو دلہن کی طرح مختلف رنگوں کہ پھولوں اور فینسی لائٹس سے سجایا گیا تھا۔۔

کئی اکڑ پر پھیلے اس لان کی ایک جانب دوا سٹیج لگائے گئے تھے۔ جس کے بیچ موٹا سا پردہ حائل تھا۔ ایک جانب دلہنوں کی اور دوسری جانب دولہاؤں کے لئے تھے۔ اس طرح پورے لان کو دو حصّوں میں تقسیم کر کے ایک طرف مردو کے لئے اور دوسری خواتین کے لئے تھی۔

بڑی سرکار کے حکم کے طابق اس شاندار سی سجاوٹ اور ماحول میں بھی پردے کا خاص خیال رکھا گیا تھا۔

سامنے ہی رنگ برنگے پھلوں کی لڑیوں اور لائٹس سے سجا زمین سے ذرا اوپر کو بنا اسٹیج نہایت ہی خوبصورت تھا۔ جس پر دلہن کے لئے خاص کر جھولا لگایا گیا تھا۔ جس کی سجاوٹ بھی قابل دید تھی۔

شام کی پھیلتی شفق میں ٹمٹماتی روشنیوں میں عین سامنے نظر ڈالیں تو۔ ماہ اور نور سبز اور آتشی رنگ امتزاج کے ایک جیسا جوڑا پہنے ہم رنگ گوٹے کا دوپٹہ گھونگھٹ کے سے انداز میں ڈالے،
گیندے کے پیلے پھولوں کے کنگن اور ماتھے پر بندی لگائے۔ کزن کے جھرمٹ میں سہج سہج کر قدم اٹھاتیں اسٹیج کی جانب آرہی تھیں۔

رک جاؤ!!! تم لوگ ایسے وہاں نہیں بیٹھ سکتیں۔" سامنے وجود کے " روکنے پر ان دونوں کی پتلیاں حیرت کی زیادتی سے پھیل گئی تھیں۔

شام کی پھیلتی شفق میں ٹمٹماتی روشنیوں میں عین سامنے نظر ڈالیں جہاں ماہ نور اور نور العین سبز اور آتشی امتزاج رنگ کا ایک جیسا جوڑا پہنے ہم رنگ گوٹے کا دوپٹہ گھونگھٹ کے سے انداز میں ڈالے، گیندے کے پیلے پھولوں کے کنگن اور ماتھے پر بندی لگائے۔کزنس کا اپنے اطراف میں لگے جھرمٹ میں سہج سہج کر قدم اٹھاتیں اسٹیج کی جانب جا رہی تھیں۔

رک جاؤ! تم لوگ ایسے وہاں نہیں بیٹھ سکتیں۔" سامنے وجود کے روکنے پر ان دونوں کی آنکھوں کی پتلیاں حیرت کی زیادتی سے پھیل گئیں۔

کیا ہوا سب خریت۔" ارد گرد یکدم سب کی خاموشی اور تناؤ کو محسوس کر عائشہ بیگم ڈور کر آتیں سامنے کھڑی نور العین کی ساس سے پوچھنے لگیں۔ جو سرے سے ہی انکی بات نظر انداز کر گئیں۔

وہ اب خاموش ہو تیں ارد گرد میں نظر ڈورا رہیں تھیں شاید کسی کو ڈھونڈھ رہی تھیں۔ جبکہ نور نے ایک نظر ماہ کو دیکھا جو خاموش کھڑی تھی اور پھر نظر اٹھا کر حوانکوں کی طرح سامنے نفیس سی ساڑی میں اونچا سا جوڑا بنائے کھڑی خاتون کو دیکھا۔ جو اپنا بھاری بھر کم سا ہاتھ آگے لگائے کھڑیں انکا رستہ روک کر کھڑی تھیں۔

ایسے کیوں کھڑی ہیں آپ۔" شاکرہ بیگم بھی بھوکلا کر جلدی سے آئیں تھیں۔ جبکہ وہ خاتون فوراً انکی جانب گھومی تھیں۔

کیا آپکو علم نہیں کہ دلہن کو اسٹیج پر لے کر جانے کے لئے انکی ماں کا ہونا" ضروری ہے۔" نور کی ساس کی دقیانوسی بات پر سب کا رو کا ہوا سانس بحال ہوا تھا۔

"جی میں آرہی تھی، بس وہ مہمانوں سے ملنے کے لئے رک گئی تھی۔" شاکرہ بیگم نے جلدی سے آگے کو بڑھ نور کا ایک ہاتھ تھاما جبکہ دوسری جانب ماہ نور کا ہاتھ تھامے ناگواری کا تاثر لئے عائشہ بیگم کھڑی تھیں ۔جنہیں نور کی ساس کو انہیں یوں نظرانداز کرنا ایک آنکھ نا بھایا تھا۔

محفل میں چھایا تناؤ دلہنوں کے اسٹیج پر قدم رکھتے ہی زائل ہو گیا تھا۔اب سب ہی آہستہ آہستہ اسٹیج پر جا کر ہلدی کی رسم کرنے میں مگن تھے۔

اسٹیج پر بیٹھی نور اپنی ساس کی روایتی رسموں سے عاجز ہو چکی تھی۔اپر سے بڑی حویلی کی تمام بزرگ خواتین ہاتھ بھر بھر کر ہلدی لگانے کے بجائے تھوپنے میں مگن تھیں۔اچھے خاصے صاف ستھرے چہرے پر بقول ان کے کہ نکھار آئے گا۔کہ چکر میں اسکی آنکھوں کو چھوڑ کر پورے منہ پر ہلدی مل چکیں تھیں۔

نور کو تو اسکی عجیب سی سمیل سے الٹی آرہی تھی۔جبکہ برابر میں آرام سے صاف ستھرا چہرہ لئے بیٹھی ماہ اسکی حالت دیکھ بہت بمشکل اپنا قہقہہ روک رہی تھی۔اسکی بیزار شکل دیکھ صاف اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ اسے یہ سب کتنا ناگوار گزر رہا ہے۔

ارے لڑکیوں سب ایک ہی دلہن کے پیچھے پڑ گئے۔اسے بھی تو لگاؤ" تھوڑی ہلدی۔" بڑی حویلی کی کسی خاتون کی آواز پر ماہ نور ایکدم سیدھی ہو کر بیٹھی ہونٹوں کی مسکراہٹ معدوم پڑ چکی تھی۔البتہ اب نور شرارتی مسکراہٹ لئے اسکی التجا کرتی نظروں کو نظرانداز کر رہی تھی۔

سہی کہہ رہی ہیں آپ، اپنی بہن کو سب سے پہلے ہلدی میں لگاؤ گی۔"نور" اپنا جالی کا گھونگٹ اپر کر کے چہک کر بولیتی جلدی سے میدان میں کودی وہ بھلا ایسے کیسے اتنا اچھا موقع ہاتھ سے جانے دیتی۔دوسری جانب شاکرہ بیگم نے اسے آنکھیں دکھائیں جسکا فلحال اس پر کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہوا تھا۔

نور بس کرونا۔"اسے منہ پر رگڑ رگڑ کے لگاتا دیکھ ماہ آہستہ آواز میں" منمنائی۔

کیا بس ابھی تو بڑے دانت نکل رہے تھے۔" ہلدی سے چھپے چہرے میں چھوٹی چھوٹی آنکھیں نکال کر گھورا۔ جبکہ ماہ اپنا سا منہ لیکر رہ گئی۔

بس بھی کردو نور۔" شاکرہ بیگم نے اس کے سسرال والوں کو دیکھ دانت پیسے جو اپنے میں ہی مگن تھی۔

جی ماما بس، یہ منہ تو میٹھا کروادوں پھر بس۔" نور نے نیلی پیلی مٹھائیوں میں سے ایک پوری میٹھائی اٹھا کر اس کے آگے بڑھائی جو ذرا حیرت سے اپنی دوست کو دیکھ رہی تھی۔ اتنی بے وفائی۔۔۔

لو کھاؤ جلدی۔"نور کو چھوٹا سا منہ کھولتا دیکھ نور نے زبردستی پوری مٹھائی اس کے منہ میں ڈال دی۔ جیسے پھندا سا لگا تھا۔ لیکن پھر خود ہی آہستہ آہستہ سے چباتی ایک شکوہ کناں نظر سے نوازتی رخ پھیر گئی۔

جبکہ نور اپنی ماں کی گھوریوں کو نظر انداز کر، اپنا کارنامہ انجام دے کر اب مزے سے بنا کسی کی پرواکیے ٹیشو سے اپنا منہ صاف کر رہی تھی۔

ئخ کیا گند بلا لگادی۔"پیلے ہوئے ٹیشو کو دیکھ نور نخوت سے اسے ایک طرف رکھ کر اونچا سا بڑبڑائی۔

نور۔"ماہ نے ہاتھ دبا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔۔"

چپ کرو تم، میں کیا اب یہیں بیٹھی رہوں، اور تم کیا جو کر بن کر بیٹھی ہو" لو صاف کرو تم بھی۔ بالکل کھیتوں میں ہل چلانے والی دہیا تن لگ رہی ہو۔"

نور نے آنکھیں دکھا کر اسے دپٹے کے ساتھ ایک رومال اسکی جانب بھی بڑھایا اور ساتھ ہی آہستہ سے اسکے کان میں سرگوشی کی۔ جس پر ماہ نے اسے گھورا جسکی شکل اس سے کئی زیادہ دلچسپ لگ رہی تھی۔ لیکن اسے بتائے کون۔

نور خاموش ہو جاؤ، سب ہمیں ہی دیکھ رہے ہیں۔" نور نے دبی دبی آواز" میں کہتے بس گھورنے پر اتفاق کیا۔ سامنے ہی ساری خواتین منہ کھولے نور کی حرکتیں ملاحظہ فرمارہیں تھیں۔ پر دوسری جانب پرواکیسے تھی۔

"نور تمہاری دادی اسٹیج پر ہی آ رہی ہیں۔ اگر ان لوگوں کے سامنے اپنی ذرا سی بھی عزت برقرار رکھنا چاہتی ہو تم اپنا منہ بند رکھنا۔"

شاکرہ بیگم نے پاس انکے ساتھ بیٹھ کر دھیمے لہجے میں گھور کر تنمبیہ کی۔

نور اور ماہ نور دونوں فوراً سیدھی ہو کر بیٹھی تھیں۔ جبکہ بڑی سرکار کے لان میں قدم رکھتے ہی سب ہی احتراماً خاموش ہو کر کھڑی ہو گئیں تھیں۔

آپنے مخصوص سفید جوڑے پر آج کہ دن کی مناسبت سے ہلکے گلابی رنگ کا ہلکے جڑاؤ موتیوں سے مزین دوپٹہ کے ساتھ، سونے کی بھاری بھر کم سی جھمکیاں پہنی سب سے الگ اور منفرد سی سی اپنی سٹیک کی مدد سے پر وقار چال چلتی اسٹیج پر آئیں۔

"چشمے بدور،ماشاءاللہ چاند کا ٹکڑا الگ رہیں ہیں آپ دونوں۔"

ان کے پاس ہی سوفے پر بیٹھ کر سبز رنگ کے دوپٹہ کے پار نظر آتے عکس کو دیکھ پانچ پانچ ہزار کے کئی نوٹ ان کے سر سے وار کر پاس کھڑی ملازمہ کے ہاتھ پر رکھے۔جو سب مستحقوں میں بانٹنے کے لئے تھے۔اپنی حویلی میں آج سالوں بعد خوشیوں کے گیت بجتے دیکھ ابدیدہ ہوتیں فرطِ مسرت سے گویا ہوئیں۔

ماشاءاللہ،اللہ سائیں حویلی والوں کی خوشیاں یونہی شادو آباد رکھے۔"

اللہ سائیں بڑی سرکار کا سایہ ہم غریبوں پر یونہی قائم ودائم رکھے۔یہی ہمارے مائی باپ ہیں۔،"

"امین۔"

بڑی سرکار کا خوشی سے جھلمل کرتا چہرہ دیکھ گاؤں کی ایک بزرگ سی خاتون اپنے ہاتھ ہوا میں بلند کرتی دعائیں دینے لگی۔ جس پر سب ہی نے امین کہا۔ جبکہ بڑی سرکار کا سر غرور سے مزید بلند ہو گیا۔ یہ لوگ ان کہ آگے غلام ہی رہیں گے۔ ان کے تو خون غلامی رچ بس گئی تھی۔ وہ بھلا کب ان سے آزادی چاہتے تھے۔

لان کے دوسرے حصہ میں اس وقت آریان، اور ضیغم کے علاوہ سفیان ظفر ملک بھی موجود تھا۔

تینوں ہی آج کے دن کے لئے خاص تیاری کے ساتھ سفید کاٹن کے کلف لگے شلوار قمیض پر مہرون کلر کی پیشاوری چپل پہنے مختلف رنگ کی کوٹی پہنے ہوئے تھے جو آج کے فنکشن کے کوڈ ڈریس کی حیثیت رکھتی تھی۔

ایک جانب اسٹیج سے کچھ دوری پر شمشیر ملک اور وقار ملک کے ساتھ بیٹھے انکے ساتھی اس بار ہوئے الکشن پر نکتہ چینی کرنے میں مصروف تھے۔اس محفل میں صرف بڑی حویلی والے گھر کے کچھ لوگ اور قریبی چند ایک رشتدار شامل تھے۔ایسے میں لے دے کر جتنے بھی لڑکے تھے وہ اس وقت اپنے لئے ایک ٹیبل مخصوص کئے بیٹھے خوش گپو میں مصروف تھے۔جبکہ بیچارہ سا خالی پڑا اسٹیج اپنی تیاری پر خود ہی افسردہ تھا۔

"یار یہ بابا اور تایا سرکار کو آج بھی سکون نہیں۔ مجھے لگ ہی نہیں رہا کہ آج ہماری مایوں کا فنکشن ہے۔ ایسا لگ رہا ہے کہ پارٹی کی بگڑتی صورتحال کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی اہم اجلاس رکھا ہے۔"

ایک نظر لان میں چار و اور گھما کر چند ایک مہمانوں کو باتوں میں مصروف دیکھ ضیغم چڑ کر بولا۔

"چلو اگر تمھیں آج کے دن دلہنوں والا پروٹوکول چاہیے تو ہم ہیں نا اپنے بھائی کے لئے ابھی تجھے "مہندی" اوہ "سوری" ھلدی لگا دیتے ہیں۔" اسکے دوستوں میں سے ایک شرارت سے گویا ہوا جبکہ اسکی مہندی لگانے والی بات پر آریان کے ساتھ ساتھ سنجیدہ سا سفیان بھی قہقہ لگا اٹھا۔

"ضیغم جا میرے بھائی اسٹیج پر بیٹھ ہم تجھے ابھی مہندی لگا دیتے ہیں۔" اب دوسرا بھی آنکھوں میں شرارت لئے بظاہر سنجیدگی سے بولا۔

ارے یہ خود کیوں جائے گا اسٹیج پر ارے آریان بھائی آپ تو بڑے سالے "
ہیں اسکے لال دوپٹے کی چھاؤں میں لیکر چلیں نا آپ ہمارے
ساتھ۔" عزیز اسکا یونیورسٹی فیلو پھر شرارت سے بولا تو آریان بھی
شرارتاً اٹھ کھڑا ہوا۔ جبکہ ضیغم نے اس کھڑوس کو دیکھ آنکھیں گھمائیں۔

اُرے سفیان بھائی آپ کیوں اتنا مسکرا رہے ہیں۔ اوہ آپ بھی ضیغم کی "
" طرح انتظار میں ہیں کہ آپکو کب دلہن والا پروٹوکول ملے گا۔
سفیان جو انکی نوک جھوک انجوئے کرنے میں مگن تھا کہ عزیز کی بات سن
گڑبڑا گیا۔

نہیں نہیں آپ لوگ جائیں۔" فوراً سے بیشتر اپنا دامن بچاتا اٹھ کھڑا ہوا" کہ کہیں وہ سچ میں اسے بھی اپنے ساتھ نا گھسیٹ لیں۔ جبکہ باقی سب اسکی بھوکلاٹ سے محظوظ ہوتے مسکرانے لگے۔

ارے ایسے کیسے جائیں، اب تو ہم آپ دونوں دولہاؤں کو "مہندی" لگا کر ہی جائیں گئے۔" چاروں دوستوں نے مہندی پر خاصہ زور دے کر ان دونوں کو بھاگتا دیکھ وہیں سے اپنے شکنجے میں لیا، اب باقاعدہ دوپٹہ ان کے سروں پر کر کہ چاروں کونے پکڑے اپنی بے سری سی آوازوں میں سر ملاتے قدم اسٹیج کی جانب بڑھا رہے تھے۔

آریان بھی انکے ساتھ ساتھ چلتا مسکرا رہا تھا۔ جبکہ ضیغم اور سفیان کی حالت سب ہی کو مزہ دے رہی تھی۔

دور بیٹھے بڑے ایک پل کو انکی جانب متوجہ ہوئے لیکن پھر انہیں شغل مستی میں مصروف دیکھ اپنی ہی باتوں میں لگ گئے۔

چل ضیغم میرے شیر منہ کھول۔"عزیز نے باقاعدہ زنانہ اسٹائل میں" دوپٹہ اس کے سروں پر گھونھٹ کر کے چمچ اندر لیجا کر کہا۔ ضیغم نے چمچ کے سائز سے بڑے کیک کو ٹکڑے کو بے بسی سے گھورا کیوں کہ باقی دو دوست اسکے ہاتھ پکڑے بیٹھے تھے تاکہ وہ کوئی مزامت نا کر سکے۔

سفیان نے انہیں اپنی جانب بڑھتا دیکھ پہلے ہی سخت نظروں سے دیکھ کر گھوری سے نوازا تاکہ وہ آب اپنے باقی کسی بھی عمل میں اسے نا کھینچ سکیں۔

اب ان چاروں کا واحد اور اکلوتا ٹارگٹ صرف اور صرف ضیغم تھا جو مدد طالب نظروں سے آریان کو دیکھ رہا تھا جبکہ وہ تو اپنے ہاتھ کھڑا کرتا پہلے ہی "ایک طرف ہو گیا" کہ بھئی تمہارے دوست ہیں تم ہی سمبھالوں۔

یار سفیان بھائی آپ ہی بچائیں مجھے ورنہ مجھے لگ رہا ہے یہ لوگ مجھے آج" ہی مٹھائی اور سڑی ہوئی ھلدی کی بدبو سنگھا سنگھا کر ہی مار دیں گے۔" ضیغم نے بہت ہی معصوم اور لاچار سی صورت بنا کر سفیان کو دیکھ کر کہا۔ جس پر سفیان کے ساتھ ساتھ وہ تینوں بھی اسکے چہرے اور ہاتھوں پر ہلدی ملتے اسکی حالت پر مسکرا اٹھے۔

جس نے اپنے پیر پر خود کلہاڑی ماری تھی یا پھر شاید خود ہی کلہاڑی پر آ گرا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

کچھ دیر پہلے سن سان پڑا اسٹیج آب ان کے قہقہوں سے گونج رہا تھا۔ جبکہ ضیغم بڑی مشکل سے آتی ابکائیوں کو روکے بیٹھا تھا۔ ان لوگوں کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ہلدی لگا لگا کر اسے "پیلیا" مین ہی بنا ڈالیں۔

سفید کاٹن کا شلوار قمیض جو کچھ دیر پہلے چمک رہا تھا اب بیچارہ اپنی نا قادری پر ماتم کناں تھا۔

"چلوں بھئی ضیغم جا ہماری طرف سے تو آزاد ہوا جا جی لے اپنی زندگی۔" فیاض نے اسکے برابر سے اٹھتے اونچی آواز میں کہا اب وہ شاید رو دینے کو تھا۔ تبھی آریان جھٹ سے اسکی چھوڑی جگہ پر بیٹھ گیا۔

"آپ کو کیا ہوا۔" ضیغم نے نفاست پسند آریان کو اپنے برابر میں بیٹھتا دیکھ حیرانی سے پوچھا۔

ارے یار میں تمہارا بڑا بھائی ہوں۔اور اب تو تم میرے بہنوئی بھی ہو تو" بھئی دو رشتے ہو گئے تم سے میرا تمھیں ہلدی لگانا تو بہت ضروری ہے کیوں بھئی۔"آریان نے حونکوں کی طرح خود کو دیکھتے

ضیغم کو دیکھ لمبی چوڑی وضاحت دیتے سب سے رائے چاہی جس پر سب ہی نے اتفاق کیا۔

جی جی بھائی اپکا تو پہلا حق ہے ہماری "نازک،اوہ سوری ہمارے شیر پر" ۔"الیاس نے مزے سے کہتے کہتے

ضیغم کے ہاتھوں پڑنے والے مکّے کو برداشت کر فوراً اپنا اسٹیٹمنٹ تبدیل کیا۔

میں نہیں لگوا رہا۔" ضیغم نے اٹھنے کے لئے پر تو لے جس پر ایک بار پھر وہ" انکی گرفت میں آ گیا تھا۔

آریان نے اسکی حالت پر قہقہاہ لگاتے کیک کا بڑا سا ٹکڑا اٹھا کر اسکے منہ میں ٹھوس دیا جبکہ ضیغم اپنی نا قادری پر پھڑ پھڑا کر رہ گیا۔

آریان اپنا ہاتھ رومال سے صاف کرتا فوراً اپنی جگہ سے اٹھا۔ ضیغم جو پتہ نہیں کیا عجیب و غریب مخلوق لگ رہا تھا۔ ایک غصّے بھری نظر ان سب پر ڈال کر تیزی سے اسٹیج سے اترا کہیں وہ پھر سے اسے نا پکڑ لیں۔

پھر بھائی صاحب اپکا بھوت اتر گیا آج کے اسپیشل ڈے کا۔"اپنی عادت" کے برعکس سفیان نے جھنجھلا کر اترتے ضیغم کو دیکھ ہانک لگائی۔ جس پر سب کا قہقہہ مشترکہ تھا۔

اب کل یہ انسانوں والا دولہا بنے گا۔" اسکی پشت کو دیکھ فیاض نے زور" سے ہانک لگائی جو باآسانی اسکے کانوں تک پہنچی تھی۔

بھاڑ میں جاؤ تم لوگ۔" ضیغم غصّے سے بڑبڑاتا اپنے پورشن سے ہوتا اپنے" کمرے میں چلا گیا۔

پیچھے اب تینو ضیغم کی درگت بنانے کے بعد سفیان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ میں مصروف تھے۔ جو خود بھی انکی باتوں سے لطف اُٹھاتا مسلسل ہنس رہا تھا۔

اس وقت رات کا دوسرا پہر چل رہا تھا جب اس تاریکی میں کوئی وجود حویلی کے پچھلے حصّہ میں کودا تھا۔ بھاری بوٹوں کی دھمک نے اس سناٹے میں شور سا پیدا کیا تھا۔ بلیک پینٹ شرٹ پہنے منہ پر بلیک ہی ماسک لگائے حویلی کے چور راستے سے داخل ہوتا وجود جو گرز میں مقید پاؤں بہت دھیان سے اٹھا رہا تھا۔

ارد گرد میں نظر گھمائی تو دور دور تک اندھیرا چھایا ہوا تھا یہ حویلی کی پچھلی سائیڈ تھی جہاں ارد گرد کچھ فالتوں سامان پڑا ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا پہلے سے دیے گئے حویلی کے نقشے کے مطابق سمت کا تعین کرتا آگے بڑھ رہا تھا۔ ابھی کچھ ہی فاصلے پر ہی آیا تھا کہ نظر سامنے صدر دروازے کہ پاس کرسی ڈال کر بیٹھے گارڈس پر پڑی۔

سامنے نظر گارڈس کی موجودگی محسوس کر فوراً پلر کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ابھی کھڑے ہوئے چند منٹ ہی گزرے تھے۔رات کا سناٹا ہر سو چھایا ہوا تھا۔لیکن گارڈ میں کوئی ہلچل نا ہوتی دیکھ کچھ دیر کو ٹھٹھکا پھر کسی خیال کے تحت پیروں میں پڑی چھوٹی چھوٹی سی کنکریوں کو اٹھا کر ایک جانب اچھالا جس سے ماحول میں آواز پیدا ہوئی پر گارڈ اب تک یونہی بیٹھا ہوا تھا۔

کچھ دیر مزید گزر گئی لیکن سامنے والا بلکل سن تھا۔گارڈس شاید سو رہے تھے۔آہستہ سے دھیمے دھیمے قدم اٹھاتا گارڈس کے عین پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔

آہستہ سے گھوم کر انکے سامنے آیا جو کرسی پر بلکل سہی بیٹھے گہری نیند میں گم تھے۔بلیک کپڑوں میں ملبوس شخص انہیں یونہی چھوڑ کر آگے بڑھا۔تو کچھ ہی پھلانگ کی دوری پر سامنے علیشان سی بڑی حویلی نظر آ رہی تھی۔بلکل ویسے ہی جیسے آج سے چند ماہ پہلے تھی پر آج فرق اتنا تھا کہ آج

وہ حویلی ہر طرح کی سجاوٹ لبریز دلہن کی طرح سجی ہوئی تھی۔اس حویلی کی جگمگ کرتی روشنیاں ہی اس بات کی گواہ تھیں کہ آج یہاں خوشی کا سماں تھا۔اس سوچ سے ہی آنکھوں میں چنگاریاں جل اٹھیں۔دل کر رہا تھا اگ لگا ڈالے اس حویلی کو لیکن نہیں ابھی نہیں پہلے یہاں سے اپنی بہن کو لینا تھا۔پھر اس حویلی کو آگ لگانے کا ہی ارادہ تھا جنہوں نے انکی ہستی بستی زندگی کو تہس نہس کر ڈالا تھا۔

چاروں اور چھائے سناٹے پر نظر گھما کر آگے بڑھا صدر دروازے کہ سامنے سے جاتے دو راستوں پر سے گھوم کر ایک کا چناؤ کرتا سامنے نظر آتی بلڈنگ کی جانب بڑھا۔صدر دروازے کے عین سامنے پھولوں کی ایک بڑی سی گول کیاری بنی ہوئی تھی جو شاید یہ طویل راستہ پاٹنے کے لئے تھی الٹے ہاتھ پر نگاہ گھمائی تو دور کتنے ہی انگنت پلروں کی کے اطراف میں پھیلا وسیع و عریض لان نظر آرہا تھا۔یہ حویلی انتہا کی خوبصورت تھی لیکن اس

وقت جب اسکا مزاج بھی اس ان کیاریوں کے پھول کے جیسا کھلتا ہوا نہیں تھا جو وہ یہاں کی خوبصورتی محسوس کر سکتا۔ اسکے ہوش و حواس میں قسمت دونوں ہی بار اسے بہت ہی سنگین موقعوں پر یہاں لائی تھی۔ تو وہ کیا اسکی خوبصورتی دیکھتا لیکن یہاں سے جانے کے بعد کبھی دوبارہ یہاں اس حویلی کا رخ کرنے جیسی کوئی خواہش اس میں نہیں ابھری تھی۔

شاید یہاں رات کو کوئی تقریب ہوئی تھی۔ ہر طرف ایک پھیلاوا سا نظر آ رہا تھا۔ جبکہ حویلی کے مکین اور ملازم شاید دونوں ہی تھک ہار کر نیند کے مزے لوٹ رہے تھے۔

حویلی کی بلڈنگ کے آگے کھڑا وہ اس وقت اندر جانے کا سوچ رہا تھا۔ جبکہ سامنے لگا بڑا سا گولڈن لوہے کا دروازہ اسکا منہ چڑا رہا تھا۔ ارمان نے جی بھر کر خود کو کوسا تھا مین دروازہ تو یہی تھا اور یہاں کا کچھ معلوم نہیں ہو رہا

تھا۔اور وہ منحوس لڑکا شاید باقی تمام گارڈس کے ساتھ بھنگ پی کر کہیں پڑا ہوا تھا۔

ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ دماغ میں آئے خیال کے تحت باہر سے ہنڈیل کو دھکیلا،اتفاقً دروازہ ذرا سی آواز کرتا اندر کی جانب کھولتا چلا گیا۔

اپنی قسمت کی مہربانی پر ارمان کو خوش گوار حیرت نے چھوا تھا۔شاید آج حویلی والے دروازہ اندر سے لاک کرنا بھول گئے تھے یا پھر یہ گیٹ کبھی مکمل بند ہوتا ہی نہیں تھا۔

حویلی میں قدم رکھا تو نظر کے سامنے بنے اس ہال اور اوپر کی جانب جاتی دو طرفہ سیڑھیوں دیکھ ارمان کو فلمز جیسی بڑی حویلیاں یاد آگئی تھیں۔لیکن قریب ہی صوفوں کے پاس رکھے مدھم لیمپس کی روشنی میں کسی بھوت بنگلے سے کم نہیں لگ رہی تھی۔لیکن اس اندھیرے میں بھی ہر چیز کی

چمک اس بات کا واضح ثبوت تھی کہ اسکی سجاوٹ میں کافی وقت اور پیسہ لگایا ہے۔

اپنے وقت کی قلت کو محسوس کر ارمان وہاں کی خوبصورتی پر لعنت بھیجتا آہستہ آہستہ قدم بڑھا رہا تھا۔اپنی سوچوں کا رخ اپنے مقصد کی جانب دماغ لگایا۔حویلی کہ اندر سے چار سمتوں میں جاتے الگ الگ راستوں کو دیکھ پہلے تو وہ ذرا گڑبڑا گیا،سب سے پہلی سوچ یہی تھی کہ اب وہ پہلے تانیہ کو کہاں ڈھونڈے ایک چور سی نظر چاروجانب اس بھوت بنگلے پر ڈال ایک گہری سانس فضا کے سپرد کرتا لمبے لمبے قدم لیتا ایک طرف سے سیڑھیاں چڑھتا اپر کو بڑھا،سیڑھیوں کہ راستے سے ہو کر راہداری عبور کرتا ارد گرد میں بھی نظر ڈورا رہا تھا۔اس راستے میں انگنت تصویریں اور مختلف کسی کی جدید اور قدیمی پینٹنگس لگی ہوئیں تھیں۔ہر چیز پر ایک سرسری سی نگاہ ڈالتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔سیڑھیوں کے ختم دونوں اطراف میں لائن سے بنے

انگنت کمروں میں سے ایک کہ دروازے کے پاس کھڑا کھولنے کا ہی سوچ رہا تھا جب کمرے سے باہر کی جانب آتا کوئی نازک سا وجود اچانک اس سے ٹکرا گیا۔ جبکہ ہاتھ میں پکڑا پانی کا جگ چھناک کی آواز سے رات کے پر سکون ماحول میں شور برپا کر گیا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ چیخ مار کر پوری حویلی کو اکھٹا کرتی ارمان نے اسکے منہ پر اپنا مضبوط ہاتھ رکھ کر اسکی چیخوں کا گلہ گھونٹ دیا۔۔۔

پتہ نہیں آج دل بوجھل سا ہو رہا تھا ایسا لگ رہا تھا کہ بہت کچھ غلط ہونے والا ہے۔ساری رات جاگتی آنکھوں میں کٹ گئی تھی لیکن نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔چند گھنٹوں میں فجر کی اذانیں شروع ہو جانی تھیں۔پھر تو حویلی میں جاگ ہو ہی جانے والی تھی۔آج شام میں اس حویلی کی دو

لڑکیوں کی مایوں تھی لیکن اسے شادی کے دنوں میں باہر نکلنے کی بلکل اجازت نہیں تھی۔وہ بھی سکون کے یہ چند دن آرام سے اسی کمرے میں گزار رہی تھی۔ذہن پر سے پریشانی اور تھکن کا بوجھ اترا تو دماغ نے بھی چلنا شروع کر دیا تھا۔

عائشہ بیگم جو کچھ اسکے دماغ میں انڈیل کر گئیں تھیں ان سب باتوں نے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔آخر اسی ماں کا اس حویلی سے بھلا ایسا کونسا رشتہ تھا جس کی بادولت عائشہ بیگم ان کے خاندان کو اس قدر گھٹیا سمجھتی تھیں۔کل سے اب تک تانیہ اپنے سارے رشتداروں کو یاد کر چکی تھی پر حویلی والوں یا یہاں کے کسی بھی شخص کا کوئی چہرہ یا بات تک اسکے ذہن کے پردے سے نہیں گزری تھی۔

اور آج صبح جو تانیہ نے دیکھا اسکے بعد اسے سب جاننے کا تجسس مزید بڑھ رہا تھا۔ صبح جب تانیہ کمرے سے باہر کو کھلتی کھڑکی کے پاس کھڑی گھر میں ہوتی تیاریاں دیکھ رہی تھی جب اسے دور سے لان کے دوسرے حصّہ کے پیچھے پلر کی آڑ میں وہی سفید کپڑوں میں ملبوس وجود نظر آیا جسے وہ اس دن کے بعد فراموش کر چکی تھی۔ یہ بات چونکا دینے کے لئے کافی تھی آخر وہ جو بھی تھی چھپ چھپ کر کیوں دیکھ رہی تھی وہ کچھ اس انداز میں کھڑی تھی کے تانیہ کی جانب اسکی پشت ہی نظر آرہی تھی جبکہ سامنے والا وجود نا جانے دوسری جانب کیا تلاش رہا تھا۔

تانیہ نے تھک کر ساری سوچوں کو ذہن سے جھٹکا اور ایک لمبی سانس خارج کرتی وہیں نیم دراز ہو کر لیٹی اپنے گرد سوٹ کا ڈوپٹہ پھیلانے لگی جب اچانک اسے کچھ آوازیں محسوس ہوئیں۔ تانیہ نے چونک کر ارد گرد کا جائزہ لیا جہاں صرف رات کو اندھیرے میں کھڑکی سے آتی چاند کی روشنی پھیلی

ہوئی تھی۔خوف تو اسے رہتا ہی تھا پر شکر تھا کہ اس حویلی میں بڑی سرکار کی اجازت کے بغیر کسی کو بھی اس طرف انے کی اجازت نہیں تھی۔زمانی بھی صرف اسے کھانا دینے ہی آتی تھی اور پھر واپس اپنی راہ لیتی تھی۔یہ حصّہ حویلی کی مین بلڈنگ سے کافی فاصلے پر تھا جبکہ سامنے جہاں وہ سفید لباس والی نظر آئی تھی وہ ایک الگ ہی تعمیر تھی جو حویلی کی سے کافی مشابہت رکھتی تھی لیکن وہ عمارت بہت کم رقبے پر قائم تھی۔

اپنے سر کے نیچے ہاتھ رکھ کر لیٹی آیات کلرسی کا ورد کرتی جلد ہی نیند کی وادی میں اتر گئی۔اس بات سے بے خبر کہ اگلی صبح اس کے لئے قیامت لے کرانے والی ہے۔

نور کے منہ پر ہاتھ رکھتے ارمان نے اسکا رخ بدل دیا تھا۔اب وہ دونوں اس انداز میں کھڑے تھے کہ نور کی پشت اب ارمان کی جانب تھی۔اور ارمان کا رخ مخالف سمت میں تھا۔منہ پر سے آہستہ سے ہاتھ ہٹایا جو مسلسل خود کو آزاد کروانے کی کوشش میں بھرپور مذامت کر رہی تھی۔

کون "رات کے اس پہر منہ پر ماسک لگائے وجود کو بند ہوتی آنکھوں سے "گھورتے اقتسار کیا۔اب تک وہ یہی سمجھی تھی کہ یہ شاید ضعیم کی شرارت ہے اسے ڈرانے کے لئے اسی لئے پر سکون لہجے میں پوچھا۔جبکہ دو نظریں حیرانی اور بے یقینی سے نور کو اس لڑکے کے ساتھ کھڑا دیکھ رہی تھیں۔ان کہ گھر کی عزت کسی غیر لڑکے کے ساتھ کھڑی تھی یہی سوچ انکے دماغ کی رگیں تن سی گئیں۔

ارے کون ہو بھئی۔"اس کے خاموش رہنے پر پھر سے پوچھا۔ساتھ " پیچھے رخ موڑنے کی کوشش مسلسل جاری تھی۔جب ارمان نے اس کہ

دونوں ہاتھ پیچھے سے پکڑ کر اسکی کوشش ناکام بنادی۔ارمان کو ایک لمحہ لگا تھا اس چہرے کو پہچانے میں،اب وہ ذرا حیران سا سوچ رہا تھا کہ اس مصیبت کو کیا کہے جو پتہ نہیں اس حویلی میں کیا کر رہی تھی۔شاید وہ اس حویلی میں رہتی ہو ارمان ابھی اپنی سوچ میں گم تھا کہ نورا اسکی گرفت کمزور ہوتی محسوس کر جھٹکے سے اسکی جانب گھومتی خود کو آزاد کروا کر دو قدم پیچھے ہٹی۔

وہ جو یہ سب ضیغم کی شرارت سوچ رہی تھی۔کسی اجنبی سے لمبے تڑانگے شخص کو چہرہ چھپائے دیکھ بے ساختہ چیخ اٹھی۔

چور چور چور۔۔"اس سے پہلے کہ وہ مزید چیخیں مار کر پوری حویلی کو جگا آتی" ارمان نے ہڑبڑا کر اپنا بھاری مضبوط ہاتھ ایک بار پھر اس کہ منہ پر رکھ

دیا۔ جبکہ دوسری جانب شخص نور کی چیخ کو اسکا ڈرامہ سمجھ کر انکی جانب رنگ ہاتھوں پکڑنے کے لئے آ رہا تھا۔

کانچ ٹوٹنے سے اتنا شور نہیں ہوا تھا جتنا اسکی چیخوں سے پر سکون ماحول کا سکوت توڑا تھا۔ ایک کمرہ، دوسرا کمرہ، تیسرا کمرہ اور یونہی ایک ایک کر کے سارے کمروں کی لائٹس روشن ہونے لگیں۔ سامنے آنکھیں پھاڑ کر کھڑی لڑکی کو دیکھ ایک ایک کر کہ سارے کمروں میں روشنی ہوتے دیکھ ارمان کے حواس کھو گئے۔ چند لمحے تو اسے سمجھ ہی نہیں آیا کہ ایسی صورتحال میں کیا کرے لیکن سب کو اپنی جانب ڈورتا دیکھ لمحے کی دیر کئے بناوہ نور کو یونہی پیچھے کو دھکا دے کر سیڑھیوں کی جانب بھگا تھا لیکن جب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔

پیچھے کی جانب جھٹکے سے گرتی نور اپنا گالا پکڑے بری طرح کھانس رہی تھی۔ایک ایک کر کے سارے کمروں کے دروازے کھولے اور سب باہر کو نکل آئے نیچے سے لے کر اوپر تک انگنت لوگوں کی قطار دیکھ ارمان اپنا راستہ ہی بھول گیا تھا۔تیزی سے اتر کر دوسری جانب ڈورا لیکن جب تک سامنے اپنے ہڑ بڑا کر اپنے حصّہ سے بھاگتا ہوا آریان اس طرف آتا اس اجنبی کو گیربان سے پکڑ چکا تھا۔

Zubi Novels Zone

دوسری جانب نور کو زمین پر گرا دیکھ ماہ کو اسے سمبھالنے کا اشارہ کرتا ضیغم اسے یونہی کھانستا چھوڑ کر سیڑھیاں پھلانگتا پیچھے سے اکر اسکا کالر دبوچ چکا تھا۔جو خود کو آریان کی گرفت سے آزاد کروانا کی سعی کر رہا تھا۔

کون ہو تم، اور اندر کیسے آئے۔" آریان اس پر پے در پے مکے برساتا ہوا" چیخ کر بولا۔ آخر کسی کی اتنی ہمّت بھی کیسے ہوئی کہ وہ ان کے گھر میں گھس آیا تھا۔

جب کہ شادی میں شرکت کے لئے ٹھہرے ہوئے تمام مہمان نیند کی خماری آنکھوں میں لئے حیرت سے یہ سارا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ اپر کمروں سے نکلتے مہمان بھی اب ریلنگ کو پکڑ کر جھکے نیچے کہ مناظر دیکھ رہے تھے۔ جہاں آریان اور ضیغم کسی لڑکے کو بری طرح مار رہے تھے۔

رات کے اس پہر پوری حویلی شور سے گونج اٹھی تھی۔ شمشیر ملک، وقار ملک، عائشہ، شاکرہ بیگم اور گھر کے ٹھہرے تمام چھوٹے بڑے آہستہ آہستہ باہر کی جانب اتے اس بھیڑ کا حصّہ بن گئے تھے۔

جہاں پہلے ہی ایک گمسان کا رنگ چھڑا ہوا تھا۔سب کی چہروں پر حیرت اور پریشانی کے تاثرات تھے رات میں ہونے والی اس ھلچل میں کوئی بھی کچھ بھی سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔۔

آریان کون ہے یہ، کیا ہو رہا ہے یہاں ؟"شمشیر ملک کی غصّہ سے چنگارتی" آواز سن آریان گہرے گہرے سانس بھرتا پیچھے ہوا۔ساتھ ہی ہاتھ سے ضیغم کو بھی پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا۔جبکہ زمین پر پڑا ارمان زور زور سے کھانستا اپنی سانسیں درست کر رہا تھا ان دو لڑکوں نے اسے اچھا خاصا پیٹ ڈالا تھا ۔اس بارے میں تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا اگر پکڑا گیا تو کیا ہو گا۔اس کے نزدیک تو یہ سب بہت آسان تھا وہ جائے گا تانیہ کا کمرہ تلاش کرے گا ۔اسے اپنے ساتھ لے گا اور ہمیشہ کے لئے وہاں سے نکل جائے گا اور بس پھر قصّہ ختم سمجھو۔لیکن یہاں تو اسکی سمجھداری اور بازی دونوں اسی پر الٹی پڑتی اسکی اچھی خاصی درگت بنوا گئیں تھیں۔

پتہ نہیں بابا شاید کوئی چور ہے۔"آریان درد سے کراہاتے ہوئے اس وجود" پر ایک نظر ڈال کر اسکی جانب بڑھا۔

بڑی سرکار کی عمر کا تقاضہ تھا کہ وہ یوں اٹھ کر فوراً نہیں چل سکتی تھیں، کچھ دیر اپنے بیڈ پر بیٹھی رہیں، انہیں نیچے سے ساری آوازیں آرہی تھیں۔جب دماغ اور آنکھیں دونوں میں حواس میں آئے اور منظر واضح ہوا تو اپنی سٹک کے سہارے دھیرے دھیرے قدم اٹھاتیں باہر آئیں۔نور اپنی دادی کو وہاں آتا دیکھ جلدی سے اپنا دوپٹہ سہی کرتی ایک طرف ہوئی۔بڑی سرکار نے ایک غضب بھری نظر سب پر ڈالی حویلی میں موجود ساری خواتین ڈر کر فوراً اپنے اپنے کمروں میں چلی گئیں۔جو ہڑبڑاہٹ میں سب باہر آگئیں تھیں.اب صرف مین ہال میں تمام مرد ہی موجود تھے۔

کیا ہو رہا ہے یہاں پر۔" ایک نظر سب کو گھور کر تیز لہجے میں کہا۔"

دادی سرکار کوئی چور ہے جو ہماری حویلی میں گھس آیا ہے۔" ضیغم کے" جواب پر ارمان نے دل سے دعا کی کاش وہ اسے واقعی نا پہچانے اور چور سمجھ کر جتنا چاہے مار لیں۔ لیکن ضروری نہیں کہ ہر دعا ہی قبول ہو۔

چہرہ کھولئے آریان بیٹے اس چور کا۔" ان کے حکم پر آریان آگے" بڑھا۔ نور اور ماہ چھپ کر گھوم کر دوسری جانب اندھیرے والی جگہ پر کھڑی ریلنگ تھامے نیچے کا منظر دیکھ رہی تھیں۔ جہاں اب ان سب کی چہرے ان کی ہی جانب تھے۔

ارمان نے اسے بڑھتا دیکھ ایکدم اٹھ کر بھاگنا چاہا پر ضیغم نے اسے پہلے ہی دبوچ لیا۔

ارمان کو یہ سوچ ہی ڈرا رہی تھی کہ اگر انہوں نے اسے پہچان لیا تو وہ پھر اس کے ساتھ تو جو کریں گے سو کریں گے۔ لیکن اس سب کے بعد تانیہ کے ساتھ جو کریں گے وہ نا قابل برداشت تھا۔تانیہ پر ہوتے کسی بھی ظلم سے وہ بے خبر نہیں تھا وہ پہلے دن سے یہاں کے حالت سے واقف تھا۔

"آرام سے بیٹھ جاؤ لڑکے اس خوش فہمی سے باہر آجاؤ کہ اب تم یہاں سے زندہ جا سکتے ہو۔ تم نے ہماری عزت کی طرف نگاہ ڈالی بھی تو کیسے ڈالی۔" اس کو بھاگتا ہوا دیکھ اتنی دیر سے خاموش کھڑے ظفر صاحب غصّے سے دھاڑے جبکہ ان سب نے گھوم کر نا سمجھی سے انکی جانب دیکھا جو انہی کی طرف ارہے تھے۔

کیا مطلب ہے اس بات کا ظفر ملک، کس عزت کی بات کر رہے ہو۔""
بڑی سرکار نے صوفے پر بیٹھ کر کڑے تیوروں سے گھور کر پوچھا۔

اسی عزت کی جس کے منہ پر یہ لڑکا ہاتھ رکھ کر کھڑا تھا۔"شیشہ ٹوٹنے کی"
آواز سن کر ہی وہ جاگ چکے تھے۔اپنے کمرے دروازے پر کھڑے ہو کر وہ
دور سے ہی ارمان کا نور کے منہ پر ہاتھ رکھنا اور نور کا خاموش رہ کر کچھ دیر
میں چیخنا یہ سب انکی تیز زیرک نگاہوں سے مخفی نہیں رہا تھا۔

نور کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا تھا۔جبکہ حویلی میں بسنے والے مکین
جونکوں کی طرح انکا چہرہ دیکھ رہے تھے۔جو نا جانے اپنی طرف سے ان
دونوں کے بابت کیا کچھ اخاز کر چکے تھے۔

نورالعین کو نیچے بلوایں۔"نور کے مطالق ظفر ملک کی بکواس سن کر بڑی"
سرکار غصّہ سے چیخیں تھیں۔

میری بیٹی نے کچھ نہیں کیا،اسے کیا معلوم یہ لفنگا کون ہے وہ یہاں نہیں
آے گی۔"وقار ملک جلدی سے آگے بڑھ کر غصّہ سے بولے۔

وقار میں نے کہا نور کو یہاں بلواؤ۔"بڑی سرکار نے غضب ناک تیوروں"
سے وقار کو گھورا تھا۔

ایک منٹ دادی سرکار،بڑے دادا نے جو کچھ دیکھا وہ نظر کا دھوکہ بھی تو
ہو سکتا ہے،بلکے نہیں یہ سراسر دادا کی آنکھوں کا دھوکہ ہی ہے۔"آریان
نے نور کی صفائی پیش کرتے ساتھ اپنی اور ظفر صاحب کی بات کی نفی
کی۔آریان کی مداخلت پر جب سے خاموش کھڑا اسفیان بھی بول اٹھا۔

"یہ کیسے کہہ سکتے ہو تم آریان، دادا سرکار کہہ تو رہیں ہیں انہوں نے خود نور اور اس لڑکے کو ساتھ باتیں کرتے کھڑا دیکھا ہے۔" سفیان کہ منہ سے نور کا نام اس طرح لینے پر سب ہی کہ ماتھوں پر ناگواری کے بل پڑ گئے تھے۔

"بیٹا سائیں آپ خاموش رہیں، ہم بات کر رہے ہیں۔" سب کہ چہروں پر چھائے ناگواری کے تاثرات دیکھ ظفر صاحب نے معملہ فہمی سے کام لیتے سفیان کو تنمیہ کی۔

اس سب گفتگو میں ارمان بلکل خاموش سا زمین پر پڑا ہوا تھا۔ جب کہ اپنی اور اس لڑکی کی ذات کو زیرِ بحث دیکھ اب ارمان کو بھی غصّہ آ رہا تھا۔ یہ لوگ اپنی طرف سے پتہ نہیں کیا بولے جا رہے تھے۔

Zubi Novels Zone

میری بیٹی یہاں نہیں آئے گی اماں سرکار وہ کسی کی بھی جواب دہ نہیں" ہے۔جب اس نے کچھ کیا ہی نہیں تو میں کیوں اسے کٹہرے میں کھڑا کروں۔" وقار ملک نے ان سب کو دیکھ سخت لہجے میں باور کروایا۔ جبکہ بڑی سرکار بھی اب خاموش سی ہو گئی تھیں۔ یہاں بات وقار کی بیٹی کی تھی اس گھر کی عزت کی۔

تو پھر پوچھیں اس لڑکے سے کون ہے یہ، ہماری چار دیواری میں کیا کر رہا ہے۔ پلیز اب آپ لوگ یہ مت کہئے گا کہ یہ چور ہے۔اس کی حالت کہیں سے بھی چوروں والی نہیں لگ رہی۔"سفیان ناگواری سے بول کر ظفر کے اشارے پر ایک طرف کو ہو گیا تھا۔

آریان کپڑا ہٹاؤ اس کہ چہرے سے "بڑی سرکار کے حکم پر آریان فوراً" آگے بڑھا تھا جبکہ سب کی نظریں کالے کپڑوں میں موجود اس لڑکے پر ہی مرکوز تھیں جو اپنے پہناوے سے گاؤں کا تو ہرگز نہیں لگ رہا تھا۔

آریان نے ایک جھٹکے سے اسکے منہ پر سے کپڑا ہٹایا تھا۔اسکا جھکا ہوا سر دیکھ سب اسے پہچانے کی کوشش کر رہے تھے۔پر بلکل کلے لباس میں ملبوس اس لڑکے کو دیکھ آریان ناسمجھی سے اسکی جانب جھکا تھا۔

Zubi Novels Zone

ضیغم نے سب کو تجسوس سے اسکی جانب دیکھتا دیکھ پیچھے سے بال پکڑ کر اسکا سر اپر کو اٹھایا تھا۔سفیان بجلی کی سی تیزی سے اسکی جانب آیا تھا۔جبکہ اسکا چہرہ دیکھ وہاں موجود سب ہی لوگوں کو سانپ سونگ گیا تھا

ریلنگ پر جھکی کھڑی نور حیرت سے چونک کر سیدھی کھڑی ہوئی تھی یہ تو وہی مونال والا لڑکا تھا۔پر وہ یہاں اس کے گھر میں کیا کر رہا تھا۔وہ یہاں پہنچا کیسے۔نور پریشان سی ڈور کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی ماہ اسے یوں بھگتا دیکھ خود بھی اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

دیکھیں اسکا چہرہ یہ لڑکا کہیں سے آپ لوگوں کو چور لگ رہا ہے۔سہی کہہ رہے ہیں دادا سائیں یہ اپکی بیٹی کے یہاں بولانے پر یہاں موجود ہے۔آخر ایک انجان اتنے سخت پہرے کے باوجود یہاں پہنچا کیسے،اور چوری کرنے کے لئے اسے نور کا ہی کمرہ ملا تھا۔"سفیان اسے دیکھتے ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ کوئی شہری لڑکا ہے اور اپنی سوچ کی مطابق وہ یہی سمجھ سکا تھا۔ہر لفظ چبا چبا کر بولتا اخر میں تنزیہ ہنسی ہنسا تھا۔

ایسا نہیں ہے۔۔یہ وہ۔۔"سب کے خاموش رہنے پر آریان کو سمجھ نہیں آیا کہ کیا کہے۔ جبکہ ارمان اب اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا۔

کیا پتہ اسے نور نے ہی بلایا ہو۔ذرا پوچھیں اس سے حویلی کا دروازہ کس نے کھولا اسکے لئے۔"سفیان کی باتیں سن وہاں موجود سب ہی لوگوں کو تیش آرہا تھا۔ جبکہ ظفر صاحب بھی اب ناگواری سے بڑی سرکار کی جانب دیکھ رہے تھے۔

خاموش ہو جاؤ لڑکے، خبردار اگر ہماری بیٹی کی بارے میں ایک لفظ بھی کہا تو۔"وقار کے کچھ بھی بولنے سے پہلے شمشیر ملک غصّہ سے دھاڑے تھے۔

میں چپ ہو جاؤں گا، لیکن کل صبح آپ کس کس کو جواب دیں گے، کس" کس شخص کی زبان پکڑیں گئے جب سب آپ سے اپکی بیٹی کی بارات واپس جانے کا پوچھیں گے۔"سفیان نے طنزیا بھرے انداز میں حقارت کہتے ان سب کے سر وپر بم پھوڑا تھا۔

سفیان بیٹے آپ یہ کیا کہ رہے ہیں۔"خاموش بیٹھی بڑی سرکار نرمی سے" گویا ہوئیں تھیں۔

معاف کیجئے گا دادی سرکار، لیکن میں اب آپ کی پوتی سے شادی نہیں کر" سکتا۔"سفیان کہ خشک لہجے پر وہاں موجود سب ہی لوگوں کو جھٹکا لگا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

سفیان میرے بھائی تم غلط سمجھ رہے ہو، میں بتاتا ہوں تمھیں وہ نور سے" ملنے نہیں آیا وہ میری بی۔۔۔۔۔" آریان اس کے قریب جاتا اسکی غلط فہمی دور کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس سے پہلے ہی بڑی سرکار بیچ میں بول اٹھیں۔

سفیان یہ لڑکا نور سے ملنے نہیں آیا، ہم آپکو کہ رہے ہیں اس سے زیادہ ہم" اپنی پوتی کی صفائی میں آپ سے کچھ نہیں کہیں گے۔" بڑی سرکار بھی اٹل لہجے میں گویا ہوئیں تھیں۔ وہ بھلا کیوں صفائیاں دے کر اپنی پوتی کا کردار مشکوک کرتیں۔

پردادی سائیں یہ غلط سمجھ رہا ہے مجھے بتا تو دینے دیں۔" آریان نے اپنی" طرف سے کوشش کی پر بڑی سرکار کے اشارے پر خاموش ہو گیا۔

صفائی ان لوگوں کی دی جاتی ہے آریان مالک! جن کے کردار میں کھوٹ ہوتا ہے۔ جو قصوروار ہوتے ہیں۔ ہماری پوتی بے قصور ہے۔ اس کہ کردار میں کوئی کھوٹ نہیں ہمیں اپنی تربیت پر پورا یقین ہے۔ یہ فیصلہ ہم آپ پر چھوڑتے ہیں ظفر ملک اب آپ کی باری ہے بڑے پن کا ثبوت دینے کی۔" بڑی سرکار نے غصّے سے جبڑے بھینچ کر کھڑے وقار اور شمشیر پر ایک نظر ڈال ظفر ملک کو کہا۔ جو اپنے پوتے کے غصّہ سے سرخ چہرے کو دیکھ رہے تھے۔

"ہمیں کچھ وقت دیں بھابھی صاحب۔" ظفر ملک نے اس گاؤں کی سربراہ کی جگہ اب اپنے رشتے سے پکار کر بہت کچھ باور کروانے کی کوشش کی تھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

کس لئے وقت مانگ رہے ہیں آپ دادا سرکار، بابا سرکار میں جارہا ہوں"
دادا صاحب کو بتا دیے گا۔ کہ میں انکی عزت اور رشتہ داری کی خاطر ایک
ایک ایسی لڑکی سے شادی ہرگز نہیں کر سکتا جو پہلے سے ہی کہیں اور انولو ہو
۔"سفیان کسی کی بھی بات خاطر میں لائے بغیر ناگواری سے بولتا اس حویلی
کی چوکھٹ پار کر گیا جبکہ اس بار کسی نے بھی اسے روکنے کی کوشش نہیں
کی تھی۔

وقار ملک کو اپنے سر پر حویلی کی چھت گھومتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔اس
سے پہلے کہ وہ فرش پر گرتے آریان نے فوراً انہیں سمبھالا تھا۔

بابا سائیں۔" ضیغم دوڑ کر انکی جانب آیا تھا۔آریان نے ان کے گرتے"
وجود کو سمبھال کر صوفے پر لٹایا تھا۔زنانہ خانے میں پردے کی آڑ میں

کھڑیں عائشہ بیگم نے شاکرہ کو سمبھالا تھا جو اس اچانک آئی قیامت پر صدمے سے نڈھال تھیں۔

وقار ملک اس وقت اپنے کمرے میں موجود بستر پر لیٹے بیہوش تھے ۔ جنہیں آریان کچھ دیر قبل ہی یہاں چھوڑ کر گیا تھا۔

Zubi Novels Zone

آریان، ارمان کو ناگوار نظروں سے گھورتا اسے ایک کمرے میں بند کر گیا تھا۔ جب تک بڑی سرکار کوئی حکم نا سناتیں وہ اس سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتا تھا۔ اپر سے اس شخص کی وجہ سے اسکی بہن کی شادی ٹوٹ گئی تھی آریان اور ضیغم تو اسکی شکل دیکھ کر غصّہ آرہا تھا۔ جیسے وہ بڑی مشکل سے ضبط کئے بیٹھے تھے۔

ارمان خود بھی شرمندہ سا بنا کسی ندامت کہ چپ چاپ دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔اسنے ایسا تو ہر گز نہیں چاہا تھا۔وہ تو بس اپنی بہن کو یہاں سے لے کر جانا چاہتا تھا جو ابھی بھی پتہ نہیں کہاں گم تھی۔

وقار کے سرھانے بیٹھیں شاکرہ صدمے سے نڈھال بلکل خاموش تھیں ۔شادی سے ایک روز قبل انکی بیٹی کی شادی ٹوٹ گئی یہ کوئی چھوٹی بات نہیں تھی۔وہ یہ بھی اچھے سے جانتی تھیں۔جن لڑکیوں کی شادی ٹوٹ جاتی تھی پھر وہ ساری زندگی ایسے ہی گزار دیتی تھیں۔لیکن ان سے کوئی شادی نہیں کرتا۔اپنی بیٹی کا سوچ کر اس وقت انکا دل غم سے پھٹا جا رہا تھا۔لیکن اب سب ختم ہو چکا تھا۔

کمرے میں ایک طرف کو خاموش کھڑی نورا اپنے ماں باپ کی حالت دیکھ آنکھوں میں آئی نمی بے دردی سے پوچھتی آہستہ سے کمرے سے نکل گئی۔۔۔

صبح کی پو پھوٹنے والی تھی۔رات کا اندھیرا رخصت ہو گیا تھا۔روشنی مٹی کے کچے مکانوں پر دستک دیتی ہر جانب اپنے پنکھ پھیلا رہی تھی۔لہلہاتے کھیتوں میں صبح کی پہلی کرن پڑھنے سے ہر جانب ایک خوشگوار سماں سا بن گیا تھا پر ارمان کے دل کا موسم کچھ خاص اچھا بھی نہیں تھا۔ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ارمان غصّے سے جبڑے بھینچے کچے پکے راستوں پر سے ہوتا

مسلسل گاڑی بھگاتا چلا رہا تھا۔گاڑی ڈرائیو کرتے ایک ناگوار سی نظر فرنٹ سیٹ پر بیٹھے وجود پر ڈال کر سر جھٹکا۔جبکہ وہ ہر چیز سے بیگانا بیہوش پڑی تھی۔کل کی رات سے لے کر اب تک کہ تمام مناظر نظر کے سامنے لہرائے تو غصّہ ایک بار پھر نئے سرے سے عود آیا۔ان حویلی والوں نے اسے یہ فیصلہ لینے پر مجبور کر دیا تھا۔پر شکر تھا کہ انہوں نے اسکی سزا تانیہ کو نہیں دی تھی۔اب ایک ایک کر کے کل کہ گزرے تمام مناظر نظروں کے سامنے چلنے لگے تھے۔

کمرے میں اس وقت گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ظفر صاحب اپنے خاندان سمیت کچھ دیر پہلے ہی حویلی کو خیر باد کرتے جا چکے تھے۔اس وقت رات کے تین بج رہے تھے۔صبح ہونے میں دو گھنٹے باقی تھے۔جو

بھی کرنا تھا ابھی کرنا تھا ورنہ صبح کا سورج طلوع ہوتے ہی زندگی بھر کے لئے نور کی ذات سوالیہ نشان بن کر رہ جاتی۔

"وقار کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اماں سرکار، جلد از جلد اس مسئلے کا حل نکالیں۔" کمرے میں چھائے گہرے سکوت کو شمشیر ملک کی آواز نے توڑا۔

"وہ لڑکا کہاں ہے۔" بڑی سرکار نے غیر مری نکتے کو گھورتے استفسار کیا۔"

"اسٹور روم میں بند ہے، دادی سرکار۔" جواب آریان کی طرف سے آیا۔"

"ہمارے پاس لے کر آؤ۔" آریان کے اشارہ کرنے پر ضیغم سر ہلاتا کمرے سے نکل گیا۔

ارمان کو اس چھوٹے سے اسٹور نما کمرے میں بیٹھے کافی دیر بیت چکی تھی ۔لیکن حویلی والوں کی طرف سے کوئی پلٹ کر نہیں آیا تھا۔ارمان کو شدّت سے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا۔تانیہ نا جانے کہاں تھی۔ان لوگوں کا پتہ نہیں اب کیا سلوک ہوتا۔اتنا سب چاہنے کے باوجود وہ خود کو بے گناہ ثابت نہیں کر پا رہا تھا۔اور اسکی غلطی کی سزا بار بار تانیہ کو بھگتنی پڑ رہی تھی۔

ابھی اپنی سوچوں میں گم تھا جب کوئی وجود دروازہ کھول کر اندر آیا۔

اٹھو دادی سرکار بلا رہی ہیں تمھیں۔" ضیغم کو اس لڑکے سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ کہ ازلان کا قاتل ہے یا نہیں، بس اسکی وجہ سے اسکی بہن کی شادی ٹوٹ گئی تھی۔ اس وجہ سے اسکا دل چاہ رہا تھا کہ بس اسکا کچھ کر ڈالے۔

" دیکھو میری بات سنو! میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا اور نا ہی مجھے علم تھا کہ ایسا کچھ ہو جائے گا۔ میں صرف تانیہ سے ملنے یہاں آیا ہوں۔" ارمان نے اپنی طرف سے صفائی دینے کی کوشش کی۔ جبکہ ضیغم کا چہرہ بے تاثر ہی رہا۔

" چلو میرے ساتھ۔" ضیغم روکھے سے لہجے میں بولتا اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے گیا۔

تھکن زدہ سانس خارج کرتا ارمان خود کو آر یا پار جیسی صورتحال کے لئے تیار کر چکا تھا۔

حویلی کے ہال کمرے میں اس وقت گھر کے سب ہی مرد حضرات کے علاوہ وہاں اب ارمان کا بھی اضافہ ہو چکا تھا۔

ضیغم اسے کمرے میں چھوڑ کر خود آریان کے برابر میں صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔ جبکہ ارمان خاموش سا اپنی نانی کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ کچھ ہی دن پہلے تو اسکی ماں نے اسے ساری حقیقت کا بتایا تھا۔ لیکن جتنا قصور ان کہ خاندان کا تھا اتنا ہی انکا بھی تھا۔ برا دونوں نے کیا تھا اور سزا صرف اسکی خالہ کے نصیب میں آئی تھی۔ تانیہ کے ساتھ ایسا کچھ نا ہو اس وجہ سے ارمان یہ قدم اٹھانے

پر مجبور ہوا تھا۔کچھ دیر پہلے اسکی وجہ سے ایک لڑکی کی شادی ٹوٹ گئی تھی
۔جس کہ لئے وہ بے حد شر مندہ تھا۔لیکن حویلی والوں اور خاص کر سامنے
بیٹھے اس چہرے سے نفرت مزید بڑھ گئی تھی۔جن کے راج میں قصور کسی
کا بھی ہو سزا لڑکی کو ہی ملتی ہے۔ان بے حس لوگوں کو کسی بات سے کوئی
فرق ہی نہیں پڑھتا۔ان کے لئے بس ان کے فیصلے اور ان کی پاسداری اہم
تھی بھلے سے انکی تکمیل کرتے کرتے کسی کی جان ہی کیوں نا چلی

تانیہ حقیقت سے نابلند تھی ورنہ اکثر جن ننھیال جائے۔اچھا ہی تھا کہ
والوں کو لیکر وہ فاریہ بیگم سے سوال کرتی تھی اگر اسے پتہ لگتا تھا کہ یہی وہ
بے حس لوگ ہیں جن کہ بارے میں اسکی ماں یہ کہ دیتی تھی وہ انکی کسی
غلطی پر ان سے ناراض ہیں۔

تو واقعی تانیہ کا یہاں ایک دن بھی ٹھہرنا مشکل ہو جاتا۔

تمھیں کیا سزا تجویز کریں اب۔" بڑی سرکار کی کرخت آواز سن ارمان" کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

کیا مطلب ہے آپ کا۔" ارمان نے سرد لہجے میں پوچھا۔"

تمیز سے بات کرو، بڑی سرکار ہیں اس گاؤں کی۔" ارمان کے بگڑے تیور" دیکھ شمشیر ملک غصّے سے پھنکارے۔

ارمان نے ایک ناگوار نظر ڈال کر سر جھٹکا۔ بڑی سرکار۔ مطلب بھی" جانتی تھیں وہ اس لفظ کا۔

Zubi Novels Zone

بولوں لڑکے، کیا سزا دیں تمھیں۔" بڑی سرکار نے جانچتی نظروں سے" اسکی جانب دیکھا تھا۔اس لڑکے کے تیور دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ واقعی تانیہ کا بھائی ہے۔

بڑی سرکار سزا مجرم کو دی جاتی ہے۔بے گنہا کو نہیں۔"اس نے ہر لفظ" چبا چبا کر کہا۔

تمھیں کس نے کہا تم بے گنہاہ ہو۔"آریان نے ایک غصّیلی نظر سے" نوازہ۔

اچھا، تو ذرا میرا گنہا بھی بتا دیں۔"ارمان نے بے نیازی سے کہتے لاعلمی کا" اظہار کیا۔

"ہمارے گاؤں میں گھس کر، ہماری حویلی میں چوری چھپے داخل ہو کر، ہماری ہی لڑکی کی شادی ختم کروا کر ایک ونی میں آئی لڑکی کو آزاد کروانا چاہتے تھے۔ کیا تمہارے نزدیک یہ جرم نہیں۔" آریان قدم قدم چلتا ہوا اسکی جانب آتا اسکی غلطیاں گنوا رہا تھا۔ جس نے کاٹ دار نظروں سے اسے نوازہ تھا یہ وہی تھا جس سے اسکی بہن کا نکاح ہوا تھا۔ اور وہ کتنے مزے سے اسے ونی میں آئی لڑکی کہ رہا تھا۔

جبکہ آریان اس کہ قریب ہی چہرے پر اپنے لفظوں کا تاثر دیکھنے آیا تھا۔ اسکی سوچ کے مطابق اسکا چہرہ غصّہ کی زیادتی سے سرخ پڑ چکا تھا۔

"اپنے آوارہ بھائی کے قتل کے جرم میں جسکا قتل میں نے کیا ہی نہیں مجرم کی جگہ اسکی بہن کو خون بہا میں لینا آخر کونسا انصاف تھا۔" ارمان غصّے سے بولا تھا۔ چاہتے ہوئے بھی وہ اپنی آواز دھیمی نہیں رکھ سکا تھا۔

آواز نیچے کر کہ بات کرو لڑکے۔" بڑی سرکار کے اشارہ کرنے پر آریان خاموش ہی رہا جبکہ انہوں نے خود تنمبیہ کرنا ضروری سمجھا۔ازلان کے ذکر پر شمشیر ملک کا غم نے سرے سے زندہ ہوا تھا۔

جرم تو تم نے کیا ہے اور سزا بھی تمھیں ضرور ملے گی۔ابھی اور اسی وقت۔" بڑی سرکار کی تیز آواز حویلی میں گونج رہی تھی۔جبکہ دروازے کے پار کھڑی نور اپنی قسمت میں ہونے والے فیصلے سے ناآشنا پریشان حال سی چوکھٹ کہ پار کھڑی ہوئی تھی۔

آریان۔" بڑی سرکار کی آواز پر آریان فوراً آگے آیا۔"

"حکم دادی سائیں۔"

نکاح خواکو بلوایں۔" بڑی سرکار کے حکم پر سب ہی سکتے میں آ گے تھے۔"

اماں سرکار نکاح خواکو کیوں۔" شمشیر ملک نے حیرانی سے پوچھا۔"

اس لڑکے کا اور نور کا نکاح ہو گا، ابھی اور اسی وقت۔" بڑی سرکار کے" اس اچانک فیصلے پر سب ہی دنگ رہ گئے تھے۔ان کی سوچوں کے مطابق شاید بڑی سرکار اسے کوئی سزا سنانیں والیں تھیں۔سب کہ چہروں پر ہی بے یقینی چھاآئی ہوئی تھی۔

یہ کیا کہ رہی ہیں اماں سرکار۔" عائشہ بیگم سب کو سکتے میں دیکھ پردہ کی" آڑ سے نکل کر تڑپ کر بولیں۔تانیہ کہ ساتھ اپنے سارے ظلم یاد آ گئے تھے۔شکر تھا کہ اس وقت یہاں شاکرہ اور وقار موجود نہیں تھے۔

شمشیر اپنی بیوی کو کہو، جائے یہاں سے، ہمارے فیصلوں میں داخل دینے کی کوشش نا کرے ورنہ انجام کی ذمہ دار یہ خود ہو نگی۔" بڑی سرکار نے انہیں ناپسندیدہ نظروں سے گھورا۔

عائشہ شاکرہ کے پاس جاؤ تم۔" اس گھر کے کسی بھی فیصلے میں عورتوں کو بولنے کا کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ شمشیر ملک کے دبے دبے لہجے پر آریان انہیں کاندھو سے تھام کر اندرونی حصّہ میں لے گیا۔

میں اپکی کوئی بھی بات نہیں ماننے والا سنا آپ لوگوں نے۔" ارمان ایکدم ہوش میں آتا چیخا تھا۔ آخر ان لوگوں نے اسے سمجھ کیا رکھا تھا آب کیا اسکی زندگی کے سارے فیصلے یہ لوگ ہی کرنے کے لئے رہ گئے ہیں۔

نکاح تو آپکو کرنا پڑے گا وہ بھی ہماری پوتی سے ابھی اور اسی وقت، یہی" ہمارا فیصلہ ہے اور آپ کی سزا۔" بڑی سرکار اس سے زیادہ تیش میں بولیں تھیں۔

دادی سرکار، اس سب میں نور کا کیا قصور ہے اسے کس جرم کی سزا دے" رہیں ہیں آپ لوگ۔" ضیغم اپنی بہن کے ساتھ ہوتی ناانصافی پر خاموش نہیں رہا تھا۔ جبکہ آریان بڑی سرکار کے فیصلے پر خاموش تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آب یہاں کچھ ایسا ہی ہونے والا ہے۔

کونسی ناانصافی کر رہے ہیں ہم تمہاری بہن کے ساتھ لڑکے، کیا تم نہیں" جانتے جن لڑکیوں کی برات عین شادی والے دن گھر کی دہیلز سے واپس لوٹ جائے پھر وہ عمر گزار دیتیں ہیں لیکن انہیں کوئی بیاہنے نہیں آتا۔" بڑی سرکار کی کرخت آواز کی گونج پر ضیغم حقیقت سے نظریں چرا تا

خاموش ہو گیا۔ سہی تو کہہ رہی تھیں وہ اس گھر میں تو ایسی ایک مثال اب بھی موجود تھی۔

"آریان جاؤ نکاح خوا کا انتظام کرو، یہی ہمارا آخری فیصلہ ہے اور جیسے ہمارے فیصلے سے اعترض ہے وہ سامنے ائے۔" بڑی سرکار نے فیصلہ سناتے پردے کی آڑ میں کھڑی نور کو دیکھ کہا۔ جو وہ اچھی طرح سمجھ گئ تھی۔ پر بڑی سرکار کے آگے بولنے کی ہمّت کس میں تھی بھلا۔

"میں یہ نکاح نہیں کرونگا، سن لیا آپ سب نے۔" انکی ایک ہی گردان پر ارمان انگشت شہادت اٹھا کر شدّت سے چیخا تھا۔ جو اسکی سن کر بھی انسنی کر رہے تھے۔

"کیوں نہیں کروگئے، تم یہ نکاح ضرور کروگئے۔ پتہ ہے کیوں؟"

آریان نے دوستانہ انداز میں اس کہ کندھے پر ہاتھ رکھتے اسکا رخ اپنی جانب کیا۔

ارمان حیرانی سے چونک کر اسکی جانب موڑا تھا۔آخر وہ یہ سب کیسے کہ سکتا تھا۔اپنی ہی بہن،بیٹی کے دشمن بنے ہوئے تھے یہ لوگ۔

"کیوں کہ یہاں سے زندہ واپس جانے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے میری بہن سے نکاح اور اگر تم اس نکاح سے انکاری ہو تو کوئی بات نہیں۔جو تین ماہ پہلے نہیں ہوا وہ اب ہو جائے گا۔تمہاری بہن تو ویسے بھی ہمارے پاس ہی ہے۔"

آریان کہ تو آج انداز و اطوار ہی بدلے ہوئے تھے۔بڑی سرکار اور شمشیر ملک فخر سے اپنے بڑے پوتے کو دیکھ رہے تھے۔آخر کار وہ اس کے دل

سے ہمدردی کا بھوت نکالنے میں کامیاب ہو ہی گئے تھے۔اب وقت آگیا تھا۔اس خاندان کے فیصلوں کی ڈوریں آریان کہ سپرد کرنے کا۔

"تو بولوں منظور ہے تمھیں اپنی موت اور بہن کی زندان میں گھٹتی، سسکتی زندگی۔" آریان نے سیدہ اسکی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا۔جس پر وہ تڑپ اٹھا تھا۔آخر اسی کے لئے تو یہ سب کیا تھا۔

آریان اس کہ چہرے کے اتار چڑھاو سے اس کے جذبات کا باخوبی اندازہ لگا سکتا تھا۔۔جو فلحال کسی بھی فیصلے پر پہنچنے سے قاصر تھا۔لیکن آریان کو تو جیسے یقین تھا کہ وہ ناں کر ہی نہیں سکتا۔۔

"ٹھیک ہے میں اپکی پوتی سے نکاح کرنے کے لئے تیار ہوں، لیکن اس شرط پر کہ۔" ارمان نے ہامری بھرتے ساتھ اپنی بھی شرط رکھنی

چاہی۔ بڑی سرکار کے اشارہ کرنے پر ارمان بہت اطمینان سے صوفے پر پیر پر پیر جما کر بیٹھ چکا تھا۔

"میں اپکی پوتی سے ابھی نکاح کرونگا۔ لیکن ہم سورج نکلنے سے پہلے ہی یہاں سے روانہ ہو جاییں گے۔اور ہاں تانیہ کو اس بات کی کوئی خبر نہیں ہونی چاہیے۔ آپ لوگوں کو اپنا رو یہ اسکے ساتھ درست کرنا پڑے گا۔ کہیں منظور ہے آپ کو۔" ارمان کے دلیرانہ انداز پر شمشیر ملک نے تعجب سے اسے دیکھا۔ یکایک یہ بدلاؤ اور اعتماد چونکا دینے والے تھے۔

"ہماری بیٹی تمہارے نکاح میں جائے گی، اور تمہاری بہن خون کے بدلے ونی ہوئی ہے۔ اچھے کی امید بیکار ہے لڑکے۔" بڑی سرکار کا انداز مذاق اڑاتا ہوا تھا۔

تو ٹھیک ہے میں یہ نکاح نہیں کرونگا۔" ارمان نے بڑے آرام سے کہا" جبکہ بڑی سرکار اسکی بچکانہ ضد پر طنزیہ مسکرائیں تھیں۔

تو ٹھیک ہے لڑکے، ہماری اصلوں کے مطابق کل تمہاری زندگی کا فیصلہ " جرگے میں ہوگا۔ تمہارے قصور کی سزا صرف موت ہے۔ رہی تمہاری بہن تو جو زندگی ابھی اسے میسر ہے بہت اچھی ہے۔ آیندہ زندگی میں روشنی کو بھی ترسے گی۔" بڑی سرکار نے سفناک لہجے میں کہتے اسے دھمکایا تھا۔

ارمان انکی بات پر ایک پل کو خاموش رہ گیا۔ جب وہ آریان کی جانب متوجہ ہوئیں۔

آریان نور کا نکاح آج ہی ہو گا ابھی، اسی وقت، اور وہ بھی تمہارے ساتھ "
۔" بڑی سرکار کی اچانک بات پر آریان گڑبڑا کر رہ گیا۔ جبکہ اب چونکنے کی باری ارمان کی تھی۔

دادی سرکار یہ کیا کہہ رہی ہیں نور میری بہن۔" آریان نے بھوکلہ کر وضاحت دی۔ یہ اونٹ ناجانے کس کروٹ بیٹھنا تھا۔

ہمارا یہی فیصلہ ہے۔" بڑی سرکار کے سخت تاثرت دیکھ ارمان نے انکی بات کاٹی۔

اپنی کسی بھی شرط کی منظوری کے بغیر میں اپکی پوتی سے نکاح کے لئے تیار ہوں۔ لیکن آپ کو میں بتادوں میں ابھی نکل جاؤ گا۔ وعدہ کریں آپ تانیہ کو اس بارے میں کچھ نہیں بتایں گی۔" وہ جو بھی شرطیں رکھ رہا تھا اب

التجائی انداز میں منت کر رہا تھا۔ جبھی آریان جلدی سے بیچ میں بول اٹھا۔ یہ سب تماشہ دیکھ نور آہستہ سے وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

"ٹھیک ہے، یہ وعدہ ہے ہمارا ہماری طرف سے تمہاری بہن کو کسی حقیقت کا علم نہیں ہو گا۔" آریان نے بڑی سرکار کے بولنے سے پہلے بات اچک لی تھی۔ کہیں ایسا ہی نا ہو کہ اسے پھر قربانی کا بکرا بنا ڈالیں۔

"ضیغم جاؤ، ہمارا فیصلہ اپنے ماں، باپ اور بہن کے گوش گزار کر دو۔ ساتھ ہی اپنی ماں سے کہ دینا نور کو رخصت کرنے تیاری کر لے۔ جو رخصتی ابھی اور اسی وقت ہو گی۔" بڑی سرکار کے اٹل فیصلے پر شمشیر ملک آریان کا کندھا تھپتھپاتے کمرے سے باہر نکل گئے۔ آج پہلی بار آریان نے ان کے فیصلوں میں انکا ساتھ دیا تھا۔ اسی لئے وہ سارا معملہ اپنی ماں اور بیٹے پر چھوڑ کر خاموش بیٹھے تھے۔

رات کے چار بجے شاید یہ دنیا کا انوکھا نکاح پڑھایا جا رہا تھا۔ جس میں مائیوں کے کپڑے پہنی دلہن اور بلیک چمکا ڈر بنا دولہا دونوں بیچ میں حائل جالی دار میں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ تاثرات ایسے تھے جیسے ابھی اٹھ کر بھاگ جائیں گئے۔ جہاں دولہا دلہن بیزار تھے وہیں مولوی حویلی والوں کے حکم پر اپنی جمائیاں روکتا بڑی مشکل سے نکاح پڑھا رہا تھا۔ دنیا بھر کی بیزاری لہجے میں سموئے نا جانے دونوں نے کیسے قبول ہے بولا تھا۔ بڑی سرکار آج پھر اپنے فیصلے کی جیت پر خوشی سے نہال ارمان کے چہرے پر نظریں جمائے بیٹھی تھیں۔ ناپسندیدگی اور بیزاری جس کی چہرے سے عیاں تھی۔

روکھی سوکھی سی مبارک سلامت کے اس سلسلے کے بعد نور کی کوئی بھی دھائی یا رونا دھونا خاطر میں لائے بغیر بڑی سرکار غصّے سے اسے تنمبیہ کرتیں رخصت کر چکی تھیں۔

جو گاڑی میں مسلسل روتی اب نکاہت کے باعث بیہوش ہو چکی تھی۔ جس پر ارمان کے ناگوار نظر ڈال کر پھر سے اپنی ڈرائیونگ کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔

شاکرہ اور وقار بڑی سرکار کے فیصلے سے اگر خوش نہیں تھے تو مطمین ضرور تھے۔ جو رخصتی سے پہلے ارمان کو دبے دبے لفظوں میں تمبیہ کر گئیں تھیں کہ اگر اس نے نور کو ذرا سی بھی تکلیف پہچانے کی کوشش کی تو تانیہ کی حالت کا ذمہ دار وہ خود ہو گا۔

جبکہ ارمان تو کچھ اور ہی سوچ بیٹھا تھا۔وہ اپنی سوچوں میں گم ڈرائیونگ کرنے میں مصروف تھا۔جبھی موبائل فون کی مسلسل بجتی گھنٹی سے اسکی سوچوں میں خلال ڈالا۔

موبائل پر بلنک ہوتا نام دیکھ غصّے سے ارمان کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

ہیلو برو! کیسا گزر رہا ہے سفر۔"دوسری جانب سے مردان چہکتی ہوئی" آواز سنائی دی تھی۔

تم تو مجھے بھول ہی گئے تھے۔"ارمان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔دوسری" جانب خاموشی چھاگئی۔ارمان کا پلان اسی پر الٹا جو پڑ چکا تھا۔

خیر جو بھی ہوا بہت غلط ہوا، شاید قسمت میں یونہی سب ہونا لکھا" تھا۔ لیکن تم دیکھ لینا اگر مجھے ذرا سی بھی بھنک پڑ گئی۔ کہ بڑی سرکار کے تانیہ کے ساتھ کچھ برا کیا ہے تو اس بار میں نہیں بخشوں گا۔ اب تو انکی کمزوری بھی میرے ہاتھ آگئی ہے۔"

دوسری طرف خاموشی کا دورانیہ طویل ہوا تھا۔ ارمان کی بات سن کر دوسری جانب کچھ کہا گیا تھا۔ جس پر ارمان سنا ان سنا کر کے موبائل اوف کرتا ڈیش بورڈ پر رکھتا کار کی رفتار بڑھا چکا تھا۔ اب اسے صرف جلد از جلد گھر پہنچنے کی جلدی تھی۔

صبح کے سات بج چکے تھے لیکن نیند آریان کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی ۔رات کو جو کچھ ہوا وہ ناقابل یقین تھا۔ رشتہ ٹوٹنے کے دکھ سے زیادہ

آریان کو سفیان پر غصّہ تھا۔جو ایک بار بھی بنا کچھ سنے یا پوچھے خود ہی ساری کہانی گھڑتا سالوں پرانی رشتہ داری میں ڈراڑ ڈال گیا تھا۔جو شخص ابھی ان کی بات نہی سن رہا تھا وہ بعد میں کیا سنتا۔اچھا ہی تھا کہ نور کی اس سے شادی نہیں ہوئی۔جو ہوتا ہے اچھے کے لئے ہی ہوتا ہے۔ابھی آریان نے آنکھیں بند کی ہی تھیں کہ آریان کی نظروں میں کشمیر میں ملا ایک خوبصورت چہرہ سامنے گھوم گیا۔جو تین ماہ میں دنیا کی بھیڑ میں کہیں گم ہو گئی تھی۔

Be ready to meet me ۔

(مجھ سے ملاقات کے لئے تیار رہو۔)

آہستہ سے بڑبڑاتا آنکھیں موند گیا۔کل ایک نیا محاذ سر کرنا تھا۔اور وہ تھا رشتہ دارو کو جوابات دینا۔اگر ارمان شرط نا رکھتا تو وہ نور کی رخصتی ارمان

کے ساتھ بھی ویسے ہی کرتے جیسے پہلے طے پائی تھی۔پر خیر حالت کا تقاضہ اور موقع کی نزاکت تھی جس نے یہ فیصلہ لینے پر مجبور کر دیا۔

صبح کی کرن پھوٹتے ہی تانیہ ایک بھرپور انگرائی بھرتی اٹھ بیٹھی تھی۔اچانک سے انے والی جمائی کو منہ پر ہاتھ رکھ کر روکا تھا۔

تانیہ نے آسمان کی جانب دیکھا موسم آج خاصہ خوش گوار تھا۔اس وقت شاید صبح کے چھے بج رہے تھے۔سائیڈ پر پڑا اپنا دوپٹہ اڑ کر کھڑی ہوتی تانیہ واشروم کی جانب بڑھی۔چند منٹوں بعد ہاشاش بشاش سی تانیہ کا رخ اب

کچن کی جانب تھا۔ حویلی کی آمدورفت بڑھنے سے پہلے ہی وہ کچھ کھا پی کر اپنے کمرے میں واپس آنا چاہتی تھی۔

راہداری سے گزرتے ارد گرد نظر ڈالی آج خلاف معمول حویلی میں اب تک چہل پہل نہیں ہوئی تھی۔ شاید سب تھک ہار کر سوئے دیر سے جاگنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

تانیہ نے ہر سوچ کو پرے کر پہلے ڈٹ کر ناشتہ کیا۔ آج باورچی خانے میں بھی اب تک کوئی نہیں آیا تھا۔ جو بھی تھا تانیہ جلدی جلدی ناشتہ کرتی کچن کے پچھلے حصّہ سے ہوتی اپنے کمرے میں آ گئی۔ کھڑکی میں آنکھیں بند کر کے کھڑی تانیہ صبح کے پر سکون ماحول میں گہرے گہرے سانس بھر رہی تھی۔ جبھی خود کو کسی کی نظروں کے حصّار میں پایا۔ چونک کر آنکھیں کھولیں پر دور دور تک کوئی نہیں تھا۔ سامنے کچھ فاصلے پر پھیلا سبزہ رات میں شبنم گرنے کے باعث نم نم سا تھا۔ جبکہ تانیہ کے گھوم گھوم کر دیکھنے

کے باوجود وہاں کوئی زی روح نظر نہیں آئی تھی۔دیکھنے والا وجود مسکرا کر وہاں سے پلٹ گیا۔اب تانیہ خود بڑی محویت سے سامنے بنی بڑی سی عمارت پر نظریں گاڑے کھڑی تھی۔دل میں کوندتے خیال کے تحت اب تانیہ کا رخ اسی حویلی کے طرز پر بنی دو منزلہ عمارت کی طرف تھا۔جو پاک بی بی کی رہائش گاہ تھی۔بڑے بڑے قدم لیتی تانیہ اپنے منہ پر دوپٹہ رکھے ارد گرد پر نظر ڈوراتی اس حصّہ کی جانب جا رہی تھی۔کل اس سفید کپڑوں میں ملبوس وجود کو دیکھنے کے بعد اس حویلی میں دفن رازو کو جاننے کا تجسوس مزید بڑھ گیا تھا۔

تقریباً دس منٹ بعد تانیہ اس بلڈنگ کے دروازے کے عین سامنے موجود تھی۔کچھ لمحے لگے تھے یہ فیصلہ کرنے میں اور پھر تانیہ بغیر ہچکچاے دروازے کو تھوڑا سا کھول کر اندر داخل ہو چکی تھی۔

اندر داخل ہوئی تو پہلے لمبی سی راہ داری سے ہوتی آگے آئی ارد گرد میں خالی دیواروں کے سوا کچھ نہیں تھا۔بس کہیں کچھ فاصلے پر کوئی آیات ضرور چسپاں تھیں جیسے کسی نے مختلف کتابوں اور کارڈز میں سے کاٹ کر جما کیا ہو۔

تھوڑا مزید آگے بڑھی برآمدہ سے ہوتے چند قدموں پر لائن سے تین کمرے بنے ہوئے تھے۔باہر سے اونچی دو منزلہ دکھنے والی عمارت اونچی چھت والی ایک ہی منزل تھی۔تانیہ ارد گرد نظر ڈوراتی پہلے کمرے کے پاس آئی۔ایک ہاتھ سے دوپٹے سے منہ ڈھانپ رکھا تھا۔جبکہ دوسرا ہاتھ اب دروازے کے لاک پر تھا۔

آہستہ سے دروازہ کھولا تو حواسوں پر ایک وحشت سی طاری ہوئی۔ ہلکی سی آواز کرتا دروازہ اندر کی جانب کھولتا چلا گیا۔

تانیہ کی نظر سامنے مصلے پر بیٹھی عورت پر گئی۔ تو ٹھر سی گئی۔ سامنے موجود عورت نماز کے سے انداز میں سفید بڑی سی چادر پہنے آنکھیں بند کئے تسبیح پر کچھ پڑھنے میں مصروف تھی۔ ہلکے سرخی مائل لب آہستہ آہستہ ہلتے کچھ ورد کرنے میں مصروف تھے۔ تانیہ جہاں تھی وہیں جم سی گئی تھی۔ اپنے سامنے موجود عورت کو دیکھ بے یقینی سے تانیہ نے منہ پر سے ہاتھ ہٹایا تو دوپٹہ نیچے کو سرک گیا۔ سامنے کھڑی عورت ہو بہو اس جیسی تھی۔ گرین آنکھیں، سفید دودھ جیسی رنگت، بالوں کا رنگ جس میں اب چاندی سی چمکنے لگی تھی۔ فرق ہاں ایک فرق تھا۔ گرین آنکھیں بے رونق اور ویران سی تھیں۔ جبکہ اسکی آنکھوں میں زندگی سے بھرپور جینے کی ایک نئی امنگ تھی۔

پاک بی بی کو خود پر کسی کی نظروں کی تپش محسوس ہوئی تو انہوں نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں تھیں۔یہی وہ لمحہ تھا جہاں وقت ٹھہر سا گیا تھا۔ مسلسل ہلتے لب اب خاموش سے تھے۔سامنے کھڑی لڑکی کو سالوں بعد اپنے سامنے دیکھ آنکھیں پتھرا سی گئیں تھیں۔ذہن میں سالوں پہلے کی کسی بچی کی رونے کی ہسنے کی آوازیں گونجنے لگیں تھیں۔ایک منٹ کو ہر چیز ہی تھم سی گئی تھی۔تانیہ جہاں تھی وہیں رہ گئی تھی۔میکانی کے سے انداز میں تانیہ تھاما ہوا ہینڈل چھوڑ کر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔آہستہ سے چلتی آتی تانیہ انکے قریب ہی دوزانہ بیٹھ گئی تھی۔چہرے پر بے یقینی کے ساتھ ساتھ حیرت بھرا تاثر بھی تھا۔

پاک بی بی اسکے یوں اچانک اپنے قریب اکر بیٹھنے پر ہڑ بڑا کر اٹھ کھڑی ہوئیں تھیں۔اس اچانک افتاد میں انکا دوپٹہ ڈھیلا سا ہو کر پیچھے کو سرک گیا تھا۔تانیہ جو چہرہ اٹھائے انہیں ہی دیکھ رہی تھی۔انکے گال کے پاس سے

نیچے کو جاتے عجیب سے نشان کو دیکھ چونک گئی۔تانیہ بھی کھڑی ہوتی ان کہ مقابل ہوئی۔ جبکہ دوپٹہ سے جھلکتے بد نما داغ کو پھر جلدی سے دوپٹہ کی آڑ میں چھپا گئی تھیں۔تانیہ نے اس داغ کو خوف زادہ نظروں سے دیکھتے چھونا چاہا۔ جبھی پاک بی بی نے اسکا ہاتھ ہوا میں ہی روکتے اپنے پورا چہرہ دوپٹہ سے چھپالیا۔

آپ۔۔تانیہ کے لب آہستہ سے پھڑ پھڑائے تھے۔

پاک بی بی بغیر ایک لفظ کہے اپنا رخ موڑ کر کھڑی ہو گئیں تھیں۔وہ تانیہ کو پہچان چکی تھیں اور بانو کی زبانی انہیں تانیہ کے ساتھ پیش انے والی ساری صورتحال کا علم بھی تھا۔وہ نہیں چاہتی تھیں تانیہ مزید ایک لمحہ بھی یہاں رہے اور اسے کسی قسم کی بھی سچائی کا علم ہو جائے۔اگر حویلی میں کسی کو خبر

ہو جاتی تو اسے تو وہ کچھ نہیں کہتے البتہ تانیہ کے لئے راہیں مزید دو شوار ہو جاتیں جو پہلے ہی کافی کٹھن مراحل سے گزر رہی تھی۔

آپ کون۔۔ کون ہیں، آپ میری طرح۔۔"تانیہ نے اپنے سامنے " کھڑی اپنی شکل سے خاصی مشابہت رکھتی عورت کو دیکھ اٹکتے ہوئے سوال کیا۔ جسامت کے لحاظ سے اس بھی زیادہ کمزور ہڈیوں کا ڈھانچہ تھیں۔ گرین آنکھوں کے نیچے ہلکے سے پڑ گئے تھے۔ چہرے پر لمبی مسافتوں کی تھکن واضح تھی۔ چہرے کے ابھرے ابھر نقوش بلکل اس پر تھے یا تانیہ اس جیسی تھی۔ سائنس کے مطابق قریبی رشتوں یا بہن بھائیوں کا اپس میں ہم شکل ہونا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ ویسے تو دنیا میں کئی ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنکا اپس میں کوئی رشتہ نہیں ہوتا لیکن پھر بھی انکی شکلیں ایک دوسرے سے کافی مشابہت رکھتی ہیں۔ عام حالت

میں تانیہ محض ایک حیرت انگیز اتفاق سمجھ کر نظرانداز کر دیتی۔ لیکن عائشہ بیگم کے الفاظ اس وقت دماغ میں ہتھوڑے کی طرح بج رہے تھے۔

کیا واقعی میں اسکا اس حویلی سے یہاں کے رہنے والوں سے کوئی تعلق واسطہ ہے؟

کیا اسکی ماں کی کوئی پرانی دردناک یاد اس حویلی سے جڑی ہے؟

آخر کیا ہے جو تانیہ کی قسمت بار بار گھوم کر اس حویلی کے گرد منڈلا رہی تھی؟ آخر کیوں اس کی راہ فرار کے سارے راستے تنگ ہوئے پڑے تھے؟

اس کی ماں، اس کہ ماں باپ اسے لاوارثوں کی طرح چھوڑ کر واپس پلٹ کر نہیں آئے تھے، ایسا کیا تھا جو اس کی ماں اس کی قربانی دینے کو تیار ہو گئی تھی؟

سوال تھے کہ دماغ میں تابڑ توڑ چلے ہی ارہے تھے۔تانیہ کا دماغ ماؤف ہونے لگا تھا۔ لیکن ان سارے سوالوں کے جوابات لینے کے لئے تانیہ کو اس وقت یہی موقع اور انسان درست لگے تھے۔

تانیہ کا سکتہ ٹوٹا تھا، وہ اچانک سے گھوم کر پاک بی بی کے روبرو آن کھڑی ہوئی تھی۔

پاک بی بی بے ساختہ دو قدم پیچھے کو ہوئیں تھیں۔پر مقابل کی آنکھوں میں تو بہت کچھ جاننے کا تجسوس تھا۔

کون ہیں آپ؟"تانیہ نے براہ راست انکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوال کیا تھا۔

"جاؤ یہاں سے۔"دھیمی سی آواز میں بولتی وہ اسکی مخالف سمت میں رخ کر گئیں۔

"چلی جاؤں گی، پر تمام راز جانے کے بعد جواب کہ علاوہ کوئی نہیں بتا سکتا۔"تانیہ دوبارہ سے گھوم کر ان کے سامنے آتی نڈر لہجے میں بولی تھی۔

"میں کچھ نہیں جانتی چلی جاؤ یہاں سے اس سے پہلے کہ کچھ بہت برا ہو جائے۔"پاک بی بی دھیمے لہجے میں گویا ہوتیں آنکھیں پھیر گئیں تھیں۔سالوں بعد انکے لب ہل کر کسی ذی روح سے مخاطب تھے۔جبکہ وہ خود بھی اس صورتحال سے خوف زادہ سی تھیں۔

نہیں !!! آپ بتایں آخر کون ہیں آپ لوگ اور کیا دشمنی ہے، آپ" لوگوں کی میرے خاندان سے۔" جھٹکے سے انکو کندھے سے اپنی جانب رخ کرتی چیخ کر گویا ہوئی۔

دیکھو آپ جاؤ یہاں سے ورنہ بڑی سرکار بہت غصّہ ہو نگی۔"اس کہ رویہ " کو نظرانداز کرتے انہوں نے آرام سے کہا۔اور اپنے قدم بیڈ کی جانب کیئے۔

کتنے ظالم ہیں آپ لوگ، کسی کی التجاءے، بے بسی، غم آپ لوگوں کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔بس اپنی آنا عزیز ہے اور سو کلڈ بڑی سرکار کے حکم۔"تانیہ انہیں جاتا دیکھ ناگواری سے کہتی غصّہ میں طنزیہ بولی تھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

جبکہ پاک بی بی اس کہ گستاخ لہجے پر ایکدم رک سی گئیں تھیں، یہ لڑکی اس کہ منہ پر کھڑی ہو کر اسی کی ماں اور خاندان کو برا بھلا کہ رہی تھی۔ اتنے سالوں میں کبھی خود بھی انہوں نے اپنی ماں سے سوال نہیں کیا تھا۔

ظالم ہیں آپ لوگ، اب مجھے شک نہیں پکا یقین ہو گیا ہے۔ آپ لوگوں" نے یقیناً ماضی میں میرے خاندان کے ساتھ کوئی ظلم کیا ہو گا اور اب سارا الزام ہم پر لگا رہے ہیں۔ ظالم، جابر لوگ۔ "تانیہ کے الفاظ تیر بن کر سیدھا دل میں پیوست ہوئے تھے۔ کیا وہ ظالم تھے۔ کیا ظالم اس کہ ماں باپ نے کیا تھا۔ انکا کوئی قصور نہیں تھا۔ انکی آنکھوں میں گزرا ماضی گھومنے لگا تھا۔ جبکہ تانیہ بڑی سرکار کو برا بھلا کہتی اور بھی بہت کچھ بول رہی تھی۔

خاموش۔ "درد اور تکلیف میں وہ قرب سے بولیں تھیں۔ چاہنے کے" باوجود انکا لہجہ اور آواز سخت نہیں ہوئی تھی۔ سالوں ہوئے تھے. کسی سے

بات کئے، غصّے کئے۔ جبکہ ان کی دھیمی آواز میں واضح قرب محسوس کر تانیہ ایکدم خاموش ہوئی تھی۔

"کسی کے ساتھ کوئی ظلم نہیں ہوا۔ نا آپ کے خاندان کے ساتھ اور نا ہی ہمارے خاندان کے ساتھ۔ ظلم صرف میرے ساتھ ہوا، صرف ہمارے ساتھ۔" غم کی شدّت میں بیس سالوں میں پہلی بار منہ سے شکوہ سا نکلا تھا۔

"کسی کہ ساتھ کچھ نہیں ہوا، بس میرے ساتھ ہو۔ میری زندگی ختم ہو گئی۔ ایک غلطی کی سزا کے طور پر سزائے موت سے بھی بتر سزا سنادی مجھے۔ ظالم ہو تم سب ظالم ہو۔" پاک بی بی سالوں بعد کسی کو جواب طلبی کرتے دیکھ غم سے چور لہجے میں اپنا درد بیان کر گئیں تھیں۔ جو سالوں سے دل میں دبائے بیٹھی تھیں۔

سامنے روتی، کپکپاتی عورت کو دیکھ تانیہ انکی غیر ہوتی حالت دیکھ یکدم انکی جانب بڑھی تھی۔انکا لرزتا وجود تھام کر جلدی سے بیڈ پر بیٹھایا۔پاس رکھے پانی کے جگ سے گلاس میں پانی انڈیل کر ان کہ لبوں سے لگایا۔

کپکپاتے ہنٹوں سے پانی پیتے حواس کچھ بحال ہوئے۔تانیہ خود بھی ان کہ برابر میں ہی ٹک گئی تھی۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

جاؤ یہاں سے۔"اس کی نظروں میں ہزاروں سوال دیکھ نظریں چرا کر" بولیں۔

چلی جاؤں گی۔پہلے آپ بتایں کیا ظلم ہوا آپ کے ساتھ،آخر میری ماما کا"
"اس خاندان سے کیا رشتہ ہے؟آپ میری کیا لگتی ہیں۔

تانیہ کے سوال پر کچھ لمحے وہ یونہی خاموشی سے اس کہ چہرے کو تکنے لگیں۔آج والی تانیہ میں اور تین ماہ پہلے دیکھے گئے چہرے میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

"تمہاری ماما بڑی بہن ہیں میری،اس حویلی کی بیٹی ہیں وہ۔" پاک بی بی کے اچانک انکشاف پر اسکی آنکھیں حیرت سے کھولی کی کھولی رہ گئیں تھیں۔تانیہ پر تو حیرتوں کا پھاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔

"کیا۔۔۔۔۔۔"آواز میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔جبکہ وہ کسی سوچ کی تحت غیر مری نکتے کو تکتیں اسے سب بتاتی چلی گیں تھیں۔

(ماضی)

اپنی مہندی سے دو روز قبل گلنار بڑی مشکل سے حویلی سے نظریں بچا کر جنید سے ملنے کے لئے نکلی تھی۔ بڑی سرکار کو اس کہ اور جنید کے بارے میں علم ہو گیا تھا۔ انہوں نے بہت سختی سے اسے کسی سے بھی ملنے سے منع کیا تھا۔ جبکہ گل نے پہلی بار اپنی ماں کے روپ میں ایک ظالم جاگیر دارنی کو دیکھا تھا۔ جس کے لئے اسکی خاندانی روایات، اپنے اصول، اور ان رسموں کی پاسداری ضروری تھی۔ گل کی ساری مزامتیں، منتیں رائیگاں گئیں تھیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے اسے یہ دھمکی تک دے ڈالی تھی کہ وہ اگر اب کبھی جنید سے ملی تو وہ اسے مروا دیں گی۔ لیکن گل کو جانے کیوں یقین تھا کہ اسکی ماں اتنی ظالم اور سفاک نہیں ہو سکتی تھیں۔ گل اس شام ان کی ساری پابندیوں اور تنمبیوں کو نظر انداز کرتی جنید سے ملنے نکل پڑی۔

میں تمہارے ساتھ اس طرح گاؤں چھوڑ کر نہیں جا سکتی تم میری ماں" سے واقف نہیں ہوں۔وہ ہمیں زندہ در گور کر دیں گی، مگر شادی نہیں کرنے دیں گیں۔"

وہ دونوں اس وقت گاؤں سے ذرا دور ندی کے پاس بڑے سے درخت کی آڑ میں کھڑے باتیں کرنے میں مصروف تھے۔گل اسکی بات سن چہرے پر پریشانی سجائے اسے انے والے وقت سے خبر دار کر رہی تھی۔

رات کی تاریکی میں ان سے فاصلے پر کھڑا ہیولہ پوری طرح ان کی جانب متوجہ تھا۔جس سے وہ دونوں بے خبر تھے۔

اسلئے کہہ رہا ہوں، میرے ساتھ چلو ہم یہاں سے بہت دور نکل جائیں" گے، اپنی نئی زندگی کا آغاز کریں گے۔وہاں ہم تک کوئی نہیں پہنچ پائیگا۔" جنید اسے یہاں سے لیجانا چاہتا تھا۔جبکہ گل کسی حال راضی نہیں تھی۔کچھ بھی تھا، وہ یوں اپنے خاندان کا نام مٹی میں نہیں ملا سکتی تھی۔ابھی وہ دونوں

حالات سے بے خبر باتوں میں مصروف تھے کہ پیڑ کے پیچھے چھپے ہیولے نے یہ بات حویلی تک پہنچادی تھی۔

جاؤ تم یہاں سے دور چلے جاؤ، ورنہ انجام اچھا نہیں ہو گا۔ کبھی لوٹ کر نا" آنا، بھول جاؤ مجھے۔۔"سامنے موجود گل نے کالی چادر سے اپنے منہ کو چھپائے اپنے قدموں کا رخ واپس حویلی کی جانب موڑا، جنید کی ضد کو کسی خاطر میں لائے بغیر اس کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہتی انے والے وقت سے خبر دار کرتی اپنے راستے پر چل دی۔ جو اسکی آخری منزل ٹھہرا تھا۔ جہاں سے واپسی ناممکن سی بات تھی۔۔

جبکہ وہ خالی خالی نظروں سے اسے دور جاتا دیکھ اسکی پشت کو تک رہا تھا۔ کتنی آسانی سے وہ یہ بول کر چلی گئی تھی۔ جنید کی نظروں نے دور تک اس سنگدل کا پیچھا کیا تھا۔ جس نے ایک بار بھی رخ نہیں موڑا تھا۔

نہ عیاں ہوئی تُم سے نہ بیاں ہوئی ہم سے,

بس سُلجھی ہوئی آنکھوں میں اُلجھی رہی مُحبت...!!!!!

حویلی انے کے بعد گل حالات سے بے خبر سی سکون کی نیند سو گئی تھی،اس کہ مطابق وہ اسکی بات ضرور مانے گا،اور اسکا اور اس گاؤں کا پیچھا ہمیشہ کے لئے چھوڑ دے گا۔ان دونوں کے راستے الگ تھے۔اسے بھی اب یہ بات سمجھ جانی چاہیے تھی۔پر دوسری صبح اسکے لئے قیامت لے کر آئی تھی۔۔

"نہیں نہیں۔۔۔نہیں نہیں۔۔ایسا نہیں ہو سکتا ماں جی۔۔۔میرے ساتھ۔۔!میرے ساتھ۔۔یہ ظلم نہیں کر سکتیں۔۔۔"

منہ پر ہاتھ رکھے حویلی کے اندا ورنی حصّے میں ہچکیوں سے چیختی روتی کپکپاتی پلر کے ساتھ فرش پر بیٹھتی چلی گئی۔ اگر رونے کی آواز باہر کسی کے کانوں میں پڑ جاتی تو انجام وہ بہت اچھے سے جانتی تھی۔۔

گھر میں اگ لگنے کے باعث سب جل کر راکھ ہو گیا تھا۔ تمام گھر والے اس اگ میں جھلس چکے تھے، وہ یہ بھی اچھے سے جانتی تھی یہ کس کا کام ہے، پر زبان خوف سے بند تھی،، کل منع بھی کیا تھا اسے، چلا جائے یہاں سے پر قسمت۔۔۔

بڑی سرکار اس وقت اپنے کمرے میں موجود ریاض مالک کو دوائی دے رہی تھیں۔ جبھی ایک ملازمہ اجازت لیتی کمرے میں داخل ہوئی۔ بڑی سرکار

اس کا چہرہ دیکھ سمجھ گئیں تھیں وہ کچھ کہنا چاہتی ہے۔ جبھی اسے ساتھ لئے دوسرے کمرے میں آگئیں۔

کیا ہوا۔" بڑی سرکار کے پوچھتے ہی ملازمہ شام میں ہوئی ساری واردات" ان کے گوشہ گزار کردی۔ جو شام کو اللّٰہ دتا (ملازم) نے دیکھی تھی۔

جنید، گل کو یہاں سے لیجانا چاہتا تھا یہ سننا تھا کہ بڑی سرکار ایکدم تیش میں آگئیں۔ اب انہیں یہ ڈر بھی لاحق ہوگیا تھا کہ کہیں گل سچ میں اسکی بات نا مان لے۔ اس سب مسلے کا ایک ہی حل تھا کہ جنید کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔ غصّہ اس قدر بڑھ چکا تھا کہ بغیر کسی نفع نقصان کی فکر کئے انہوں نے جنید اور اس کے گھر والوں سمیت مارنے کا حکم سنا دیا۔

جنید کو پہلے بھی کئی بار بڑی سرکار کی طرف سے دھمکیاں مل چکی تھیں۔گل کی بات کو مدے نظر رکھتے ہوے وہ کل صبح ہی گاؤں چھوڑنے کا ارادہ کرتا سٹیشن شہر کے لئے اپنے اور اپنی ماں، باپ اور بہن کے لئے بھی ٹکٹس لینے رات میں ہی نکل پڑا تھا۔جنید رات کو کافی دیر تک ایک بار پھر اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرتا وہیں بیٹھا رہا تھا۔ سمجھ نہیں آرہا تھا آخر کیسے وہ اب سب چھوڑ چھاڑ کر یہاں سے چلا جائے۔گل، گل تو کبھی اسکی نہیں ہو سکتی۔اور پھر اسکے گھر والے۔یہی خیال اتے ہی تلخی سے سوچتا سر جھٹک کر اٹھ کھڑا ہوا۔وہ اپنے خاطر اپنے گھر والوں کی زندگی داؤپر نہیں لگا سکتا تھا۔اپنے ماضی کو یہیں دفن کرتا وہ اب ہمیشہ سے یہاں سے چلا جانا چاہتا تھا۔لیکن وہ جیسے ہی گاؤں پوچھا تو ایک قیامت اسکی منتظر تھی۔ان کا پورا گھر اگ کی لپیٹ میں آگیا تھا۔گھر میں موجود اسکی ماں،بہن اور معذور باپ سب اگ کی لپیٹ میں اکر بری طرح جھلس چکے تھے۔سب گاؤں والے

ان کے خاستر خاک ہونے کے بعد اگے بڑھ کر اگ بجھا چکے تھے تاکہ اگ کہیں زیادہ پھیل کر انہیں بھی اپنی لپیٹ میں نا لے لیں۔اس سے پہلے کسی نے اگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔سب جانتے تھے یہ کس کا کام لیکن منہ کھولنے کی ہمّت کسی میں نہیں تھی۔

اپنے ماں باپ کا چہرہ تک دیکھنے کو نہیں ملا تھا۔آخر کیا قصور تھا ان معصوموں کا جو بڑی سرکار نے انہیں اتنی بتر موت دی تھی۔ غم سے نڈھال جنید جو صبح اپنے ماں باپ کے ساتھ یہ گاؤں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھوڑنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ صبح تین جنازے اٹھاتا غموں سے چور تھا۔

اپنے ماں، باپ کی قبروں پر بیٹھ کر وہ دھاڑے مار مار کر رویا تھا۔ بڑی سرکار نے اسکی ہنستی بستی زندگی تباہ کر کے رکھ دی تھی۔ صرف محبّت کرنے کی اتنی بڑی سزا ملی تھی۔اس کہ ماں، باپ بہن کا خون اتنا سستہ نہیں

تھا۔ کہ وہ یونہی رائیگا جانے دیتا۔ اپنے آنسوں پونچھ کر وہ ایک نتیجے پر پھنچا تھا اب بس اس پر عمل کرنا رہتا تھا۔۔۔۔

گل کو جنید اور اس کے گھر والوں کی موت کا علم ہوا تو وہ بھی غم سے نڈھال رو رو کر اپنا برا حال کر چکی تھی۔ صبح مہندی تھی۔ جس کے لئے بڑی سرکار نے اسے تنمبیہ کی تھی کہ وہ مزید تماشہ نہیں چاہتیں۔ جبکہ گل کی آنکھیں اس پر گزری ساری روداد سنا رہیں تھیں۔
بڑی حویلی کا بیٹا مجید مہندی کی رسم کے لئے اپنے پورے گھرانہ کے ساتھ حویلی انے کے لئے نکل پڑا تھا۔ جبکہ بیچ راستے میں ہی اسکی موت اسکا انتظار کر رہی تھی۔ جنید جس پر پہلے ہی بدلے کا خون سوار تھا۔ وہ پہلے ہی دولہے کی تاک میں بیٹھا تھا۔ مجید ملک کی گاڑی سامنے سے گزرتے ہی ٹائر کا نشانہ

لیتا گاری پنکچر کر چکا تھا۔ جبکہ گاڑی لہرا کر ایک پیڑ سے جا ٹکرائی۔ سب کی گاریان اس اچانک حملے پر ایک دوسرے سے ٹکرا کر بروقت بریک لگنے پر سمبھل گئی تھیں۔۔ اس اچانک ہوئی واردات سے سبھی گھبرا کر رہ گئے تھے۔ جبکہ جنید جو پہلے ہی نشانہ تاک کر بیٹھا تھا۔ اپنے دو دوستوں کے ہمرا ان پر فائر نگ کھول چکا تھا۔ کافی لوگ اس فائر نگ میں زخمی ہو چکے تھے۔ جبکہ مجید کے دل کا نشانہ لیتے ہی وہاں صرف گولی کی آواز آئی تھی اور پھر ماحول میں سکوت چھا گیا۔ اس کے گھر والے جو اپنے جوان بیٹے کو یوں بے جان ہوتا دیکھ چیخ پڑے تھے۔ وہیں جنید کو رائیفل نیچے کرتا دیکھ اس پر بے شمار گولیوں کی برسات کردی گئی تھی۔ کچھ ہی لمحوں میں دو دو وجود بیچ سڑک پر مٹی کا ڈھیر بنے پڑے تھے۔ آخری وقت میں جنید کی آنکھوں کے سامنے صرف ایک بار معصوم سی گل کا چہرہ لہرایا تھا۔ جیسے وہ اپنے انتقام کے چکّر میں جیتے جی مار چکا تھا۔ تکلیف کی شدّت بڑھی اور جنید نے اپنے ظلم کے ساتھ ہمیشہ کے لئے آنکھیں موند لیں۔

دوسری جانب ایک بے قصور بلاوجہ بے موت مارا گیا تھا۔جبکہ ایک بار پھر ظلم کی جیت ہوئی تھی۔ معصوموں کا خون بہا تھا۔اور ظلم کے خلاف کسی نے بھی آواز اٹھانے کے بجائے اس ظلم کو بڑھاوا دیا تھا۔

یہ خبر حویلی میں آفت بن کر ٹوٹی تھی۔شعیب ملک کی اطلاع دیتے ہی بڑی سرکار اپنے پورے وجود سمیت زمین بوس ہوئیں تھیں۔ریاض ملک کو فوری شہر کے ہسپتال منتقل کیا۔انکی حالت خاصی تشویش ناک تھی۔بڑی سرکار کو بھی گہرا صدمہ پہنچا تھا۔گل دو دن سے اپنے ہوش و حواس سے بیگانا قسمت کی اس ستم ظرفی پر کمرے میں بن سکتے کی حالت میں تھی۔ گزرے دو دن میں اسے کوئی ہوش نہیں رہا تھا۔اس کے ساتھ کیا

ہو رہا ہے۔ لوگ اس کے بارے میں کیا باتیں بنا رہیں ہیں یا پھر کون اسے کون سے لقب سے نواز رہا ہے۔ مجید کی ماں اکرا سے منحوس اور پتہ نہیں کیا الٹی سیدھی باتیں اس کی ذات سے جوڑتی اس کے تھپڑ رسید کر گئیں تھیں۔ جنہیں عائشہ اور شاکرہ نے بڑی مشکل سے قابوں کیا تھا۔

جنید کے قتل کے بعد اس کے زخمی دوستوں نے ساری کہانی بڑی حویلی والوں کو بتادی تھی۔ جنید اور گل کے مطالق خبریں جنگل میں اگ کی طرح پھیل گئیں تھیں۔اور اب بس وہ کسی طرح اپنا بدلہ چاہتے تھے۔ جبکہ شعیب ملک جہاں اپنے اکلوتے بھائی کے لئے غم زادہ تھے وہیں فاریا بیگم کی گرتی حالت دیکھ گل کے لئے بھی پریشان تھے۔ان کہ گھر والوں کا مطالبہ سراسر غلط تھا۔اگر اس قصّے میں مجید کی کوئی غلطی نہیں تھی تو غلطی تو گل کی بھی نہیں تھی اگر کوئی واحد شخص سزا کا حقدار تھا تو وہ تھیں بڑی سرکار۔ سب ریاض ملک کی صحت یابی کا انتظار کر رہے تھے مگر انکی مزید

گرتی حالت کے پیشِ نظر کسی بھی فیصلے پر پہنچنے کے لئے ٹھیک ایک ہفتے بعد جرگہ بیٹھنا تھا۔ گل کی زندگی کی ڈوریں اب ان ظالم اور سفاک لوگوں کو ہاتھوں میں تھیں، جو زمینی خدا بنے بیٹھے تھے۔

پرانے ضیعف سے برگدے کے درخت کے نیچے بڑی حویلی سے مجید کے باپ، شعیب ملک ان کہ والد اور دو بہنوں کے شوہر اپنے والد ظفر ملک جو شعیب صاحب کے والد کے پھپھی زاد بھائی بھی تھے یہاں مجید کے حق میں فیصلہ لینے کے لئے موجود تھے۔ جبکہ حویلی سے شمشیر ملک اور وقار ملک موجود تھے۔

معملہ کافی گھمبیر تھا۔اور فیصلہ بھی دونوں ان گھروں کا تھا جو سب کے فیصلے کرواتے تھے۔ایسے میں اپنے اپنے اصولوں کو مدِعے نظر رکھتے ہوئے ساتھ گاؤں کے دو،دو سرپنچ ان کہ ہمراہ تھا۔

یاور صاحب آپ بتائیے کیا چاہتے ہیں آپ۔" بڑی سرکار کی جانب سے" ائے سرپنچ نے ان سے سوال کیا۔جو انہیں کافی ناگوار گزرا تھا لیکن حالت کا تقاضہ تھا۔انہوں نے اپنی شرائط ان کہ سامنے رکھیں۔

اس سارے قصّے کی جو مجرم ہے وہ ہے گل،گل اگر اس لڑکے کے ساتھ" کوئی تعلق نہیں رکھتی تو بات یہاں تک نہیں پہنچتی۔بڑی سرکار نے اپنے اصولوں کے تحت اپنی گھر کی عزت بچانے کے لئے اس لڑکے کے گھر والوں پر حملہ کروایا جو بلکل درست تھا۔جو کوئی بھی کم ذات ہماری عزت پر نظر ڈالنے کی کوشش کرے گا ہم اسکا یہی حال کریں گئے۔لیکن پھر بھی وہ

بد بخت بچ گیا اور اپنے ارادوں کی ناکامی ہوتے دیکھ اسنے ہمارے بیٹے کو مار ڈالا۔اور جوابی کروائی میں بد بخت کسی بھی سزا سے پہلے خود بھی مر گیا۔ہمیں اپنے بیٹے کے خون کا حساب چاہیے۔خون کے بدلے گل کا خون یا پھر اس کی وانی ہو گی۔"

انکا فیصلہ سن کر جرگے میں بیٹھے تمام لوگوں کو سانپ سونگھ گیا تھا۔جبکہ شمشیر ملک اور وقار ملک ہکا بکا رہ گئے تھے۔ان کے فیصلوں کے آگے بولنے کی گئی ہمّت تو سر پنچوں میں بھی نہیں تھی۔وہ جو کہ رہے تھے وہ پتھر پر لکیر تھا۔

"لیکن ملک صاحب گل کی تو کوئی غلطی نہیں ہے۔"شمشیر ملک کمزور سے لہجے میں بولے تھے۔اگر اس وقت ریاض ملک یہاں موجود ہوتے تو کبھی یہ ظلم اپنی بیٹی کے ساتھ نا ہونے دیتے۔

اسی کی غلطی ہے۔" یاور صاحب غصّہ سے دھاڑے تھے۔"

لیکن بابا سائیں وانی میں گل کس کے نکاح میں جائے گی۔ مجید تواب زندہ" بھی نہیں رہا۔" شعیب ملک نے اپنی طرف سے آخری کوشش کی تھی انہیں روکنے کی۔ جبکہ اپنے باپ کے سامنے زبان چلانے کی ہمّت توان میں بھی نہیں تھی۔

سہی کہا تم نے، ہمیں یقین ہے بڑی سرکار کبھی اپنی لاڈلی کا خون نہیں دیں" "گی، گل وانی ہو گی۔ مجید نہیں رہا تو کیا ہوا۔ مجید کا باپ تو ابھی زندہ ہے۔ یاور ملک کے فیصلے پر سب ساکت سے ساٹھ سالہ جبار صاحب کو دیکھ رہے تھے جو بدلے کی اگ میں اس قدر اندھے ہو گئے تھے کہ سہی غلط کی پہچان ہی نہیں رہی تھی۔

شعیب صاحب کو سترہ سالہ گل کے لئے اپنے چچا کے ساتھ دینے کا فیصلہ ذرا بھی اچھا نہیں لگا تھا. جبھی ایک بار پھر وہ ہمّت کرتے اپنے باپ کی جانب بڑھے۔ شمشیر ملک کے اشارے پر ان کی لوگ یہ فیصلہ کے بابت بڑی سرکار تک پہنچا چکے تھے۔ان کا فیصلہ سن بڑی سرکار اپنا دل پکڑ کر رہ گئیں تھیں۔اپنی بیٹی کی لئے انہوں نے ایسا تو کچھ بھی نہیں چاہا تھا۔ لیکن بڑی حویلی والوں کے فیصلے کی اہمیت دور دور تک کہ گاؤں میں تھی۔ریاض ملک کی بیماری کے بعد سے انہوں نے فیصلوں کی ذمہ داری بڑی سرکار کے سپرد کر دی تھی۔ لیکن ریاض ملک کے بڑے بھائی ہونے کی حیثیت سے بڑی سرکار نے فلحال یہ ذمہ داری یاور ملک کے حوالے کر دی تھی چھوٹے موٹے فیصلے تو وہ خود ہی کر دیا کرتی تھیں لیکن یہاں بات بہت بڑی تھی اب جو فیصلہ جرگہ میں طے پانا تھا اسی کو آخری فیصلہ ٹھہرنا تھا۔

کچھ ہی دیر میں گل کا بلاوا آیا تھا۔اپنے دل پر پتھر رکھ کر بڑی سرکار گل کو کالی چادر اڑا کر وقار ملک کے حوالے کر گئیں تھیں۔فاریہ بیگم کا رو رو کر برا حال تھا۔شعیب صاحب، وقار، شمشیر سب نے ہی یاور ملک کو فیصلہ تبدیل کرنے کے لئے بہت منتیں کی تھیں۔لیکن یہاں تو وہی ہونا تھا جو سالوں سے ہوتا چلا آیا تھا۔جب اس گاؤں کی ہر لڑکی کے لئے اصول ایک جیسے تھا تو گل ان سے الگ ہر گز نہیں تھی۔

گل پر ہوا سکتہ ہنوز قائم تھا۔کب اسکا نکاح جبار ملک کے ساتھ پڑھوایا گیا۔کب انکی بیوی اسے کھینچ کر اپنے ساتھ لے گئیں۔گل کو کچھ پروا نہیں تھی۔جو بلکل چپ تھی۔خاموش فاریہ اسے گلے لگا کر بے انتہا روئیں تھیں۔ازلان اور آریان چھوٹے ضرور تھے لیکن اپنی دونوں پھپھیوں کو روتا دیکھ خود بھی ان سے لپٹ کر رو رہے تھے۔گل جو انہیں کبھی رونے نہیں دیتی تھی۔بلکل خاموش سی سب کو دیکھ رہی تھی۔خالی خالی آنکھوں

سے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ بڑی سرکار نے ایک بار بھی آگے بڑھ کر اسے گلے نہیں لگایا تھا۔اور یونہی وہ چلی گئی تھی ہمیشہ کے لئے۔۔۔۔

کہاں کے عشق و محبت کدھر کے ہجر و وصال
یہاں تو لوگ ترستے ہیں زندگی کے لیے
(نامعلوم)

Zubi Novels Zone

"بڑی سرکار۔۔ بڑی سرکار غضب ہو گیا۔۔ غضب ہو گیا۔"

زمانی تانیہ کا خالی کمرہ دیکھ بھوکلائی سی سر پر ہاتھ مارتی بڑی سرکار کے پاس آئی۔

کیاہو گیازمانی۔کیوں صبح صبح اپنی منحوس شکل لیکر نازل ہو گئی ہے۔" بڑی سرکار نے نخوت سے کہتے اسے جھاڑا۔

بڑی سرکار غضب ہو گیا۔" زمانی سٹپٹائی سی ایک ہی بات دھرائے جارہی تھی۔

ارے منحوس ہوا کیا ہے۔رات کو کم تماشہ لگا تھا۔جواب تو بھی شروع ہو گئی۔" چاہنے کے باوجود جب نیندانکی آنکھوں سے کوسوں دور رہی تو آخر جاگنے میں ہی عافیت جانی۔اوراب یہ زمانی۔

بڑی سرکار وہ تانیہ بی بی اپنے کمرے میں نہیں ہیں۔" زمانی کی آواز میں ڈر واضح تھا۔

"کیا!!! دماغ ٹھیک ہے تیرا، کیا بکواس کئے جا رہی ہے۔"

بڑی سرکار اس اچانک انکشاف پر چونک کر اٹھ بیٹھیں۔

"بڑی سرکار!!! زمانی بلکل سچ کہ رہی ہے اللہ سائیں کی قسم بی بی اپنے کمرے میں نہیں ہیں۔ اگر جھوٹ بولوں تو اپکی جوتی اور میرا سر۔" زمانی ہڑبڑاہٹ میں جلدی جلدی جو منہ میں آرہا تھا بولتی ہی چلی جا رہی تھی۔

"ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔" بڑی سرکار کو یکدم دھڑکہ سا لگا کہیں رات میں اسکا بھائی۔۔۔ لیکن نہیں وہ تو ان کہ سامنے صرف نور کو لیکر گیا تھا۔

"بڑی سرکار مجھے لگتا ہے بی بی صبح صبح گھر سے فرار ہو گئیں۔"

زمانی نے بڑے رازدارانہ انداز میں سرگوشی کی۔

اری چپ کر کم بخت کیا اول فول بولے جا رہی ہے۔" بڑی سرکار نے" اسے غصّہ سے جھڑک کہ ساتھ ہی اپنے قدم اٹھاتی کھڑی ہو گئیں۔

جا کر دیکھ، پوری حویلی چھان مار، ایک ایک کو نا خود دیکھ۔ اور ہاں اس بات" کی خبر حویلی میں کسی کو کانوں کان نہیں ہونی چاہیئے یاد رکھیوں۔ سمجھ گئی "۔

جی بڑی سرکار۔" بڑی سرکار کے حکم پر زمانی سرپٹ باہر کو ڈوری تھی" ۔جبکہ وہ خود پریشان سی اپنی اسٹک کی مدد سے کمرے میں چکر کاٹ رہی تھیں۔

زمانی جو کہ رہی ہے۔اگر اس بات میں ذرا سی بھی سچائی ہوئی تو یاد رکھنا" لڑکی میں اپنے ہاتھوں سے تمہاری جان لونگی۔بہت کرلی نرمی۔اب بس "۔۔۔۔۔۔۔۔

بڑی سرکار برہمی سے خود کلامی کرتیں غصّہ کی شدّت سے کپکپا رہی تھیں۔

اگر اس بات کی خبر شمشیر یا وقار میں سے کسی کو ہو گئی تو قیامت آجاے گی۔اور پھر کل رات جو ہوا، شمشیر اب مزید خاموش نہیں رہے گا۔انہیں رہ رہ کر تانیہ کی فکر بھی ہو رہی تھی نا جانے وہ ضدی اور بد تمیز لڑکی کہاں چلی گئی تھی۔اب تانیہ کے ساتھ ساتھ نور کی زندگی بھی جوڑی تھی۔اگر خدانا خواستہ اسے کچھ ہو گیا تو۔۔۔۔،

سوچیں تھیں کہ پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہی تھیں۔جبکہ زمانی پتہ نہیں کہاں جا کر مر گئی تھی۔۔۔

درد کے ترازو پر
کِس کے غم کہاں تک ہیں
شِدتیں کہاں تک ہیں

کچھ عزیز لوگوں سے
پوچھنا تو پڑتا ہے
آج کل محبّت کی
قیمتیں کہاں تک ہیں

ایک شام چلے آؤ
کُھل کے حالِ دل کہہ لیں
کون جانے سانسوں کی
مہلتیں کہاں تک ہیں

Zubi Novels Zone

(نامعلوم)

"آپ۔۔۔۔۔اتناسب کچھ برداشت کیا۔"

تانیہ اور پاک بی بی کی آنکھوں سے آنسوں کی لڑی جاری تھی۔بے رابطہ سی جملے ادا کرتی تانیہ کو اس وقت اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی ان کہ غم کہ آگے بہت چھوٹی محسوس ہو رہی تھی۔

ساٹھ سالہ شخص سے شادی اور پھر اس کہ بعد کی عزیتیں سب ناقابل برداشت تھا۔ایسے تو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ سامنے بیٹھی عورت کو ان حالوں کو پہچانے والے اس کے خاندان والے تھے۔اس کی سگّے رشتے اتنے بے حس تھے۔جو ظلم یاور ملک کی حویلی میں گل کے ساتھ ہوئے تھے۔بڑی سرکار نے تو دس فیصد بھی نہیں کیا تھا۔

ان کے ساتھ ہوئے ظلموں کا تو مدعاوا بھی ناممکن تھا۔

اس سارے قصّہ میں قصوروار کون تھا۔ایک ظالم عورت جس کا جزبات میں اٹھایا گیا ایک قدم دو خاندانوں کی ہستی ہلا گیا تھا۔
کیا غلطی تھی سامنے بیٹھی اس عورت کی بس اتنی ہی نا کہ ایک نامحرم سے محبّت کر بیٹھی تھی۔ لیکن سہی وقت پر دستبردار بھی تو ہو گئی تھی۔ لیکن شاید اسکی قسمت اس کہ ساتھ نہیں تھی۔ جبھی تو پوری زندگی رل کر رہ گئی تھی۔

تانیہ مسلسل بے آواز رو رہی تھی۔اتنی کم زندگی میں اتنا ظلم۔۔۔۔سامنے بیٹھی اس حسین صورت کو دینے کے لئے چند تسلی کے بول تک نہیں تھے۔کیا اس کے چند لفظ ان کی عزیت ختم کر سکتے تھے۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

کیا جو ہوا وہ ٹھیک ہو سکتا تھا۔

کیا زندگی کا یہ بھیانک باب زندگی سے نکال کر پھینکا جا سکتا تھا۔

کیا اب کبھی ان کی زندگی اتنی ہی پر سکون، اور خوش کن ہو سکتی تھی جتنی بیس سال پہلے تھی۔۔ نہیں ہر گز نہیں۔۔۔ گزرا وقت بھی کبھی لوٹ کر آیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ان کے آنسو اب تھم چکے تھے جبکہ وہ بس یک ٹک انھیں تکے جا رہی تھی۔۔۔

کتنی خوبصورت تھی سامنے بیٹھی عورت اور قسمت۔۔۔اتنی ہی بد صورت۔۔۔ان ظالم لوگوں نے تو اپنی رسم و رواج کی پاسداری میں اپنی ہی بیٹی کو قربان کر ڈالا تو تانیہ تو پھر کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتی تھی۔۔۔

روشن دان سے آتی سورج کی کرنوں میں اب تپش بڑھ سی گئی تھی۔ صبح اپنے عروج پر تھی۔پاک بی بی کی زندگی کی تلخ حقیقت سنتے تانیہ کو علم ہی نہیں ہوا کہ اب سورج سوا نیزے پر پہنچ چکا ہے۔

"جاؤ تم اس سے پہلے کہ حویلی میں کسی کو تمہاری یہاں موجودگی کا علم ہو جائے."

پاک بی بی نے اپنے کانپتے ہاتھ بڑھا کر اسکی آنکھوں سے جھرنے کی مانند بہتے دریا کو صاف کرتے رونے کے باعث بھاری لہجے میں کہا۔

کیسے برداشت کر لیا آپ نے اتنا سب کچھ۔"تانیہ کی آنکھوں میں بے یقینی اور حیرت ہو نز قائم تھی۔

اللہ توکل پر۔"شاید وہ دھیرے سے مسکرائی تھیں۔"

تانیہ کا سکتہ ہو نز قائم تھا۔۔اور کتنے راز اور انکشافات ابھی باقی تھے۔اس کی ماں نے سالوں اس سے یہ بات چھپائی۔یہ انکا گاؤں تھا۔نا صرف ننھیال بلکہ دھدیال بھی یہیں کی مقامی تھے۔۔لیکن وہ کبھی زندگی میں اس طرف نہیں آئی تھی۔۔آخر یہ زندگی کا کونسا رخ تھا۔۔۔

جانتی ہو تمھیں یہ سب بتانے کا کیا مقصد ہے۔"پاک بی بی نے اسکی بے یقین آنکھوں میں دیکھ پوچھا تو تانیہ بے ساختہ نفی میں سر ہلا گئی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

آریان میرا بھتیجا۔۔"آریان کے ذکر پر چہرے پر ایک الوہی سی چمک،ایک الگ ہی مسکراہٹ تھی۔۔

بہت اچھا ہے وہ معصوم،صاف دل،نرم گو۔۔"اس کہ ذکر پر آنکھوں" میں ایک چمک سی ابھر کر مدعوم ہوئی تھی۔

ازلان بھی بہت اچھا تھا۔۔میرا کنیچے جیسی آنکھوں والا"
ازلان۔۔۔۔"ازلان کے ذکر پر آنکھوں میں بے ساختہ چمکنے والے آنسوں صاف کئے۔۔

بس اسکی پرورش اور سہبت نے شاید اس کو ایسا بنا دیا تھا۔۔"اس کا ذکر" بار بار آنکھیں نم کر رہا تھا۔

چھوٹا سا تھا جب میرے وانی ہونے پر مجھ سے لپٹ کر بہت رویا تھا۔ پر میں نے اسے چپ نہیں کروایا۔۔ اور جب میں یہاں واپس آئی تو وہ مجھ سے ناراض تھا۔ آریان ایک، دو بار آیا تھا مجھ سے ملنے پھر پتہ چلا وہ بھی پڑھنے باہر چلا گیا۔ میں روز ازلان کا انتظار کرتی اور پھر ایک دن اس کہ قتل کی خبر آئی اور میرا انتظار لاحاصل انتظار ہی رہ گیا۔۔ جانتی ہو، مجھے آخری دیدار بھی نصیب نہیں ہوا اپنے ازلان کا۔۔۔"

پاک بی بی ٹرانس میں بولتی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑیں۔ خود پر اب بیتی کسی کو سنانا اتنا آسان فعل بھی نہیں تھا۔ پچھلے بیس سال میں انہیں زندگی سے اب کچھ نہیں چاہیے تھا۔ لیکن ہاں بیس سال بیس سال اگر کسی کا انتظار کیا تھا تو وہ کیا تھا اپنے پارٹنر کا۔۔۔ جو شاید اپنی بچپن کی دوست کو بھول گئے تھے۔۔

معاف کر دیں پلیز! معافی کے لائق تو نہیں لیکن۔۔۔تانیہ بہت ہمّت" جما کر کہ بولتی اجملہ ادھورا چھوڑ گئی۔

میں نے سب کو معاف کر دیا کب کا۔"انہوں نے جلدی سے اپنے" آنسوں صاف کئے۔

میں نے تمھیں یہ سب اسی لئے بتایا۔تاکہ اب تم گل نا بن جاؤ۔۔میں" نہیں چاہتی کہ اب کبھی دوبارہ یہاں کوئی گل پیدا ہو۔بس بہت ظلم ہو گیا ہم پر اور ہم نے سہ لیا۔اب بس۔۔۔۔۔۔۔"پاک بی بی کی آواز میں ایک قرب تھا۔وہ اپنے لئے تو کبھی آواز نا اٹھا سکیں لیکن انہیں تانیہ اپنی طرح حالت کے آگے مجبور ہونے والوں میں سے ہر گز نہیں لگتی تھی۔۔۔

مطلب۔"تانیہ نے اچھبے سے انہیں دیکھا۔"

میں نہیں چاہتی تم بھی ساری زندگی میری طرح گزار دو۔۔آریان سے "
" ملنے کی کوشش کرو وہ ضرور تمہاری مدد۔۔۔۔۔۔۔۔

تانیہ پوری توجہ سے انکی جانب متوجہ تھی۔پاک بی بی ابھی بول ہی رہیں
تھیں جب انہیں قریب کسی کے قدموں کی چاپ محسوس ہوئی۔۔

کو۔۔۔ن۔۔"وہ یکدم حیران وپریشان سی تانیہ کو دیکھ کر کھڑی ہوئیں"
تھیں۔کہیں حویلی میں کسی کو پتہ تو نہیں لگ گیا۔

توبہ۔۔توبہ۔۔۔غضب ہو گیا۔۔بی بی یہ کیا کیا آپ نے اس بدبخت کو اپنا"
چہرہ دیکھا دیا۔۔۔"زمانی ان کا چہرہ دیکھ اپنا سر پیٹ کر بولی۔جبکہ پاک بی بی
اور تانیہ دونوں ہی اسکی اچانک آمد پر ہڑ بڑا گئی تھیں۔

زمانی آپ پلیز یہ بات کسی کو نہیں بتا یئے گا۔۔ ورنہ تانیہ۔۔"پاک بی بی" بہت ہلکی سی آواز میں منمنائی تھیں۔

اللہ اللہ غضب ہو گیا۔"زمانی کی دہایاں عروج پر تھیں۔۔۔"

زمانی چلو یہاں سے۔"تانیہ پاک بی بی کا ڈرا سہما سا چہرہ دیکھ بولتی ہوئی باہر" کو بڑھ گئی۔

جبکہ زمانی توہکا بکا سی تانیہ کو جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔جس کہ چہرے پر کوئی پریشان کن تاثر نہیں تھا۔

زمانی ایک نظر رخ موڑ کر کھڑی ہوتی پاک بی بی پر ایک ڈال سرپٹ تانیہ کے پیچھے ڈوری تھی۔۔

جبکہ پاک بی بی پریشان سی تانیہ کی سلامتی کی دعا کرنے میں مشغول ہو گئی تھیں۔۔ناجانے اب کیا ہونے والا تھا۔انکا دل کسی انہونی کا اندیشہ دے رہا تھا۔۔

خدا خیر کرے۔۔اللہ تمہاری ہر مشکل آسان کرے۔۔" پاک بی بی خود کلامی میں اسکی سلامتی کی دعا کرتیں خود بھی روہانسوں ہو گئیں تھیں۔

بڑی سرکار، بڑی سرکار۔۔" زمانی تانیہ کو کندھے سے پکڑ کر ابھی حویلی" میں داخل ہوئی۔سامنے ہی بڑی سرکار اپنے مخصوص جھولے پر بیٹھی تھیں ۔جبھی زمانی منہ چوڑا کر بولتی ان کہ پیروں میں بیٹھ گئی۔

جبکہ تانیہ پاس ہی کھڑی اس ڈرامے کی ڈرامے بازیاں دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا زمانی، کہاں تھی یہ بدبخت۔"

بڑی سرکار تانیہ کو غضب ناک تیوروں سے گھورتی ہوئی زمانی سے مخاطب ہوئیں۔۔

بڑی سرکار۔"زمانی نے اپنا خشک گلہ تر کیا۔۔"

وہ بڑی سرکار چھوٹی بی بی۔۔"زمانی کی آنکھوں میں اس وقت ڈر ہچکولے لے رہا تھا۔

بول بھی دے منحوس ماری۔۔" بڑی سرکار اسکی ادھی ادھوری بات سے "عجز آ گئیں تھیں۔ جبھی اسکی کمر بجا ڈالی۔ زمانی اس اچانک افتاد پر بلبلا اٹھی تھی۔

بڑی سرکار۔۔۔ چھوٹی بی بی نا۔۔۔ پاک بی بی۔۔۔" زمانی کی زبان کو ایک "بار پھر بریک لگ چکا تھا۔ جبکہ بڑی سرکار کی گھورتی نظروں پر اسکا دم خشک کر ہو رہا تھا۔ ایسا نا ہو وہ تانیہ کے ساتھ اس کو بھی اپنے عتاب کا نشانہ بنا لیں۔

پاک بی بی کیا۔۔" بڑی سرکار تیش سے بولیں۔۔"

چھوٹی بی بی پاک بی بی کے کمرے میں بیٹھی تھیں۔۔"زمانی آنکھیں بند کر" ایک ہی سانس میں بول گئی۔تانیہ نے اس کے ڈر و خوف کو ذرا اچھبے سے دیکھا تھا۔

یہ سننا تھا اور بڑی سرکار کی غصّہ سے سرخ ہوتی اس کی جانب اٹھیں۔جو پر سکون سی کھڑی تھی۔۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی لڑکی۔"بڑی سرکار اپنے بیٹوں کی وجہ سے دھیمی" آواز میں غرائیں۔

بس ہو گئی۔۔"تانیہ کا اطمینان قابل دید تھا۔"

تمہاری اتنی ہمّت۔۔" بڑی سرکار کا غصّہ سے ہاتھ اٹھا اور تانیہ کا گال سرخ کر گیا۔

تھپڑ اتنی شدّت کا تھا کہ تانیہ ایک جھٹکے سے زمیں بوس ہوئی تھی۔تانیہ کو اپنا گال جلتا محسوس ہوا تھا۔ایک لمحے کو تو اس کی پوری دنیا گھوم گئی تھی۔۔

بڑی سرکار کا اپنا ہاتھ سلگ کر رہ گیا تھا۔وہ اس پر ہاتھ اٹھانا نہیں چاہتی تھیں لیکن اسکی دیدہ دلیری ہمیشہ انہیں تیش دلا دیتی تھی۔۔

آپ۔۔آپ نے پھر مجھ پر ہاتھ اٹھایا۔۔" بے یقینی سے تانیہ سے پوچھا۔" تانیہ جب سے یہاں آئی تھی بڑی سرکار نے دوسری بار اس پر ہاتھ اٹھایا تھا۔۔

تمہاری ہمّت کیسے ہوئی گل کے حصّہ میں جانے کی۔۔"غصّہ میں سہی آج سالوں بعد ان کہ لبوں پر اپنی بیٹی کا نام آیا تھا۔۔۔

تانیہ خاموشی سے بڑی سرکار کو دیکھ رہی تھی۔جو غصّہ میں پورے وجود سے کپکپا رہی تھیں۔

زمانی،زمانی لیکر جا اس منحوس کو۔۔اور بند کر دے کمرے۔۔"غصّہ سے سانس پھول رہا تھا۔

کیوں کیا، کیا ہے میں نے۔"تانیہ غصّہ سے بولی تھی۔۔۔"

زمانی۔۔"بڑی سرکار کے غصّہ پر زمانی تانیہ کو قابوں کرنے کے لئے آ گے بڑھی۔

زمانی نے جیسے ہی اسکا ہاتھ پکڑنا چاہا۔تانیہ نے ایک زناٹے دار تھپڑ زمانی کے گال پر رسید کیا تھا۔۔اس تھپڑ اور تانیہ کی جرات پر زمانی کی آنکھیں ابل پڑیں تھیں۔۔

جبکہ بڑی سرکار اسکی جرات پر ابھی تک دنگ سی کھڑی تھیں۔
حویلی کا یہ حصّہ گھر کا حصّہ کم اور اکھاڑا زیادہ لگ رہا تھا۔شکر تھا کہ اس وقت گھر کا کوئی فرد یہاں موجود نہیں تھا۔ورنہ جانے آج تانیہ کی جرات کیا طوفان لیکر آتی۔

بس۔۔۔۔"

"سائیں تو سائیں، سائیں کا کتا بھی سائیں"

زمانی اور بڑی سرکار دونوں ہی آنکھیں پھاڑے پہلے تانیہ کی حرکت اور اب اس کہ الفاظوں پر دنگ سی حیران وپریشان کھڑیں بے یقینی سے اسے گھور رہی تھیں۔جو اپنے عمل کے بعد بھی ان کہ آگے تن کر کھڑی تھی۔۔

"اپنے ہاتھ قابو میں رکھو تم سمجھی،میں وانی ان کے پوتے کی ہوں اس گھر کی تمہاری نہیں ہوں،اس لئے بہتر یہی ہے تم اپنی اوقات میں رہو۔"

تانیہ نے زمانی کا ہونز ہوا میں بلند ہاتھ موڑ کر پیچھے کو دھکا دیا۔جب کہ تانیہ کے جواب پر مردان خانے سے گزرتے آریان کے چہرے پر اس وقت الگ ہی مسکراہٹ تھی۔۔

آریان قدم قدم چلتا وہیں آگیا تھا۔جہاں وہ تینو میدان جنگ بنائے کھڑی تھیں۔

زمانی آریان کو دیکھ فوراً پردہ کرتی ایک طرف کو ہوئی تھی۔۔

"آریان جائیں آپ یہاں سے، ہم اس معملے کو خود دیکھ لیں گے۔" بڑی سرکار آریان کو قریب آتا دیکھ نرمی سے بولتی رخ موڑے خراماں خراماں چلتیں اپنے جھولے پر بیٹھ گئیں۔

کونسا معملہ دادی سرکار، کیا ابھی بھی یہاں کوئی معملہ ہونا باقی ہے۔"تانیہ" کے عین پیچھے سے ایک مردانہ آواز ابھری تھی۔تانیہ کو یہ آواز خاصی جانی پہچانی لگی تھی۔

"ہم نے آپ سے کہا جائیں یہاں سے کیا آپ کو ہماری بات سمجھ نہیں آئی۔" بڑی سرکار اس کے مزید بڑھتے قدم دیکھ غصّہ سے بولیں تھیں۔

جبکہ تانیہ اب تک یونہی پتھر آئی سی کھڑی اس آواز کو پہچاننے کی کوشش میں تھی۔

لڑکی پردہ کرو جلدی۔"آریان کو یونہی اپنی جانب آتا دیکھ بڑی سرکار نے" تانیہ کو آڑے ہاتھوں لیا۔

کیوں دادی سرکار اسکا مجھ سے کونسا پردہ آگیا۔"آریان بولتا ہوا بڑی سرکار" کے پاس آتا تانیہ کو پیٹھ دیتا آگے نکل چکا تھا۔

تانیہ اپنے آگے سے گزرتے بلیک شلوار قمیض میں ملبوس شخص کو دیکھ رہی تھی۔جس کا سائیڈ فیس نمایاں تھا۔

جبکہ بڑی سرکار آریان کا اپنی بات کو نظرانداز کرنا،تانیہ کی ہٹ دھرمی دیکھ خود پر بہت مشکل سے ضبط کر رہی تھیں۔

"یہ کہیں نہیں جائے گی بڑی سرکار۔کل رات آپ نے اس کہ بھائی سے وعدہ کیا تھا کہ آپ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ایک رات میں ہی بھول گئیں آپ تو۔"

آریان طنزیہ بولتا ہوا اب رخ تانیہ کی جانب کر چکا تھا۔

اب باری تھی تانیہ کے چونکنے کی۔
سامنے موجود شخص کو وہ کیسے بھول سکتی تھی۔آریان تو وہ آریان یہ تھا۔۔افففف یہ قسمت اس کہ ساتھ کیا کھیل کھیل رہی تھی۔کہ سچ مکمل نہیں ہوتا کہ ایک نئی کہانی اور اس میں پوشیدہ راز اس کہ منتظر ہوتے ہیں۔

آریان کو اپنے سامنے دیکھ حیرات اس قدر تھی کہ اس کے لفظوں پر غور ہی نہیں کیا۔

بلیک شلوار قمیض میں دراز قد و قامت والا آریان اپنی خوبرو شخصیت میں ٹھیک تین ماہ بعد اسکے سامنے موجود تھا۔ جبکہ اب حالت یکسر بدل چکے تھے۔

چہرے پر سنیجدگی سجائے آریان بڑی دلچسپی سے اس کہ چہرے کے اتار چڑھاو دیکھ رہا تھا۔ جس کے لئے اس کی موجودگی ایک زبردست جھٹکا تھی۔ جبکہ تانیہ اپنے سامنے موجود آریان کو دیکھ گم سم سی کھڑی تھی۔ جیسے کہنے کو لفظ ہی ختم ہو گے ہوں۔ ایک زندگی میں اتنے اتفاق۔۔ یہ کوئی عام بات تو نا تھی۔

"اوہ لڑکی کھڑی، کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہے۔ چل اپنے کمرے میں جا۔"

بڑی سرکار کی آواز پر چونک کر دونوں حال کی دنیا میں واپس آئے تھے۔ بڑی سرکار کا بس نہیں چل رہا تھا وہ تانیہ کو آریان کے سامنے سے غائب کر ڈالتیں۔

تانیہ کو تو خود کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ وہ خود بھی ہڑبڑاہٹ میں اپنے کمرے میں جانے کے لئے فوری باہر کو لپکی۔

Zubi Novels Zone

"کشمیر کے پہاڑوں میں ایک بہت بہادر اور نڈر ڈاکٹر سے ملاقات ہوئی تھی میری، جو وہاں کی گہری کھائیوں میں اپنا راستہ خود تلاش کرتی اپنی منزل تک گئی تھی۔"

آریان کے لفظوں میں بہت کچھ تھا پر وہ اسے کیا کہنا چاہا رہا تھا۔ فلحال اس کی سوچنے سمجھنے کی صالحیت مفلوج ہو چکی تھی۔

بڑی سرکار بڑے غور سے آریان کی بات سمجھنے میں کوشاں تھیں۔

امید کرونگا اب میری نیکسٹ ملاقات ڈاکٹر تانیہ سے ہو، ونی میں آئی ایک "بے بس اور لاچار لڑکی سے نہیں۔"

تانیہ کو اپنی جانب رخ موڑتا دیکھ آریان قدم قدم چلتا قریب آیا۔اس کی سرخ آنکھوں میں آنکھیں گاڑے بہت چند لفظوں میں بہت کچھ باور کرواتا ہال سے نکلتا چلا گیا۔تانیہ اب بھی بے یقینی سے اسکی پشت تک رہی تھی۔

اس وقت صبح کے دس بج رہے تھے۔جب ارمان کی گاڑی اسلام آباد میں مالک ہاؤس کے پورچ میں اکر روکی تھی۔

"اٹھو ہم گھر پہنچ گئے۔۔"

ارمان نے ایک نظر اپنے گھر پر ڈال نور کو پکارا۔جو سیٹ پر سر گرائے مزے سے سو رہی تھی۔

"اٹھو جاؤ اب۔"

نور کو تو پارک میں بھی نیند آجاتی تھی یہ تو پھر گاڑی تھی۔

اوہ لڑکی کیا فوت ہو گئی ہو۔"ارمان اس کے ٹس سے مس نا ہونے پر" جھنجھلا کر بولا۔۔

"لڑکی اٹھو۔۔کیا نام تھا اس کا۔۔ "

ارمان اکتائے ہوئے لہجے میں اسے پکارتا۔اس کا نام یاد کرنے لگا۔

وہ تو فرنٹ سیٹ پر اتنے مزے سے سو رہی تھی۔جیسے تھر اور تھل کے صحراؤں میں بھٹکتی نور کو نیند ہی آج نصیب ہوئی تھی۔

یہ کونسی بلا ہے۔اتنا مدہوش کون سوتا ہے۔"ارمان غصّہ میں بڑبڑا کر رہ" گیا۔

نظر سامنے رکھی پانی کی بوتل پر گئی تو یکدم کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

کیا ہوا۔۔کیا ہوا۔"ارمان پانی کی بوتل کا کیپ ہٹاتا سارا پانی اس پر انڈیل چکا تھا۔جبھی نور ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی۔

نیند سے بھری آنکھوں سے اب وہ کبھی ارمان کو دیکھ رہی تھی تو کبھی اپنے پانی سے تر کپڑوں کو۔

میرا گھر اور تمہاری چند دن کی رہائش گاہ آ گئی ہے۔" ارمان طنزیہ بولتا اس کی حیثیت یاد دلا گیا۔ جبکہ وہ ناسمجھی سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

چلو باہر نکلو!! گھر والوں کی جدائی کا گہرا صدمہ لگا ہے شاید، مراقبے میں ہی چلی گئی ہے۔

ارمان اس کے ساکن وجود پر چوٹ کرتا بڑبڑایا۔

ارمان نے ایک نظر اٹھا کر نور کو دیکھا جو اسے ہی گھور رہی تھی۔ دانت پیستا ارمان ایک جھٹکے سے دروازہ کھولتا باہر کو گیا اور گھوم کر اسکی جانب آیا۔ جو اپنی نگاہیں اسکے ساتھ وہیں لے آئی تھی۔۔۔

"اپنے یہ ڈرامے کہیں اور جا کر دیکھنا، نکلو باہر جلدی۔"

ارمان نے اس کہ بگڑے تیور نظرانداز کر کندھے سے پکڑ کر کھینچ کر باہر نکالا۔

Zubi Novels Zone

"یہ میرا گھر ہے، اندر میرے والدین ہیں، جیسا میں کہوں ہر بات میں میرا ساتھ دینا۔ ورنہ۔۔۔۔میرا نام بھی پھر ارمان مالک ہے۔۔"

ارمان اس چار فٹ کو خود کو گھورتا دیکھ اپنی طرف سے فل دھمکا کر گھر کے اندر چلا گیا تھا۔ جبکہ نور باہر کھڑی ستائش بھری نظروں سے بنگلے کا جائزہ لینے میں مصروف تھی۔

ارمان مالک۔۔۔ ھممم۔اچھا نام ہے۔۔میرا نام بھی نورالعین وقار مالک"

"ہے۔۔

نور اس کی کسی دھمکی کو خاطر میں لائے بغیر خود کلامی کرتی اندر چل پڑی جہاں سے کچھ دیر پہلے وہ گیا تھا۔

اگر ارمان سیر تھا تو نورالعین سوا سیر اب دیکھنا یہ تھا کون کس پر بھری پڑنے والا تھا۔

Zubi Novels Zone

اس وقت صبح کے دس بجے رہے تھے۔ سورج کی کرنیں پورے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھیں۔ ارمان نور کو پورچ میں ہی چھوڑ کر خود گھر میں داخل ہوا۔ چاروں طرف نگاہ ڈورائی ملازمین اپنے اپنے کام میں مصروف تھے۔ ہر سو سناٹا سا چھایا ہوا تھا۔ اپنے ماں باپ کی غیر موجودگی محسوس کر ارمان کے قدم غیر ارادی طور قدم کچن کی جانب اٹھے۔ ارمان کی توقع کے برعکس اوپن کچن کے پار سامنے پڑی ٹیبل پر ارمان صاحب اور فاریہ بیگم ہشاش بشاش سے ناشتے کرنے میں مصروف تھے۔ جبکہ شعیب صاحب ناشتے سے فارغ ہو کر آج صبح کی اخبار کی سرخیوں پر نظر ثانی کر رہے تھے۔ جو آفس جانے سے پہلے انکا روز کا معمول تھا۔ فاریہ بیگم خاموشی اپنی سوچوں میں محو ناشتے میں مصروف تھیں۔ تانیہ کے جانے کے بعد سے یہ خاموشی ان کی زندگی کا حصّہ بن گئی تھی۔ تانیہ کی موجودگی میں اتنی موجودگی کا خاموشی ناممکن سی بات تھی۔ ارمان نے گلا کھنکھار کر اپنی احساس دلایا۔

! السلام علیکم ممی،ڈیڈ

ارمان نے متوازن لہجے میں سلام کیا۔اسکی اچانک آمد پر دونوں ہی چونک کر متوجہ ہوئے--

! وعلیکم سلام برخوردار"

کہاں غائب ہیں آپ آج کل، تمہاری ماں بتارہی ہے کل بھی ساری رات تم گھر سے باہر رہے۔"شعیب صاحب نے بلیک پینٹ شرٹ میں اپنے بیٹے کو جانچتی نظروں سے دیکھتے استفسار کیا۔

کہیں نہیں ڈیڈ بس ایک ٹریجڈی ہوگئی تھی۔"ارمان ساری بات بتانے کا" ارادہ کرتا مناسب الفاظ تلاش کررہا تھا۔

خریت کیا ہوا۔اور یہ تمہارا منہ کیوں سوجا ہوا ہے۔"فاریہ بیگم پریشانی" سے اسکا چہرہ دیکھتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔شعیب صاحب کی بھی سوالیہ نظریں اس ہی کی جانب تھیں۔

ان کے اچانک سوالوں پر ارمان ایک پل کو گڑبڑا گیا۔ سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ بات کہاں سے شروع کرے۔کل رات جو کچھ وہ کر آیا تھا۔وہ ناقابل تلافی تھا۔

بابا کل رات میں حویل۔۔۔۔۔۔"

ابھی ارمان بول ہی رہا تھا کہ پیچھے سے ایک نسوانی آواز ان کانوں میں پڑی ۔شعیب صاحب اور فاریہ نے اچھبے سے رخ موڑ کر مایوں کے کپڑوں ملبوس نور کو دیکھا۔

السلام علیکم پھپھو، انکل۔۔۔

ارمان اچانک اپنے ماں باپ کی سامنے نور کی آمد پر گھبرا گیا۔یقیناً وہ اسکو یہاں آتا دیکھ چکی تھی۔ جبھی منہ اٹھا کر سیدھا یہیں آگئی تھی۔

نور بیٹا آپ یہاں۔" ان دونوں کو ہی حیرت انگیز جھٹکا لگا تھا۔ دونوں ہی" ناشتے کی میز چھوڑ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

نور نے ایک نظر اپنے سامنے حیرت سے گنگ کھڑے فاریہ اور شعیب کو دیکھا۔ دوسری جانب ساتھ کھڑے ارمان پر نظر ڈالی جو شاید اپنی صفائی دینے کی لئے مناسب لفظ ترتیب دے رہا تھا۔

جی کل آپ کا بیٹا۔۔۔" ارمان پر ایک ناپسندیدہ نظر ڈال کر نور کچھ بولتی" کہ ارمان نے بیچ میں ہی ایک تیز نظر ڈال کر ٹوکا۔

"کیا ہوا بیٹا، ارمان تم نے اسے خاموش کیوں کروا دیا۔ یہ یہاں کیا کر رہی ہے۔ اللہ خیر کرے جلدی کہو۔ اس لڑکی کو دیکھ کر میرا تو دل بیٹھا جا رہا ہے۔۔۔" ارمان اور نور کو خاموش دیکھ فاریہ بیگم گھبرا کر پریشان سی بولیں تھیں۔ انہیں کچھ غلط ہونے کا احساس بہت شدّت سے ہوا تھا۔

"ماما بابا! میں آپ کو سب بتاؤں گا۔ لیکن پہلے آپ وعدہ کریں، آپ میری بات تحمل سے سنے گئے۔"

ارمان نے مناسب الفاظ میں انہیں سب کچھ بتانے کا اردہ کرتے متوازن لہجے میں کہا۔

ارمان کے الفاظ سمجھ سے باہر تھے۔شعیب صاحب نے نا سمجھی سے ایک نظر فاریہ پر ڈالی۔جو نور کو دیکھ بھوکلا سی گئیں تھیں۔اور پھر نور پر جو پر سکون سی کھڑی تھی۔

کیا کہنا چاہتے ہو ارمان، جلدی بولو! میں اور تمہاری ماں پریشان ہو رہے "ہیں لیکن ایسا کچھ نا کہ دینا جس سے نقصان ہم سب کا ہو۔"

ایک نظر نور کو مایوں کی دلہن بنا دیکھ معملے کی گھمبیر تا کو مدے نظر رکھتے اسے بولنے کی اجازت دی۔لیکن انکا دماغ جس حقیقت کی جانب اشارہ کر رہا تھا۔اس حقیقت سے بے ساختہ نظریں چرا گئے۔

بابا ایکچولی میں۔۔وہ میرا مطلب ہے۔میں رات۔تانیہ۔"اپنے باپ کے " سامنے ارمان کی بولتی بند ہو گئی تھی۔سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیسے کہے۔

ارمان تمھیں اللہ کا واسطہ ہے۔جو بھی بات ہے جلدی بولو۔میرے تو" دل میں ہول اٹھ رہے ہیں۔یہ لڑکی یہاں کیا کر رہی ہے۔"ارمان کی وہ،وہ ،میں میں پر فاریہ بیگم دھیمی آواز میں غصّہ سے چیخی تھیں۔

ارمان نے نور کے پر سکون چہرے پر ایک نظر ڈال کر اپنا گلہ تر کیا۔جبکہ اس کہ تاثرات کچھ ایسے تھے کہ کہواب کل رات تو بڑا شیر بن کر ہماری حویلی میں گھس آئے تھے۔

"ماما میں نے نور سے نکاح کر لیا ہے۔"ارمان نے سر جھکا کر شرمندہ ہو کر ان کے سروں پر بم پھوڑا تھا۔

"کیا۔۔۔۔۔"اس انکشاف پر فاریہ بیگم کی چیخ بے ساختہ تھی۔

کیا بکواس کر رہے ہو تم۔۔"شعیب صاحب اپنے شک کی نشان دہی پر" غصّے سے دھاڑے تھے۔۔

بابا پلیز آپ میری بات سنے۔جیسا آپ سمجھ رہے ہیں ویسا کچھ نہیں ہے" ۔میں نے یہ شادی خود سے نہیں کی ہے۔۔"ارمان نے صورتحال کو مزید پیچیدہ ہوتے دیکھ اپنے باپ کو پرسکون کرنا چاہا۔

تو پھر کیا تمہارے ساتھ زبردستی ہوئی ہے۔جانتے ہو کون ہے یہ لڑکی" ۔حویلی والوں کو اگر تمہارے اس اقدام کی خبر ہو گئ تو وہ کیا حشر کریں گئے وہ تمہارا۔"شعیب صاحب کی تیز آواز نے ملک ہاؤس کے در و دیوار تک ہلا ڈالے تھے۔نور جو اس فیملی ڈرامائے کو دیکھتی بیزار سی تھی شعیب صاحب کی آواز پر ایک پل کو سہم کر رہ گئی۔

جی زبردستی ہوئی ہے ہمارے ساتھ۔"ارمان نے ایک اور بم گرایا تھا۔"

اچھا! تمہارے ساتھ زبردستی ہوئی۔ تمہارے ساتھ آخر کون دلیر اگیا" جس نے تمھیں مجبور کردیا۔"شعیب صاحب اپنی دونوں اولادوں کی ہڈ دھرم اور ضدی طبیعت سے بہت اچھے سے واقف تھے۔ جبھی طنزیہ لہجے میں گویا ہوئے. فاریہ بیگم تو اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئیں تھیں۔

بڑی سرکار اور میری نانی صاحبہ نے۔"ارمان بہت آہستہ اواز میں منمنایا" تھا۔ جبکہ نور اسکو ادھی حقیقت کہتا دیکھ غصّہ سے مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی۔

کیا بکواس کر رہے ہو ارمان، وہ ایسا کیوں کریں گی۔اور پہلے تو تم یہ بتاؤ۔ تم " گاؤں کرنے کیا گئے تھے۔اس لڑکی کی حالت دیکھ کر تو لگ رہا ہے تم اسے

زبردستی محفل سے اٹھا کر لائے ہو۔" شعیب صاحب کا غصّہ سے برا حال تھا۔ارمان ایک لمبی سانس فضا کے سپرد کرتا نور کو بازوں سے پکڑ کر انکے سامنے لایا۔

نور اس کے اچانک عمل پر گڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔جو اپنی گرفت اسکے بازو پر مزید سخت کئے اسے فاریہ بیگم کے سامنے کھڑا کر چکا تھا۔

"سہی سمجھے آپ بابا،میں اسے اس کی مایوں کی محفل سے ہی سیدھا یہاں لیکر آرہا ہوں۔لیکن اپنی مرضی سے نہیں۔اس لڑکی کی دادی کی زبردستی پر۔"ارمان اب مکمل طور پر شعیب صاحب کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔نور بیچ میں کھڑی نا سمجھی سے ان تینو کے ٹرینگل میں الجھی سی کھڑی تھی۔

یہاں بیٹھیں آپ میں آپ دونوں کو سب سچ بتاتا ہوں۔"ارمان اپنے باپ کو وہیں ناشتے کی میز پر واپس بیٹھاتا خود ان دونوں کے قریب ہی گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھ گیا۔۔

ارمان شروع سے لیکر اخر تک ہر بات سے پردہ اٹھاتا انہیں گنگ کر گیا۔وہ اتنا سب کچھ کل رات اکیلے کر گیا انہیں تو یقین ہی نہیں آرہا تھا۔

تمھیں کچھ اندازہ بھی ہے کیا کہ رہے ہو تم۔"فاریہ کے لہجے میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔

جی ماما، جانتا ہوں بہت غلط ہو گیا مجھ سے۔"ارمان اپنے کئے پر نادم سا افسوس سے بولا۔

غلط۔۔بیو قوف جانتے بھی ہو کیا کر آئے ہو۔۔ تمھیں اندازہ ہے" تمہارے اس عمل سے وہ تانیہ کے ساتھ کیا کر سکتے ہیں۔۔ تمھیں یونہی انکی حویلی میں گھس گئے۔مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا ہے کہ شمشیر ملک نے تمھیں زندہ واپس کیسے بھیج دیا۔۔"شعیب صاحب کو رہ رہ کر ارمان پر تیش آرہا تھا۔ساتھ اپنی بیٹی کی بھی فکر تھی وہ حویلی والوں کو بہت اچھے سے جانتے تھے۔

اس لڑکی کی وجہ سے بابا!!!!انہوں نے زبردستی اس طوق کو میرے گلے میں ڈال دیا ہے۔"ارمان یکدم نفرت بھرے لہجے میں پھنکارا تھا۔جبکہ نور نفرت سے اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔وہ احسان فراموش بھول رہا تھا کہ وہ آج اگر زندہ ہے تو صرف اور صرف اسکی بادولت۔

واہ بیٹا واہ۔۔ تمہاری وجہ سے ایک لڑکی کی شادی ٹوٹ گئی۔ جس پر تمھیں ذرا افسوس نہیں ابھی بھی اپنی ہی جون میں الٹی سیدھی ہی ہانکے جا رہے ہو۔" فاریہ بیگم نور کے چہرے پر موجود تکلیف کے آثار بھانپ گئیں تھیں۔

ماما میں اپنی غلطی پر شرمندہ ہوں۔ میں وہاں کسی کی شادی توڑنے نہیں" "گیا تھا پر اسے زبردستی میرے پلے باندھ دیا ہے۔
ارمان جلدی سے اپنی ماں کو صفائی پیش کرتا نور کو دیکھ غصّے سے پھنکارا۔

تو اور کیا کرتے، تم نہیں جانتے ہمارے یہاں جس لڑکی کی شادی ٹوٹ جائے یا پھر برات واپس چلی جائے وہ مرتے مر جاتی ہے۔ لیکن اسکی شادی نہیں ہوتی۔" فاریہ بیگم کسی پرانے زخم کو یاد پر دکھ بھرے لہجے میں بولیں تھیں۔

آپ کی شادی کب تھی بیٹا اور کس کے ساتھ۔"شعیب ملک براہراست" خاموش تماشائی بنی کھڑی نور سے مخاطب ہوئے تھے۔کیوں کے اتنا تو وہ بھی جانتے تھے کہ جو بھی تھا وہ خاندان کا ہی ہوگا۔

آج تھی بڑی حویلی میں ظفر دادا کے پوتے کے ساتھ۔"جواب متوقع تھا" پر انکشاف حیرت انگیز تھا۔جس پر وہ دونوں جھٹکا کھا کر اٹھے تھے۔

نور انکے رد عمل پر گھبرا کر چند قدم پیچھے ہوئی۔فلور پر گھنٹنوں کے بل بیٹھا ارمان بھی چونک کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

یہ۔۔یہ کیا کہ رہی ہو بیٹا۔۔بڑی حویلی، ظفر چچا کے گھر۔۔"شعیب" صاحب کے استفسار پر وہ دونوں ہی چونکے تھے تو وہ کیا انہیں پہلے سے جانتے تھے۔

جی بڑی حویلی۔۔"یہ سب ڈرامانور کی سوچ سے بالاتر تھا جبکہ ارمان کو" کچھ کچھ سمجھ آرہا تھا۔

ارمان۔۔"غصّے، دکھ، پریشانی، حیرت سب مل کر حملہ اور ہوئیں تھیں" ۔جنہوں نے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی مفلوج کر کے رکھ دی تھی۔

بابا میری بات۔۔ارمان انہیں مزید غصّہ کرتا دیکھ آگے بڑھا جبھی شعیب صاحب کا ہاتھ فضا میں بلند ہوا۔اور اسکے چہرے پر نشان چھوڑ گیا۔

نور اور فاریہ اس اچانک عمل پر گڑ بڑا کر رہ گئے۔ارمان بے یقینی سے اپنے باپ کو دیکھ رہا تھا۔ جنہوں نے کبھی اس پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔

بابا۔۔۔ارمان کے لئے ان کا یہ عمل غیر متوقع تھا۔۔"

کیا بابا۔۔ہاں کیا بابا۔۔ پتہ ہے کیا کر آئے ہو تم۔ ظفر ملک کا پوتا تمہاری پھپھو کا بیٹا ہے۔۔۔"شعیب صاحب غصّہ سے بولتے ایک بار پھر اسکی جانب بڑھے تھے۔ جبھی فاریہ بیگم بیچ میں اپنے بازوں حائل کر گئیں تھیں۔ جس پر غصّہ کرتے بہت مشکل سے خود پر قابو پایا تھا۔

اوہ۔۔نور کے لئے یہ بات حیرت کا جھٹکا تھی۔ لیکن کل رات سے اب تک جھٹکے ہی مل رہے تھے۔ایک اور سہی۔"

فاریہ لیکر جائیں اسے یہاں سے اس سے پہلے کہ میں کچھ کر بیٹھوں۔"شعیب صاحب کی گرج دار آواز گونجی تھی۔وہ خاصے تحمل مزاج انسان تھے۔پر آج کا دن انکی زندگی میں کچھ خاص اچھا ثابت نہیں ہوا تھا۔ایک طرف انکی بیٹی تھی۔دوسری جانب بہنیں جن سے سالوں سے وہ گاؤں والوں کے حکم پر سارے تعلق ترک کئے بیٹھے تھے۔

اگر بڑی حویلی کسی کو اس بات کی بھنک پڑ گئی کہ وہ لڑکا شعیب صاحب کا بیٹا تھا تو انکی بہن کے لئے بھی بہت سی مشکلات کھڑی ہو سکتی تھیں۔

"ارمان اپنے کمرے میں جاؤ تم، باقی باتیں بعد میں کریں گئے۔"

فاریہ بیگم نے موقع کی نزاکت دیکھ اسے منظر سے ہٹانا ضروری سمجھا۔

ارمان تذلیل کے باعث اپنا سرخ پڑتا چہرہ لئے ایک سپاٹ نظر حواس بختہ سی کھڑی نور پر ڈال کر سیڑھیاں پھلانگتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔بقول ارمان کے جو اس سارے فساد کی جڑ تھی۔

شعیب صاحب غصّے میں میز پر رکھا پانی کا جگ ہاتھ مار کر گراتے وہاں سے نکلتے چلے گئے۔نور ڈر کر اچھل ہی پڑی تھی۔اب وہاں صرف نور اور فاریہ ہی موجود تھیں۔جبکہ فاریہ اپنا سر پکڑے سامنے کھڑی نور کو حیران و پریشان سی دیکھ رہیں تھیں۔۔

کچھ دیر ہی گزری تھی جب آریان زمانی کی خوب طبیعت صاف کر کے اپنے کمرے میں لیٹا کل رات ہونے والے واقعہ کے بارے میں سوچ رہا

تھا۔ارمان کی اچانک آمد اسکی سمجھ سے باہر تھی۔سفیان کے انکار کے بعد کل آریان کو اپنی ظالم دادی کا فیصلہ اتنا بھی ظالم نہیں لگا تھا جتنا ہر کہ ہر بار۔اگر کل رات نور کا نکاح نا ہوتا تو جانے آگے نور کی زندگی کیا ہوتی ۔ابھی جو بھی تھا کم از کم وہ رخصت تو ہو ہی گئی تھی۔اس گھر کی کئی زندہ مثالوں کو صورتحال کو مد نظر رکھتے آریان کو ارمان بہترین آپشن لگا تھا۔جبکہ اسکی یہ سوچ جلد ہی غلط ثابت ہونے والی تھی۔کچھ دیر پہلے تانیہ کا چوکنا اور حواس باختہ سا غائب ہونا یاد کر کے بے ساختہ ہی ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔یہ انکشاف اسکے لئے بھی اتنا ہی حیرت انگیز تھا جتنا کہ تانیہ کے لئے فرق یہ تھا کہ اسے تانیہ سے چند روز پہلے علم ہو گیا سے مختلف نہیں تھی۔اس سے پہلے تھا۔لیکن اسکی حالت اس وقت تانیہ کہ وہ اپنی سوچوں میں گم ہوتا کہ موبائل پر مخصوص پیغام موصول ہونے کی گھنٹی بجی۔

آریان نے سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھا کر انلاک کیا ساتھ ہی نوٹیفکیشن ونڈو سے پیغام کھولا۔ وہ جیسے جیسے موبائل سکرین پر موجود تحریر پڑھتا جارہا تھا۔ اس کے دماغ کی رگیں تنتی جا رہی تھیں۔ غصّہ سے جبڑے بھینچے وہ یکدم بستر چھوڑ کر اٹھا۔ پاؤں میں سلیپر ڈال کر غصّے میں موبائل بیڈ پر اچھال کر کمرے سے باہر نکل گیا۔۔۔

آج سب حویلی میں رات کے حادثے کے بعد دن چڑھے اٹھے تھے۔ اس وقت ناشتے کی میز پر موجود وجود خاموش اپنی ہی سوچوں میں گم تھے۔ جبکہ آج اس میز پر بڑی سرکار کے علاوہ وقار، شاکرہ اور نور کی غیر موجودگی سب ہی نے محسوس کی تھی۔ دیر سے اٹھنے کے باعث تانیہ والے معملے کی خبر کسی کو نہیں ہوئی تھی۔ سب اپنی اپنی جگہ خاموش تھے۔ وقار کی

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

طبیعت صبح کی بانسبت خاصی بہتر تھی۔ بڑی سرکار اپنے پوتے کی زبان درازی پر جب سے ہی اپنے کمرے میں موجود تھیں۔ جس پر کسی نے کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی۔

میز پر موجود افراد کل کے واقعہ میں گم تھے کہ جبھی باہر سے بانو بھاگتی ڈورتی منہ پر کپڑا رکھیں ناشتے کی میز پر ہی آگئ تھی۔

"بی بی سرکار! جلدی سے باہر چلیں۔ آریان بھائی صاحب سب گارڈز کو بری طرح سے مار رہے ہیں۔۔" بانو حواس باختہ اطلاح دیتی خود بھی تھر تھر کانپ بھی رہی تھی۔ ماہ نے اسے یہ خبر سب دینے کا کہا تھا۔

کیا؟ مگر کیوں۔ "آریان کے بابت یہ بات خاصی حیران کن تھی۔"

آریان اور غصّہ دو الگ باتیں تھیں۔ناشتے کی میز پر موجود سب ہی نفوس حیران و پریشان گھبرا کر حویلی سے باہر سرونٹ کوارٹرز کی جانب بھاگے تھے۔

سامنے کا منظر چونکا دینے کے لئے کافی تھا۔گھر کے سب ہی مرد ملازم اس وقت آریان کے آگے سر جھکا کر کھڑے تھے۔جبکہ آریان رات کو پہرا دینے والے چار و گارڈز کی بری طرح درگت بنا رہا تھا۔

صاحب معاف کر دین آئندہ غلطی نہیں ہو گی۔۔"ان میں سے ایک" اپنے چھوٹے صاحب کو اس قدر غصّہ میں پاگل ہوتا دیکھ ہاتھ جوڑ گیا۔

معاف کر دوں ! جانتے بھی ہو تمہاری اس لاپرواہی کی وجہ سے کتنے خطرناک نتائج کا سامنا کرنا پڑ سکتا تھا۔گزری رات جو ہوا وہ سب تمہاری

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

وجہ سے ہوا۔اگر تم اپنا ذمہ داری سہی طریقے سے سرانجام دیتے تو نوبت یہاں تک نا پہنچتی۔" بلیک شلوار قمیض میں پسینے میں شرابور آریان غصّہ سے دھاڑا تھا۔ماہ نور اچانک آریان کی اس قدر اونچی آواز پر ڈر سے اوچھل پڑی تھی۔جبکہ آریان اس وقت شدید غصّے میں پے در پے نا جانے ان پر کتنے مکے برسا چکا تھا۔یہ سوچ ہی دماغ گھما رہی تھی کل رات اگر ارمان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اللہ جانے رات کو کیا ہو جاتا۔اپر سے ایک انجان شخص انہی کے بحس میں ان کے بیچ دو دن موجود رہا جس کی انہیں کچھ خبر نہیں تھی۔حویلی کی حدود سے باہر پاک بی بی اور تانیہ کی رہائش گاہ تھی اگر کوئی وہاں آجاتا تو خدانخواستہ کچھ ہو جاتا تو حویلی میں تو کسی کو خبر ہی نا ہوتی۔۔۔

آریان بس کرو، چھوڑ دو اس بدبخت کو اب، جو ہونا تھا ہو گیا۔" آریان کو نا روکتا دیکھ شمشیر ملک نے سنجیدہ لہجے میں روعب سے کہتے اسے باز رہنے کو کہا۔

دفعہ ہو جاؤ یہاں سے سب کے سب،اگر آیندہ کوئی غلطی کوئی تو دیکھنا" میں کیا حشر کرونگا۔"آریان نے رخ موڑ کر تمام گھر والوں کو کھڑا دیکھا تو غصّہ میں آخری تنبیہ کرتا اپنے بڑھتے اشتعال پر قابو کرتا حویلی کے اندرونی حصّہ کی جانب بڑھا۔

گھر کے تمام افراد اپنے گھر کے سب سے نرم گو انسان کو اس قدر غصّہ میں دیکھ خاموش سے کھڑے رہ گئے۔

شمشیر ملک کے اشارے پر انکے پیچھے سب ہی نے انکی تقلید میں پیروی کی۔۔۔

Zubi Novels Zone

عصّہ تو نہیں آ رہا۔ "آریان کے موبائل پر ایک اور پیغام موصول ہوا تو وہ" عصّہ میں جبڑے بھینچ گیا۔

"تم اپنے کام سے کام رکھو۔ جو میری ذمہ داریاں ہیں وہ میں بہت اچھے سے نبھانا جانتا ہوں سمجھے۔ تم پر جو ذمہ داری آئی ہے بہتر ہے تم وہی اچھے سے نبھالو۔۔" دوسری جانب عصّہ بھرا پیغام پڑھ کر اسکے لب کمینگی سے مسکرائے، اسے تپا کر وہ اپنا بدلہ لینے میں کامیاب رہا تھا۔

آریان عصّہ میں ابھی بڑی سرکار کے کمرے کی جانب جا رہا تھا۔ کہ برا ہو قسمت کا کہ زمانی کا ٹکراؤ ایک بار پھر آریان سے ہو گیا۔۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

زمانی اپنے منہ پر کپڑا رکھتی نظر بچا کر نکلنے ہی والی تھی کہ آریان کی آواز اس کہ کانوں میں گونجی۔۔

"ماہ نور کو لیکر ڈرائیور کے ساتھ شہر جاؤ۔ماہ کو کہوں جا کر تانیہ کے لئے پہننے کے کچھ کپڑے اور ضرورت کی چیزیں لے آئے۔" آریان اسے حکم دیتا بڑی سرکار کے کمرے کی جانب چل دیا۔

جبکہ زمانی "جی سائیں" کہتی فلحال تانیہ کے پاس جانے کا ارادہ ترک کرتی نور کے کمرے کی جانب بڑھی۔

چھوٹی بی بی چھوٹے صاحب کا حکم ہے کہ ابھی میرے ساتھ شہر چلیں، وہ تانیہ بی بی کے لئے کچھ کپڑے وغیرہ لینے ہیں۔" زمانی شرافت سے سوچوں میں گم ماہ کے کمرے میں آتی آریان کا حکم سنانے لگی۔ جسے سن کر ماہ چونک کر اٹھی۔

کیا؟ بھائی ایسا کیسے کہ سکتے ہیں۔ میں تو مایوں بیٹھی ہوئی ہوں۔ اور پھر آج شادی ہے۔" آریان کا اس قدر اچانک حکم اسکی سمجھ سے باہر تھا۔ وہ اور نور تو کبھی ڈرائیور کے ساتھ شہر نہیں گئے تھے۔ تو اب وہ اکیلی کیوں وہ بھی اس وقت۔۔

میں کیا کہ سکتی ہوں بی بی صاحب کا حکم ہے۔" آریان کی ایک ہی جھڑک پر زمانی کے سارے بل نکل گئے تھے۔

"جاؤتم! میں خود دیکھتی ہوں۔"

نور بیڈ پر پڑا اپنا دوپٹہ اٹھاتی اپنے کمرے سے باہر نکلی۔

بڑی سرکار کہ حکم پر ان

کے کمرے میں ایک بار پھر گھر کے تمام مرد حضرات کے ساتھ شاکرہ اور عائشہ بیگم بھی موجود تھیں ماسوائے ضیغم کے جس کی شادی کا فیصلہ رہتا تھا۔

کل رات جو کچھ ہوا اسے یونہی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ آج رات ماہ اور ضیغم کی شادی تھی۔ گاؤں بھر سے مہمانوں نے آنا تھا۔ اور پھر نور کی غیر موجودگی سب کے لئے سوال کا باعث بنتی۔ جو بھی فیصلہ لینا تھا ابھی اور اسی

وقت لینا تھا۔ ورنہ گاؤں تو گاؤں شہر بھر میں مالکوں کی بدنامی ہو کر رہ جاتی۔

"اب ان دونوں بچوں کی شادی کے بارے میں کیا سوچا ہے آپ نے۔" ماحول میں چھائے تناؤ کو شمشیر ملک کی بھاری آواز نے توڑا۔

"ماہ نور اور ضیغم کی شادی فلحال منسوخ کر دیں۔" بڑی سرکار کے فیصلہ پر عائشہ بیگم اور شاکرہ نے ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھا، لیکن خاموش ہی رہیں۔

"پر اماں سرکار، اس شادی کے نا ہونے پر لوگ ہزاروں سوال کریں گے ہم کس کس کو جواب دیں گے۔" وقار ملک نے نکاہت زادہ آواز میں اپنی رائے پیش کی۔

سوال تو لوگ تمہاری بیٹی کی غیر موجودگی اور برات لوٹ جانے کا بھی" کریں گے۔" بڑی سرکار تنفر سے گویا ہوئیں۔ وقار ملک خاموش رہ گئے۔

پر شادی نا ہونے کا جواز کیا پیش کریں گے۔" شمشیر ملک کو بڑی سرکار کا" فیصلہ کچھ حد تک سہی لگا تھا۔

وقار کی طبیعت ذرا ناساز ہے۔ کہہ دیجئے سب کو، جب ہم بہتر سمجھیں گے" سادگی سے رخصتی کر دیں گے۔" بڑی سرکار کا آرام سے معملے کا حل پیش کیا تھا۔

اگر آپ رات کے پہریوں ہمیشہ حویلی کا دروازہ کھولا رہنے کا حکم صدر" نا کرتیں، تو وہ لڑکا نا تو حویلی میں گھس سکتا تھا اور نا ہی آج میری بیٹی کے

ساتھ یہ سب ہوتا۔" وقار ملک چاہ کر بھی اپنی ناگواری نہیں چھپا سکے تھے۔

پاک بی بی کی رہائش مین بلڈنگ سے دور ہونے کے باعث رات کے وقت بڑا دروازہ کبھی مکمل لاک نہیں ہوتا تھا۔یہی وجہ تھی کہ کل رات ارمان نے بہت آسانی سے دروازہ کھول لیا تھا۔ویسے تو حویلی کے گرد بہت سخت پہرا تھا لیکن بُرا وقت کبھی بتا کر نہیں آتا۔بڑی سرکار نے ایک خاموش نظر اپنے چھوٹے بیٹے پر ڈالی تھی۔جو ایک ہی رات میں ڈھل سا گیا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر دادی سرکار، میں اپنی طرف سے سب کو چچا صاحب کی طبیعت کے باعث شادی آگے بڑھ جانے کا کہہ دیتا ہوں۔" ماحول میں چھائی خاموشی کو دیکھ آریان نے بڑی سرکار کی جانب دیکھتے دھیمے لہجے میں

کہا۔بنا کچھ کہے بڑی سرکار نے سر کے اشارے سے آریان کو اجازت دی ۔تو وہ بھی اٹھ کر باہر کی جانب جانے بڑھا۔

کیا ہوا۔" ضیغم کو کمرے میں داخل ہوتا دیکھ آریان نے سوالیہ نظروں " سے دیکھتے استفسار کیا۔

وہ مخالف پارٹی کے شہر سے کچھ لوگ آئے ہیں تایا صاحب ملنے۔الیکشن" ہارنے کا افسوس اور شادی کی مبارک دینے۔" ضیغم کی اطلاح پر شمشیر ملک کے ماتھے پر ناگواری سے بل پڑ گئے۔

کم بخت لوگ !الیکشن جیت گئے ہواؤں میں تواڑیں گئے ہی۔" شمشیر " ملک غصّے میں بڑ بڑا کر رہ گئے۔جبکہ وہ خود بھول رہے تھے کہ کل انکی جگہ وہ خود تھے۔وہ بھی تو الیکشن جیتنے کی خوشی میں باقائدہ طور پر مٹھائیوں کے

ٹوکرے لیکر جاتے تھے۔اب مخالف کی یہ خوشی انہیں کسی صورت برداشت نہیں تھی۔

"جاؤ جاکر کہ دو، شمشیر شہر میں ہی ہے وقار کی طبیعت ناساز ہے۔ہم نہیں مل سکتے شادی منسوخ ہو گی ہے۔" بڑی سرکار نے بگڑے تیوروں سے ضیغم کو حکم دیا۔

ضیغم نے شادی کینسل ہونے پر آنکھیں پھاڑ کر وہاں موجود سب ہی لوگوں کو دیکھا جو اپنی سوچوں میں محو تھے۔بے بس نظروں سے آریان کی جانب دیکھا۔تو اس نے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔۔

"اب اس میں شادی آگے کرنے کی کونسی بات تھی۔" ضیغم نے منہ لٹکا کر آریان کو دیکھا تو اسکی شکل دیکھ کر وہ مسکرا پڑا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

جانتے تو ہو تم گھر کے حالات ایسے ہیں کہ فلحال شادی کا آگے بڑھ جانا ہی بہتر ہے۔ پھر سب نور کے بارے میں جو سوال کریں گے اس کا کیا۔ چچا اور چچی پہلے ہی نور کو لیکر پریشان ہیں" آریان کے سمجھانے اور سوالیہ نظروں کو دیکھ وہ سر ہلا کر رہ گیا سہی تو کہ رہا تھا وہ۔ نور کا واقعی ابھی تازہ تھا۔ اپنی جانب سے وہ کچھ بھی کہ دیں۔ پر یہ باتیں بھلا کہاں چھپتی ہیں۔ لوگوں طرح طرح کے سوال کریں گئے۔ آخر وہ کس کس کا منہ بندہ کرتے پھیریں گئے۔ دونوں ہی باتوں میں مصروف تھے کہ سامنے سے اپنی جانب آتی ماہ نور کو دیکھ دونوں ہی رک گئے۔

راہداری عبور کرتی ماہ انکی جانب آتی ایک نظر سفید شلوار قمیض میں ملبوس ضیغم پر ڈال کر آریان سے مخاطب ہوئی۔

بھائی آپ نے مجھے شہر کیوں بھیجنا چاہتے ہیں۔"نور کے سوال پر ضیغم" نے بھی چونک پر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔۔

بتایا نہیں زمانی نے۔"آریان نے ان دونوں کی سوال کرتی نگاہوں کو نظر انداز کر الٹا سوال کیا۔

لیکن آج تو شادی ہے۔دادی سرکار کو پتہ چل گیا تو۔۔"نور نے اپنا دوپٹہ " مزید آگے کو کرتے پریشانی سے کہا۔

نہیں ہو رہی شادی، کینسل ہو گئی ہے فلحال۔" ضیغم نے ذرا چڑ کر اس" کے علم میں اضافہ کیا۔

ہیں کیوں؟"ماہ نور کے سوال پر دونوں نے مصنوئی گھوراتو ماہ کھسیا کر رہ گئی۔

کیوں؟ کیا چھوڑو۔ تم تانیہ کے پاس جاؤ۔ آج سے وہ تمہارے کمرے میں ہی رہے گی۔ میں آج کل میں خود شہر جاؤں گا تو لے اؤں گا میں خود ہی۔"ماہ کی پریشانی دور کرتے حکم دیا تو وہ سر ہلا کر آگے بڑھ گئی۔ جبکہ ضیغم اسے ڈھاکے چھپے لفظوں میں بات کرتا دیکھ کندھے اچکا کر رہ گیا۔ اب وہ اور ضیغم تمام انتظامات کے بابت گفتگوں کرتے حویلی کی سیڑھیاں عبور کرتے مہمان خانے کی جانب جارہے تھے۔ وہاں موجود انتظار کرتے لوگوں کو بھی دو باتیں کہہ کر برابر کرنا تھا۔۔۔

تانیہ بھابھی۔"نور نے چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوتے تانیہ کو"

پکارا۔۔۔۔۔۔

تانیہ بھابھی۔"نور نے چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوتے تانیہ کو"

پکارا۔تانیہ چونک کر سیدھی ہوتی مایوں کے لباس میں ملبوس ماہ کو دیکھنے لگی۔

تم یہاں۔"دیوار سے پشت چھوڑ کر کھڑی ہوتی تانیہ حیرانی سے سوال" کرنے لگی۔

جی وہ آریان بھائی نے کہا ہے آج سے آپ یہاں نہیں رہیں گی۔" ماہ اس کے قریب کھڑی مسکرا کر بولی۔

میں۔۔۔پر بڑی سرکار۔" اس نے ذرا اچھمبے سے پوچھا۔"

وہ بھائی دیکھ لیں گئے۔آپ میرے ساتھ آئیں۔" ماہ اسکا ہاتھ پکڑ کر" اس لیے اپنے کمرے میں آگئی۔

تانیہ اسکی ہمراہی میں چلتی چپ چاپ کمرے میں داخل ہوتی ماہ نور کے اشارہ کرنے پر سوفے پر ٹک پر بیٹھ گئی۔

دونوں کے بیچ خاموشی چھائی ہوئی تھی۔تانیہ نظریں جھکائے ابھی تک آریان کی اچانک سامنے انے پر حیران تھی۔

ناشتہ کرلیاآپ نے۔"اجنبیت کی دیوار گرانے میں پہل ماہ نور نے کی" تھی۔تانیہ چونک کر سیدھی ہوئی۔

شکریہ میں نے کرلیاتھا صبح ہی۔"تانیہ نے سہولت سے انکار کرتے دھیمی" مسکراہٹ سجا کر کہا۔

اب ایک بار پھران دونوں کے بیچ گہری خاموشی حائل ہوئی تھی۔دونوں ہی اپنی اپنی جگہ شاکڈ میں تھیں۔آریان کا یہ اچانک فیصلہ جانے کیارنگ لانے والا تھا۔

سامنے والی بلڈنگ میں کون رہتا ہے۔"کسی خیال کے تحت تانیہ نے ماہ" سے استفسار کرتے اب خود ہی بات کرنے میں پہل کی تھی۔

وہ پاک بی بی کا رہائشی حصّہ ہے۔آپ کیوں پوچھ رہی ہیں"ماہ نے کمرے" کے دروازے کی جانب نظر ڈال کر دھیمے لہجے میں جواب دیتے ساتھ ہی سوال بھی کر ڈالا۔حویلی والوں کو پاک بی بی کے مطالق ذکر کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

جبکہ تانیہ اسکا ڈر کر نظر بچا کر دروازہ کی اور دیکھنا بھانپ گئی تھی۔مطلب پاک بی بی سہی کہ رہی تھیں۔اس گھر میں سب مکمل حقیقت سے اشانہ تھے سوائے ماہ نور اور نورالعین کے جو اس وقت تانیہ ہی کی طرح نا سمجھ تھیں۔نور اور ماہ نے اپنے ہوش میں کبھی پاک بی بی کا چہرہ نہیں دیکھا

تھا۔وہ بس اتنا ہی جانتی تھیں کہ یہاں کوئی وانی میں آئی لڑکی رہائش پذیر ہے۔

تم نے دیکھا ہے انہیں۔"تانیہ نے اسکے سوال کو بنا کسی خاطر میں لائے" تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک بار پھر سوال کر ڈالا۔

نہیں ہمیں اس طرف جانے کی اجازت نہیں اور آپ بھی پلیز اس معملے" سے دور رہیں۔"نور نے اس کے سوالوں کا مختصر جواب دے کر اسے مزید کسی بھی تفشیش سے باز رکھا۔

کیا مجھے کوئی کپڑے مل سکتے ہیں۔یہ کافی میلے ہو رہے ہیں تو۔۔۔"ماہنور" کو بھو کلا تا دیکھ تانیہ نے اپنے کپڑوں کو ایک نظر دیکھ ماہ سے کہتے جملہ ادھورا چھوڑا۔جنہیں بار بار پہنے کی باعث انکا رنگ پھیکا پڑ چکا تھا۔

جی ضرور آپ بیٹھیں، میں کچھ دیکھتی ہوں آپ کے لئے۔"نور جلدی سے کھڑی ہو کر کمرے میں بیڈ کے عین سامنے بنی اپنی وارڈروب سے اس کے لئے ایک مناسب جوڑا تلاش کرتی اس کہ نزدیک آئی۔

سامنے باتھ روم ہے،آپ فریش ہو کر یہ سوٹ پہن لیں۔یہ میرا نیا" سوٹ ہے میں نے ایک بار بھی نہیں پہنا آپ آرام سے پہن لیں۔"ماہ کاسنی رنگ کا نیا جوڑا اسکی اور بڑھاتی مسکرا کر تسلی کروانے لگی۔

اس کی لمبی سی وضاحت پر تانیہ مسکرا کر رہ گئی۔بقول تانیہ کے یہ ہمدردی اسکا حالیہ لہجہ زیر نظر رکھ کر کی جا رہی تھی۔
اب بھلا وہ اسے کیا کہتی کہ وہ تو جب سے یہاں موجود ہے اسی کہ دو تین سوٹ پہن رہی ہے۔اب پہنیں میں کونسی آر ر۔۔۔

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

آپ آرام سے جائیں، میں ذرا باہر کا چکر لگا کر آتی ہوں۔" ماہ اب تک مایوں کے لباس میں ہی گھوم رہی تھی۔ تانیہ کو اب تک رات والے واقعیہ کی خبر نہیں ہوئی تھی۔ ماہ کو مسکراہٹ پاس کرتی کھڑی ہوئی ساتھ ہی اپنے قدم واش روم روم کی جانب بڑھائے۔ جبکہ ماہ یہ سوچ رہی تھی کہ وہ اپنی ماں کو تانیہ کی اس کے کمرے میں موجودگی سے آگاہ کرے یا نہیں۔۔۔۔

فاریہ بیگم نے نور کو فلحال گیسٹ روم میں ہی ٹھہرایا تھا۔

اچانک سے اتنا سب کچھ ہو گیا تھا۔اس وقت حالات انکی سمجھ سے باہر تھے۔گھر میں ایک عجیب سا ہی ماحول بنا ہوا تھا۔شعیب صاحب اور ارمان کے بیچ تعلقات ایک الگ ہی تناؤ کا شکار تھے۔

کل سے اس کمرے میں موجود نور خاموش سی تھی۔حالت کے پیش نظر خاموشی کے سوا کوئی چارہ باقی نا رہا تھا۔زندگی کبھی یوں بھی پلٹہ کھا سکتی ہے یہ تو وہم و گمان بھی نا تھا۔کل کھانا اور آج صبح کا ناشتہ ملازمہ کے ہاتھ اس کے کمرے تک پہنچا دیا گیا تھا۔کل کے بعد سے اسکا سامنا گھر کے کسی فرد سے نہیں ہوا تھا۔وہ خود اپنی سوچوں میں گم حویلی کے حالات کے بارے میں سوچ رہی تھی۔پتہ نہیں بڑی سرکار نے اسکی غیر موجودگی کو کیا نام دیا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ماہ نور اور ضیغم کی شادی کا کیا بنا تھا۔اور پھر وہ لڑکی تانیہ جو اس گھر کی بیٹی تھی نا جانے یہ سب سن کا اسکا کیا رد عمل تھا۔سوچیں تھیں کہ پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہی تھیں۔

اپنی سوچوں میں گم نور کچھ سوچ کر کمرے سے باہر نکلی۔ہال کمرے میں قدم رکھا تو ہر سو الگ ہی خاموشی کا ڈیرا تھا۔کچھ دیر خاموشی سے چاروں جانب اجنبی نظروں سے دیکھتی رہی پھر خود ہی بجھے دل کے ساتھ اُلٹے پاؤں گیسٹ روم کی جانب بڑھ گئی۔

ارمان جو کل ہی کچھ دیر بعد غصّہ میں گھر باہر نکل گیا تھا۔اب گھر واپس لوٹا تھا۔

صبح آفس میں بھی شعیب صاحب سے ایک دو بار سامنا ہوا تھا جو اسے دیکھتے ہی اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے چہرہ پھیر گئے تھے۔ کل سارا دن بے مقصد سڑکوں پر گاڑی ڈورانے کے بعد رات گئے اپنے دوست کے فلیٹ پر رات گزار کر صبح سیدھا آفس چلا آیا تھا۔ اب بس سر پر ایک ہی جنون سوار تھا۔ کسی بھی طرح معملے کی طے تک پہنچ کر تانیہ کو آزاد کروانا۔ انجانے میں سہی اب تو اس گھر کی کمزوری بھی اس کے ہاتھ میں آگئی تھی۔ اب وقت تھا اپنی چال چلنے کا اب تک تو کھیل بھی بڑی سر کارنے لگا یا تھا، کھیلا بھی خود ہی تھا۔ اور ہر پیادے کو اپنی مرضی سے چلاتی ہر بازی ہی اپنے نام کر رہی تھیں۔ لیکن وہ بے خبر تھیں اب پورا کھیل ہی الٹا جانے والا تھا۔

ابھی وہ گھر میں داخل ہی ہوا تھا کہ نیچے پلر کی آڑ میں افسردہ سی کھڑی نور اپنا ہونٹ چبا رہی تھی۔ اسے دیکھ ایک بار پھر غصّہ عود آیا تھا۔ اس سے پہلے کے وہ اس کے عقل ٹھیکانے لگاتا وہ الٹے قدموں واپس اپنے کمرے کی

جانب پلٹ گئی۔اسے یونہی جاتا دیکھ تھکن کے باعث فلحال ارمان نے اس پر دو حرف بھیجے اور سیڑھیاں عبور کرتا اپنے کمرے میں چلا آیا۔دھڑام سے بستر پر گرتے ہی گزرے دو دن کی کروائی اسکی آنکھوں کے سامنے چلنے لگی تھی۔۔۔

تانیہ اس وقت ماہ نور کے کمرے میں موجود ماہ نور کہ بک ریک سے لی گئی کسی کتاب کے مطلع میں غرق تھی۔کل سے اب تک حویلی کا کوئی بھی فرد اس کہ کمرے کی جانب نہیں آیا تھا۔بڑی سرکار کی جانب سے بھی مکمل خاموشی تھی۔اب تک توراوی چین ہی چین لکھ رہا تھا۔کل سے ایک بات نے تانیہ کو بیچین کرر کھا تھا۔ناجانے اس لڑکی کی شادی کیوں آگے بڑھ گئی تھی۔اور دوسری والی بھی کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔اب تک

تانیہ کو ایک بات تو سمجھ آگئی تھی۔ کہ اس حویلی کی اونچی دیواروں میں بہت سے راز دفن ہیں۔ اگر وہ ان کی کھوج لگانے میں لگی رہی تو شاید وہ ختم ہو جاے گی لیکن اس گھر میں دفن راز کا اختتام ذرا مشکل تھا۔ حویلی میں ہوئی کروائیوں سے مکمل انجان تانیہ پاک بی بی کی باتوں پر غور کرتی اب یہاں سے نکلنے کی تیاری میں تھی۔۔ پاک بی بی پر بیتی سن اسکا اپنا دل کانپ گاؤں کی فضول سی روایت کی نظر گیا تھا۔ وہ ہرگز اپنی زندگی ضائع کر اس نہیں ہونا چاہتی تھی۔ اب کیا کرنا تھا وہ بہت اچھے سے سوچ چکی تھی۔ آگے کے مراحل وہ پہلے ہی سوچ چکی تھی۔

ماہ نور کچھ دیر پہلے ہی کسی کام کے تحت کمرے سے باہر نکلی تھی۔ ابھی وہ مطالعہ میں ہی مصروف تھی۔ جب دروازہ پر دستک ہوئی۔

کون۔" تانیہ چونک کر دریافت کیا۔"

دوسری جانب مکمل خاموشی تھی۔اپنے ہاتھ میں پکڑی کتاب سائیڈ ٹیبل پر رکھتی دروازے کی جانب بڑھی۔شاید کوئی ماہ نور کے لئے ہی آیا ہوگا۔دروازے پر ایک بار پھر دستک ہوئی تو تانیہ نے اپنے قدم دروازے کی جانب بڑھائے. دروازہ کھولتے ہی سیدھی نظر آریان پر پڑی تھی۔جو اپنے مخصوص روایتی انداز میں کاٹن کے سفید شلوار قمیض میں کندھوں کے گرد گھما کر سیاہ چادر ڈالے پوری شان سے دروازے میں استازہ ہوا کھڑا تھا۔

میں اندر آسکتا ہوں۔"آریان نے حیران سی کھڑی تانیہ سے اجازت" طلب کی۔جو راستہ روکے کھڑی تھی۔

اثبات میں سر ہلاتی تانیہ نے اس کہ لئے راستہ چھوڑا تو وہ ایک سائیڈ سے کمرے میں داخل ہوتا ایک طرف رکھے سوفے پر بیٹھ گیا۔تانیہ کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا تو بیڈ پر وہیں بیٹھ گئی جہاں کچھ دیر پہلے وہ نیم دراز تھی۔

کیسی ہیں ڈاکٹر تانیہ۔"کمرے میں چاہے سکوت کو آریان کی آواز نے توڑا" تھا۔۔

تانیہ نے ایک برو اٹھا کر اسے دیکھا جو شاید اس پر طنز کر رہا تھا۔مگر آریان کے چہرے کے تاثرات بلکل نارمل تھے۔

میں ٹھیک ہوں۔"اب کہ تانیہ نے بھی متوازن لہجے میں جواب دیا تو" آریان سر ہلا کر رہ گیا۔

پھپھو سائیں کے رہائشی حصّہ میں کیا کرنے گئیں تھیں آپ۔"آریان" نے بنا کوئی لگی لپٹی رکھے سیدہ سوال کیا تھا۔تانیہ اس اچانک سوال پر ایک پل کو گھبرا گئی۔

کس کی بات کر رہے ہیں آپ۔"تانیہ نے مکمل انجان بنے کی اداکاری" کی۔

آریان نے ایک نظر بشاش سی بیٹھی تانیہ کو دیکھا اور ایک بار پھر گویا ہوا۔

میں اپکی خالہ گلنار کی بات کر رہا ہوں۔"آریان نے ذرا تیز لہجے میں اسے" مخاطب کیا۔کل بڑی سرکار کی زبانی ہی اسے سب معلوم ہوا تھا اور فلحال تانیہ کا یہ قدم اسے ہر گز بھی مناسب نہیں لگا تھا۔سب جانتے تھے پاک بی بی کو لیکر جرگے میں کتنا سخت فیصلہ سنایا گیا تھا۔کل رات ہی ظفر صاحب

کے ساتھ ان کے تعلقات خراب ہو گئے تھے۔ اگر وہاں پاک بی بی سے ملنے کی خبر کسی کو بھی کانوں کان ہو جاتی تو ایک نیا محاذ کھڑا ہو جانا تھا۔

تانیہ اس کہ تیز لہجے پر چونکی ضرور تھی۔ لیکن پھر اپنا اعتماد بحال کرتی آرام سے بولی۔ شاید آریان بھی اسے ایک وانی ہی سمجھتا تھا۔ بدگمانیوں نے زندگی کے دروازے پر دستک دی تھی۔

جب آپ کو یہ معلوم ہے میں وہاں گئی تھی۔ تو یقیناً یہ بھی معلوم ہو گا کہ " میں وہاں کیوں گئی تھی۔" تانیہ نے غصّہ میں کہتے سر جھٹکہ اور تلخی سے مسکرائی۔ یہاں سب ایک جیسے تھے۔ پاک بی بی یونہی اپنے بھتیجے سے امیدیں لگائے بیٹھی تھیں۔

آریان نے چونک کر اس کے بگڑے تیور دیکھے تھے۔ وہ یقیناً اسکا غلط مطلب لے گئی تھی۔

"خیر اچھی بات ہے آپ حقیقت سے آشنا ہو گئی ہیں۔ امید کرونگا آپ اب حالات کو بہتر طریقے سے ڈیل کریں گی۔ اور ہاں! وہاں دوبارہ جانے کی غلطی ہر گز نا کیجئے گا۔ ورنہ اگلی بار انجام کی ذمہ دار آپ خود ہو نگی" آریان نے ایک گہری سانس فضا کے سپرد کرتے نپے تلے لہجے میں اسے تنبیہ کی جو شاید حقیقت سے اشنائی کے بعد آسمان چھونے کی چاہ میں تھی۔

تانیہ فلحال خاموش رہی، مانا کہ اس رات اسکی جان بچا کر سامنے بیٹھے شخص نے اس پر ایک بہت بڑا احسان کیا تھا۔ مشکل گھڑی میں اسکا ساتھ دیا تھا لیکن اس مشکل میں ڈالنے والا بھی تو سامنے بیٹھے شخص کا بھائی ہی تھا۔ تو وہ بھلا یہاں کیوں رہتی۔ جس کی تانیہ کو سبق سکھانے کی ضد یہ رنگ لائی

تھی کہ وہ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا تھا ساتھ اسے بھی اپنے ساتھ لپیٹ میں لے گیا تھا۔

جس رات آپ مجھے ملی تھیں۔اس رات کے اندھیرے میں کیا واقعی میں " ازلان نے آپ کو وہاں کھائیوں کے بیچ تنہا چھوڑ دیا تھا؟" آریان کو نا جانے کیوں اپنے اپنے بھائی سے اس سفاکی کی امید نہیں تھی۔ساری حقیقت سے باخبر ہونے کے باوجود وہ ایک بار پھر اس سے پوچھ کر تسلی کرنا چاہ رہا تھا۔

جی آپ کہ بھائی نے ہی یہ عظیم کارنامہ سرانجام دیا تھا۔"تانیہ کو گزرا" وقت سوچ ایک بار پھر نئے سرے سے غصّہ آیا تھا۔وہی تو وہ شخص تھا جسکی واجہ سے اسکی زندگی جہنم بن گئی تھی۔

وہ اس دنیا سے جا چکا ہے۔ اسے اس کے عمل کی سزا فوری مل گئی" تھی۔ بہتر ہے اب آپ اسے اس بیچ سے نکال دیں۔" جو بھی تھا ازلان اسکا بھائی تھا۔ جواب اس دنیا میں بھی نہیں رہا تھا۔ تانیہ کے لہجے کا سرد پن وہ باخوبی محسوس کر رہا تھا۔

تانیہ استہزایہ مسکرا کر رہ گئی۔ اپنا درد سب کو محسوس ہوتا ہے۔ اس کے غم کی کسی کو کوئی پرواہ ہی نہیں تھی۔ جب یہاں سب کو اپنی پڑی تھی تو وہ بھلا کیوں ان لوگوں کا سوچنے لگی اب جو کرنا تھا خود ہی کرنا تھا۔ انجانے میں سہی اسے آریان کو دیکھ ایک امید کی کرن نظر آئی تھی۔ اب وہ بھی ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

تو پھر اب آپ کو یقین ہو گیا ہو گا کہ اس سب میں میرا یا پھر بھائی کا کوئی" قصور نہیں۔ اپ کہ بھائی نے جو میرے ساتھ کیا میں تو اس پر مٹی ڈال کر

اپنے گھر واپس جارہی تھی۔اپکا بھائی ہمارے راستے میں آیا تھااور پھر اپنے ہی دوست کے ہاتھوں مارا گیا۔بہتر ہے آپ لوگ مجھے آزاد کریں اور جا کر اسے ڈھونڈیں۔"تانیہ تلخی سے بولی تو بولتی چلی گئی۔پاک بی بی کی حقیقت جانے کے بعد نا جانے اسکا دل کسی طوفان کے پیش نظر ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔اسے بس کچھ بھی کر کے یہاں سے جانے کی جلدی تھی۔آریان خاموشی سے اسے سن رہا تھا وہ حق بجانب تھی۔لیکن جتنی آسانی سے وہ ان روایتوں اور رسموں سے پیچھا چھڑانے کا سوچ رہی تھی وہ سب اتنا آسان نہیں تھا۔

آزادی تو ڈاکٹر تانیہ اب آپ ناممکن ہی سمجھیں اور رہی بات قاتل کی تو وہ" جو بھی ہو اپکا بھائی یا پھر ازلان کا دوست جلد اپنے کئے کردار تک پہنچے گا۔" حالات کا تقاضہ تھا کہ وہ اسے اپنی کسی بھی بات سے شے نہیں دے

سکتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ تانیہ اسکی سپورٹ ملتے ہی کوئی ایسا قدم اٹھا لے جو اس وقت کوئی نیا بھونچال لے آئے۔

اب کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے اصل مجرم کا سامنے ہونا ضروری تھا۔ جرگے میں ہوئے فیصلے یونہی نہیں ہوتے اور ناہی بنا کسی ثبوت کے انکی نفی کی جاتی ہے۔ ہر فیصلہ کا ایک وقت مقرار ہوتا ہے۔ اور وہ گھڑی ابھی نہیں آئی تھی۔

Zubi Novels Zone

آریان کے سخت لہجے پر تانیہ خاموش رہی آریان بہت کچھ کہہ رہا تھا۔ جس پر اسنے کان نہیں دھرے تھے بس خاموشی سے اسے سن رہی تھی۔ اسے کرنا وہی تھا جو وہ سوچ چکی تھی۔ وہ پاک بی بی نہیں تھی جو خاموش ہو کر بیٹھ جاتی۔ اسے یہ بات سمجھ آگئی تھی یہ جنگ اس اکیلی کی تھی اور اسے اکیلے ہی

جتنی تھی اس حویلی کے کسی بھی شخص سے اب رشتہ داری نکل انے پر بے کار سی امیدیں لگانا محض بیو قوفی کے سیوائے کچھ بھی نہیں۔

کیا آپ پہلے دن سے جانتے تھے۔ کہ آپ کا نکاح مجھ سے ہوا تھا۔" کل" سے دماغ میں کلبلاتا سوال آخر تانیہ کی زبان پر آہی گیا تھا۔

نہیں مجھے بھی کچھ دن پہلے ہی حقیقت کا ادرک ہوا ہے۔"سائیڈ پر رکھے موبائل کی بلنک ہوتی سکرین پر ایک نظر ڈال کر ٹھنڈے لہجے میں جواب دیا۔

"میرے خیال سے اب مجھے چلنا چاہیے۔ کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو آپ ماہ نور سے کہہ دیجئے گا۔ جب تک آپ کو دادی سرکار کا بلاوا نا آئے کمرے سے نکلنے کی ضرورت نہیں ہے۔" آریان کو اپنے سوالوں کے

جواب مل گئے تھے اب وہ اس کے پاس اسی وقت انے کا ارادہ رکھتا تھا جب اصل مجرم اسکی قید میں ہوتا۔ جلدی جلدی اسے ہدایت کرتا ساتھ موبائل پر بھی انگلیاں چلا رہا تھا۔

اس کے بلاوجہ کے حکم پر تانیہ ناگواری سے منہ پھیر گئی۔ آریان چند لمحے کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ پھر قدم اٹھاتا عین اسکے سامنے اکر رو کا تھا۔

کچھ ماہ پہلے میں نے ایک ڈاکٹر کی جان بچائی تھی، میرے اس احسان کے " بدلے میں وہ لڑکی ایک وعدہ لیکر گئی تھی کہ مجھے زندگی میں اگر کبھی بھی اس کی ضرورت محسوس ہو تو میں اسے لازمی یاد کروں۔ مجھے لگتا ہے آج مجھے اپ کے تعاون کی اشد ضرورت ہے امید کرونگا آپ اپنے قول پر پورا اتریں گیں۔" بیڈ پر بیٹھی تانیہ کو وہ یہ باور کروانا ہر گز نہیں بھولا کہ وہ اچھے سے سمجھ رہا ہے اسکے دماغ میں اس وقت کیا کھچڑی پک رہی ہے۔ تانیہ نے

ایک جھٹکہ سے سر اٹھا کر اسے دیکھا جو سنجیدہ تاثرات لئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

امید تو کوئی اور بھی آپ سے پچھلے بیس سال سے لگائے بیٹھا ہے، مگر افسوس شاید آپ اس وجود کو بھول ہی گئے ہیں۔" آریان پلٹ کر دروازے کی جانب بڑھا جب تانیہ کی طنزیہ آواز اس کے کانوں میں پڑی تو نا چاہتے ہوئے بھی اسے اپنے قدم روکنے پڑے۔

کہا نا ہر چیز کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور وہ گھڑی ابھی نہیں آئی ہے۔" انتہائی سرد لہجے میں بولتا آریان پیچھے اسے ہونق بنا چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ تانیہ حیران سی اسکی پشت تکتی رہ گئی۔ جو کبھی سرد تو کبھی انتہائی نرم لہجے میں بات کر رہا تھا۔ نا جانے وہ اسے کون سے وقت کی آگاہی دے رہا تھا۔ جس پر فلحال تانیہ کا کان دھرنے کا کوئی خاص ارادہ نہیں تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

مصمم ارادہ کرتی تانیہ ایک بار پھر اپنا کتاب کے مطلع میں غرق ہو چکی تھی۔۔

آریان تانیہ کو آخری وارننگ دیتا کمرے سے باہر آیا تو مسلسل بلنک کرتی سکرین ایک بار پھر روشن ہوئی جس پر یوسف کی کال آرہی تھی۔ایک بھی منٹ ضائع کیئے بنا آریان نے فوری کال اٹھائی۔

ہیلو! آریان کی ہیلو پر دوسری جانب ایسا کچھ کہا گیا جس سن اس کے تاثرات نرم سے یکدم سخت ہوئے تھے۔

تم فکر نہیں کرو، میں بس ابھی حویلی سے شہر کے لئے نکل رہا ہوں۔ شام تک پہنچ جاؤں گا۔" سامنے سے آتی ماہ نور پر ایک نظر ڈال کر آریان نے مختصر لفظوں میں بات ختم کی جب تک ماہ بھی اسکے نزدیک آچکی تھی۔

"کیا ہوا بھائی خیریت؟ سب ٹھیک ہے۔" آریان کے سنجیدہ تاثرات دیکھ ماہ نے پریشانی پوچھا۔

ہاں! ہاں! سب خیریت ہے تم فکر نہیں کرو۔" موبائل پر مصروف آریان کے لہجے میں پریشانی کا عنصر صاف محسوس کیا جا سکتا تھا۔

اچھا سنو! تانیہ کا خیال رکھنا۔ دھیان رکھنا وہ کمرے سے باہر نا نکلے جب تک میں واپس نا آجاؤں تانیہ تمہاری ذمہ داری ہے۔ بہت خیال رکھنا اور ہاں ابھی اس بات کی خبر بڑی سرکار کے علاوہ کسی کو بھی نہیں کوشش کرنا بھی

یہ سب ماں سرکار کو نا پتہ لگے۔" عجلت میں جلدی جلدی اسے ہدایت دیتا آریان بنا اسکی سنے تیزی سے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ جبکہ پیچھے کھڑی ماہ پریشانی سے اپنا ہونٹ چبا کر رہ گئی۔ جو کچھ دیر پہلے ہی عائشہ بیگم کو تانیہ کی موجودگی کے بابت اطلاح دے کر آئی تھی۔ جس پر وہ اچھا خاصہ برھم بھی ہوئیں تھیں۔ ماہ کو اب الگ ہی پریشانی کھا رہی تھی کچھ ہی لمحوں میں عائشہ بیگم نے یہاں ان وارد ہونا تھا۔۔

ارمان۔" فاریہ بیگم نے ارمان کے کمرے داخل ہوتے پکارا۔"

یس موم!" ارمان جواب تک آفس کے حلیہ میں بیڈ پہ نیم دراز سا بیٹھا" تھا انکی پکار پر فوراً اٹھ کر بیٹھا۔

آفس سے کب واپس آئے، مجھ سے ملے بھی نہیں۔" فاریہ بیگم نے وہیں "اسکے قریب بیٹھ کر استفسار کیا۔

بس موم ابھی واپس آیا ہوں، آپ بتائیں دن کیسا گزرا۔" ارمان ہلکے "پھلکے لہجے میں بولتا اٹھ کر ڈریسنگ روم کی جانب بڑھا۔

اچھا گزرا، یہ سب چھوڑو تم یہ بتاؤ اب آگے کیا سوچا ہے۔" فاریہ بیگم "فوری مدعے پر آئی تھیں۔

کس بارے میں۔" اس نے لاپرواہی سے پوچھا۔ "

تم اچھی طرح جانتے ہوں میں کس بارے میں بات کر رہی ہوں۔"فاریہ بیگم نے خشمگیں نظروں سے گھورا۔۔۔

پلیز موم! ابھی میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا فلحال آپ اس چیپٹر کو بند کر دیں۔"ارمان کے لہجے میں بیزاری صاف عیاں تھی۔چڑ چڑے پن سے بولتا اپنا ڈریس لیکر باتھ روم میں بند ہو گیا۔

بہت اچھے اتنا بڑا محاذ کھول کر نواب زادے کہہ رہے ہیں چیپٹر کلوز کر دیں ان کے گھر کی کھیتی ہے نا جب جو چاہا منہ اٹھا کر کر دیا۔"اسکے جاتے ہی سر جھٹک کر کھڑی ہوتی فاریہ بیگم منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی بیڈ شیٹ درست کر رہی تھیں جو بے ترتیب سی ہو گئی تھی۔

اپنے گیلے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ارمان باہر آیا تو اب تک اپنی ماں کی کمرے میں موجوگی دیکھ کر چونک گیا۔ مطلب وہ ایسے نہیں جانے والی تھیں۔

اس لڑکی کا کیا کرنا ہے اب، کچھ سوچا بھی ہے یا بس یونہی منہ اٹھا کر لے آئے ہو۔" فاریہ نے کڑے تیوروں سے گھورتے آڑے ہاتھوں لیا۔

پلیز موم! مجھے فلحال آپ اکیلا چھوڑ دیں۔ میں ابھی کسی بھی بارے میں کچھ نہیں سوچنا چاہتا۔" ارمان انکی نور کی ایک ہی گردان پر جھنجھلا کر بولا۔۔

سہی ہے جو مرضی چاہے کرو، میں تو کچھ نہیں بول رہی رات میں دینا" اپنے باپ کو خود ہی جواب۔" وہ بھی غصّہ میں تنبیہ کرتی کمرے سے نکل گئیں۔ جبکہ ارمان نے غصّے کی شدّت میں ڈریسنگ پر ہاتھ مار کر ساری

چیزیں نیچے پھینک دیں۔ غصّہ میں کمرے سے باہر نکلتے ارمان کا رخ نور کے کمرے کی جانب تھا۔۔

نورالعین۔۔۔"گیسٹ روم میں داخل ہوتے ہی ارمان غصّہ سے دھاڑا" تھا۔۔

Zubi Novels Zone

نورالعین۔۔۔"گیسٹ روم میں داخل ہوتے ہی ارمان غصّہ سے دھاڑا" تھا۔۔

کیاہوا۔"بیڈ پر بیٹھی نورا تنی تیز آواز پر سہم کر رہ گئی تھی۔"

مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ۔"اس کے قریب ہی روکتا ارمان دبی دبی" آواز میں غرایا۔

ہوا کیا ہے۔"اس کا غصّہ اسکی سوچ سے بالاتر تھا۔"

یہ بھی میں بتاؤں کیا ہوا ہے، تم سے میں نے کیا کہا تھا نہ موم ڈیڈ کا سامنے " میرے کہے کی حامی بھرنا۔ تو کیوں آئی تھیں منہ اٹھا کر وہاں۔"بہت مشکل سے اپنی آواز دھیمی کر ہر لفظ چبا چبا کر ضبط سے کہا۔ غصّہ سے سرخ ہوتی آنکھوں سے وہ ڈری سہمی سی نور کو ہی گھور رہا تھا۔

تو میں نے کب کچھ کہا تھا، وہ تو تم خود۔۔۔"نور اس کے لہجے کی سختی پر" "سہم کر آہستہ سے اپنی صفائی دینے لگی۔

ہاں! بہت معصوم ہونا تم۔سب کیا دھرا ہی تمہارا اور تمہاری دادی سرکار کا ہے۔" بیڈ پر سمٹ کر بیٹھی نور پر شدّت گریہ سے لبریز ایک نظر ڈال کر وہ طنز بھرے لہجے میں پھنکارہ۔

نور ابھی بھی اسکا غصّہ سمجھنے کی کوشش میں فق چہرہ لئے بیٹھی تھی۔اسکے غصّہ کی شدّت کے سامنے اسکی تو زبان تک نہیں ہلنے سے انکاری ہوئی تھی۔

"میری ایک بات کان کھول کر سن لو، تم یہاں صرف اپنی دادی سرکار کی بادولت یہاں موجود ہو آئی سمجھ۔ایک بار میں تانیہ کو اس قید خانے سے آزاد کروالوں پھر تمہارا ابھی بندوبست کرتا ہوں۔جب تک اس کمرے میں ہی محدود رہو۔باہر نکل کر اپنے باپ کی حویلی سمجھ کر ادھر ادھر گھومنے کی

ضرورت نہیں ہے سمجھیں۔۔"کمرے میں ادھر سے ادھر مارچ کرتے بالوں میں ہاتھ پھیر کر اپنا غصّہ ضبط کر ہر لفظ پر زور دیتا اسے شام کا حوالہ دیتا حواس باختہ کر گیا۔ارمان کا دل چاہا کہیں غائب کر ڈالے اس گلے پڑے ڈھول کو جس کی وجہ سے اس کہ باپ نے زندگی میں پہلی بار اس پر ہاتھ اٹھایا تھا۔بیڈ پر سکڑ کر بیٹھی نور خوف زادہ نظروں سے اس کا غصّہ سے سرخ پڑھتا چہرہ تک رہی تھی۔جو اسے کچا چبانے کے در پر تھا۔

وہاں تو تم خود آئے تھے،اس میں میری کیا غلطی۔"نور آہستہ سے منمنائی" تھی،ورنہ اس کا غصّہ دیکھ تو آواز کہیں حلق میں ہی دب کر رہ گئی تھی۔

میری بہن کی بھی کوئی غلطی نہیں،پر وہ پھر بھی تمہارے اس پاپی بھائی" کے کرموں کی سزا بھگت رہی ہے۔اب تم بھی بھگتوں اپنی بڑی سرکار کے "عظیم فیصلے۔

اسکا چہرہ دیکھ اسکا غصّہ کم ہونے کے بجائے مزید بڑھ رہا تھا۔ غصّہ میں وہ آریان کی نور کا خیال رکھنے کے بابت دی ہوئیں بہت ہدایات ہی بھی فراموش کر چکا تھا۔

نور اسے خاموش نظروں سے غصّہ کرتی دیکھ کر رہ گئی تھی۔ وہ اسے پہلی ملاقات میں ہی ذرا غصّہ والا لگا تھا۔ لیکن بے حس ہر گز نہیں۔۔

۔ایک بار پھر اداسی اور مایوسی نے اسے اپنے گھیرے میں لیا تھا۔ کہیں دور کچھ ماہ پہلے کہ ماہ نور کے لفظوں کی بازگشت ذہن کے پردوں پر لہرائی تھی۔

"دعا کرنا نور تم کبھی اس دکھ کو نا محسوس کرو، ونی میں آئی لڑکی کا دکھ نہیں سمجھ سکتیں تم۔" ماہ کے الفاظ ذہن کہ پردوں پر لہرائے تو جھر جھری لیکر رہ گئی۔

وہ کوئی وانی نہیں تھی۔اور ناہی اسکے ساتھ یہاں کسی بھی قسم کا برا سلوک ہو رہا تھا۔لیکن پھر بھی اپ کی زندگی کا فیصلہ بنا اپکی مرضی ہو جائے یہ دکھ کم تھا۔نور کو آج تانیہ کی تکلیف دل سے محسوس ہوئی تھی۔حویلی میں تانیہ کے ساتھ ہوتی زیادتیاں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں تھی۔سامنے کھڑا ارمان بھی غلط نہیں تھا وہ تو اپنی جگہ بلکل درست تھا۔

جب وہ ارمان کی جگہ تھی تو اسکی رائے بھی تانیہ کے بارے میں کچھ مختلف نہیں تھی۔بنا اس کی مرضی کے اسے بھی تو ان فیصلوں کی بھینٹ چڑھا دیا تھا۔اور آج وہ خود اسکی جگہ تھی واقعی وقت بدلنے میں بس ذرا سی دیر لگتی ہے۔"نور اپنی سوچوں میں گم قسمت کی کایا پلٹ پر تلخی سے مسکرائی تھی۔اس کہ سر پر کھڑا ارمان بہت غور سے اس کہ چہرے کے اتار چڑھاؤ

دیکھ رہا تھا۔جو اسکی موجودگی بلکل فراموش کیئے قسمت کی ستم ظرفی پر ماتم کناں تھی۔

اوہ ہیلو! فوت ہوگئی ہو کیا بیٹھے بیٹھے۔"ارمان اس کے چہرے پر تکلیف" دیکھ ذرا دھیمے لہجے میں اسکے آگے چٹکی بجا کر بولا۔

جی نہیں۔۔۔میں۔۔۔نور چونک کر سیدھی ہوتی بے رابطہ سا جملہ بولی۔"

ہاں! تم اس کمرے سے باہر نہیں نکلنا اور خبردار جو میرے سامنے یہ" "مسکینوں والی شکل بنائی ہو تو۔

ارمان ایک بار پھر غصّہ میں تنفر سے پھنکارا۔

نور نے جلدی سے اثبات میں سر ہلا کر حامی بھری۔ارمان سر جھٹک کر غصّہ میں اسکو ایک نفرت بھری نگاہ سے نوازتا جس طرح آیا تھا اسی طرح تن فن کرتا باہر نکل گیا۔

نور نے بس بس نظروں سے اسے جاتا دیکھا تھا۔اس کہ نظروں سے اوجھل ہوتے ہی تھک کر تکیہ پر سر گرالیا۔"آپ کسی کا دوسرے کا دکھ اس وقت تک نہیں محسوس کر سکتے جب تک آپ خود اسکی جگہ کھڑے نا ہو۔"سالوں پہلے پڑھا جملہ آج سہی معنوں سمجھ آیا تھا۔۔۔

ماہ نور کمرے میں داخل ہوئی تو تانیہ کو ہونز کتاب کے مطالعہ میں غرق پایا۔ آہستہ سے قدم اٹھاتی اس کہ نزدیک آئی تانیہ نے ایک غیر ارادی نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے ہی نور کچھ پریشان سا کھڑا پایا۔

کیا ہوا تمھیں؟ خیریت سب ٹھیک ہے اتنی پریشان کیوں ہو۔" تانیہ اسکے چہرے پر چاہی پریشانی ایک نظر میں ہی بھانپ گئ تھی۔ جبھی تفشیشی انداز میں بولی۔

جی سب ٹھیک ہے، وہ مجھے آپ سے کچھ کہنا تھا۔" ماہ ذرا ہچکچا کر اس کہ " قریب بیٹھ کر مدہم لہجے میں بولی۔

ہاں تو بولوں نا! اتنا گھبرا کیوں ہو رہی ہو۔" تانیہ نے مسکرا کر اسے تسلی " کرنا چاہی۔ شاید وہ اس سے بات کرنے میں ابھی بھی ہچکچاہٹ کا شکار تھی۔

وہ دراصل میں ابھی ماں سرکار کو اپکی یہاں موجودگی کی اطلاح دے کر" آئی ہوں۔"لہجہ میں ہونز ہیچینی کا عنصر عیاں تھا۔

تو۔۔"اسکا گھبرانا سمجھ سے باہر تھا۔"

وہ میرا مطلب تھا، اگر ماں سرکار یہاں آجایں تو آپ پلیز یہ بھائی کو نہیں" بتایئے گا۔"ماہ کو الگ ہی پریشانی لاحق تھی۔ جبکہ وہ معصوم اس بات سے مکمل انجان تھی کہ سامنے بیٹھی لڑکی اسکی طرح سیدھی سادھی اور معصوم ہرگز نہیں ہے۔

اچھا!"تانیہ کا جواب مختصر تھا۔ جبکہ نور حیرانی سے اسکا لاپرواہ انداز دیکھ" کر رہ گئی۔۔

تانیہ ایک بار پھر سائیڈ پر پڑی کتاب کو اٹھا کر پڑھنے میں مصروف ہو گی تھی۔

ماہ اس کی حد درجہ بے نیازی پر ایک گھری سانس ہوا کے سپرد کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔اب بھلا طوفان کا رخ کون موڑ سکتا تھا۔جو ہونا تھا وہ تو ہر حال ہو کر ہی رہنا تھا۔

ماہ ابھی چند قدم ہی آگے بڑھا سکی تھی جبھی کوئی وجود اندھی طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوا تھا۔ماہ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے کھڑے وجود کو دیکھ گھبرا اٹھی۔

آریان یوسف کی کال پر شمشیر ملک کو اطلاع دیتا فوری شہر کے لئے روانہ ہوا تھا پتہ نہیں کون سی ایمرجنسی آگئی تھی جو یوسف نے اسکو اتنی عجلت میں بلایا تھا۔

آریان اپنی ہی سوچوں میں گم اسلام آباد کے راستے پر گاڑی ڈال چکا تھا۔اب اصل وجہ تو وہیں پہنچ کر معلوم ہونی تھی۔

کسی خیال کے تحت آریان نے ماہ نور سے حویلی کی خیر خریت لینے کے لئے موبائل اٹھایا۔ماہ کا نمبر ڈائل کیا۔دوسری جانب صرف ایک ہی جملے کی باز گشت جاری تھی۔

"اپ کا ملایا ہوا نمبر اس وقت بند ہے برائے مہربانی کچھ دیر بعد کوشش کیجئے شکریہ۔!"

آریان نے تنگ آ کر کال منقطع کی تو دوسری جانب ایک اور کال موصول ہوئی۔آریان نے نام دیکھتے ہی کال اٹھائی تھی۔

کہاں ہو تم۔"ارمان کی سخت آواز آریان کے کانوں میں گونجی" تھی۔جس سے اندازا لگایا جا سکتا تھا وہ یقیناً غصّہ میں تھا۔

شہر کے لئے ہی نکلا ہوں، خیریت سب ٹھیک ہے وہاں۔نور ٹھیک" "ہے۔

اس کے سوال پر ارمان ایک پل کو گھبرا گیا تھا ابھی تو وہ اسے اچھا خاصہ دھمکا کر آیا تھا۔

ہاں! ہاں! بلکل ٹھیک ہے وہ اسے کیا ہونا ہے، تم بتاؤ تانیہ ٹھیک ہے۔"ارمان نے فوراً بات گھمائی تھی۔

ٹھیک ہے وہ۔"آریان کی لہجے کی گڑبڑاہٹ سے وہ سمجھ گیا تھا کہ کچھ تو ہوا ہے۔

کیسے یاد کیا۔"آریان کی مکمل توجہ سامنے نظر آتے روڈ پر تھی۔دوسری" طرف ارمان نے کچھ کہا تھا تو آریان غصّہ میں سر جھٹک کر رہ گیا تھا۔

شام تک آرہا ہوں میں وہاں پھر دیکھتے ہیں کیا کرنا ہے۔"آریان کے لہجے" میں غصّہ کی رمق واضح تھی وہ اب تک ارمان کے اٹھائے گئے اس اچانک قدم پر ششدر تھا۔جب اس نے یہ تسلی کروادی تھی کہ وہ معملے کی طے تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے تو نا جانے اس کو کیا ضرورت پڑی تھی یہ سب تماشہ کرنے کی جس میں بلاوجہ نور کو بھی گھسیٹ لیا گیا تھا۔

ارمان کی کال منقطع ہوتے ہی آریان نے کان میں لگا بلیوٹوتھ ایئر بڈ نکالا۔

آریان کے سامنے دو ہفتوں پرانی فلم چلنے لگی تھی جب ارمان پہلی بار اس سے ملا تھا۔

"سرکار سنا ہے دشمنوں کی خوشیوں کو ہماری بھرپور نظر لگ گئی ہے۔" مخالف پارٹی کا ایک چمچہ پارٹی سربراہ کے سامنے بھنگم سا قہقہہ لگاتا ہوا بولا تھا۔

"ہم تو گئے تھے شادی کی مبارک دینے پر لگتا ہے، ہمارے وہاں پہنچنے کی اطلاح ملتے ہی ان پر بجلی گر گئی تھی۔ جبھی اپنے دونوں لڑکوں کو بھیج دیا ہم سے ملنے۔" عاقب صاحب نے بھی بے ڈھنگا سا قہقہہ لگاتے انکا ساتھ دیا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

اس بار سہی کی شکست کا سامنہ ہوا ہے شمشیر ملک کو بڑا زعم تھا نا اسے اپنی پارٹی اور عہدے کا۔اب واپس آیا ہے اپنی اوقات پر اسی حلقے سے شکست کا منہ دیکھنا پڑا جو انکا گڑھ تھا۔"عاقب صاحب کے بیٹے عرشمان نے اپنی مچھوں کے تاؤ دیتے مزے لیتے کہا۔وہاں موجود سب ہی پارٹی نے ورکرز نے زور دار قہقہ لگائے تھے۔۔۔

"فکر نا کریں بابا سرکار،اس بار بھی جیت ہماری ہو گی اور بہت جلد اسمبلی کی سیٹ بھی۔"سب اپنے اپنے مفاد کی ڈور میں اپنی اپنی منصوبہ بندی کرنے میں مصروف تھے۔اب دیکھنا یہ تھا اس کھیل میں جیت کس کی ہونی تھی۔۔

عائشہ بیگم جلالی انداز میں سیدھی بیڈ پر نیم دراز تانیہ کے پاس آئی تھیں۔

"اٹھو یہاں سے، ہمّت کیسے ہوئی تمہاری میری بیٹی کے کمرے میں قدم رکھنے کی۔" عائشہ بیگم تانیہ کو کندھے پر پکڑ کر جھٹکے سے اٹھاتیں غصّہ میں پھنکاری تھیں۔

"یہ کیا بدتمیزی سے چھوڑیں میرا ہاتھ۔" تانیہ اس اچانک حملے پر سٹپٹا کر رہ گئی تھی۔

چھوڑ دوں گی، اگر اپنی خیریت چاہتی ہو تو اپنی شکل لیکر دفع ہو جاؤں" یہاں سے۔" ایک خون بہا میں آئی لڑکی کو حویلی میں شان و شوکت سے براجمان دیکھ وہ غصّہ سے دھاڑی تھیں۔

جب کہ ماہ اپنی ماں اور تانیہ کو خوف زادہ نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔۔

میں کیوں جاؤں، آخر مسلہ کیا آپ لوگوں کہ ساتھ۔" تانیہ کے صبر کا" پیمانہ بھی آخر لبریز ہو گیا تھا۔

اچھا! اب سمجھی میں تمہاری اتنی زبان کیوں چل رہی ہے۔ آریان کی" شے پر زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ایک منٹ نہیں لگے گا تمہارا نام صفائے ہستی سے مٹانے میں سمجھیں۔" عائشہ بیگم کے لہجے کی تلخی پر تانیہ طنزیہ مسکرائی تھی۔ آخر یہ لوگ اسے سمجھ کیا رہے تھے۔ وہ اگر اب

تک خاموش تھی تو صرف اپنی ماں کی دی ہوئی قسم کی وجہ سے۔وہ جب کوئی قدم اٹھانے کا سوچتی تو اس کے سامنے اپنی ماں کے جوڑے ہوئے ہاتھ گھوم جاتے تھے۔سامنے کھڑی عورت کو الگ ہی خوش فہمیاں لاحق تھیں۔

"بہتر ہو گا کہ آپ اپنی یہ خوش فہمی ہمیشہ کے لئے دور کر لیں کہ آپ سے یا پھر آپ کہ گھر کے کسی بھی فرد سے ڈرتی ہوں، یا پھر مجھے کسی سے بھی کوئی امید ہے۔اگر میں اب تک خاموش تھی تو صرف اپنی ماں کی وجہ سے جو غلطی سے آپ جیسے گھٹیا لوگوں کی بہن نکل آئی ہیں، لیکن اب بس۔۔۔"تانیہ خود کو مضبوط کرتی لہجے میں حد درجہ حقارت سموئے نخوت سے بولی۔

کیا تمہاری اتنی ہمّت کہ ہماری حویلی میں کھڑی ہو کر ہمیں ہی گھٹیا کہہ رہی ہو۔" عائشہ بیگم منہ کھولے بے یقینی سے ہقابقا سی اسکی زبان درازی دیکھ رہی تھیں۔

ماہ نے بھرپور ہمت جما کر آگے انے کی کوشش کی تھی لیکن جب تک عائشہ بیگم غصّہ سے تانیہ پر جھپٹ پڑی تھیں۔

چھوڑیں مجھے۔۔"تانیہ نے فوری مزامت کی تھی"

اماں سرکار یہ کیا کر رہی ہیں آپ، پلیز چھوڑیں انکا بازو۔"ماہ بھوکلہ کر" اپنی ماں کو پیچھے ہٹانے لگی۔جو جنونی سی ہوئی جا رہی تھیں۔۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

چھوڑو مجھے، آج میں اس لڑکی کو جان سے ماردوں گی اسکی وجہ صرف" اسکی وجہ سے میرا جوان بیٹا چلا گیا۔ میں اسے مارڈالوں گی۔ "عائشہ بیگم غصّہ میں ماہ سے اپنا ہاتھ چھوڑا کر حیران پریشان سی کھانستی ہوئی تانیہ کی جانب لپکیں۔

چھوڑیں مجھے، کس قسم کے جاہل لوگ ہیں آپ لوگ۔ اپکا آو**ہ بیٹا" اپنی حرکتوں کی وجہ سے مرا ہے۔ "اپنا بچاؤ کرتی تانیہ نے جواب دینا ضروری سمجھا تھا۔ جبکہ عائشہ کو نا جانے کونسا جنون سوار ہوا تھا۔ جس میں خود بھی ھانپ کر رہ گئی تھیں۔۔

ماہ اپنی ماں کو قابوں سے باہر ہوتا دیکھ فوراً باہر کو بھاگی۔ راستے میں ہی ماہ نور کا ٹکراؤ گنگناتے ہوئے ضیغم سے ہو گیا تھا۔

اتنی حواس بختہ سی کہاں بھاگی جارہی ہو۔" ضیغم نے چونک کر اسکی" بھوکلائی صورت دیکھی تھی۔

آپ۔۔ میرے ساتھ چلیں جلدی پلیز!"ماہ جلدی سے اس کو اپنے پیچھے" انے کا اشارہ کرتی الٹے قدموں واپس بھاگی تھی۔

ضیغم اس کا اس قدر بھوکلایا ہوا انداز دیکھ مزید کوئی سوال کیئے بنا اس کہ ہمقدم ہوا۔۔۔

کمرے کا منظر کسی جنگ کے میدان کا منظر پیش کر رہا تھا۔عائشہ بیگم تانیہ کا چہرہ بے دریغ تھپڑوں سے سرخ کر چکی تھیں۔ جبکہ تانیہ اپنا بچاؤ کرتی ان کے ہاتھ پکڑنا چاہ رہی تھی جو کسی حال اس کہ قابوں میں نہیں آرہی

Zubi Novels Zone

تھیں۔ان کہ لہیم شاہیم سے وجود کے آگے دھان پان سی تانیہ اپنے بچاؤ میں ناکام سی نڈھال ہو کر رہ گئی تھی۔۔

تائی سرکار یہ کیا کر رہی ہیں آپ، چھوڑیں انہیں۔" ضیغم ڈور کے ان" دونوں کے بیچ حائل ہوتا عائشہ بیگم کو اپنے حصار میں لے گیا۔

چھوڑ دو مجھے، یہ لڑکی میرے ایک بیٹے کو تو کھا گئی۔اب دوسرے کو چھینا چاہتی ہے۔میں اسے ایسا نہیں کرنے دو نگی۔مار ڈالوں گی۔"ماہ تو اپنی ماہ کی مار ڈالو نگی کی ایک ہی گردان سن ڈر کے مارے ایک طرف کو کھڑی تھی۔اپنی ماں کا یہ جلالی روپ زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا۔ورنہ وہ زیادہ کسی سے بات چیت نہیں کرتی تھیں۔

تائی سرکار آپ چلیں میرے ساتھ،اپکی طبیعت خراب ہو جائے" گی۔" ضیغم بڑی مشکلوں سے انہیں کھینچتا ہوا انکے کمرے تک لا یا تھا۔جو خود بھی کپکپا رہی تھیں۔

ضیغم۔۔جاؤ۔۔۔پہلے تم اس لڑکی کو میری بیٹی کے کمرے سے دور" کرو۔" وہ پانی کے گلاس کو پیچھے کرتیں ایک بار پھر غصّہ سے چیخیں۔

اچھا! میں کرتا ہوں،آپ پانی تو لیں۔" ضیغم زبردستی گلاس ان کہ لبو" سے لگاتا تسلی جو انداز میں بولا۔

ماہ تم یہیں تائی کے پاس رہو، میں ابھی اتا ہوں۔" پیچھے سے کمرے میں" داخل ہوتی ڈری سہمی ماہ نور کو ساتھ رہنے کی تاقید کرتا بڑے بڑے قدم اٹھاتا تانیہ کہ کمرے کی جانب آیا۔

تانیہ ضیغم کے جانے کے بعد بری طرح کھانستی خود کو سمبھال کر گھسیٹ کر بیڈ کے پاس آئی۔ کانپتے ہاتھوں سے گلاس میں پانی انڈیل کر لبوں سے لگایا۔ جبکہ جسم پسینے سے شرابور تھا۔

آپ کو یہاں آریان بھائی نے رہنے کو کہا ہے. " ضیغم نے کمرے میں" داخل ہوتے براہ راست اس سے سوال کیا۔

بری طرح ھانپتی تانیہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ اور اثبات میں سر ہلا دیا۔ حلق میں آنسوں کا گولہ اٹکتا محسوس ہوا تھا۔ ضیغم کچھ دیر سامنے بکھرے سے حلیہ میں بیٹھی لڑکی کو دیکھتا رہا۔ جو اس وقت قابل رحم لگ رہی تھی۔ ایک خاموش نظر ذلت سے سرخ چہرے پر ڈالتا خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس کہ کمرے سے جاتے ہی حواس ذرا بحال ہوئے تانیہ کو نئے سرے سے غصّہ عود آیا۔ پانی پینے کے لئے ہاتھ میں پکڑا کانچ کا گلاس غصّہ سے زمین پر پھینکا تھا۔ چاروں جانب کانچ کی کرچیاں پھیل گئی تھیں۔ بے بسی اور غصّہ اس قدر تھا کہ آنکھیں نمکین پانیوں سے بھیگ گئیں۔

یہ انہی دنوں کی بات تھی جب شمشیر ملک نے میڈیا سے بات کرتے ہوئے اپنی عزت کی لاج رکھنے کے خاطر تانیہ کو اپنی بہن کی بیٹی اور بہو تسلیم کر لیا تھا۔ جبکہ اپنے بیٹے کے لئے وہ قاتل یعنی ارمان کو معاف کرتے میڈیا کی نظر میں مہان بن چکے تھے۔

جس دن ارمان نے یہ خبر دیکھی تھی۔اس کہ لئے کسی جھٹکے سے کم نا تھی۔اسکی ماں کو وہ اپنی بہن کہ رہے تھے اور ساتھ ان کہ بیانات سن اسکا خون کھول اٹھاتا۔ہر کام کو فراموش کئے وہ بازپرست کرنے سیدہا فاریہ بیگم کے پاس پہنچا تھا۔جو بنا کسی بحث و مباحثہ کہ ہر راز سے پردہ اٹھاتی چلی گئیں تھیں۔اب بچے بھی اس راز سے اشنا ہو جایں یہی ان سب کہ حق میں بہتر تھا۔فاریہ بیگم گزرے وقت کو یاد کر آبدیدہ ہوئیں تھیں۔جبکہ غصّہ میں ارمان کے دماغ کی رگیں تک تن گئیں تھیں۔ غلطی دونوں جانب سے ہوئی تھی۔اور سزا اس لڑکی کو ملی تھی جو آج بھی اس حویلی میں زندہ لاش کی طرح زندگی گزار رہی تھی۔اور اب اپنے ان فیصلوں سے وہ تانیہ کو بھی دوسری گل بنانا چاہتے تھے۔اپنی بہن کو وہ مزید وہاں ہر گز نہیں چھوڑ سکتا تھا۔۔۔۔۔

ارمان کافی عرصے سے علی کی تلاش میں تھا جیسے ناجانے زمین نگل گئی تھی یا آسمان کھا گیا تھا۔ ہر طرف سے ناکامی کا شکار ہوتے ارمان نے آریان سے ملنے کا فیصلہ کیا جو اسکی معلومات کے مطابق شہر میں ہی رہائش پزیر تھا اور اپنے گھر والوں کی بانسبت خاصہ سلجھا ہوا بھی تھا۔

گزرے کل میں شمشیر ملک کو الیکشین میں بری طرح ناکامی کا سامنہ کرنا پڑا تھا۔ آریان خود بھی پریشان تھا۔ ایک ہفتے بعد حویلی میں شادی تھی۔ جبکہ یہاں ایک الگ ہی ٹینشین کا سامنہ کرنا پڑ رہا تھا۔ جب ہی مینیجر نے کسی کے انے کی اطلاح دی تھی۔ ارمان سیدھا اس کہ آفس پہنچا تھا۔ پہلے پہل تو آریان اس لڑکے کو اپنے سامنے دیکھ غصّہ میں تھوڑا ابھرم ہوا تھا۔ ارمان نے اسکے غصّہ کو نظر انداز کر تحمل کا مظاہرہ کرتے اسے حقیقت بتانے کا سوچا کیا پتہ سامنے بیٹھا شخص اسکی کچھ مدد کر سکے۔ ارمان کشمیر میں گزرے سارے واقعیات لفظ بالفظ بتاتا آریان کو حیران کر گیا تھا۔ ازلان

اس حد تک کب بگڑا تھا نہیں تو خبر ہی نہیں ہوئی۔ وہ سارے غلط کاموں میں ملوث رہا تھا لیکن آج تک کسی لڑکی سے بد تمیزی نہیں کی تھی۔ لیکن جیسے جیسے ارمان اسے حقیقت سے اگاہ کرتا جا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بے اس حد تک گر سکتا ہے اسے پھر بھی یقین یقینی سے پھیل گئی تھی۔ ازلان نہیں آیا تھا۔ شمشیر ملک اور بڑی سرکار کی بے جا حمایت نے اسے اس قدر بگاڑ دیا تھا کہ وہ سہی غلط کی تمیز ہی بھول گیا تھا۔ وہ لڑکی تانیہ تھی یہ بات تو اس کہ وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔ لیکن ایک بار پھر وہ اپنی تسلی کرنے ارمان کی ہمراہی میں کشمیر وادیِ نیلم پہنچ گیا تھا جہاں سے اس ساری کہانی کا آغاز ہوا تھا۔ وہی ہسپتال وہی نام آریان کی حیرانی ساتویں آسمان کو چھو رہی تھی۔ ہسپتال والوں کی زبانی ساری حقیقت جان آریان لاجواب ہو گیا تھا۔ اس رات مشکل میں پھنسی وہ لڑکی صرف ازلان کی گری ہوئی حرکت کے باعث اس حادثے کا شکار ہوئی تھی۔ آریان کو اپنے بھائی کی اس حرکت پر جتنی شرمندگی اور ملال ہوتا کم تھا۔ وہ جاتے جاتے بھی کو

نیک کام کر کہ نہیں گیا تھا۔ بلکہ وہ خود تو چلا گیا تھا اور یہاں کتنی زندگیاں داؤ پر لگا گیا تھا۔ ان انکشافات نے اسکی ساری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو مفلوج کر کے رکھ دیا تھا۔۔۔ علی پر تو اسے پہلے ہی شک تھا لیکن اس شک کے حقیقت میں بدلتے ہی اسکا دماغ جھنجھنا اٹھا تھا۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ابھی کہیں سے اس کہ سامنے آجائے اور وہ اسے زندہ در گور کر کے رکھ دے۔ جسکا سراغ کہیں بھی نہیں مل رہا تھا۔ کشمیر سے واپسی پر آریان نے اپنی اور تانیہ کی ملاقات کا بتایا تو اس انکشاف پر وہ خود بھی دنگ رہ گیا۔ آریان نے اسکی بہن بہن کی عزت وجان کی حفاظت کی جس کے لئے وہ اسکا مشکور ہوا تھا۔ لیکن جو تانیہ کے ساتھ ہوا تھا وہ بھلائے جانے کے قابل نہیں تھا۔ کچھ دن بعد حویلی میں شادی تھی۔ آریان ارمان کی ملاقات یوسف سے کروا چکا تھا۔ جس نے یہ یقین دلایا تھا کہ وہ جلد علی تک پہنچ جائیں گئے۔

تانیہ کی ذمہ داری وہ خود لے گیا تھا۔اور ارمان کو یقین دلایا تھا کہ وہ جلد تانیہ کو اس قید سے آزادی دلوائے گا۔

آریان اپنی جانب سے ارمان کو مطمین کرتا حویلی پہنچا تو ایک اور خبر اسکی منتظر تھی۔تانیہ پر گزری ماہ کی زبانی ساری روداد سن اسکا دماغ بھنا اٹھا تھا۔آخر نا جانے کیوں بڑی سرکار اس قدر ظالم تھی۔اس حویلی میں معصوموں پر ڈھائے گئے ظلم کسی سے بھی پوشیدہ نہیں تھے۔دونوں گاؤں کی رضامندی سے ہوئے فیصلے پر گل آج تک نا کیا کردہ گنہاہوں کی سزا بھگت رہی تھی۔بڑی سرکار چاہ کر بھی کچھ نہیں کر پائی تھیں۔کیوں ان روایت کی بیڑی میں خود کو جکڑنے والے وہ خود ہی تو تھے۔روایات اور رسموں کی بڑیوں سے آزادی اتنی آسان نہیں اور اصول تو اب کے لئے ایک جیسا ہی ہوتا۔آریان غصّہ یا جذبات میں کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔جو تانیہ کے لئے مزید دشواریاں پیدا کرتا۔جرگہ میں ہوا فیصلہ جرگہ

میں ثبوت کی بنا پر ہی ختم ہو سکتا تھا۔ اگر اور کوئی بھی یا بزات خود آریان والے اسے بھی وہی سزا سناتے جو بھی اس فیصلے کی نفی کرتا تو بڑی حویلی روایات کے خلاف جانے والوں کو سنائی جاتی ہے۔۔

تانیہ ایک باہمّت لڑکی تھی اسکا اندازہ تو اسے اس رات ہی ہو گیا تھا۔ لیکن وہ اتنی خاموشی سے حویلی والوں کے روایہ برداشت کر رہی تھی۔ اس چیز نے اسے بہت مایوس کیا تھا۔ لیکن وہ بھول گیا تھا وہ جتنی بھی باہمّت ڈاکٹر سہی پر تھی تو ایک لڑکی ہی نا اتنے سارے لوگوں کے بیچ گھری وہ اکیلی لڑکی فلحال حالات سے سمجھوتا نا کرتی یا پھر خاموشی اختیار نہیں کرتی تو کیا یہ لوگ اسکے بھائی کو زندہ رہنے دیتے؟ نہیں ہر گز نہیں۔

آریان حویلی میں شادی کی چھل پہل دیکھ ماہ سے اسکی رہائش کا پتہ لیتا اس سے ملنا چاہ رہا تھا۔ وہ اس بار شہر اسے اپنے اعتماد میں لیکر جانا چاہتا تھا۔ لیکن

وہاں عائشہ بیگم کی موجودگی اور انکی بلیک میلینگ پر وہ فلحال خاموش تو ہو گیا تھا لیکن انہیں تنبیہ کرنا ہرگز نہیں بھولا تھا۔

رات کے پہیر حویلی میں چور کے گھس انے پر اٹھتے شور پر وہ بھی باہر کو بھگا تھا۔آخر اتنے سخت پہرے میں کوئی کیسے اندر آ سکتا تھا۔لیکن چہرے پر سے ماسک ہٹتے ہی ارمان کا چہرہ دیکھ وہ دنگ رہ گیا تھا۔جب کہ ارمان اپنی جگہ شرمندگی سے نظریں جھکا کر رہ گیا تھا۔اور اس کہ بعد جو کچھ ہوا جو کسی شاکڈ سے کم نہیں تھا۔ارمان کی ایک غلطی پر نور کو اس ساری صورت حال کا سامنہ کرنا پڑا تھا۔رات کے تماشے کے بعد سب ہی اپنے کمروں میں موجود تھے جبکہ بڑی سرکار الگ ہی محفل لگائے بیٹھی تھیں۔پہلے تو آریان تانیہ کی آواز پر اپنے قدم روک چکا تھا۔وہ چاہتا تھا جہاں تک ہو وہ اپنا دفع خود کرے نا کہ سہارے تلاش کرے۔جس جنگ کا وہ حصّہ بننے والی تھی وہاں ہر وقت وہ اس کہ ساتھ کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ہر انسان کو اپنے حق

کے لئے اپنی لڑائی خود ہی لڑنا پڑھتی ہے۔سب بس ایک وقت تک سفر اپنے اپنے راستے پر چل پڑھتے ہیں منزل میں اکیلے ہمسفر بنتے ہیں۔اور پھر تک جانے کے کے لئے آپ کو اکیلے ہی بنا سہاروں کے ہی سفر کرنا پڑھتا ہے۔

وہ جانا نہیں چاہتا تھا۔تانیہ کو اپنے لئے اسٹینڈ لیتا دیکھ وہ اپنے قدموں کا رخ واپسی کے لئے موڑ چکا تھا۔لیکن زمانی کی پیش قدمی اسے حیران کر گئی تھی ۔جو یقیناً بڑی سرکار کی دین تھی۔جبھی تو اسکی اتنی جرت ہوئی تھی۔کہ وہ تانیہ سے سے منہ چلا رہی تھی۔

تانیہ اسے دیکھ اتنی ہی شاکڈ میں تھی جتنا کہ وہ تھا ارمان سے ملاقات کے بعد وہ تو بھوکلائی سی اس وقت جا چکی تھی۔جبکہ بڑی سرکار غصّہ سے آریان کو جھڑک رہی تھیں۔جس پر دونوں دادی پوتے کے بیچ اچھی خاصی ٹکرار

بھی ہو گئی تھی۔ جس پر وہ فلحال تانیہ کو ماہ نور کے کمرے میں رہنے کے لئے قائل کر چکا تھا۔ لیکن تانیہ گل سے ملی تھی۔ اسے کتنی حقیقت معلوم ہو گئی تھی۔ وہ اس حویلی کے بارے میں کیا کچھ جان گئی تھی یہ تو اس سے ملاقات کے بعد ہی معلوم پڑنا تھا۔ اسی سب میں ارمان کا پیغام موصول ہوا تھا جو شہر پہنچ چکا تھا۔ ارمان کا ایک آدمی حویلی کے گارڈز کے درمیاں دو دن گزار۔ جتنی خاموشی سے وہ آیا تھا، صبح اتنی ہی خاموشی سے واپس جا چکا تھا۔ زمانی کی عقل ٹھکانے لگانے کے بعد وہ پہلے ہی غصّہ میں تھا۔ میسج پڑھ کر اس کہ غصّہ کا گراف مزید بڑھ گیا تھا۔ دو دن میں ہوئی کروائیاں اور گارڈز کی انکی اچھی خاصی مرمت کر چکا تھا۔ اب آیندہ سارے لاپرواہی پر وہ ملازمین یقیناً اپنی ذمہ داریاں ایمانداری سے سرانجام دینے والے تھے۔۔۔

ماہ اور ضیغم کی شادی آگے بڑھ جانے کے بعد وہ سارا دن مصروف رہا تھا۔ دوسرے روز تانیہ سے ملاقات کی غرض سے ماہ کے کمرے میں پہنچا تو

تانیہ بی بی نا جانے کیا کچھ سوچ کر بیٹھی تھیں۔ جسے سمجھانے کا وقت فلحال اس کہ پاس نہیں تھا۔اب وہ صرف سب سے پہلے ارمان سے سوال کرنا چاہتا تھا۔ کہ آخر ایسی کونسی مصیبت آگئ تھی۔ جو اس نے بغیر اسکے علم میں لائے اتنا بڑا قدم اٹھالیا تھا۔ جس کے نتائج جو کچھ ہوا تھا اسے زیادہ خطرناک بھی ہو سکتے تھے۔اگر بڑی سرکار ارمان کو نور سے نکاح پر مجبور نا کرتیں۔

آج اسلام باد کا موسم خاصہ ابر الود تھا۔ موسم کے تیور دیکھ کر تو یہی لگ رہا تھا کہ کسی بھی وقت بارش ہو سکتی تھی۔ تیز ہواؤں کے باعث آریان دھیمی رفتار میں گاڑی چلا رہا تھا۔۔ شہر تک کا سفر طے کرتے صبح سے رات ہو چکی تھی۔ کچھ ہی دیر میں وہ اپنی منزل پر پہنچنے والا تھا۔ جہاں یوسف اور ارمان

دونوں اس کے منتظر تھے۔ جانے ایسا کونسا ثبوت ان کہ ہاتھ لگ گیا تھا۔ جیسے لیکر بیک وقت وہ خوش بھی تھے اور پریشان بھی۔۔۔۔

اس وقت رات کا ایک بج رہا تھا۔ آریان نے اپنے گھر میں قدم رکھا۔ ہر طرف خاموشی کا راج تھا۔ گھر کے سناٹے سے معلوم پڑتا تھا کہ وہاں اس وقت کوئی بھی شخص موجود نہیں تھا۔ اسلام باد کا موسم خاصہ خراب تھا۔ ابھی گھر سے کچھ دوری پر ہی تھا کہ موسم نے رت بدلی۔ تیز ہواؤں کہ ساتھ طوفانی بارش زور وشور سے برسنا شروع ہو چکی تھی۔ یوسف اور ارمان کافی دیر تک اسکا انتظار کرنے کے بعد گھر واپس لوٹ چکے تھے۔ آب

صبح ہی اس بارے میں کوئی تفصیلی بات ہو سکتی۔ سارا دن مسلسل ڈرائیونگ کرنے سے جسم ٹوٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ایک گہری سانس بھر کر آریان کمرے میں داخل ہوتا کھڑکی کے پاس آیا تھا۔لان میں چھم چھم دھواں دھار برستی بارش ماحول میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔ بادلوں کی خوف ناک گڑگڑاہٹ اور واقفے واقفے سے آسمان میں دڑاڑ ڈالتی کڑتی بجلی سے باہر کا منظر الگ ہی خوف ناک منظر پیش کر رہا تھا۔۔

آریان نے گلاس ونڈو سلائڈرز بند کر پردے برابر کئے ساتھ ہی کمرے میں ہوتی ٹھنڈ محسوس کر ہیٹر ان کر دیا۔آج ماحول میں چاہی خنکی حد سے زیادہ تجاوز کرتی شدّت کی ٹھنڈ میں تبدیل ہو چکی تھی۔۔۔

موبائل ان کیا تو ضیغم کی دو مس کالز شو ہو رہی تھیں، جو وہ موسم کی خرابی میں ڈرائیونگ کے دوران نہیں لے سکا تھا۔ آریان نے نمبر ڈائل کر فون کان سے لگایا تو دوسری جانب رابطہ ممکن نہیں تھا۔ شاید سگنل پربلم تھا۔

آج کا دن خراب ہونے کے باعث بیزاری سے نفی میں سر ہلاتا فریش ہونے کی غرض سے واشروم کی جانب بڑھا۔ کہیں نا کہیں تانیہ کی فکر بھی لاحق تھی نا جانے حویلی کی کیا صورت حال تھیں۔ فلحال سب کچھ انے والے کل کے سپرد کر، اسکا ارادہ لمبی تان کر ایک سکون بھری نیند لینے کا تھا۔ گزرے پندرہ دن میں دماغی اور اعصابی تھکن اس قدر بڑھ گئی تھی کہ دماغ بھنا اٹھا تھا۔ ساری سوچوں کو ایک طرف کر کہ گیزران کیا۔ گرم پانی کے شاور کے نیچے کھڑے ہوتے ہی تھکن کا احساس زائل ہوتا محسوس ہوا تھا۔

ارمان آریان کا انتظار کر رات دیر گھر سے لوٹا تھا۔ گھر میں چار و طرف خاموشی کا راج تھا۔ بس وقفے وقفے سے تیز ہواؤں کے باعث کھڑکیوں کے بند ہونے باوجود ہوا کے دباؤں سے ھلنے کی آواز پیدا ہو رہی تھی۔ تیز ہوا سے پوری شدّت سے ہلتے جھلتے پیڑ، پودے رات کی خاموشی میں خاصی بھیانک آواز پیدا کر رہے تھے۔ ارمان کے اپنے کمرے کی جانب اٹھتے قدم ایک دم کچن کی جانب بڑھے تھا۔ وجہ وہاں سے زور زور سے کھڑکی کا پٹ ھلنے کی آواز آ رہی تھی۔ شاید فاریہ بیگم کھڑکی بند کرنا بھول گئیں تھیں۔

کچن کی کھڑکی بند کر کے جیسے ہی وہ پلٹا تو پیچھے کسی وجود کا گمان سا گزرا۔ ارمان کچن کی لائٹس بند کرتا تیزی سے باہر آیا۔ اندھیرے میں جلتی

چھوٹی چھوٹی ٹیوب لائٹس کی ہلکی سی روشنی میں اپر جاتی سیڑھیوں کہ دوسری طرف کوئی اوٹ میں کھڑا سایہ وہاں سے گزر کر آگے کو بڑھا تھا۔اور بس ایک منٹ لگا تھا ارمان کو ساری صورتحال سمجھانے میں۔ارمان بنا چاپ پیدا کیئے قدم اٹھاتا دوسری جانب سے گھوم کر عین نور العین کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔گیسٹ روم نیچے کے حصّہ میں ہی بنے ہوئے تھے جب کہ کمروں کہ عین سامنے راہداری تھی۔آج کل نور کا قیام وہیں تھا۔نور جو ارمان کو گھر میں داخل ہوتا دیکھ چکی تھی۔آج فاریہ بیگم اس کہ کمرے میں آج پانی کا جگ رکھوانا شاید بھول چکی تھیں۔نور کو اس اندھیرے سے اور ان بھیانک آوازوں سے خوف تو بہت آرہا تھا۔پر پیاس کی نظر گھر میں کی شدّت محسوس کر آہستہ سے باہر آگئی تھی۔جبھی اس داخل ہوتے ارمان پر پڑی تھی۔جو اپر کی جانب جا رہا تھا۔کچن کی کھڑکی زور زور سے بج رہی تھی۔جبکہ وہ خوف سے بنا لائٹ جلائے جلدی سے پانی پی کر فارغ ہوتی اپنے کمرے میں جانا چاہ رہی تھی۔

جبھی قدموں کی چاپ کچن کی جانب بڑھتی محسوس کر فوراً باہر نکل گئی تھی ۔اب ارمان کو گمراہ کر مزہ آرہا تھا۔اسی لئے مزے سے چھپ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ جبکہ وہ بھول رہی تھی۔گھر میں رہنے والوں مکینوں سے انہی کہ گھر میں چھپن چھپائی کھیلنا بیوقوفی کہ سوا کچھ بھی نہیں تھی۔انہیں گھر کے ہر حصّہ کا علم ہوتا ہے۔کچھ پل ارمان خاموشی سے اس کہ پیچھے کھڑا اسکی بیوقوفی پر اسکی پشت کو گھورتا رہا۔جس کو ڈرامہ کرنے کہ لئے رات کا یہی پھیر ملا تھا۔۔۔

منع کیا تھا گھر میں ادھر ادھر گھومنے سے۔"اپنے پیچھے سے ابھرتی" ارمان کی سرد آواز پر چونک پر پلٹی ،نیم اندھیرے میں اچانک سے اپنے سامنے کھڑے ارمان کو دیکھ منہ چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی تھی۔

اسے سخت نظروں سے خود کو گھورتا دیکھ نور کی زبان تالو سے چپک گئی تھی۔دل میں جی بھر کر اس وقت کو کوسا جب وہ پانی پینے کی غرض سے باہر آ گئی تھی۔

گونگی ہو گئی ہو کیا، کیا پوچھ رہا ہوں میں۔"ارمان نے سختی سے اس کے " خاموش رہنے پر چوٹ کی۔۔

وہ۔۔پانی پینے آئی تھی۔"ارمان کے کل والے غصّہ کا اثر اب تک قایم " تھا۔جبھی ہکلا کر بہت ہلکے سے منمنائی تھی۔

پی لیا پانی۔"غصّہ سے گھورتی نظروں پر نور نے جلدی سے اثبات میں سر " ہلا یا۔

توپھر جاؤ، پورے گھر میں مٹر گشت کیوں کر رہی ہو۔" ارمان کہ سرد لہجے میں جھڑکنے پر نور نے تھوک نگلا۔ پتہ نہیں یہ شروع سے ہی ڈریکولا تھا یا صرف اس کہ سامنے بناہوا تھا۔

۔" جا ہی رہی تھی۔" نور نے ہلکی سی آواز میں ہمّت جما کر بولا۔ ارمان بغور اسکے چہرے پر ڈر کے تاثرات ملاحتہ کر رہا تھا۔

تم جا رہی تھیں، تو یہ چھپ کر کیوں کھڑی ہوئیں تھیں، تم نے کیا سمجھا" یوں رات کے اس پھیر پیچھل پیری بن کر کھڑی ہو جاؤ گی تو میں ڈر کر کمرے میں بھاگ جاؤں گا۔" ارمان کو بے ساختہ مونال پر جنگلی بلی بنی نور یاد آئی تھی۔ جو آخری سفر تک اپنے ہر عمل سے باتوں سے اسے یہ جتا رہی تھی کہ وہ اپنا بدلہ ضرور لے گی۔ اور اب اس کہ ڈرے سہمے تاثرات اسے مزہ دے رہے تھے۔

نہیں، میں تو بس جا ہی رہی تھی۔"اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ جلالی بابا بن" جاتا۔نور جلدی سے بولتی سرپٹ ڈورتی جاکر کمرے میں بند ہو گئی۔

ارمان اس کو یوں جلدی میں ڈور کر جاتا دیکھ ایک دم چونکا جو اس سے ڈر کر کمرے میں جاتے ہی دروازہ لاک کر گئی تھی۔ کہیں وہ دوبارہ ہی نا آجائے۔ارمان اس کو خود سے اس قدر ڈرتا دیکھ حواس باختہ اس کے تاثرات سوچ نفی میں سر ہلاتا مسکرا کر اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اپنے کمرے کی اور بڑھ گیا۔

چھوٹا منہ، بڑی بات بڑی سرکار! پر ساری زندگی میں نے آپ کا نمک کھایا ہے۔ آپ سے غداری نہیں کر سکتی زمانی۔" زمانی پلنگ پر بیٹھی بڑی سرکار کے پیر دباتی بڑا ناپ تول کر بولی۔

بول کیا کہنا چاہتی ہے۔" بڑی سرکار، اس کے انداز سے ہی سمجھ گئیں تھیں۔ کوئی تو بات ہے جواب اس کہ پیٹ میں نہیں رک رہی تھی۔

ویسے تو چھوٹے صاحب نے مجھے منع کیا تھا۔ لیکن۔" لہجے میں آریان کا ڈر واضح تھا۔

کیا خبر ہے، جلدی بول۔" اسکی تمہید پر جھڑکہ۔"

وہ بڑی سرکار، بڑی بی بی، تانیہ بی بی کی کمرے میں گئی تھیں. انہیں کمرے" سے باہر نکلتے مارا ابھی تھا اور کہہ رہی تھیں۔ میں تجھے جان سے مار دونگی۔" زمانی جلدی جلدی رٹوں طوطے کی طرح شروع ہو چکی تھی۔ بہت مشکل سے دو دن سے یہ بات وہ اپنے اندر رکھ کر بیٹھی تھی۔

کیا۔۔ یہ کب ہوا۔" بڑی سرکار کو جھٹکہ ہی لگا تھا۔ انکی ناک کہ نیچے حویلی" میں اتنا کچھ ہو رہا تھا۔ جس کی انہیں خبر ہی نہیں تھی۔

دو دن پہلے بڑی سرکار۔" زمانی نے فوری اگاہ کیا۔

کم بخت ماری تو مجھے اب بتا رہی ہے۔" بڑی سرکار نے غصّہ میں اسے دھکا" دیا۔ بیچاری زمانی پیٹ سے زمین بوس ہوئی تھی۔

معافی بڑی سر کروہ چھوٹے صاحب کا حکم ہے، کہ میں گھر کے معملوں" سے دور رہوں۔" زمانی نے کلائی پر ٹوٹ کر لگتی چوڑیوں کو الگ کر آہستہ سی آواز میں کہا۔

بد بخت میرا کھاتی ہے، اور مجھ سے غداری کر رہی۔ دفع ہو جا یہاں" سے۔" بڑی سرکار کا جلالی روپ ایک بار پھر عود آیا تھا۔

معافی بڑی سرکار۔" زمانی ہاتھ جوڑتی بغیر کمر دیے کمرے سے باہر نکلنے" لگی تھی۔

عائشہ کو میرے کمرے میں بھیج جلدی۔" بڑی سرکار کی سخت آواز" کانوں میں پڑی تھی۔

حکم بڑی سرکار۔"زمانی حواس بخت جلدی سے باہر کو بھاگی تھی۔۔۔"

بڑی سرکار غصّہ میں عائشہ بیگم کی حرکت پر پیچوتاب کھاتی رہ گئیں تھیں۔وہ اب تک اس لڑکے (ارمان) کے تیور نہیں بھول پائیں تھی۔جو رات کے اندھیرے میں دھڑلے سے ان کہ گھر میں گھس آیا تھا۔اور اب تو انکی کمزوری بھی اس کہ ہاتھ تھی۔ایسے میں اگر اس لڑکہ کو علم ہو جاتا تو وہ نا جانے نور کے ساتھ کیا کرتا۔اسی لئے انہوں نے آریان کی ضد پر تانیہ کو ماہ کے کمرے میں رہنے کی اجازت بھی دے دی تھی۔

آپ کہ لگی ہے تو جناب یہ چوٹ
آپ کہ ہوا تو جناب وہ درد

۔تانیہ والے واقعہ کو دو دن گزر چکے تھے۔حویلی میں پہلے بھی کسی کو کسی سے کوئی سروکار نہیں تھا۔لیکن آج کل حویلی کہ حالات الگ ہی تناؤ کا شکار تھے۔نور کی اچانک شادی ٹوٹ جانے کے باعث سب ہی خاموش اپنی اپنی زندگی میں مگن تھے۔تانیہ کا وجود اس گھر میں نا ہونے کے برابر تھا۔ ضیغم کے سمجھانے کے بعد وہ فلحال دوبارہ تانیہ کے کمرے کی جانب نہیں گئی تھیں۔وجہ ضیغم نے عائشہ بیگم کی کروائی کا ذکر شمشیر ملک کر دیا تھا۔جس پر ان پر اچھا خاصہ بھرم ہوئے تھے۔اور ساتھ آریان کو بھی اس بارے میں بھی کچھ بتانے سے منع کر دیا تھا۔آریان اس وقت جتنا حویلی سے دور رہتا اتنا ہی اچھا تھا۔

نور کی شادی جن حالات میں اور جس گھر میں ہو گئی تھی۔حالات کا تقاضہ تھا کہ فلحال خاموشی اختیار کر لی جاتی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

آج سب ہی مرد بلا آخر اپنے کاموں غرض سے حویلی سے نکل چکے تھے۔
معمولات زندگی اپنی ڈگر پر یونہی رواں دواں ہوا تھا۔ایک وقار ہی تھے جو
اس وقت اپنی طبیعت کی ناسازی کے باعث حویلی پر ہی موجود تھے۔وہ بھی
فلحال گاؤں میں کچھ ہوا خوری کے خاطر
گاؤں کے دورے پر تھے۔

" طبیعت کیسی ہے تمہاری شاکرہ۔" عائشہ بیگم شاکرہ کے کمرے میں
داخل ہوتی قریب سوفے پر بیٹھتیں اسکی طبیعت کے بابت استفسار
کرنے لگیں۔

میں آب ٹھیک ہوں بھابھی۔"شاکرہ نے مسکرا کر کہا۔"

چلو اچھا ہے! وقار نظر نہیں آرہا۔"عائشہ نے ایک گہری سانس بھر کر" وقار کی غیر موجودگی محسوس کر استفسار کیا۔

جی وہ ذرا ہوا خوری کے لئے گاؤں کے دورے پر گئے ہیں، طبیعت پر اچھا" اثر پڑے گا۔"شاکرہ نے کرب سے ایک گہری سانس بھری۔چند دنوں میں ہی وقار ملک کی حالت بیگڑ کر رہ گئی تھی۔ہر وقت بس نور کی پریشانی ہی کھائے جا رہی تھی۔

عائشہ بیگم نے محض سر ہلانے پر اتفاق کیا۔

پتہ نہیں میری نور کیسی ہو گی، فاریہ کا اس کہ ساتھ کیا سلوک ہو گا۔ پتہ نہیں اس نے کچھ کھایا بھی ہو گا کہ نہیں۔" تانیہ کے ساتھ کئے گئے جانوروں سے بتر سلوک یاد کر شاکرہ کی آنکھیں اپنی بیٹی کی فکر میں بھیگ گئیں۔

"اللہ نے چاہا تو ٹھیک ہی ہو گی، اور وہ کچھ کیوں کرے گی ہماری بچی کے ساتھ ہم نے کونسا اسکی والی میں آئی بیٹی کے ساتھ ظلم کے پہاڑ توڑ دیے۔" عائشہ بیگم نفرت امیز لہجے میں غصّہ سے بولیں۔

"بھابھی سائیں مانا کہ میں نے یا آپ نے کبھی اس لڑکی پر کوئی ظلم نہیں کیا، پر کبھی ہمدردی بھی تو نہیں کی نا۔ ہم نے کبھی کھانے تک کو نہیں پوچھا۔ نوکروں سے بتر سلوک کیا ہے۔" شاکرہ نے اپنی نم آنکھیں دوپٹہ

سے پوچھ کر دکھ سے اپنی زیادتیاں یاد کیں۔انہیں عائشہ کی حرکت کا کوئی علم نہیں تھا۔

ہاں تو کوئی ماہرانی نہیں ہے وہ کہیں کی، جو ہم اس سے کھانے پانی پوچھتے رہتے۔تم بھول رہی ہو شاکرہ میرے ازلان کے خون کے بدلے وہ لڑکی یہاں موجود ہے۔" عائشہ غصّہ میں تڑاخ کر تیز لہجے میں شاکرہ کو یاد کروانے لگیں۔جب کے شاکرہ فوری انہیں کوئی بھی جواب نا دے سکیں۔

Zubi Novels Zone

عائشہ غصّہ میں تانیہ کو پتہ نہیں کیا کچھ برا بھلا کہہ رہی تھیں۔جبکہ شاکرہ اپنی بیٹی کے غم میں انہیں کچھ نا کہہ سکیں۔ان تانیہ کے ساتھ اس حویلی میں ہوئی ساری زیادتیاں یاد آرہی تھیں۔اگر یہی سب کچھ فاریہ نے نور کہ ساتھ کیا یہی سوچ انکا درد مزید بڑھا رہی تھی۔جبھی دروازے پر کسی نے دستک دی تھی۔

داخل اندازی کے لئے معذرت بی بی سرکار۔وہ بڑی بی بی کو بڑی سرکار" نے یاد کیا ہے اور فوری آپکو کمرے میں انے کا حکم بھی دیا ہے۔" کمرے میں داخل ہوتی زمانی نے سر جھکا کر اطلاح دی تھی۔

مجھے بلایا ہے، پر کیوں۔" عائشہ نے اچھمبے سے پوچھا۔ بڑی سرکار کو ان" سے کیا کام اگیا تھا بھلا۔

معلوم نہیں بی بی سرکار، مجھے تو بس آپ کو بلانے کا حکم دیا تھا۔" زمانی نے" لاعلمی کا اظھار کرتے ان کے علم میں اضافہ کیا۔

تم چلو میں آتی ہوں۔" عائشہ کے حکم پر زمانی فوری سر ہلا کر کمرے سے" باہر نکل گئی۔

Zubi Novels Zone

بڑی سرکار نے کیسے یاد کر لیا آپکو، وہ تو اپنے سارے کام اور فیصلے خود" کرنے کی عادی ہیں۔" شاکرہ نے طنزیہ مسکراہٹ لئے پوچھا۔

پتہ نہیں، یہ تو جا کر ہی پتا لگے گا۔ تم آرام کرو میں دیکھتی ہوں۔" عائشہ" ان کے لہجے کا طنز نظر انداز کرتیں کمرے سے باہر نکل گئیں۔ جبکہ پیچھے بیٹھی شاکرہ سر جھٹک کر رہ گئیں۔ اب بس ان کو ایک ہی غم تھا کہ ان حویلی والوں کا کیا کہیں انکی بیٹی نا بھگت رہی ہو۔۔۔

اے ابن آدم، تم بھی کیا دھرا معیار رکھتے ہو
دیکھتے ہو سب، نگاہوں کو گنہگار کرتے ہو
بولتے بھی ہو، ظلم پر لب سی کر خود کو لاچار کرتے ہو۔

ہاتھوں کا مار تو پھر بھول جاتے، لفظوں کے زخموں سے تم مدتوں تک گھائل کرتے ہو۔

آریان اور ارمان اس وقت یوسف کہ گھر پر موجود لان میں ٹھنڈی ہوا میں چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

جبکہ یوسف کچھ دیر قبل ہی کوئی اہم کال سننے کی غرض سے اٹھ کر گیا تھا۔

تو تم نے بتایا نہیں، اس رات حویلی کیا کرنے آئے تھے تم۔" آریان نے ارمان کو خود سے بے نیازی برتے دیکھ سنجیدگی سے سوال کیا۔ جو دو دن سے اس کا سوال گول کیئے جا رہا تھا۔

تمہاری بہن کی شادی ختم کروانے۔"ارمان نے اس کو جلانے کی خاطر" مزے سے کہا۔آخر حویلی میں پڑی مار کا حساب بھی تو پورا کرنا تھا۔

تو پھر کیا ہوا؟شادی ختم کروادی۔"آریان کی سنجیدگی ہنوز برقرار تھی۔"

ہاں!"یک لفظی جواب حاضر تھا۔"

اچھا تو پھر کیا ہوا،شادی ختم کرواکر۔"آریان اس کہ بگڑے تیور بہت اچھے سے سمجھ رہا تھا۔

اسکا ایک بیوقوف بھائی تھا،جس نے اپنی بہن کا بوجھ اپنے کندھوں پر انے" سے پہلے میرے سر ڈال دیا۔"ارمان نے جل کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔

اچھا! یہ تو بہت اچھا ہوا۔ شادی ختم کروانے کا شوق تھا تو اب ذرا شادی کا شوق بھی پورا کرو۔" آریان نے اس کی باتوں کو نظرانداز کیئے سنجیدگی سے کہتے ٹھنڈی ہوتی چاے کا کپ اپنے لبوں سے لگایا۔

شادی کا شوق نہیں، زبردستی کا شوق۔" ارمان نے جل کر تصیح کرنا" ضروری سمجھا۔

ایک ہی بات ہے، لڑکی کی شادی ختم کروائی تو تمھیں اس سے شادی کا" شوق تو ہوگا نا۔ تمھیں تو اس کے بھائی کا احساں مند ہونا چاہیے کہ اس نے تمہارے شوق کا خیال رکھا۔" آریان نے اپنی طرف سے اسے جلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ جبکہ آریان جو ہوگیا سو ہوگیا کی معملہ فہمی کہ تحت خاموش تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ہنن شوق۔"ارمان نے اسے غصّہ سے گھور کر سر جھٹکا۔آریان جھک کر" خالی کپ سامنے پڑی میز پر رکھا۔

ہاتھوں کو باہم اپس میں ملا کر اب وہ سنجیدگی سے ارمان کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔
جو خاص اچھے نہیں تھے۔آریان تمام باتیں نظر انداز کر مدعے پر آیا تھا۔

تم نے یہ قدم جس وجہ سے بھی اٹھایا تھا۔اب یہ بات اہمیت نہیں" رکھتی۔لیکن تمہارے اس قدم کے جو نتائج سامنے آئے ہیں۔وہ اہمیت رکھتے ہیں۔تمہاری کیا سوچ ہے مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔لیکن ایک بات اپنے ذہن نشین کر لو نور کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔"آریان کو

اسکا انداز ایک آنکھ نہیں بھایا تھا جبھی تنمبیہ کرنا ضروری سمجھی اس میں نور کا تو کوئی قصور نہیں تھا۔

مسٹر آریان آپ بھی ایک بات کان کھول کر سن لیں، میری بہن کے" ساتھ اس گھر میں کوئی زیادتی نہیں ہونی چاہیے۔ ورنہ اس بار میں بھی کوئی لحاظ نہیں کرونگا۔ "ارمان چڑ کر غصّہ سے پھنکارا تھا۔ جو اپنی بہن کے لئے پریشان ہوا جارہا تھا۔

ارمان چاہ کر بھی اسے یہ نہیں کہ پایا تھا کہ ایک تو تانیہ کی سالگرہ قریب تھی۔ دوسرا پتہ نہیں کیوں اسے آریان پر یقین نہیں تھا۔ اور بس اسی سوچ کہ تحت وہ انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور ہو گیا تھا۔۔

کیا باتیں ہو رہی ہیں بھئی۔" ابھی آریان کوئی جواب دیتا کہ قریب اتے" یوسف کی آواز سن وہ خاموشی سے لب بھینچ گیا۔

کچھ خاص نہیں تم بتاؤ، اس بندے کا کوئی سراغ ملا۔" آریان نے اپنے" تاثرات بحال کرتے علی کے دوست کے بابت پوچھا۔

کل جو خبر آریان کو یوسف کا زریعے ملی تھی۔وہ کسی جھٹکہ سے کم نہیں تھی۔ معملہ حل ہو چکا تھا۔اب بس انتظار تھا تو بس علی کا انکے شکنجے میں آنا کا۔جو چھپا بیٹھا تھا۔ لیکن وہ آخر کب تک چھپ سکتا تھا۔کسی نا کسی دن تو اس نے اپنے بل سے باہر آنا ہی تھا۔وہ وقت اب دور نہیں تھا جب سارے مخالفین کو سہی کا سبق سکھآنا تھا۔۔

نہیں یار! لیکن تم فکر نہیں کرو، ہم جلد علی کے تھرو باقی سب تک بھی پہنچ جائیں گا۔ دشمن کی ایک غلطی سے یہ سراغ ہاتھ لگ گیا۔اب بس مجھے انتظار ہے تو بس دشمن کا منظر عام پر اکر مقابلہ کرنے کا۔" یوسف نے تصور میں سب مجرموں کو سلاکوں کے پیچھے دیکھتے اپنے ارادوں سے اگاہ کیا۔۔۔

ازلان کی موت حادثتی موت ہر گز نہیں تھی۔ یہ سب ایک پلاننگ کہ تحت ہوا تھا۔ علی تو بس اس ساری کہانی کا ایک مہرا تھا۔اب بس انتظار تھا تو ان لوگوں کو جن کی ساتھ علی ملا ہوا تھا۔۔۔

بڑی سرکار میں نے سنا ہے آپ نے مجھے یاد کیا تھا۔" عائشہ بیگم نے" کمرے میں داخل ہوتے دریافت کیا۔

جی! بلکل سہی سنا ہے تم نے بہو ہم نے ہی یاد کیا ہے آپ کو، تشریف لائیے۔" بڑی سرکار طنزیہ بولتی اپنی مصہری پر پیر لٹکا کر بیٹھتی سخت تاثرات سے انہیں گھور رہی تھیں۔

جی بولیں۔" عائشہ کو بڑی سرکار کے تیور کچھ خاص اچھے نہیں معلوم دے رہے تھے۔

کسی کی اجازت سے ہاتھ اٹھایا ہے تم نے اس لڑکی پر۔" بڑی سرکار نے بنا کوئی لگی لپٹی رکھے غصّہ میں تڑاخ کر سرد آواز میں سوال کیا۔

کس لڑکی کی بات کر رہی ہیں آپ۔" عائشہ نے ان کہ لہجے کی ناگواری نظر انداز کر لاعلمی کا اظھار کیا۔

اسی لڑکی کی، جس کو تم کمرے سے دھکے دینے کے ساتھ ساتھ جان سے مارنے کی دھمکی دے رہی تھیں۔۔" ان کہ انجان بنے پر بڑی سرکار ساری نرمی ایک طرف کر تیز لہجے میں گویا ہوئیں۔۔

وہ منحوس اسی قابل ہے۔" ناگوار لہجے میں بولتی غصّہ سے پھنکاریں۔"

تم سے کس نے پوچھا کہ وہ کس قابل ہے۔" بڑی سرکار کہ لہجے پر انہیں" یکدم سبکی کا احساس ہوا تھا۔

بڑی سرکار آپ نے دیکھا نہیں کیسے وہ دو ٹکے کی لڑکی میری بیٹی کے" کمرے میں رہ کر اس گھر کی بیٹیوں کی برابری کرنا چاہ رہی ہے۔" عائشہ بیگم نفرت بھرے لہجے میں تنفر سے گویا ہوئیں۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

وہ کیا کرنا چاہ رہی ہے کیا نہیں تم ہوتی کون ہو، میرے فیصلوں کی نفی" کرنے والی۔" بڑی سرکاران کہ گستاخ لہجے پر ایک سیکنڈ میں انکی عزت دو کوڑی کی کر گئیں تھیں۔

میرے بیٹے کا خون ہوا تھا، اس کہ خون عوض اس حویلی میں موجود ہے وہ" منحوس، اور آپ کہ رہی ہیں۔ میں ہوتی کون ہوں سوال کرنے والی۔ واہ بڑی سرکار واہ۔" عائشہ بیگم انکا غصّہ نظر انداز کر زندگی میں پہلی پر ہمّت جٹا کر ان کہ آگے بولنے کی کوشش کرتیں سوال کر رہی تھیں۔ جبکہ انداز مذاق اڑانے جیسا تھا

اپنی آواز نیچے رکھو بہو بیگم، تمہارا بیٹا، پہلے ہمارا پوتا تھا سمجھیں۔" بڑی" سرکار اپنے جلالی روپ میں انہیں غصّہ سے جھڑک گئیں۔ جن کہ نزدیک عمر اور رتبے کا کوئی لحاظ ہی نہیں رہا تھا۔

آپ کا پوتا ہوتا، یا آپ کو اسکے اس دنیا سے جانے کی ذرا بھی تکلیف ہوتی تو" اس دو ٹکے کی لڑکی کو اس گھر میں رہنے کی اجازت نا دیتیں۔ اسکو اسکی اوقات پر رکھتی، لیکن نہیں آپ نے ایسا نہیں کیا، بلکہ آپ کہ اندر تو اس منحوس کو دیکھ سالوں پرانی کھوئی بیٹی کی محبّت جاگ گئی۔" عائشہ بیگم غصّہ میں ان سے زیادہ تیز لہجے میں بولتی انہیں حقیقت کا آئینہ دکھا گئیں جو وہ چاہ کر بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھیں۔۔ بڑی سرکار تو ان کی ہمّت اور لفظوں پر دنگ رہ گئیں تھیں۔ سامنے کھڑی عورت ان کی وہی بہو تھی۔ جس نے کبھی آج تک ان کہ سامنے اف تک نہیں کیا تھا۔

اپنی آواز نیچے رکھو، مت بھولوں کس سے بات کر رہی ہو، بڑی سرکار" ہوں میں۔ دور دور تک گاؤں میں میرا راج ہے۔" اتنا اونچا بولنے کے باعث انکی ضعیف سی کڑک دار آواز لرزنے لگی تھی۔

"بڑی سرکار، بڑی سرکار۔ کہاں کی بڑی سرکار ہیں آپ۔اپنی سگی بیٹی تک کہ لئے تو آپ کچھ کر نہیں پائیں اور بات کر رہی ہیں راج کرنے کی۔میں بتا رہی ہوں آپ کو میرے بیٹے کا خون اتنا سستا نہیں تھا کہ میں اس منحوس کو اس گھر میں جگہ دوں یا اپنے سامنے گھومتا پھرتا دیکھتی رہوں۔" عائشہ شمشیر ملک کی ساری تنبیہ بھول مزید غصّہ کرتی آج سارے ڈر بالے طاق کئے تنفر اور نفرت سے دل کی بھڑاس نکال رہی تھیں۔ جبکہ گل کا حوالہ دینے پر انکا سالوں پرانا غم عود آیا تھا۔جس کی شدّت محسوس کر تکلیف سے لرز کر رہ گئیں۔

اپنا خود کا بھیانک چہرہ آئینہ میں دیکھنا اتنا بھی آسان نہیں تھا۔یہ بھی سچ تھا کہ وہ توگل والے واقعیہ کے بعد سے صرف نام کی بڑی سرکار رہ گئیں تھیں۔اس گاؤں کے فیصلے تو بڑی حویلی والوں کے پاس محفوظ تھے۔۔

خاموش ہو جاؤ، ورنہ تمہارا زبان کھینچ لونگی حلق سے۔" بڑی سرکار کو آج شدّت سے اپنی ڈھلتی عمر اور وقت گزرنے کا احساس ہوا تھا۔ وہ چاہ کر کچھ نہیں کر پا رہی تھیں۔۔ ورنہ دل تو چاہ رہا تھا اپنی بہو کا منہ لال کر کہ رکھ دیں۔

گل کی ایک غلطی کے باعث ان کہ ہاتھ سے اس گدی کے سارے اختیارات چھین لیے گئے تھے۔

میں تو خاموش ہی ہوں، اول روز سے خاموش ہوں۔ لیکن آب بس" ۔۔ میں اس لڑکی کو ایک منٹ بھی اپنے سامنے برداشت نہیں کر سکتی۔" عائشہ کو اس وقت کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا بس ایک بیٹے کا غم تھا۔ جو

انہیں بڑی سرکار کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہونے پر مجبور کر گیا تھا۔اب وہ بڑی سرکار کی آگے گھٹنے ٹیک کر اپنا دوسرا بیٹا نہیں گنوا سکتی تھیں۔

زمانی۔۔۔زمانی۔۔۔"شور کی آوازیں کمرے سے باہر تک جا رہی تھیں۔زمانی جو وہیں کان لگا کر کھڑی تھی فوری کمرے میں داخل ہوئی۔

جی بڑی سرکار۔"انکا غصّہ سے ھانپتا وجود دیکھ زمانی معملہ کی گھمبیرتا دیکھا" آہستہ سی آواز میں بولی۔۔۔

لے جا اسے یہاں سے،میری نظروں سے دور۔شمشیر کو بلاوا بھیجو۔حکم" دو کہ میں نے بلایا ہے ابھی۔۔۔۔"ان کا غصّہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔غصّہ سے بھری عائشہ زمانی کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ ایک گھوری سے نوازتی تیز قدموں سے کمرے سے نکل گئیں تھیں۔جبکہ زمانی انکی گھوری

پر الٹے قدم لیتی بڑی سرکار کی جانب بڑھی۔جو پورے وجود سے کپکپاتی حیرت کی زیادتی سے دنگ رہ گئیں تھیں۔

بے شک ہر عروج کو زوال لازمی ہے۔اب بڑی سرکار کے زوال کا وقت شروع ہونے کو تھا۔وہ بھی ان کہ ہاتھوں جو کبھی ان کہ ہاتھوں کی کٹھ پتلی ہوا کرتے تھے۔وقت سدا ایک جیسا نہیں رہتا اور نا ہی حالات سے سمجھوتا کرنے والے لوگ۔۔۔

بھابھی بات سنیں!"ماہ ہڑبڑا کر تانیہ کے نزدیک آئی تھی۔"

کیا ہوا،اتنی پریشان کیوں ہو۔"تانیہ نے بغور اس کہ بھکلا نا نوٹ کیا تھا۔"

آپ پلیز! ابھی واشروم میں چلی جائیں۔"ماہ نے فوری اپنے تاثرات پر" قابوں کر اسکی منت کی۔

واش روم مگر کیوں؟"تانیہ نے اچھمبے سے استفسار کیا۔"

بس آپ پلیز میری بات مان لیں ابھی۔"ماہ نے جلدی جلدی بولتے عملی" انداز میں اس کو ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا۔تانیہ تو اسکی کروائی پر حیران ہی رہ گئی تھی۔

ارے ہوا کیا بھئی،بتاؤ تو سہی مجھے۔آخر واش روم میں کیوں جاؤ۔"تانیہ" نے کھڑے ہو کر اس کہ ہاتھ پکڑ کر سختی سے پوچھا جو اسے واش روم کی جانب دھکیل رہی تھی۔

پہلی بار آپ سے ایک گزارش ہے مان جائیں پلیز! اور ہاں جب تک میں نا کہوں باہر نہیں آیئے گا۔" ماہ دروازے کی جانب دیکھتی بے چارگی سے گویا ہوئی۔

تانیہ نے چند لمحے اس کہ چہرے کو دیکھا پھر کچھ سوچ کر واش روم میں چلی گئی۔ جبکہ نور جلدی سے کمرے سے باہر آگئی تھی۔۔

"ماہنور وہ لڑکی کہاں ہے۔" عائشہ تیزی سے اپنی جانب آتی ماہ کو دیکھ غصّہ میں تانیہ کہ بابت استفسار کرنے لگیں۔

"وہ تو۔۔ماں سرکار، وہ تو صبح اپنے کمرے میں گئیں تھیں۔جب سے واپس نہیں ائین۔شاید ابھی وہیں ہیں۔"ماہ عائشہ کو برہم ہوتا دیکھ جلدی سے بہانہ گھڑا۔

"صبح سے گئی ہوئی ہے۔ابھی دماغ درست کرتی ہوں ماہ رانی کا۔اپنے باپ کی حویلی سمجھ کر گھوم رہی ہے۔"عائشہ بیگم غصّہ سے تن فن کرتی صدر دروازے کی جانب بڑھیں۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

ماہ اپنی ماں کو جاتا دیکھ ایک اطمینان بھری سانس فضا کے سپرد کرتی اپنے کمرے کی جانب بڑھی۔

ماہ کمرے میں داخل ہوئی تو تانیہ کو اندر سے دروازہ بجاتا ہوا پایا۔
جو وہ احتیاط باہر سے بند کر گئی تھی۔

ماہ نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو تانیہ باہر آتی حیرانی سے اسے دیکھنے لگیں۔جو نجانے کیا کرنا چاہ رہی تھی۔

اب بتاؤ کیوں بند کیا تھا تم نے مجھے۔"تانیہ نے کڑے تیوروں سے" استفسار کیا۔

وہ اماں سائیں بہت غصّہ میں اس طرف آرہی تھیں۔میں نہیں چاہتی تھی" آپ ان کہ سامنے اؤ۔اور آج تو کوئی بھی گھر نہیں ہے،اگر اس دن کی طرح ماں سائیں کچھ کرتیں تو پھر میں کیا کرتی۔"ماہ نے بیچارگی سے بتاتے معصوم سی شکل بنا کر اطلاح دی۔۔۔

کیا! تم نے اس لئے مجھے واش روم میں بند کیا تھا۔" ماہ کے بتاتے ہی تانیہ" کا منہ حیرات کی زیادتی سے کھول گیا تھا۔

جی! اسی لئے کیا تھا۔" ماہ اسے خود کو گھورتا دیکھ ہلکے سے منمنائی۔"

تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔" تانیہ نے برہمی سے سے اسے ڈپٹا۔"

آپ یہ سب چھوڑیں، میں بھائی کا نمبر ملا کر دے رہی ہوں۔ ان سے" بات کر لیں۔ وہ آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔" ماہ نے اس کا غصّہ نظر انداز کر آریان کی کچھ دیر پہلے آئی کال کہ یاد آنے پر اس کہ ہاتھوں میں موبائل تھمایا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

مجھ سے کیا بات کرنی ہے۔"تانیہ نے موبائل پر شو ہوتے نمبر کو دیکھ "
حیرانی سے سوال کیا۔

اب یہ تو وہی بتا سکتے، آپ بات کریں جب تک میں اماں سائیں کا غصّہ "
ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔"حویلی میں ہونے والی کروائیوں سے
بیچاری ماہ گھبرا کر رہ گئی تھی۔

تانیہ کا ہاتھ تھپتھپا کر ماہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ابھی تانیہ نمبر ڈائل
کرنے ہی لگی تھی کہ دوسری جانب سے آریان کی کال انے لگی جسے اس
نے جلدی سے رسیو کر کان سے لگا یا۔

ہیلو!۔۔۔

ارمان اور شعیب صاحب کے دفتر پر روانگی کہ بعد فاریہ بہت کچھ سوچ سمجھ کر نور کہ کمرے میں داخل ہوئیں۔نور پچھلے ہفتے سے اس گھر میں رہائش پذیر تھی۔لیکن فاریہ ایک دو بار ہی اسکی خیریت دریافت کرنے اس طرف آئی تھیں۔

نورالعین کیسی ہو بیٹا آپ۔"فاریہ نے بیڈ پر اس کہ نزدیک ہی بیٹھ کر" خوش گوار لہجے میں پوچھا۔

میں ٹھیک ہوں پھپھو آپ کیسی ہیں۔"نور کو ان کہ نرم لہجے پر خوش گوار" حیرت ہوئی تھی۔

"میں بلکل ٹھیک ہوں، آپ کو کس نے بتایا میں آپ کی پھپھوں ہوں۔" فاریہ نے اپنے سامنے بیٹھی خوبصورت سی من موہنی سی صورت والی لڑکی کو دیکھ اشتیاق سے پوچھا۔

گھر میں تو کسی نے نہیں پر آریان بھائی اکثر اکیلے میں آپ کا ذکر کرتے تھے۔" نور نے مسکرا کر ان کہ علم میں اضافہ کیا۔

اچھا! آریان کو میں یاد تھی۔" فاریہ کو یہ جان کر خوشی ہوئی تھی۔"

اور کبھی کسی نے کیا میرا ذکر۔" فاریہ نے کسی امید کے تحت پوچھا۔ان" کہ لہجے میں ایک آس تھی۔

نہیں! پتہ نہیں کیوں آپ کہ ذکر پر تائی اور اماں سائیں غصّہ کرتی تھیں۔"اپنے گھر والوں کو یاد کر اسکا لہجہ افسردہ ہو گیا۔

فاریہ کو لگا تھا گزرے وقت میں کچھ تو تبدیلی آئی ہو گی۔اتنے سالوں میں کوئی تو نرم گوشہ ضرور بیدار ہوا ہو گا۔ کبھی تو ان کی یاد تو آئی ہو گی۔پر نور کی صاف گوئی نے جیسے ان ایک آخری امید بھی توڑ دی تھی۔

آپ ہمارے گھر کیوں نہیں آتی۔سب گھر والے آپ سے اتنے خفا کیوں ہے۔"دماغ میں کلبلاتا سوال بل اخر نور ک زبان پر آ ہی گیا تھا۔

تمھیں نہیں معلوم۔"نور کی لاعلمی کے اظہار پر فاریہ نے چونک کر پوچھا۔

نہیں! ہمیں تو گھر کہ فیصلوں میں نا تو بولنے کی اجازت ہے اور نا ہی دخل" اندازی کرنے کی۔ ہمیں تو بس حکم دیا جاتا ہے۔"نور نے منہ لٹکا کر اپنی حیثیت سے اگاہ کیا۔

پلوں کے نیچے سے اتنا پانی بہ گیا۔دنیا بدل گئی۔ مگر نہیں بدلے تو ریاض ملک کی حویلی کے لوگ جن کی سوچ آج بھی اتنی ہی پستی میں ڈوبی ہوئی ہے۔ جتنی کہ اج سے کئی سال پہلے تھی۔"فاریہ نے دکھ سے گزرے وقت کو یاد کر حویلی والوں کے برتاؤ پر افسوس کیا۔جو آج ہی اپنی دیڑ ایٹھ کی مسجد بنائے بیٹھے تھے۔۔۔

خیر چھوڑوں یہ سب، جب تمہارے گھر والوں نے ہی تمھیں نہیں بتایا" حقیقت سے دور رکھا ہوا ہے، تو اب جان کر کیا کرو گی۔"انہوں نے سر

جھٹک کر افسردگی سے کہتے اسے اس موضوع سے ہٹنا چاہ۔ انہیں اندازہ ہو گیا تھا وہ یقیناً گل کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتی ہو گی۔

جبکہ نوران سے کوئی بحث کرنے کے بجائے خاموش سی ہو گئی۔ نور نے دل ہی دل میں خدا کا شکر کیا تھا کہ یہاں کسی کا بھی رو یہ اس کہ ساتھ اتنا تلخ نہیں تھا جتنا کہ انکا تانیہ کے ساتھ تھا۔

فاریہ اپنے فارغ وقت کا فائدہ اٹھاتیں اس سے تانیہ کے خیریت بابت پ استفسار کرنے لگیں۔ جس پر نور نے شرمندگی سے سر جھکا کر اسکی خیریت کی اطلاح دی۔ فاریہ نور کی زبانی اتنے ماہ بعد اپنی بیٹی کی خیریت جان کر مطمئیں سی ہوتی اس کہ ساتھ باتوں میں مصروف ہو گئیں۔

ہیلو! ماہ نور۔ دوسری جانب سے آریان کی گھمبیر مردانہ آواز ابھری تھی۔

تانیہ بات کر رہی ہوں۔" اسنے آہستہ آواز میں اسکی تصیح کی۔"

اوہ سوری میں سمجھا ماہ ہے۔" اپنے آفس میں بیٹھا آریان کسی فائل کی نظر" ثانی کرتا دوسری جانب سے ابھرتی آواز سن ٹھٹھک کر متوجہ ہوا۔

جی بلکل سہی سمجھا آپ نے، یہ اسی کا فون ہے کچھ دیر پہلے ہی وہ مجھے دے" کر باہر گئی ہے۔"

تانیہ اسکی معذرت خواہ لہجے پر اس کہ علم میں اضافہ کرتی قدم قدم چلتی کھڑکی کی جانب اکر کھڑی ہو گئی۔۔

ہاں! میں نے ہی بولا تھا ایکچولی مجھے کچھ بات کرنی تھی تم سے۔"آریان" نے پریشانی سے ماتھ سہلاتے کہا۔تانیہ کو اس کہ لہجے میں پریشانی صاف محسوس ہوئی تھی۔

جی کہیں میں سن رہی ہوں۔"کھڑکی کے پار دور تک پھیلی حویلی پر نظر" ڈور اکر تانیہ نے اسے بولنے کی اجازت دی۔

تم ٹھیک ہو، میرا مطلب ہے۔میرے انے کے بعد کوئی مسلہ تو نہیں" ہوا۔"آریان نے تجسس بھرے لہجے میں جیسے کچھ جاننا چاہا تھا۔

جی میں بلکل ٹھیک ہوں، کچھ نہیں ہوا یہاں اب تک، سب بہتر ہے" ۔"تانیہ نے اس کہ لہجے کی بیچینی محسوس کر بتانا چاہا کہ اس کہ جانے کے

بعد اسکی ماں نے اس کا کیا حال کیا تھا۔لیکن ماہ نور کی منت یاد آتے ہی وہ کچھ بتانے کا ارادہ ترک کرتی نارمل سے لہجے میں بولی۔

چلو شکر!! یہ تو اچھی بات ہے۔"آریان نے ایک تھکن بھری سانس" خارج کر سکون کی اہ بھری۔وہ سب گھر والوں سے وقت فوقتاً حویلی کی خبر لیتا رہتا تھا۔اسے بڑی سرکار کی جانب سے اتنی خاموشی کی توقع ہر گز نہیں تھی۔تانیہ کی بشاش آواز سن اطمینان سا آگیا تھا۔

خیر مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی تھی۔جس دن ازلان نے تمھیں" اغواہ کیا تھا۔کیا اس دن کوئی اور بھی اس گاڑی میں موجود تھا۔"آریان کہ سوال پر تانیہ چونک کر سیدھی ہوئی۔

نہیں تو صرف وہی تھا اور اسکا وہ دوست اور تو کوئی تیسرا نہیں تھا۔"تانیہ" نے سہی سے سوچ کر جواب دیا۔

سہی سے سوچ کر بتاؤ،اس دن یا پھر جس دن ازلان پر گولی چلی تھی اس" دن۔"آریان نے ذرا جھنجھلا کر کہا۔۔

نہیں کوئی بھی نہیں تھا،ہاں یاد آیا جس دن ازلان پر گولی چلی تھی۔ان کہ" علاوہ ان کہ ہمراایک الگ گاڑی میں دو سے تین گارڈز بھی موجود تھے۔"تانیہ نے بہت سوچ بچار کے بعد یک دم دماغ میں جھماکہ ہونے کہ باعث یاد کر کہ کہا۔

کیا! کون سے گارڈز۔۔"تانیہ کہ اس انکشاف پر آریان کو جھٹکا لگا" تھا۔کیوں کہ کشمیر جاتے وقت ازلان حویلی کے کسی بھی گارڈ کو اپنے ہمرا لینے سے انکار کر چکا تھا۔تو وہاں کون سے گارڈز ا گئے تھے۔

مجھے کیا معلوم کون سے گارڈز! ویسے ہوا کیا ہے۔آپ یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں۔"تانیہ نے بے نیازی سے لاعلمی کا اظہار کرتے تفشیشی انداز میں دریافت کیا۔

اچھا تم فون رکھو، میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں۔اپنا خیال رکھنا اور" ہاں کمرے سے باہر مت نکلنا۔جو کچھ بھی چاہیئے ہو ماہ کو بولنا وہ فراہم کر دے گی۔"اپنی دکھتی کنپٹیوں کو ہاتھ سے مسلتے عجلت بھرے انداز میں ہدایت کرتا بغیر تانیہ کی کچھ بھی سنئے کال کٹ کر گیا۔

تانیہ نے ذرا حیرانی سے موبائل کان سے ہٹا کر دیکھا تھا۔جو بس اپنی اپنی بول کر فون رکھ چکا تھا۔تانیہ بھی لاپرواہی سے کندھے اچکاتی کھڑکی کے پردے برابر کرتی بیڈ پر پیر پسار کر بیٹھ گئی۔

جبکہ دوسری جانب آریان اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔اسے جب یہ لگتا تھا کہ اب معاملہ سلجھنے والا ہے۔جبھی کوئی ایسا ثبوت ہاتھ لگ جاتا تھا کہ معاملہ سلجھنے کے بجائے مزید الجھ کر رہ جاتا تھا۔۔۔

شمشیر ملک عائشہ بیگم کے ہمراہ اس وقت بڑی سرکار کے سامنے موجود تھے۔بڑی سرکار اپنے وہی کروفر سے جھولے پر براجمان ناپسندیدہ

نظروں سے عائشہ بیگم کو گھور رہی تھیں۔ جبکہ وقار اور شاکر اہ خاموش اس کروائی کا حصّہ تھے۔

"پوچھوں اپنی بیوی سے کل کیا سوچ کر اس نے مجھ سے اتنی بدتمیزی کرنے کی جرات کی تھی۔"

حویلی کے دوسرے حصّہ میں بڑے سے ہال میں موت کا سا سناٹہ تھا۔

جبھی بڑی سرکار کی پاٹ دار ہال کمرے میں آواز گونجی تھی۔۔۔

"اماں سرکار، میں پہلے ہی پوچھ چکا ہے۔بس کل بیٹے کی غم میں پگل ہو کر وہ سب بول گئی یہ۔"شمشیر نے بیزاری سے اس صورتحال سے عاجز آکر معملہ رافا دفع کرنا چاہا۔

بیٹے کے غم میں تمہاری بیوی میرے عزت مرتبہ کیا سب کچھ بھول گئی " تھی۔" شمشیر کہ ٹھنڈے تاثرات انہیں ایک آنکھ نہیں بھائے تھے۔

معاف کر دیں اماں سرکار، غلطی ہو گئی اس ناعقل سے۔" شمشیر نے " سامنے چہرے پر ناگواری سجائے بیٹھی عائشہ کو ایک غصّہ بھری نگاہ سے نوازتے کہا۔

معاف کر دوں، اس نے اس گاؤں کی بڑی سرکار سے بد تمیزی کرنے کی " غلطی کی ہے۔ اسکی معافی نہیں سزا ہوتی ہے۔" بڑی سرکار نے عائشہ کو غصّہ سے گھور کر جلالی انداز میں کہا۔

کیوں بات کو بڑھا رہی ہیں اماں سرکار، گھر کی بات گھر میں رہے تو بہتر "
ہے۔پگل ہو گئی تھی کل بیٹے کی محبّت میں۔اسی لئے اتنا کچھ بول
گئی۔"شمشیر ملک نے لہجے کی بیزاری چھپاتے ناگواری سے کہا۔

بات میں بڑھا رہی ہوں، اپنی بیوی سے کہو یا تو مجھ سے پیروں میں بیٹھ کہ "
معافی مانگے یا پھر میری شان میں گستاخی کرنے کی سزا بھگتنے کہ لئے تیار
ہو جائے۔"بڑی سرکار کہ تنفر سے بولنے پر شاکرہ اور وقار نے ایک نظر
ایک دوسرے کو دیکھ خاموشی میں ہی آفیت جانی۔یہاں حمدادری کرنے
سے یہ سزا ان کہ حصّہ میں بھی اسکتی تھی۔۔

کیا ہو گیا ہے اماں سرکار آپ کو، اس لڑکی کی وجہ سے آپ یہ سلوک "
. کریں گی اس کہ ساتھ۔"شمشیر غصّہ میں ہتے سے اکھڑ گئے تھے

یہ کسی لڑکی کی وجہ سے نہیں، یہ مجھ سے زبان درازی کرنے کی سزا" ..ہے۔" بڑی سرکاران سے زیادہ تیز آواز میں دھاڑی تھیں

توکہ تورہاہوں اماں سرکار، غلطی ہوگئی اس سے اور رہی بات معافی کی تو" یہ ابھی آپ سے اپنے کیئے کی معافی مانگے گی۔ لیکن پیروں میں بیٹھ کر نہیں۔ مت بھولیں اس حویلی کی بڑی بہو ہے یہ۔" شمشیر ملک سخت لہجے میں بولتے اس حویلی میں عائشہ کا عہدہ بھی باور کرواگئے تھے۔۔

تم اٹھو، فورا معافی مانگوں اماں سرکار سے اور خبردار جو تم نے آئندہ ماں" سے بدتمیزی کرنے کی جرات بھی کی تو۔ زبان حلق سے کھینچ لونگا۔" شمشیر بڑی سرکار کہ بعد اکڑ کر بیٹھی عائشہ کو بھی اچھی خاصی جھاڑ پلاگئے تھے۔ جبکہ عائشہ ایک لمحے کو سہم کر یونہی ڈٹ کر بیٹھی رہیں تھیں۔

اٹھو جلدی، سمجھ نہیں آرہی میری بات۔" عائشہ کہ ڈھیٹ پن پر وہ غصّہ " سے دھاڑے تو وہ فوراً اچھل کر کھڑی ہوئیں تھیں۔ جبکہ بڑی سرکار شمشیر کو عائشہ پر برھم ہوتا دیکھ مطمیں سی ہوتی خاموش ہو گئ تھی۔

عائشہ ناچاہتے ہوئے بھی آہستہ سے قدم اٹھاتیں احتراماً بڑی سرکار کہ گھنٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھولے کے پاس نزدیک ہی بیٹھیں۔ !

اماں سرکار معاف کردیں مجھے، آپ میری ماں کی جگہ ہیں مجھ سے غلطی " ہوگئی۔ آئندہ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔" عائشہ کہ معذرت خواہ لہجے میں ناگواری واضح تھی۔ جو بڑی سرکار کو بہت بری طرح سے چبھی تھی۔

بڑی سرکار نے بنا کچھ کہے اپنے گھٹنوں پر دھرے ہاتھ ناگواری سے پرے کیئے۔ جس کا مطلب صاف تھا۔ سزا نہیں دی تھی مگر اتنی آسانی سے معاف بھی نہیں ملے گی۔

"اٹھو اور کمرے میں جاؤ فورا۔ دماغ خراب کر کہ رکھ دیا ہے۔ باہر کہ مسلے مسائل دیکھو۔ یہاں اؤ تو گھر کہ جھمیلے ہی نہیں ختم ہو رہے ہے. آئندہ اتنی عجلت میں بلانے کی ضرورت نہیں اماں سرکار۔ گھر کہ مسائل آپ خود گھر کی چار دیواری میں ہی حل کریں۔" شمشیر ملک شانوں پر پڑی چادر کو دوسری سمت ڈالتے غصّہ میں پھنکارے۔ بڑی سرکار کا پیغام ملتے ہی کل فوری حویلی پہنچے تھے۔ اور یہاں اکر پتہ چلا کہ یہاں تو الگ ہی پنچایت لگی ہوئی تھی۔۔

تمہاری بیوی ہی اوقات سے باہر ہو رہی تھی۔اس کو تمہاری لگا میں ڈالنا" ضروری تھا۔فکر نہیں کرو جلد سب ٹھیک ہو جاے گا۔" بڑی سرکار نے اطمیان سے جھولے سے پشت ٹکا کر آرام سے کہا۔

وقار تم چل رہے ہو شہر یا ابھی حویلی میں آرام ہی کرو گئے۔" بڑی سرکار" کو نظرانداز کر شمشیر ملک سیدھا وقار سے مخاطب ہوئے۔

نہیں میں ضیغم کہ ساتھ ایک دو دن میں آجاؤں گا۔کوئی مسلہ تو نہیں" ہے۔" وقار نے انکار کرتے سرسری سے انداز میں پوچھا۔

ہاں سب ٹھیک ہے، چلو تم آرام سے آجانا میں نکلتا ہوں۔کچھ ضروری" میٹنگس ہیں میری۔" شمشیر ملک انہیں پارٹی میٹنگز کہ بابت آگاہی دیتے اپنے کمرے کی جانب بڑھے۔

کمرے میں داخل ہوئے تو سامنے ہی عائشہ کو کمرے میں غصّہ میں ادھر سے ادھر مارچ کرتا ہوا پایا۔

"کیوں تھک رہی ہو، بیٹھ جاؤ آرام سے۔" اپنے ضروری کاغذ الماری سے نکالتے شمشیر نے انہیں ناغصّہ میں ٹہلتا دیکھ کہا۔

"اتنی بے عزتی کے بعد بھی آرام سے بیٹھ جاؤں۔" عائشہ کا غصّہ ہونز قائم تھا۔

ہاں! تو اب کیا میں تمہاری خاطر اماں سرکار سے لڑنے بیٹھ جاتا۔اور جب تمھیں منع کیا تھا کہ ابھی اپنا منہ بندہ رکھوں، تو کیوں اتنی بکواس کی تم نے۔"شمشیر نے غصّہ سے گھور کر جھاڑا۔وہ اپنی ماں کو اچھے سے جانتے تھے جب تک وہ عائشہ کو نا جھڑکتے انہوں نے یونہی عدالت سجا کر بیٹھے رہنا تھا۔

"میرا بچا بھی چلا گیا اور میں ہی خاموش ہو جاؤ۔"عائشہ ناگواری سے بڑبڑاتی ان کہ بگڑے تیور دیکھ خاموش ہو گئی۔

"کچھ دن صبر کر لو، ذرا معملہ ٹھنڈا ہونے دو، پھر میں خود سب کو دیکھ لونگا۔وہ میرا بیٹا تھا شمشیر ملک کا اتنی آسانی سے نہیں چھوڑو گا۔"شمشیر کہ لہجے میں انتہائی نفرت کہ ساتھ غرور بول رہا تھا۔

آریان کہاں غائب ہے۔" شمشیر ملک کا غصّہ بڑھتا دیکھ عائشہ نے موضوع تبدیل کیا۔

"وہیں ہے بد بخت شہر میں، اپنے اسی بزنس میں گم ہے۔" بیٹے کہ ذکر پر شمشیر کا غصّہ ایک بار پھر عود آیا، جو کسی صورت سیاست میں دلچسپی لینے کو تیار نہیں تھا۔

"میں سوچ رہی تھی۔میں آریان کہ لئے کوئی لڑکی دیکھتی ہوں۔ماہ نور کی شادی کہ ساتھ اب آریان کی بھی شادی کر دینی چاہیئے۔اسکی بھی عمر ہو گئی ہے۔وہ اس حویلی کا سب سے بڑا پوتا ہے۔اماں سرکار تو شاید میرے بیٹے کو اپنی بیٹی کی اس منحوس بیٹی کے پلے باندھنا چاہ رہی ہیں۔" عائشہ نے اپنے ذہن میں کئی دنوں سے چلتی سوچ کا اظہار کرتے نخوت سے کہا۔

ہاں! سہی کہ رہی ہو۔ بس جلد از جلد ڈھونڈو پھر کوئی پڑھی لکھی لڑکی" ۔"شمشیر کو انکا فیصلہ پسند آیا تھا۔

بس ٹھیک ہے میں آج ہی باجی سے شمائلہ کہ لئے بات کرتی" ہوں۔ آریان کہ لئے اس منحوس سے کئی گنا زیادہ اچھی اپنی بھانجی لی کر آونگی۔ تاکہ اریان کہ سر سے اس کی ھمدردی کا بھوت بھی اتر جائے۔ "عائشہ کہ ذہن میں فوراً اپنی بہن کی بیٹی کا خیال آیا تھا۔ جیسے اب وہ عملی جامہ پہنانے کی متمنی تھیں۔

ہاں! جو بھی کرنا ہے بس جلدی کرو۔ اب میں مزید کسی قسم کا کوئی بھی" جھگڑا نہیں مانگتا اس حویلی میں، خیر میں جا رہا ہوں۔ ایک دو دن میں واپسی ہو گی پھر تفصیل سے بات کریں گے اس موضوع پر بھی۔ "شمشیر ملک عجلت میں بولتے اپنی فائلز اٹھاتے لمبے لمبے ڈگ بھرتے کمرے سے باہر

نکل گئے۔ جبکہ عائشہ اپنے آگے کی لائحہ عمل کی منصوبہ بندی کرنے میں مصروف ہو گئی تھیں۔

انہیں اب بس کسی بھی طرح سے تانیہ نام کا کانٹا آریان کی زندگی سے باہر نکالنا تھا جو کسی جوک کی طرح چمٹ کر رہ گئی تھی۔ وہ ایک وانی تھی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس کو اسکی اوقات میں کیسے رکھنا ہے وہ بہت اچھ سے سوچ چکی تھیں۔ پہلے ہی انہیں تانیہ کو لیکر بہت سے خدشے لاحق ہو گئے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ سارے خدشات حقیقت کا روپ دھار کر ان کہ سامنے آکر کھڑے ہو جاتے ان کا کوئی نا کوئی انتظام کرنا ضروری تھا۔۔

Zubi Novels Zone

اس وقت شام کہ سات بج رہے تھے۔تانیہ اور ماہ اس وقت دونوں ہی اپنے کمرے میں موجود تھیں۔ماہ موبائل میں مصروف تھی۔جبکہ تانیہ اپنا ٹائم پاس کرنے کی خاطر کتابون کا مطلع کرنے میں مصروف تھی۔جن میں کئی تو ماہ کہ کورس سے ریلیٹڈ بکس تھیں یا زیادہ تر اردو اور انگلش نوولز تھے۔

ماہ نور بات سنو!"تانیہ کچھ سوچ کر کتاب بند کرتی اس کہ پاس آئی" ۔پاس بیٹھ کر مسکرا کر مخاطب کیا۔

جی!بھابھی بولیں۔"ماہ نے سوالیہ انداز میں دیکھتے اجازت دی۔"

یہ رات کو کتے بھونکنے کی آوازیں کہاں سے آتی ہیں۔کیا یہاں حویلی کا" پہرا دینے کہ لئے کتے پالے ہوئے ہیں۔"تانیہ نے بہت چالاکی سے سوال کیا تھا۔

کتوں کہ بھونکنے کی؟ نہیں آپ کو کو غلط فہمی ہوئی ہو گی۔ حویلی میں تو چوکیداری کہ لئے بھی کتے رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ بڑی سرکار کہتی ہیں۔ جس گھر میں یہ نجز جانور ہوتا ہے۔اس گھر سے فرشتے چالیس قدم دور ہو جاتے ہیں۔" ماہ ٹھری سدا کی معصوم، تانیہ کی چالاکی سمجھے بغیر ہی اسکی معلومات میں اضافہ کرتی اس کہ پتے کی بات بتا گئی۔

اوہ، یہ تو بلکل سہی کہتی ہیں تمہاری بڑی سرکار۔ چلو کچھ تو معلوم ہے" انہیں۔اور مجھے شاید نیند میں غلط فہمی ہو گئی ہو گی۔"تانیہ معملہ فہمی سے کام لیتی اپنی ہی بات کی نفی کر گئی۔ جبکہ ماہ نے محض مسکرانے پر اتفاق کیا۔

چلو تم بیٹھو، میں ذرا کچن سے پانی کا جگ بھر کر لاتی ہوں۔تانیہ نے سائیڈ ٹیبل سے پانی کہ جگ کے ساتھ رکھی پڑیا اٹھا کر کہا۔

ارے آپ کیوں، آپ بیٹھیں میں بھر لا آتی ہوں۔"ماہ نے کھڑے ہو کر اس کہ ہاتھ سے جگ لینا چاہا۔

نہیں نہیں، تم بیٹھو میں لیکر آتی ہوں۔"تانیہ نے اسکی زبردستی نظرانداز کر اپنے قدم باہر کو بڑھائے۔ماہ لب کاٹتی اسے جاتا دیکھ سر جھٹک گئی۔ صبح کہ بعد کم از کم اماں سائیں اب انہیں مخاطب نہیں کریں گی۔ یہ سوچ اتے ہی ماہ مطمئیں سی واپس بیٹھ گئی۔

ڈائنگ ٹیبل پر شعیب مالک اور فاریہ کہ ساتھ آج نور کا بھی اضافہ ہو چکا تھا۔رات کا کھانا اس وقت کافی خاموشی سے کھایا جا رہا تھا۔نور نے چاولوں

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

کی پلیٹ میں چمچہ گھماتے ایک نظر اٹھا کر خاموشی سی کھانا کھاتے شعیب اور فاریہ کو دیکھا اور پھر نظریں جھکا گئی۔

کیا ہوا بیٹا کچھ چاہیے۔"فاریہ اسکا جھجھکنا نوٹ کر چکی تھیں۔"

نہیں شکریہ! میں خود لے لونگی۔"نور نے سہولت سے مسکرا کر انکار" کیا۔

بیٹا گھبراؤ نہیں۔ تمہارا اپنا گھر ہے بے جھجک ہو کر کھاؤ۔"شعیب" صاحب نے مسکرا کر اسکی حوصلہ افزائی کی۔ نور نے ذرا چونک کر گھر کہ جانب دیکھا تھا۔ جو آج kit آرام داہ کپڑوں میں ملبوس شعیب صاحب پہلی بار اس سے مخاطب ہوئے تھے۔

ان کے نرم لہجہ پر نور مسرور سی مسکرائی تھی۔نور کو ان کہ اتنے نرم لہجے کی توقع ہر گز نہیں تھی۔اس روز ارمان کو ڈانٹتے سخت گیر شعیب صاحب اس وقت بلکل الگ ہی روپ میں موجود تھے۔

السلام علیکم !"ڈائنگ ٹیبل کے قریب اتے ارمان نے بلند آواز میں سلام" کیا تھا .

وعلیکم اسلام ! کہاں سے ارہے ہو۔"فاریہ نے جواب دیتے استفسار" کیا۔جب کہ شعیب صاحب اپنی ناراضگی برقرار رکھے دل میں جواب دیتے اپنی پلیٹ پر ہی جھکے رہے۔

دوستوں کہ ساتھ تھا۔"ارمان کی گھورتی نظریں سامنے بیٹھی نور پر ہی" تھیں۔جو سر جھکائے خود کو کھانا کھانے میں مصروف ساد کھارہی تھی۔جبکہ وہ اس کہ ہاتھوں کی لرزش صاف محسوس کر سکتا تھا۔

دوستوں کا ساتھ چھوڑو،اور اب ذرا گھر پر بھی دھیان دو۔۔"فاریہ نے" اس کو نور کو گھورنے پر آنکھیں دکھائیں تھیں۔جیسے وہ بے نیازی نظر انداز کر گیا۔

میں اسٹڈی میں ہوں،کوفی لیکر وہیں آجایئے گا۔"کھانے کی میز سے" اٹھتے شعیب صاحب انہیں ہدایت کرتے وہاں سے نکلتے چلے گئے۔ارمان انکی ناراضگی بہت اچھے سے سمجھ رہا تھا۔لیکن فلحال وہ ابھی صرف سامنے خود کو مگن ظاہر کرتی نور کو گھور رہا تھا۔جو بڑے استحاق سے انکے فرد کی جگہ لینے کی کوشش کر رہی تھی۔

ناراض ہیں تم سے، معافی مانگ لوں۔" فاریہ نے اسکی بے نیازی دیکھ جتا کر یاد کروایا۔

جانتا ہوں کیوں ناراض ہیں۔ مانگ لونگا معافی بھی۔" نور کو دیکھ نا جانے اسے کس بات پر اتنا غصّہ آرہا تھا۔

خیر اؤ بیٹا! بیٹھو کھانا کھاؤ تم بھی ہمارے ساتھ۔" فاریہ نے دونوں جانب سے ناراضگی محسوس کر مزید کچھ بھی کہے بنا ارمان کو رات کے کھانے کی پیش کش کی۔۔

میں باہر سے کھا کر آیا ہوں، آپ کریں دشمنوں کی خاطر داریاں۔ انواع" اقسام کہ کھانے کھلائیں دشمنوں کی اولاد کو، وہاں آپ کی بیٹی کو سہی سے دو

وقت کی روٹی بھی میسر نہیں ہے۔" ارمان نور پر ایک غصّہ بھری نگاہ ڈالتا نفرت امیز لہجے میں بولتا واک اوٹ کر گیا۔

فاریہ تو اس کہ لفظوں پر ہقا بقا سی اسکی پشت تکتی رہ گئیں۔ جبکہ کھانا کھاتی نور کو ایسا لگا تھا جیسے کسی نے سرے بازار تھپڑ مار دیا ہو۔ حلق سے نوالہ اتارنا مشکل ہو گیا تھا۔ فاریہ بیگم نے حیران پریشان نظروں سے اس کی جانب دیکھا نوران کی نظروں سے خائف سی آنکھیں چراتی شرمندگی سے نظریں جھکا گئی۔

ارمان کیا کہ رہا تھا، تانیہ کو کھانا۔۔۔" فاریہ کو اپنے گھر والوں سے اس" قسم کی سنگدلی کی امید نہیں تھی۔

وہ دادی سرکار۔۔۔" نور سے شرمندگی کہ مارے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔"

اپنے کمرے میں جاؤ۔" فاریہ چاہ کر بھی اس سے سخت لہجے میں بات نہیں کر سکی تھیں۔ یا یوں کہنا زیادہ بہتر رہے گا کہ وہ بے یقین تھیں۔

ان کا حکم ملتے ہی نور وہاں سے ایسے غائب ہوئی۔ جیسے گھدے کے سر سے سینگ۔ وہ تو پہلے ہی وہاں سے بھاگنے کے لئے پر طول رہی تھی۔۔

جبکہ فاریہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھی وہ جانتی تھیں کہ وہاں تانیہ کے ساتھ کچھ خاص اچھا سلوک نہیں ہوتا لیکن اس حد تک بے رخی۔ جبکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ وہ لڑکی کوئی غیر نہیں انکی بیٹی کی اولاد ہے۔۔

سورج کی جاتی کرنوں نے بھی رخصت لی تو سیاہی مائل رات نے پورے گاؤں کو اپنی لیپٹ میں لے لیا۔ حویلی میں مکین تمام افراد رات کے کھانے سے فارغ ہو کر اپنے کمروں میں آرام کی غرض سے چلے گئے تھے۔ حویلی والے اپنی عادات کے مطابق مغرب کے بعد رات کا کھانا کھا کر عیشا پڑھ کر فوری سونے کہ عادی تھے۔۔

ماہنور اور نورالعین جب پڑھائی کی غرض سے شہر میں رہی تھیں۔ ان کی رات جلدی سونے کی عادت ختم ہو گئی تھی۔ وہ رات دیر تک کمرے میں جاگتی رہتی تھیں۔ یہ عادت حویلی انے کہ بعد ہی یونہی برقرار رہی۔ یہی حال تانیہ کہ ساتھ تھا۔ دونوں رات دیر تک جاگتی تھیں۔ آج ماہ کو جلدی سلانے کی غرض سے تانیہ اس کہ دودھ میں نیند کی گولیاں ملا کر دے چکی تھی۔ اس وقت سبھی لوگ اپنے اپنے کمروں میں موجود خواب و خرگوش کہ مزے لوٹنے میں مصروف تھے۔

رات کہ گیارہ بج رہے تھے، تاریکی میں ڈوبی حویلی میں سناٹہ پڑا ہوا تھا۔ حویلی میں چھائے نیم اندھیرے سے نظریں چراتی تانیہ آہستہ سے قدم اٹھاتی بڑی سرکار کہ کمرے میں داخل ہوئی۔ جو خلافِ توقع جاگ رہی تھیں۔۔۔

"زمانی اچھا ہوا تو آگئی، مجھے ذرا پانی کہ ساتھ کوئی سر درد کی گولی ہی دے۔ سر درد سے پھٹا جارہا ہے۔۔" کمرے میں اندھیرا ہونے کہ باعث بڑی سرکار تانیہ کو دیکھ نا سکی۔ اپنی رو میں بولتی وہ مسلسل اپنا سر دبا رہی تھیں۔۔

اوہ زمانی مر گئی ہے کیا۔" وہ زمانی کا گماں کرتی ہونز خاموشی محسوس کر" تڑاخ کر بولیں۔

زمانی نہیں،"میں ہوں تانیہ۔"تانیہ نے بورڈ پر ہاتھ مار کر کمرے میں" لائٹ جلائی جس سے پورے کمرے میں روشنی پھیل گئی،پھر قدم بڑھاتی ان کی مصہری کی جانب آئی۔

تم،لڑکی تم یہاں کیسے آئی۔"بڑی سرکار حیرانی سے بولتی اٹھنے کی" کوشش کرنے لگیں۔لیکن بڑھتی عمر نے انہیں اس چیز کی ہر گز اجازت نا دی۔

میں خود بالنفس نفیس آئی ہوں آج آپ سے ملاقات کرنے۔"تانیہ ان" کہ سر پر کھڑی طنزیہ بولی۔۔

Zubi Novels Zone

تمہاری جرات کیسے ہوئی میری بغیر اجازت میرے کمرے میں داخل" ہونے کی۔" بڑی سرکار دکھتے سر کو دباتی اپنا اشتعال دبا کر اسکا گستاخ امیز انداز نظر انداز کر بولیں۔

میں نے بلکل ویسے ہی یہاں انے کی جرآت کی، جس طرح کل آپ کی" بڑی بہو کی ہوئی تھی، آپ سے بد تمیزی کرنے کی۔"تانیہ کا لہجہ مذاق اڑاتا تھا۔

لڑکی۔۔۔" بڑی سرکار نے غصّہ میں اٹھنے کی کوشش کی۔"

ارے ارے لیٹی رہیں بڑی سرکار، آپ کی بوڑھی ہڈیوں میں اب اتنا دم" خم نہیں ہے۔ کہ یوں غصّہ کریں۔" انہیں اٹھنے کی کوشش میں دیکھ تانیہ

نے ناگواری سے بھرپور طنز کیا تھا۔ جبکہ وہ اسکی بات نظرانداز کرپوری ہمّت جوٹاتیں اب اٹھ کر بیٹھ گئیں تھیں۔

اٹھ کر بیٹھنے سے سانس پھول گیا تھا۔ کچھ دیر یونہی پاؤں لٹکا کر بیٹھی اپنی پھولی سانسوں کی روانی درست کرتی رہیں۔

کیا کرنے آئی ہو یہاں۔" انہوں نے نظر اٹھا کر اسے گھورا۔ جو بہت آرام" سے ان کہ سرپر آکھڑی ہوئی تھی۔

آپ کو جان سے مارنے۔ آپ جیسی ظالم عورت اس دنیا سے رخصت ہو" گی۔ جبھی تو میں یہاں سے آزادی مل سکے گی۔" تانیہ قریب رکھا موڑا کھینچ کر اطمینان سے بیٹھ گئی۔

"اپنی حد میں رہو لڑکی، رات ہونے کا ناجائز فائدہ مت اٹھاؤ، ایک لمحہ لگے گا تمہاری سانسیں روکنے میں۔" بڑی سرکار اسے اتنے دھڑلے سے اپنے سامنے بیٹھتے دیکھ غصّہ سے پھنکارتی فطری غرور زدہ لہجے میں بولیں۔

"آپ نوچیں گی میری سانسیں، آپ جیسی بے بس عورت!! جو سہاروں کے بنا خود سے کچھ بھی کرنے سے قاصر ہیں۔" تانیہ نے سر جھٹک کر ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"خاموش ہو جاؤ، گستاخ لڑکی، بہت ڈھیل فراہم کر دی تمھیں، بہت نرمی ہو گئی۔ اب بس ذرا صبح کا اجالا ہونے دو، تمہارا تو میں مستقل بندوبست کرتی ہوں۔" اپنی تذلیل اور اسکا ہنسا انہیں انگاروں پر لوٹا گیا تھا۔

صبح تک آپ زندہ ہو نگی، جبھی تو میرا بندوبست کر سکیں گی بڑی سرکار"
۔"تانیہ نے ہنسی روک کر سرد لہجے میں کہا۔

تمھیں کیا لگتا ہے، تم مجھے مار کر یہاں سے زندہ بھاگ جاؤ گی۔" بڑی"
سرکار اپنے تیئے اس کہ ارادو کا اندازہ لگاتی لطف اٹھاتیں مسکرائی تھیں۔

تانیہ نے ان کی خوش فہمی پر بے ساختہ قہقہہ لگایا۔۔

جانتی ہوں جانتی ہوں، میرے لئے آپ نے خاص طور پر شکاری کتے"
صدر دروازے پر تعینات کروادیے ہیں۔تاکہ اگر میں بھاگنے کی کوشش
بھی کروں تو وہ مجھ چیر پھاڑ کرر کھ دیں۔کیوں یہی بات ہے نا"تانیہ کہ
مسکراتے لہجے میں کہی بات سن وہ چونک اٹھی تھیں۔اس بات کا علم شمشیر
اوران کہ علاوہ کسی کو نہیں تھا۔وہ تو اپنے گھر سے اس ناجز جانور کو کوسوں

دور رکھتیں لیکن شمشیر کی ضد تھی کہ ابھی ارمان حویلی میں گھس آیا ہے کل کو کوئی اور بھی حویلی میں داخل ہونے کی کوشش کر سکتا۔ حالات کا تقاضہ تھا کہ حویلی کی نگرانی کہ لئے اس جانور کی اشد ضرورت تھی۔ گارڈز کا کوئی بھروسہ نہیں تھا۔ وہ دوبارہ بھی غفلت برت سکتے تھے۔

کیا ہوا چونک گئی، آپ بھول رہی ہیں بڑی سرکار!!! میں تین ماہ سے اپ" کی حویلی میں قیام پذیر ہوں میں، اب اتنا پتہ رکھنا بنتا ہے نا۔" تانیہ انہیں چونکتا دیکھ بے تاثر لہجے میں بولتی انہیں لاجواب کر گئی۔

ویسے بھی اس بار میں رات کی تاریکی میں نہیں دن کہ اجالے میں آپ کی" نظروں کہ سامنے سے جانے کا ارادہ رکھتی ہوں۔" تانیہ نے ہاتھ میں پکڑی کاغذ کی پڑیا کو گھمایا۔۔ وہ تو اسکی ہمّت پر عش عش کر اٹھی تھیں۔ آج تو انہیں اس میں وہی تانیہ نظر آئی تھی۔۔ جس سے انکی پہلی ملاقات ہوئی

تھی۔ ہڈ دھرم اور منہ پھٹ۔ جو اتنی دلیری سے رات کہ وقت ان کی ہی حویلی میں ہی بیٹھ کر انہیں دھمکا رہی تھی۔

"یہ تو طے ہے میں یہاں سے جاؤں گی، ضرور جاؤں گی، اور اپ کہ سامنے جاؤں گی۔ آپ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ پہلے میری ماں صرف میری خاطر اپ کہ سامنے بے بس ہو کر جھک گئی تھی۔ لیکن میں بے بس ہو کر گل نہیں بنو گی۔ اب ار یا پار۔" تانیہ ان کہ ہاتھ سے اسٹک دور کرتی اٹل لہجے میں بولی۔ جو شاید ان کا خود پر وار کرنا کا ارادہ بھانپ گئی تھی۔

"یہ تمہاری خام خیالی ہے لڑکی، کہ تم یہاں زندہ سلامت اس حویلی سے قدم نکال سکو گی۔ تم یہاں سے صرف ایک ہی صورت جا سکتی ہو۔ وہ بھی صرف مر کر۔ مردہ۔۔۔"

تانیہ کو لفظوں پر وہی تلملا کر بولتی اس کو اس حویلی کہ اصل اسوق باور کروانا ہر گز نہیں بھولیں تھیں۔

میں جاؤں گی آپ کہ سامنے جاؤں گی وہ بھی زندہ سنا آپ نے۔" تانیہ آج ہارنا نہیں چاہتی تھی۔اس لئے وحشت زدہ لہجے میں چیخ کر بولی۔

تم پاگل ہو گئی ہو لڑکی، میں تمھیں جان سے مار دو نگی، اگر اب تم نے اپنی زبان کھولی تو۔۔" بڑی سرکار کہاں اتنی جلدی ہار ماننے والوں میں سے تھیں۔وہ اس زیادہ تیز ہزدیانی لہجے میں بولیں۔

موت کا کوئی غم نہیں، لیکن اب میری مرنے سے پہلے صرف ایک" خواہش ہے۔اور وہ ہے آپ کو آپ کی فضول سی رسموں سمیت منہ کہ بل گرتا دیکھنا۔آپ کا یہ غرور توڑنا۔میری اولین خواہش بن گئی ہے۔" تانیہ

جگ سے ایک گلاس میں پانی نکال کر ان کہ مزید نزدیک آتی جنونی انداز میں پھنکاری۔ جو غضب ناک تیوروں سے لب بھینچے بہت ضبط سے اسکی گوہر افشائیاں برداشت کر رہی تھیں۔

پتہ ہے میرے ہاتھ میں کیا ہے۔ آپ کو کیسے پتہ ہو گا، چلیں میں بتاتی ہوں۔ آپ کی موت کا پروانہ اور میری جیت "تانیہ نے پیپر پر رکھے سفید پاؤڈر کی جانب اشارہ کرتے فاتحنا نظروں سے دیکھ مسکراتے لہجے میں کہا۔ جبکہ بڑی سرکار اس کا پگل پن نظر انداز کر اپنی درد سے دکھتی کنپٹیوں سے کو تھامتی ذرا پیچھے کو ہوئیں۔

دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا لڑکی، کیا صبح پاگل خانے جانے کا ارادہ رکھتی" ہو۔ دفاع ہو جاؤ میرے کمرے میں سے۔ "رات کہ اس پہر اس کا پاگل

پن دیکھ وہ سلگ کر رہ گئیں تھیں۔جو جان بوجھ کر انہیں تپش دلا رہی تھی۔جب کہ سر درد سے پھٹنے کہ در پر تھا۔

آپ کی صبح ہو گی،جب ہی تو کچھ کر سکیں گی بڑی سرکار۔"تانیہ نے" چلینجنگ انداز میں کہتے عجیب طرح سے قہقاہ لگایا تھا۔

اس قید میں رہ رہ کر تمہارا دماغی توازن ہل گیا ہے۔تمہارا علاج کروانا" پڑے گا۔نکلو میرے کمرے سے،دفاع ہو جاؤ۔"غصّہ،اشتعال،سر درد ،اس کا پگل پن،جنونی اندازرات کی تاریکی انہیں حواس باختہ کر گیا تھا۔۔

مت تھکایں خود کو بڑی سرکار،اپکی چیخ وپکار سن کر کوئی نہیں ائیگا آپ کو" بچانے،یہاں سب یہی چاہتے ہیں کہ آپ ان کی زندگیوں سے دور ہو جایں۔"تانیہ نے تلخی سے بولتے انہیں حقیقت کا ائینہ دکھایا تھا۔

تم مجھے پاگل سمجھتی ہو لڑکی، یہ میری اولادیں ہیں۔ میرے حکم کی تابع " میری اجازت کہ بغیر یہ اس حویلی میں پتہ بھی نہیں ہلا سکتے۔ "ان کہ لہجہ کا غرور اب بھی برقرار تھا۔ بڑی سرکار کا طنطنعہ اور وہ اتنی آسانی سے ڈگ مگا جائے۔ ناممکن سی بات تھی۔

اچھا یہ آپ کے حکم کہ غلام ہیں، چلیں پھر اپنے آخری وقت میں اپنے " پیاروں کو بلالیں۔۔ "تانیہ نے مزاق بھرے لہجے میں بول کر وہی پاؤڈر ایک گلاس میں حل کرتے عجیب لہجے میں کہا۔ اب بڑی سرکار کو اسکی حرکتوں سے وحشت سی ہونے لگی تھی۔ جو انہیں ذہنی عزیت سے دوچار کر رہی تھی۔

یہ پانی ہم سب کی دلی خواہش پوری کردے گا، چلیں شاباش جلدی سے" پی لیں۔"تانیہ نے بہت نرمی سے پانی کا گلاس زبردستی ان کہ لبو سے لگایا تھا۔ بڑی سرکار موت کہ خوف سے وہ اسکا ہاتھ جھٹک گئیں۔ جبکہ اس گلاس میں محض پاؤڈر کہ سوا کچھ نا تھا۔تانیہ تو صرف ان کہ دماغ سے کھیلنا چاہتی تھی۔ان کہ چہرے پر خوف بھرے تاثر دیکھ وہ اپنے ارادوں میں وہ کامیاب رہی تھی۔

"میں صبح ہی آریان کو بلاتی ہوں، تمھیں لگامیں ڈالنا بہت ضروری ہے۔ذرا وہ بھی تو دیکھے اکر تمہاری دلیریاں جو تمھیں مظلوم سمجھ کر مجھ سے زبان درازی کر کہ گیا تھا۔ تم اس کی دادی کو جان سے مارنے کی کوشش کر رہی ہو۔" بڑی سرکار نے ہاتھ مار کر پانی کا گلاس زمین پر پھینک چیخ کر اسے باز رہنے کو کہا۔۔

اوہ!!!!! بڑی سرکار تو اتنے میں ہی ڈر گئیں، کل تک جو اپنا نام لیکر دنیا" کو دھمکاتی تھیں۔ آج وہ مجھے اپنے پوتے کی دھمکی دے رہی ہیں۔ "تانیہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہوتی بلند بانگ قہقہہ لگا رہی تھی۔ جس کی جلترنگ پورے کمرے میں گونجی تھی۔ بڑی سرکار حواس بختہ ہو گئیں تھیں۔ انہوں نے شدّت سے جلدی صبح ہونے کی دعا کی تھی۔ اس لڑکی کا دماغی توازن سچ میں ہل گیا تھا۔ آج تو کس بات کا اثر ہی نہیں ہو رہا تھا اس پر۔۔

کیا ہوا، خود ذرا سی دیر بھی یہ ذہنی عزیت برداشت نہیں کر سکیں بڑی" سرکار، جب کہ دوسروں کو تو آپ پل پل اپنے فیصلوں سے عزیت دیتی ہیں۔ "تانیہ کہ چہرے پر اک دم کرب بھرا تاثر لہرایا تھا۔ جبکہ وہ اسے پل پل بدلتا دیکھ دنگ رہ گئیں تھیں۔

انہیں پہلے دن سے اس لڑکی میں ایک باغی لڑکی نظر آتی تھی۔اور آج انہیں اپنے سارے خدشات درست ہوتے نظر ارہے تھے۔

"فکر نہیں کریں، آرام سے سو جائیں۔میں آپ کو کچھ نہیں کرنے والی۔میں تو چاہتی ہوں اب آپ کو پل پل یہ دکھ کچوئے لگائے کہ آپ سے اپ کی سلطنت چھینے والی ہے۔آپ اپنے ہاتھوں سے اپنی گدی چھن جانے کی عزیت محسوس کریں "

"اس بار اپنی روایات کی بھینٹ چڑھانے کہ لئے غلط انتخاب کر لیا بڑی سرکار۔۔۔۔"

تانیہ کہ لہجے میں جیت کی چمک تھی۔اور انہیں اس میں سراسر اپنی ہار نظر آرہی تھی۔۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

تانیہ ان پر ایک نفرت امیز نظر ڈال کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ آج بڑی سرکار کو شدّت سے احساس ہوا تھا۔ کہ اب ان کی زندگی سہاروں کہ بنا کتنی ادھوری تھی۔ وہ لڑکی اتنا کچھ کہ گئی تھی۔ اور وہ بڑی سرکار جو غرور میں اتنی اونچی تھیں کہ ناک پر مکھی بھی نا بیٹھنے دیں۔ ان کا غرور وہ چند سطروں میں پاش پاش کر گئی تھی۔۔

تانیہ نے سوچ لیا تھا۔ ان سے انہی کہ طریقے سے مقابلہ کیا جا سکتا تھا۔ ڈٹ کر کھڑے ہو جانے سے یا رونے دھونے سے کچھ نہیں ہونا تھا۔ وہ بھی تو ذرا اسی عزیت سے گزریں جس عزیت سے اس گاؤں کی ہر لڑکی گزرتی ہے۔ انہی بھی تو پتہ چلے اپنے ہاتھ سے اختیارات جانے کے بعد کا غم کیسا ہوتا ہے۔ خود کو بے بس جاننا کتنا دکھ پہنچاتا ہے۔۔۔

رات کا اندھیرا رخصت ہوا تو ایک نیا دن نکل آیا۔ نئی امیدوں کی کرنیں بکھیرتا اپنے اندر ہزاروں راز، کسی کا زوال تو کسی کی جیت لیکر۔ کسی کی برسوں پرانی سزا کی قید، تو کسی کہ صبر کا پھل بن کر سورج پوری آب و تاب سے حویلی کی چھت پر روشنیاں ڈالتا ہر طرف اپنی کرنیں بکھیر چکا تھا۔۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

بڑی سرکار خاموش سی اپنے جھولے پر ایک ہاتھ سے اسٹک پکڑے تن کر اپنے اسی کروفر سے بیٹھیں شمشیر ملک کا انتظار کر رہی تھیں۔ جنہیں وہ صبح اٹھتے ہی سب سے حویلی پہنچنے کا حکم سنا چکی تھیں۔ آج فیصلہ ہو کر رہنا تھا۔۔

زمانی، زمانی" صبح سے دوپہر ہونے کو آئی تھی۔ لیکن شمشیر کا اب تک" کوئی آتا پتہ نہیں تھا۔ حویلی کہ زیادہ تر لوگ اپنے کمروں میں ہی بند تھے۔

جی بڑی سرکار۔"زمانی توان کا یہ روپ دیکھ کر ہی کانپ گئی تھی۔جن کہ "تیور کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ تھے۔

بلا کر لاؤ اس لڑکی کو، ساتھ دونوں بہوؤں کو بھی۔"بڑی سرکار نے سخت "گیر لہجے میں حکم سنایا۔۔

زمانی ڈور کر تانیہ کہ کمرے میں پہنچی تھی،تانیہ اپنی توقع کہ عین مطابق "زمانی کی زبانی بڑی سرکار کہ بلاوا سن مسکرا کر اس کہ ہم قدم ہوئی۔جبکہ ماہ گھبرا کر آریان کا نمبر ملاتی پریشان سی ادھر ادھر ٹہلتی کال پک کرنا کا انتظار کر رہی تھی۔جبکہ دوسری جانب مسلسل کال ہو رہی تھی۔۔

ہیلو!! ابھی دوسری جانب کال اٹھائی ہی گئی تھی۔ کہ نیچے سے آتی آوازوں پر ہاتھ میں موبائل لئے ہی نیچے بھاگی تھی۔ دوسری جانب کال ابھی بھی جاری تھی۔

آج ارمان کچھ کام کہ سلسلے میں لنچ بریک میں سیدھا آریان کہ آفس کہ آیا آگیا تھا۔ آریان ابھی ہی کسی کام سے سیٹ چھوڑ کر گیا تھا۔ ارمان سے حال احوال کرتا اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتا آفس سے باہر نکل گیا۔ ارمان کو آفس بیٹھے ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے۔ کہ ٹیبل پر رکھا آریان کا موبائل بجنا شروع ہو گیا۔۔ کسی کی بغیر اجازت اسکی کال سننا غیر اخلاقی حرکت ہے۔ پر مقابل بھی شاید کو دھیٹ تھا۔ ارمان مسلسل ہوتی بیل پر چڑ کر اٹھا۔ موبائل پر جگمگ کرتا نور کا نام دیکھ چونک گیا۔ پہلا خیال ہی نورالعین کا آیا

تھا۔(آریان ماہنور کو نور اور نور العین کو عین کہ کر پکارتا تھا)۔۔ لیکن نور کہ پاس موبائل کہاں سے آیا؟اسی سوچ کہ ذہن میں کوندتے ہی ارمان نے مزید کوئی لمحہ ضائع کیئے بنا موبائل کان سے لگایا تھا۔دوسری جانب ہیلو!! بولنے والی لڑکی جانے کیوں خاموش ہوگئی تھی۔ جبکہ وہ ہیلو، ہیلو ہی کرتا رہ گیا تھا۔چند پلوں میں ہی دوسری جانب سے کان میں پڑنے والے الفاظ سن کر ارمان کا خون کھول اٹھا تھا۔اسی وقت آریان اپنی دھن ارمان سے کسی بات کہ بابت استفسار کرتا آفس میں داخل ہوا۔۔

نظر اٹھائی تو ارمان کو اپنی کرسی کہ پاس غصّہ سے سرخ ہوتا دیکھ ٹھٹھک کر رک گیا۔جو اسی کا موبائل کان سے لگائے کھڑا تھا۔۔

بی بی آگئی بڑی سرکار۔"زمانی نے پیچھے آتی تانیہ کہ بابت اطلاح دیتے" کہا۔جس کہ ہونٹوں پر الگ ہی مسکراہٹ تھی۔۔

جی بڑی سرکار آپ نے یاد کیا مجھے۔"تانیہ نے مسکرا کر زہر خند لہجے میں دریافت کیا۔

"بہت پر نکل اۓ ہیں تمہارے لڑکی۔آج تم سمیت تمہارے پر و کو بھی مسل ڈالوں گی۔"بڑی سرکار کا لہجہ وارن کرتا ہوا تھا۔

"رات کہ بعد بھی اکڑ نہیں گئ اپ کی۔تانیہ کہ ناگوار لہجے پر زمانی کہ سامنے انہیں سخت سبکی محسوس ہوئی تھی۔زمانی تو بڑی بڑی آنکھوں کو مزید بڑا کیا سارا ماجرا سمجھنے کی کوشش میں تھی۔۔

اپنی آنکھیں اور آواز دونوں نیچے کرلو، ورنہ اس بار انجام اچھا نہیں ہوگا" تمہارا سمجھی۔" بڑی سرکار کی تیز آواز پر سبھی بھاگم بھاگ حویلی کہ بڑے سے ہال میں جما ہو گئے تھے۔

کیوں کیا ہوا بڑی سرکار، ڈر گئیں کیا آپ۔" تانیہ نے ایک بار پھر رات" والا حربہ ازمایا تھا۔ دوسری جانب ارمان خاموشی سی ساری بات چیت سن رہا تھا۔ ماہنور تو خود حیران پریشان سی تھی۔

دفاع ہو جاو یہاں سے، جب تک میں نا بلاؤں اپنی شکل مت دیکھانا۔ میرا" ضبط مت ازماؤ لڑکی ورنہ اس بار ہمیشہ کہ لئے تے خانے میں بند کروادونگی۔"

بڑی سرکار کے تیش کہ باعث سرخ پڑتے چہرے پر مزید کر ختگی چاہ گئی تھی۔۔ جبکہ تانیہ ان کی ساری دھمکیاں نظر انداز کرتی حویلی کہ داخلی دروازے سے باہر کو بڑھی تھی۔

عائشہ اسے بھاگتا دیکھ حواس باختہ سی اس کہ پیچھے بھاگی تھیں۔ جو شاید یہاں سے بھاگنے کی کوشش میں تھی۔ بڑی سرکار نے بہت خاموشی سے اسکی یہ کروائی دیکھی تھی۔

Zubi Novels Zone

تانیہ غصّہ میں جنونی انداز میں سب کو نظر انداز کئے چلتی سب کی آوازوں اور پکاروں کو انسنا کرتی۔ پاک بی بی کہ حصّہ کی جانب آئی تھیں۔ جبکہ زمانی کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔ عائشہ اور ماہ نور چونک کر اپنی جگہ پر ٹھہر گئی تھیں۔ کہ یہ دھلیز پار کرنے کی اجازت تو انہیں بھی نہیں

تھی۔۔اسے دیکھ سب کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔جو پاک بی بی کہ رہائشی حصّہ میں قدم رکھ چکی تھی۔۔

"ارمان کیا ہوا۔"آریان نے قدم اسکی جانب بڑھاتے اس کا ضبط سے سرخ پڑھتا چہرہ دیکھ کر سوال کیا۔

"بہت برا ہوا ہے آریان بہت برا، میں نے کہا تھا میں اس بار کوئی لحاظ نہیں کروں گا۔لیکن تم نے مجھے یقین دلایا تھا کہ تم تانیہ کہ ساتھ اب کوئی زیادتی نہیں ہونے دو گے۔مگر ایسا کچھ نہیں ہوا، اس کہ پھر زیادتی ہو رہی ہے۔۔۔۔"ارمان دوسری جانب خاموشی محسوس کر فون رکھ کر زور سے دھاڑا تھا۔۔

ارمان ہوا کیا ہے۔۔"آریان نے اس کا تیش نظر انداز کرتا حمل سے" پوچھا۔

تمہاری بڑی سرکار میری بہن کو جان سے مارنے کی دھمکی دے رہی" ہیں۔اور تم کہ رہے ہو کیا ہے۔"آج اس کا ضبط جواب دے گیا تھا۔وہ پوری شدّت سے دھاڑا تھا۔آریان کہ نا سمجھی کہ تاثرات ہو نز برقرار تھے۔ارمان کی بکواس نظر انداز کر آریان نے ماہ نور کو کال ملائی تھی۔دوسری جانب سے اب جو خبر اسے دی گئی تھی۔اس پر یقین کرنا مشکل تھا۔۔

سن لیا، تمہارے پیچھے میری بہن کہ ساتھ تمہاری بڑی سرکار کیا سلوک" کر رہی ہیں۔۔"ارمان نے غصّہ میں بہت ضبط سے چبا چبا کر کہا۔

تم غصّہ نہیں کرو، میں ابھی حویلی کہ لئے نکل رہا ہوں۔۔"ابھی جو خبر اسے دی گئی تھی اگر وہ ارمان کو بتا دیتا تو اس نے سچ میں کوئی انتہائی قدم اٹھانے میں دیر نہیں کرنی تھی۔آریان نے اپنے تاثرات پر قابوں پاکر اسے ٹھنڈا کرنا چاہا۔

نہیں!!!تم جاؤ،اب میں تمہاری بڑی سرکار سے انھی کہ مطابق بات کرونگا۔انہوں نے میری بہن کو بہت تکلیفیں دے لیں۔اب تکلیفیں برداشت کرنے کی باری ان کی پوتی کی ہے۔۔"ارمان آریان کی ہر پکار نظر انداز کرتن فن کرتا آفس کی بلڈنگ عبور کر گیا۔

آریان کی بس سر پکڑنے کی دیر رہتی تھی۔لیکن ابھی بیٹھنے کا وقت نہیں تھا۔اگر آج وہ ذرا سی بھی دیر کر دیتا۔تو شاید اس دیری پر ساری عمر پچھتاتا۔

اتنا تو یقین تھا ارمان اتنا برا نہیں کہ وہ نور کو دکھ پہنچائے۔" اگر غصّہ میں وہ کچھ کرتا بھی تو نور کو ارمان کہ عتاب سے بچانے کہ لئے فاریہ اور شعیب ہی بہت تھے۔ابھی صرف تانیہ کی فکر تھی۔۔

پریشانی کہ عالم میں آریان بھاگتا دوڑتا آفس کی بلڈنگ عبور کرتا گاؤں کہ راستے پر نکل پڑا تھا۔اس بات سے آنجان کہ زندگی کا ایک بہت بڑا امتحان اس کا منتظر ہے۔۔۔

تانیہ سیدھی پاک بی بی کہ کمرے میں داخل ہوئی تھی۔۔جو شاید اپنی زندگی کے آخری دن گنتی اپنا وقت گزار رہی تھیں۔۔۔

آپ چلیں میرے ساتھ۔"تانیہ کو اپنے سامنے دیکھ وہ گھبرا کر کھڑی "
ہوئیں تھیں۔۔

تم۔۔ تم جاؤ یہاں سے، خدا کا واسطہ ہے جاؤ یہاں سے۔۔ کیوں اپنے لئے "
مشکلات کھڑی کر رہی ہو۔۔" پاک بی بی دوپٹہ میں اپنا چہرہ چھپاتیں اس
سے رخ پھیرتی گھبرا اٹھی تھیں۔۔

ایسا کون سا گناہ کیا ہے آپ نے جو اس طرح منہ چھپاتی ہیں آپ، چلیں "
میرے ساتھ۔۔"تانیہ ان کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹ کر باہر لے جا رہی تھی
۔جبکہ وہ مسلسل مزاحمت کر رہی تھیں۔

بھابھی ایسا نہیں کریں، چھوڑ دیں انہیں ورنہ قیامت آجائے گی۔"سب "
سے پہلے ماہ کو ہوش آیا تھا۔دہلیز کہ پار کھڑی وہ اسکی منتیں کر رہی تھی۔

چپ کر جاؤ، کچھ نہیں جانتی تم۔آج میں دیکھتی ہوں کونسی قیامت آآئیگی۔آخر ظالم اور کب تک کتنا ظلم کریں گئے۔۔"تانیہ غصّہ میں ماہنور پر چیخی تھی۔ماہ تو اتنے تیز لہجے پر ہی سہم کر رہ گئی تھی۔جبکہ گل حواس باختہ سی مرنے کہ در پر تھی۔وہ مسلسل تانیہ کی منتیں کر رہی تھیں۔پر اس پر نا جانے کونسا جنون سوار تھا۔

رک جاؤ،ایک قدم بھی آگے مت بڑھانا۔"سب آوازوں میں شمشیر ملک کی چنگھاڑتی ہوئی آواز گونجی تھی۔

ان کہ ہاتھ میں موجود دونالی والی بن*د*وق دیکھ سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔جو غضب ناک تیوروں سے گھورتے تانیہ پر تانے کھڑے تھے۔سب

کا اپر کا سانس اپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ بڑی سرکار آہستہ سے چلتی اسی جانب آ رہی تھیں۔

تانیہ ایک پل کو رکی، پھر انکی پرواکئے بغیر دوبارہ آگے کو قدم بڑھائے تھے۔

رک جاؤ لڑکی۔۔"ان کی دھاڑ کے ساتھ ہی ساتھ گولی چلنے کی آواز آئی" تھی۔تانیہ کہ ساتھ ساتھ تمام خواتین کی بے ساختہ چیخیں نکلی تھیں۔گل کہ ہاتھ پر تانیہ کی گرفت کمزور پڑی تھی۔گل ایک لمحے میں لہرا کر زمین بوس ہوئی تھی۔

بڑی سرکار سامنے کا ہولناک منظر دیکھ اپنا دل تھام کر رہ گئی تھیں۔اب صرف حویلی میں تانیہ اور ماہ کی بلند بانگ چیخیں تھیں۔۔

ارمان غصّہ میں بھپرے شیر کی طرح گھر میں داخل ہوا تھا۔اس وقت گھر پر صرف فاریہ اور نور العین ہی موجود تھے۔نور اپنے کمرے میں اور فاریہ ملازموں کہ ساتھ کچن میں مصروف تھیں۔۔

نور العین۔۔"ارمان غصّہ میں ہال میں کھڑا شدّت سے دھاڑا تھا۔"

نور۔۔"خالی گھر میں اسکی غصّہ سے بھری آواز گھر کہ در و دیوار ہلا رہی تھی۔

اللہ خیر کرے ارمان، کیوں اتنا چلا رہے ہو۔" ارمان کی دھاڑ سن فاریہ "
بھوکلائی سی کچن سے باہر آئی تھیں۔

نور کہاں ہے۔" ان کی بات نظر انداز کرتا وہ اپنے مطلب پر آیا تھا۔"

کہاں ہے وہ بلوایں اسے۔" بہت ضبط سے کہا تھا۔"

تم بیٹھو، میں بلاتی ہوں۔" فاریہ اسے بلانے کی غرض سے کمرے میں "
داخل ہوئیں۔ جو ڈر اور خوف سے ادھر ادھر مارچ کرتی پریشان سی تھی۔

نور، باہر کیوں نہیں آرہی تھیں۔ کب سے ارمان بلا رہا ہے۔" اس دن کہ "
بعد سے فاریہ کا لہجہ نور کہ ساتھ لیا دیا سا ہی تھا۔

وہ اتنے غصّہ میں ہے تو۔۔"نور نے جھر جھری لیکر جملہ ادھورا چھوڑا۔۔"

تو!! وہ تمھیں بلا رہا ہے۔ فوراً باہر آؤ۔" فاریہ سرد لہجے میں حکم دیتیں"
کمرے سے باہر نکل گئیں۔

پیچھے کھڑی نور خوف سے انگلیاں موڑتی، ہونٹ چباتی چھوٹے چھوٹے
قدم اٹھاتی کمرے سے باہر نکل گئی۔

نور باہر آئی تو ارمان کو وہیں غصّہ سے ٹہلتا پایا۔ایک لمبی سانس کھینچ کر نظر
نیچے کیئے۔وہیں قریب آکر کھڑی ہو گئی۔دل تو چاہ رہا تھا ابھی وہاں سے
بھاگ جائے۔لیکن فاریہ کو وہیں کھڑا دیکھ کچھ ہمّت ملی تھی۔

سمجھتے کیا ہیں تمہارے گھر والے خود کو۔ان کا جو دل چاہے گا کریں گے،"
اور تم یہاں آرام سے بیٹھ کر عیش کرو گی۔"ارمان اس کی شکل دیکھتے ہی
اس پر چڑ دوڑا تھا۔نور گھبرا کر دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔

ارمان!! یہ کیا طریقہ ہے بات کرنے کا۔"وہ اس کہ انداز تخاطب پر
برھم ہوئیں۔

شکر کریں ماما، میں صرف منہ سے بات کر رہا ہوں، ورنہ اس لڑکی کہ گھر"
والے تو اتنے جاہل ہیں کہ تانیہ پر ہاتھ اٹھانے سے بھی گریز نہیں
کرتے۔"ارمان نفرت سے چور لہجے بولتا یہ بھی بھول گیا تھا۔کہ فاریہ بھی
اسی گھر کی بیٹی ہیں۔

"تو اس میں اس کا کیا قصور ہے۔جو تم اس بیچاری پر اتنا غصّہ کر رہے ہو۔"ارمان کا رو ایہ انہیں اک آنکھ نا بھایا تھا۔

"اس کا قصور یہ ہے کہ یہ اس گھر کی بیٹی ہے۔"خوف سے خاموشی سے آنسوں بہاتی نور پر ایک نظر ڈال لفظ چبا چبا کر بولا۔

"بیٹی تو میں بھی اس گھر کی ہوں،تو اسکا مطلب تمھیں میرے ساتھ بھی یہی سلوک کرنا چاہیے۔"فاریہ نے اسے احساس دلانا چاہ کہ وہ غلط ہے۔

"پلیز ماما!! میں اس وقت کچھ فضول سننیں کہ موڈ میں نہیں ہوں۔"نا گواری سے ارمان کہ ماتھے پر بل نمودار ہوئے.

زیادہ مظلوم بننے کی ضرورت نہیں ہے، کوئی ظلم کہ پھاڑ نہیں ٹوٹ گئے ہیں تم پر سمجھیں! بلکہ ہم نے تمہارے ساتھ وہ کیا ہی نہیں جو تانیہ کہ ساتھ اس حویلی میں ہو رہا ہے۔"روتی دھوتی نور پر غصّیلی نظر ڈال پھنکارا تھا۔اتنی تذلیل پر نور کہ آنسوں میں مزید روانی آگئی۔

شاباش!! یہ رونا بند کرو،اور میرے ساتھ چلو! تمھیں انکی شکل پر" چھینک کر میں آج ہی تانیہ کو واپس لیکر آونگا۔"ارمان نے بازو سے پکڑ کر نور کو اپنی جانب گھسیٹا تھا۔

ارمان!!! یہ کیا بدتمیزی ہے۔ چھوڑو اسکا ہاتھ۔"نور کا ہاتھ اسکی گرفت" سے آزاد کروایا۔

Zubi Novels Zone

ماما! ماما!!! بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ یہ وہاں جائے گی۔ جبھی تو تانیہ "واپس ایگی۔"

ارمان اپنا سر پکڑ کر رہ گیا تھا۔

ہاں! تو لے اؤ تم اپنی بہن کو میں نے کب منع کیا ہے۔ نور تمہاری بیوی" ہے کوئی فالتو شے نہیں ہے، جس کی پہلے تم نے اپنی بیوا قوفی سے شادی ختم کروادی۔ اپھر سب کی زور زبردستی پر نکاح کر لیا اور اب اپنے مفاد کی خاطر اسکا استعمال کرنا چاہ رہے ہو۔" فاریہ غصّہ میں تڑاخ کر پہلی بار اتنے تیز لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔ ارمان کا انداز انہیں حد سے زیادہ ناگوار گزرا تھا۔

یہ آپ کہ رہی ہیں ماما! تانیہ اپ کی بیٹی ہے۔ آپ اس لڑکی کہ لئے اس کو" اسی جہنم میں چھوڑنا چاہ رہی ہیں۔ جانتی ہیں اس کہ ساتھ وہاں کیا ہو رہا

ہے۔"ارمان فاریہ کی ضد پر سر پکڑ کر چکرا کر رہ گیا تھا۔نور کو تیش میں دیکھ ارمان انہیں سب بتاتا چلا گیا۔جو اس وقت وہاں کی صورتحال تھیں۔

فاریہ دھک سے رہ گئی تھیں۔تانیہ ان کی بیٹی تھی۔اس کا غم بھی انہیں برداشت نہیں تھا۔لیکن وہ اب نور کہ ساتھ بھی زیادتی نہیں ہونے دے سکتی تھیں۔آخر کب تک یہی سب چلنا تھا۔کہ دوسرے کی غلطی کی سزا اس حویلی کی بیٹیاں بھگتی رہیں۔

جاؤ ارمان!!اگر تم تانیہ کو خود اپنے بلبوتے پر بچا کر لا سکتے ہو تو لے آؤ۔ورنہ نور یہاں سے ہر گز کہیں نہیں جائے گی۔میں ایسے قربانی کا بکرا نہیں بنے دونگی۔یہ اب یہی رہے گی،اس گھر میں ہمیشہ۔"فاریہ نے اٹل لہجے میں حکم صدر کیا تھا۔۔

آپ بات کو کیوں نہیں سمجھ رہیں ماما۔جب تک یہ میرے ساتھ نہیں" جائے گی تانیہ کیسے واپس آئیگی۔۔"ارمان ان کہ فیصلے پر دنگ رہ گیا تھا۔جو نور کو گلے سے چپٹایں کھڑی تھیں۔جس کا سسکیاں بھرتا وجود ہچکولے کھا رہا تھا۔۔

کہ دیا نا ارمان نور نہیں جائے گی۔"اسکی ضد کہ آگیے وہ بھی ڈٹ گئیں" تھیں۔

یہ میرے ساتھ جائے گی۔تاکہ ان جاہلوں کو بھی پتہ لگے تکلیف کیا ہوتی" ہے۔"ارمان نے زندگی میں پہلی بار انکا حکم نظرانداز کر نور کو کندھے سے پکڑ کر الگ کیا تھا۔

Zubi Novels Zone

چلو تم۔"ارمان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ گھسیٹ کر قدم آگے بڑھائے.

"لے جاؤ ایسے، بلکہ میں تو کہہ رہی ہوں۔ تم بھی انہی جاہلوں کی طرح اس پر ہاتھ اٹھاؤ تشدد کرو، کھانا پینا بند کر دو، ملازماؤں کی طرح رکھو، اندھیرے کمرے میں بند کر دو۔ تم بھی وہی کرو۔ جو انہوں نے تانیہ کہ ساتھ کیا۔۔ سارے ظلم کرواسے بھی تکلیف ہو گی، جبھی تو تو ہو گا اصل بدلہ پورا۔ کیوں کہ بدلہ لینا تو ہم پر فرض ہے نا۔ اگر بدلہ نہیں لیں گے تو ہم خود کو طاقت وار کیسے ظاہر کریں گے۔"فاریہ نے سخت لہجے میں برہمی سے طنزیہ سختی سے بولتے اسی کہ الفاظ لوٹائے تھے۔ارمان کہ قدم جہاں تھے وہیں تھم گئے تھے۔ نور کا رونا بھی بند ہو چکا تھا۔۔

جاؤ نارک کیوں گئے۔ایک وہ ہے گل ساری زندگی دوسروں کہ فیصلوں" رسم ورواج اور ضدوں کی نظر کر دی۔اب حویلی والے گل کہ ساتھ کی گئی تمہارے دادادادی کی زیادتیوں کابدلہ تانیہ سے لے رہے ہیں۔ نفرت کی اگ میں اتنے اندھے ہو چکے ہیں وہ یہ بھی بھول گئے کہ تانیہ انکی سگی ہے۔ تم بھی یہی کرو تم اپنا بدلہ نور سے لو۔۔اور پھر پتہ کیا ہو گا یہ ضد نما رسمیں یونہی نسل در نسل چلتی رہیں گی۔ غلطی کریں گے تم جیسے اور ہر بار سزا بھگتنے کہ لئے گل،تانیہ، نور یہی سب چلتا رہے گا۔" فاریہ کا سالوں سے ضبط کیا غصّہ لاوا بن کر پھٹا تھا۔ارمان لاجواب ہو کر رہ گیا تھا۔سارا غصّہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔۔نور دم سادھے انہیں سن رہی تھی۔گل نام پر بے ساختہ چونکی تھی یہ نام اس کہ لئے بلکل نیا تھا۔

"ماما!! ارمان نے انہیں غصّہ سے ھانپتا دیکھ گھبرا کر ان کی جانب قدم بڑھائے۔

وہیں رک جاؤ!! مت کہوں مجھے ماما۔۔وہی کرو جو تمہارا دل کرتا" ہے۔" فاریہ نے ہاتھ کہ اشارے سے دور رہنے کو کہا۔۔

"تم یہ سب کرو اور اپنی بہن کو واپس لے اؤ، لیکن پھر یاد رکھنا تم میں اور بقول تمہارے ان گاؤں کہ جاہلوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ان میں اور تم جیسے ابڑوڈ ڈگری ہولڈر میں کوئی فرق نہیں۔۔اگ لگا دینا اس ڈگری کو جو تمہارے خون میں بسی اس روایت کو نا بدل سکی، جو تمھیں نا بدل سکی۔جو تمہاری سوچ نا بدل سکی۔ تم بھی وہی ہو بڑی حویلی کہ ظالم جابر لوگوں کی جیسی پست ذہنیت کے حامل ان کے پوتے۔۔۔"
فاریہ بولنے پر آئی تو بولتی چلی گئیں۔سالوں پرانی بے بسی آج غصّہ کی صورت باہر نکلی تھی۔یہ وہ لفظ تھے جو بارہا چاہنے کہ باوجود وہ کبھی زبان پر لانے کی ہمّت نہیں کر سکی تھیں۔۔

"ماما پلیز ریلیکس ہو جایں!! میں کہیں نہیں جا رہا، کچھ نہیں کر رہا۔ آپ غصّہ نہیں کریں پلیز! میرا وعدہ ہے میں جلد تانیہ کو واپس لے کر آونگا۔" ارمان انہیں روانسو، دل برداشتہ ہوتا دیکھ تسلی دینے لگا۔ نور اپنا رونا بھول کر ڈرتی ڈرتی فاریا کی جانب بڑھی تھی۔ جو سوفے پر بیٹھی۔ جانے گزرے وقت کا سود ضایعہ کا حساب کرتی آنسوں بہا رہی تھیں یا پھر یہ بیٹی کی تکلیف تھی جو انہیں نڈھال کئے دے رہی تھی۔۔۔

"چلے جاؤ ارمان اس وقت یہاں سے، مجھے اکیلا چھوڑ دو، اور خبردار جو تم نے اب کچھ الٹا سیدھا کیا تو اگر اپنے بل پر کچھ نہیں کر سکتے تو خاموشی سے ایک طرف ہو جاؤ۔ تمہارے بابا خود آزاد کروالیں گے تانیہ کو۔ اس کہ لئے مزید پریشانیاں پیدا مت کرو۔۔۔ چلے جاؤ یہاں سے۔۔" فاریہ اپنے

آنسو پونچھ کر کھڑی ہو تیں اسے ایک آخری تنمبیہ کرتی اپنے کمرے میں چلی گئیں۔۔

نور خود کو اکیلا محسوس کر ارمان کی غصّہ سے سرخ پڑتی آنکھیں دیکھ خوف سے گھبرا کر بھاگنے کہ سے انداز میں فاریا بیگم کہ کمرے کی جانب بڑھی۔ جیسے وہ ابھی اسے اس کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔۔

پیچھے ارمان اپنے گھومتے سر کو تھام کر رہ گیا تھا۔۔اتنا بے بس تو اس نے خود کو کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ جتنی بے بسی کا احساس آج ہو رہا تھا۔۔

نور ڈرتے ڈرتے فاریہ کہ کمرے میں داخل ہوئی۔ سامنے ہی فاریہ بیگم سپاٹ تاثرات لئے گلاس ونڈو سے بازو ٹیکا کر باہر کی جانب دیکھ رہی تھیں۔ نور قدم اٹھاتی ان کہ قریب آئی جو اسے ایک نظر دیکھ واپسی اسی رخ پر باہر دیکھتی اپنی آنکھوں کی نمی چھپا رہی تھیں۔

ٹھیک ہیں آپ۔" اس کہ سوال پر محض سر ہلانے پر اتفاق کیا۔ دونوں کہ بیچ گہری خاموشی چھا گئی۔ صورتحال ایسی تھی کہ دونوں کو ہی ایک دوجے کو دلاسہ دینے کہ لئے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔

کچھ دیر ہونزیونہی خاموشی چھائی رہی پھر کچھ سوچ کر نور نے بولنے کی ہمّت کی۔

ایک بات پوچھوں آپ سے۔" اس نے جھجک کر پوچھا۔"

ھمم پوچھوں۔"انہوں نے دھیرے سے اجازت دی۔"

آپ کسی گل کا نام لے رہی تھیں۔کون ہیں وہ؟"نور کہ سوال پر وہ"
چونک کر سیدھی ہوئیں۔غصّہ میں نا جانے کیا کچھ بول چکی تھیں وہ۔۔

تمہاری چھوٹی پھپھو،اور میری بہن۔"انہوں نے قرب زدہ لہجے میں"
کہتے اسے حقیقت بتانے کا فیصلہ کیا۔

میری چھوٹی پھپھو، کیا مطلب ہے آپ کا۔"نور نے اچھمبے سے سرگوشی
کے سے انداز میں بڑبڑا کر استفسار کیا۔

تمہاری پھپھو وہی پاک بی بی جو حویلی سے باہر رہاشی حصّہ میں رہتی" ہے۔" فاریہ نے قدم سوفے کی جانب بڑھاتے بے تاثر انداز میں تصدیق کی۔

پاک بی بی، ہماری پھپھو۔۔۔نور حیرت زدہ سی بے یقین تھی۔اتنی بڑی حقیقت، پردے میں رکھی گئی تھی۔۔

ہاں !! پاک بی بی ریاض ملک کی چھوٹی بیٹی جس کی اوقات حویلی کہ " ملازمہ سے بھی گئی گزری ہے۔"اس انکشاف پر نور دنگ رہ گئی تھی۔

لیکن وہ تو بڑی حویلی والوں کی گھر کا حصّہ ہیں۔ان کی بہووانی ہیں۔"نور" نے اپنی معلومات کہ مطابق کہا۔

بڑی حویلی والوں کی بہو میں ہوں۔ وہ تو صرف وانی تھی۔" فاریہ نے" افسردہ لہجے میں تصیح کی۔

کیا!!! آپ بڑی حویلی۔۔" نور ذرا چونکی مگر اس دن شعیب صاحب کی" غصّہ میں کہی بات یاد کر خاموش ہو گئی۔

میں اس حویلی کی بہو اور میری بہن اس حویلی کی وانی۔" نور حیران" پریشان سی لاجواب کھڑی تھی۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ اب کیا پوچھے۔

پوچھو گی نہیں وہ پاک بی بی بن کر تمہاری حویلی میں کیا کر رہی ہے۔" اس" کہ حیران تاثر دیکھ انہوں نے خود ہی سوال کیا تو نور محض اثبات میں سر ہلا گئی۔

(ماضی)

گل پر ہو اسکتا ہو نز قائم تھا۔ کب وہ بڑی حویلی پہنچی کب اسے بے دردی سے ملازمایں گھسیٹتی ہوئی حویلی میں لے آئیں تھیں۔ انہیں کچھ خبر نہیں تھی۔ وہ تو بس کسی بت کی مانندان کہ ساتھ چلی جارہی تھی۔ حویلی کہ بڑے سے ہال کہ درمیان میں لا کر ملازماؤں نے ایک جھٹکے سے انہیں چھوڑا تھا۔ جو کچھ دور بیٹھی جبار ملک کی بیوی شہناز بیگم کہ پیروں میں جا گری تھیں۔ اپنی بہن کہ ساتھ ایسا سلوک دیکھ فاریہ اپنی آنکھیں میچتیں اس منظر سے نظریں چرا گئیں۔ جبکہ ان کہ پیروں میں گری گل نے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بس خاموش سی اپنی ماں کی طرح کروفر سے بیٹھی عورت کے پیروں پر نظریں جمایں ساکت سی تھی۔۔

اٹھاؤاس منحوس کو۔۔" گل کو پیروں میں گرا دیکھ جبار ملک نے غصّہ سے " دھاڑ کر حکم دیا۔۔

دو ملازماؤں نے جلدی سے اکر گل کو بازوں سے پکڑ کر گھٹنوں کے بل بٹھا کر سیدھا کیا۔۔

اپر کیا دیکھ رہی ہے نیچے دیکھ، منحوس ماری میرے بیٹے کو کھا گئی۔اللّٰہ کیسی " منحوس گھڑی تھی۔جب میں نے اپنے بچے کو اس کرموں جلی سے منصوب کر دیا تھا۔۔" مجید کی ماں گل کو بالوں سے پکڑ کر لگاتار تھپڑ مارتی بددعاؤں سے نوازرہی تھی۔

حویلی میں موجود ہر چھوٹا بڑا اس ظلم پر خاموش تھا۔ ساٹھ سالہ جبار ملک اپنی بیوی کہ ہاتھوں گل کی درگت بنتا دیکھ اپنا غصّہ ضبط کئے بیٹھا تھا ورنہ بس نہیں چل رہا تھا گل کی جان نکال ڈالے۔ شعیب صاحب فاریہ کو روتا دیکھ بازو سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے اپر لے گئے۔ جب کہ گل بغیر کوئی حرکت کئے چپ چاپ سی سارے ظلم برداشت کر رہی تھی۔ جانتی تھی اب یہی اس کی قسمت تھی۔

"چھوٹی بہو بس چھوڑ دیں اس بد بخت کو۔ اب تو یہ یہی ہے۔ جب دل چاہے آپ اپنے بیٹے کا بدلہ اس سے لے سکتی ہیں۔" یاور ملک نے گل کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھ تحضیک امیز لہجے میں کہا۔

"جاؤ ڈال کراؤ اس بد بخت کو تہ خانے میں اس پر زندگی اتنی تنگ کر دو نگی کہ تو منحوس اپنی پیدائش والے دن پر افسوس کرے گی۔ بد بخت، کر موں

جلی ہائے میرا معصوم بیٹا اس منحوس کہ کرموں کی نظر ہو گیا۔" مجید کی ماں بڑی حویلی کی چھوٹی بہو اس وقت دھائیاں اور بددعایں دیتی نہایت ہی کوئی جاہل عورت لگ رہی تھی۔

چل منحوس ابھی سے مر گئی ہے کیا۔" جابر ملک نے گل کہ خون سے لہو" لہان چہرہ پر ایک اور سخت تھپڑ رسید کر بالوں پر پکڑ کر کھینچ کر اٹھایا۔

گل پر ہوا سکتا چھناک سے ٹوٹا۔ جبار ملک تیزی سے گل کو گھسیٹتا ہوا لے جا رہا تھا۔ جب کہ گل کی چیخیں بڑی حویلی کے درو دیوار تک ہلا رہی تھیں۔ اس ظلم پر کوئی آنکھ نم تھی تو کہیں کوئی ایک مظلوم پر ظلم ہوتا دیکھ لطف اندوز ہو رہے تھے۔

چل مر یہاں پر، اب یہاں سے آزادی کا خیال اپنے ذہن سے نکالا" دے۔ اگر غلطی سے بھی تیری آواز نکلی تو زندہ گاڑ دونگا زمین میں۔" جبار ملک نے اندھیرے کمرے میں لاکر پٹکا تھا۔ گل درد کی شدّت سے تڑپ اٹھی تھی۔ اس کہ قریب ہی منہ پر دھاڑنے پر گل کی زبان خوف سے بند ہوگئی تھی۔ ورنہ تکلیف کی شدّت اتنی بڑھ گئی تھی کہ پورا بدن کپکپانے لگ گیا تھا۔ اپنی چیخوں کا گلہ گھونٹتی وہ گل اس جلاد نما انسان کہ آگے بے بس سی تھر تھر کانپ رہی تھی۔

جبار ملک تو اسے دھکا دے کر اندھیرے کمرے میں بند کر گیا تھا۔ لیکن گل ہچکیاں بھرتی بلند آواز میں رحم کی بھیک مانگ رہی تھی۔ ماں، باپ، بہن، سب کو پکارا تھا۔ لیکن نا کسی نے آنا تھا اور نا ہی کوئی آیا تھا۔ درد کی شدّت نا قابل برداشت ہوئی تو وہیں لڑھک کر گرتی بیہوش ہوگئی۔ جسم پر لگنے والی بے دریغ ٹھوکروں کہ باعث گل بیہوش میں بھی سسکیتی واقفے واقفے

Zubi Novels Zone

سے تڑپ اٹھتی۔ لیکن اسی کی یہ ذرا سی تکلیف پر تڑپ اٹھنے والے کان بند کئے خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے۔ جبکہ اس گاؤں کہ آگن کا گل مرجھا سا گیا تھا۔

بن بتائے نہ جانے کیوں اس نے یہ دوری کر دی
مجھ سے بچھڑ کر اس نے محبّت ادھوری کر دی

اب میرے مقدار میں غم آئے کیا ہوا
خدا نے اس کی خواہش تو پوری کر دی

(نامعلوم)

گل کو گئے دو دن گزر چکے تھے۔ گل کے بابت جان ریاض ملک کی طبیعت مزید بگڑ چکی تھی۔ جس حویلی میں چند دن پہلے اس گھر کی لاڈلی بیٹی کی شادی کے گیت بج رہے تھے۔اب وہیں اسے زندہ در گور کرنے پر ماحول افسردہ سا تھا۔ بڑی سرکار کل ہی ضد کر شمشیر کے ساتھ شہر کہ ہسپتال روانہ ہو گئی تھیں۔ زندگی نے رخ بدلا تو سخت ظالم سی بڑی سرکار بیٹی کا درد محسوس کر نڈھال سی ہو گئی تھیں۔ ریاض مالک گل کہ لئے گئے فیصلے سننے کے بعد سے بہوش تھے۔اب تک ان کی طبیعت میں کوئی خاص بحالی نہیں آئی تھی۔

بڑی سرکار نڈھال سی تھیں۔ جبھی ریاض ملک کی اچانک طبیعت بگڑ گئی۔ڈاکٹرز نے انہیں روم سے باہر نکال دیا تھا۔خود پر ضبط کے پہرے بیٹھائے نڈھال سی شمشیر کہ ہمراہ بنچ پر بیٹھی بڑی سرکار برسوں کی بیمار لگ رہی تھیں۔۔ جبھی ایک نرس ان کہ قریب آئی۔

بختاور بی بی آپ ہیں۔"نرس نے سوالیہ انداز میں دریافت کیا۔"

جی میری اماں سرکار ہیں۔"شمشیر نے نڈھال سی بیٹھی بڑی سرکار کی" جانب اشارہ کرتے جواب دیا۔

جلدی چلیں میرے ساتھ پیشینٹ بار بار آپ کو پکار رہیں ہیں۔"نرس" جس تیزی سے آئی تھی۔اسی تیزی سے واپس چلی گئی تھی۔

بڑی سرکار تیزی سے اٹھ کر آئی سی یو کی جانب بڑھیں جہاں سامنے ہی بیڈ پر مشینوں میں جکڑے ریاض ملک ادھ کھلی آنکھوں سے گہری گہری سانسیں بھر رہے تھے۔بختاور بی بی (بڑی سرکار) ڈور کر ان کہ پاس پہنچی تھیں۔

بخت۔۔"ریاض ملک کپکپاتی ہوئی آواز میں کچھ کہنے کی کوشش کر رہے" تھے۔

جی ملک صاحب بولیں۔"بڑی سرکار سے یہ سب ناقابل برداشت" تھا۔انہوں نے کب سوچا تھا کہ صورتحال اس قدر سنگین شکل اختیار کر جائیں گی۔

گل۔۔میری گل۔۔"بولنے میں تکلیف کہ باعث ہاتھ کہ اشارے سے" گل کی خریت دریافت کی۔۔

بڑی سرکار کی آنکھوں سے آنسوں کا سیلاب آمڈ آیا تھا۔ جس پر کب سے بند بندھا ہوا تھا۔ نفی میں سر ہلا کر پھک پھک کر رو پڑیں۔ ریاض مالک کی ہارٹ بیٹ ایک دم تیز ہوئی تھی۔۔

گل۔۔۔نار کو واپس۔۔۔"وہ بہت کچھ کہنا چاہتے تھے مگر لفظوں نے" ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

اب کبھی۔۔۔۔وانی نہیں۔۔کرنا میرے۔۔۔گاؤں۔۔۔۔۔۔"بہت" مشکل سے چند لفظ ادا کئے مگر ان کہ مکمل ہونے سے پہلے ہی زندگی نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

ان کہ بے جان ہوتے جسم کو دیکھ آئی سی یو میں بڑی سرکار کی چیخیں گونج اٹھی تھیں۔ لیکن جانے والے کو کون روک سکتا ہے۔ جانے والا جا چکا تھا۔۔۔

ریاض ملک کی تدفین ہوئے ہفتہ گزر چکا تھا۔ بڑی سرکار کی ہزار و منتوں کے بعد بھی نا کسی نے اسے اس کہ باپ کہ دنیا سے چلے جانے کی خبر دینی ضروری سمجھی۔ گل کو اس کو اپنے باپ کا آخری دیدار تک نصیب نا ہوا تھا ۔فاریہ بیگم چند ہی روز میں حالات سے تنگ آکر شعیب صاحب کہ ہمرا شہر واپس لوٹ گئیں تھیں۔ بڑی سرکار گھنٹوں خاموش سی یک ٹک ایک ہی جگہ کو تکتی رہتی تھیں۔ بڑی سرکار جنید کے خاندان کو مروا کر جتنا پچھتا رہی تھیں۔اس دکھ کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ کتنی ہی بار خواہش کی کہ

کاش!!کاش!!ایسا نا ہوتا۔پر کتنا ہی اچھا اگر انسان کی زندگی میں یہ کاش ہی نا ہو۔وقت نکل چکا تھا۔اب پچھتانے کا کوئی فائدہ نا تھا۔اب بس سزا کا وقت تھا۔تا عمر نا ختم ہونے والی سزا کا۔ریاض ملک کی وفات اور بڑی سرکار کی غیر دماغی کو مدعے نظر رکھتے ہوئے بڑی حویلی والوں نے بڑی سرکار سے جبار ملک حیات سارے حق چھین لئے تھے۔جب تک یاور اور تھے۔پنچایت کے فیصلے کرنا کا حق نا تو شمشیر کے پاس تھا اور نا ہی شعیب ملک کے پاس۔

آہستہ آہستہ آس پاس کے سارے گاؤں پر بڑی حویلی والوں کی حکمرانی قائم ہو گئی تھی۔بڑی سرکار صرف نام کی بڑی سرکار رہ گئیں تھیں۔چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے مسئلہ سلجھانے کا حق صرف اور صرف یاور ملک کے پاس محفوظ تھا۔شمشیر ملک ہو، وقار یا پھر شعیب ملک وہ تو بس چپ چاپ ان کہ آگے سر جھکانے کے پابند تھے۔ شمشیر ملک نے جب اپنے ہاتھ مکمل کٹتے ہوئے محسوس کئے تو ریاض ملک

نے شہر کی سیاست میں دلچسپی لیناشروع کردی۔ جس پارٹی کی بنیاد ریاض ملک نے کچھ ہی سال پہلے ہی رکھی تھی۔

یاور اور شمشیر گاؤں کی سیاست چھوڑاب شہر میں اپنے قدم جمانے میں کوشہ تھے۔ بڑی سرکار کی طبیعت میں چڑچڑاپن مزید مزید بڑھ گیا تھا۔اب وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر سب پر غصّہ کرتی کبھی ہاتھ اٹھا کر اپنی بھڑاس نکالتی تھیں۔۔ حویلی کا ماحول ہنوز تناؤ کا شکار تھا۔وقت کا کام گزرنا وہ چاہیے اچھا ہو یا برا گزر ہی جاتا ہے۔حویلی والوں کا وقت دھیمی رفتار سے ہی سہی مگر آگے بڑھ رہا تھا۔۔۔

گل کو یہاں آئے چھ ماہ ہونے والے تھے۔ان چھ ماہ میں ایسا کوئی دن نہیں تھا۔جب جبار ملک کی بیوی نے اس پر ظلم نا ڈھائے ہوں۔ کبھی اپنے

بیٹے کی موت کا غم، گل پر جھنجھل کی صورت نکلتا تو کبھی اپنے شوہر کہ نکاح میں گل کے ہونے کا احساس کچوے لگاتا۔ دن بادن گل پر تنگ ہوتی زندگی میں غصّہ، نفرت اور روایہ بد سے بدترین ہوتا جارہا تھا۔

گل سے یہاں کوئی کام نہیں کروایا جاتا تھا۔ لیکن ہر دوسرے دن وہ سزادی جاتی جس کا درد ختم ہونے سے پہلے ایک اور زخم اس کہ وجود پر لگادیا جاتا تھا۔ کتنی ہی بار جبار ملک اس کا جسم گرم لوہے سے داغ چکے تھے۔ جبار ملک کی بیوی ہی ہزار بار تشدد کر اس کا خوبصورت چہرہ بگاڑ چکی تھی۔ جسم زخموں پر نیلوں سے بھراپڑا تھا۔ اور یہ سزا تھی اس گاؤں کی روایات کہ خلاف جانے کی یہ سزا تھی، محبّت کرنے کی، یہ سزا تھی بے قصور ہو کر گنہاگار ہونے کی۔ ایک کم ذات سے محبت کر ان کہ قاعدے قانون توڑنے کی۔ جو اس پور پور زخمی کر گئی تھی۔ اس حویلی میں وہ پہلے ہی کئی بار آچکی تھی۔ یہی وہ لوگ تھے جو اسے اپنی بیٹیوں کی طرح محبت کرتے

تھے۔یہی وہ لوگ تھے جو اس کو اس گاؤں کی سب سے لاڈلی بیٹی کہتے تھے۔یہی وہ لوگ تھے جو اس سے بے لوث محبّت کا دم بھرتے تھے۔لیکن صرف ایک غلطی،ایک غلطی نے سب ختم کر دیا۔ساری محبتیں دھری کی دھری رہ گئی تھیں۔اب بس گل کی شکل میں صرف ایک بد کردار خونی لڑکی نظر آتی تھی۔بڑی حویلی والے اب اسے بیٹی تو دور کی بات اسے انسان تک سمجھنے کے روادار نہیں تھے۔جبار ملک نے کبھی اسے بیوی کا درجہ نہیں دیا تھا۔وہ بس اس حویلی کی ونی تھی۔مجید کے قتل کہ بدلے خون بہا میں آئی ایک بے بس اور لاچار لڑکی۔جس کی خریت پوچھنے والا شاید اب اس دنیا میں کوئی نہیں تھا۔وہ زندہ ہے یا مر چکی ہے۔شاید اب کسی کو بھی اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑھتا تھا۔حویلی والوں کے لئے تو وہ اس دن مر گئی تھی۔جس دن اس نے بے نام محبت کرنے کی غلطی کی تھی۔اس ان دیکھی چاہت کہ ساتھ گل بھی سزا کے طور پر زندہ در گور کر دی گئی تھی۔دن یونہی سوز گوار گزر رہے تھے کسی کو

کوئی خبر نہیں آئی تھی۔ابھی کچھ ہی دیر پہلے جبار ملک گرم لوہے سے اس کا چہرہ داغ کر گئے تھے۔اس نشان کے ماند پڑھنے سے پہلے وہ ایک بار پھر داغ دیتے۔اور پھر درد کی شدّت سے وہ دنوں تڑپتی رہتی ہے۔ نفرت کی انتہا کیا ہوتی ہے یہ کوئی گل کا چہرہ دیکھ کر اندازہ لگاتا جس کا منہ جلے اور زخموں کے کھرچ جانے کے نشان سے بھرا پڑا تھا۔گال سے نیچے کان سے نیچے تک ایک بڑا گہرا نشان پڑ گیا تھا۔جواب شاید ہمیشہ اس کی زندگی کا حصّہ بن کر رہنے والا تھا۔وہ نشان بھر بھی نہیں پاتا تھا۔کہ جبار ملک پھر اسے زندہ کر دیتے تھے۔اور رہی سہی کثر جبار ملک کی ظالم بیوی جو کبھی گل کو اپنی بیٹی کہتی تھیں وہ اس کہ جلے چہرے پر زخم دے کر پوری کر دیتی تھیں۔وہ اس سے اپنے بیٹے کی موت کی ایسی سزا دے رہی تھیں کہ وہ اب کسی کہ قابل ہی نا رہے۔یاور ملک یا پھر ان کی بیوی یہاں سب اس کہ لئے سفاک اور ظالم ہو گئے تھے۔اس کہ سسکتے بدن کو دیکھ کبھی کوئی آگے نہیں بڑھتا تھا۔کیوں کہ ان کی نظر میں گل کو اس کہ کیئے کی سزا مل رہی تھی سب حق

پر تھے۔اور وہ غلط۔ایک آخری آس تھی جب فاریہ بیگم اس کہ وانی میں
انے کہ کچھ دن بعد جبار ملک کی بیوی کہ آگے گل کو روتا سسکتا دیکھ بول
پڑی تھیں۔ لیکن یاور ملک کہ صاف الفاظ میں شعیب کو تنمبیہ کرنے پر وہ
بھی خاموش ہو گئی تھیں۔ان میں اتنی ہمّت نہیں تھی کہ وہ بہن کی خاطر
بول کر اپنا گھر اور بچے چھوڑ تیں۔جب ان سے مزید اپنی بہن کا دکھ نا دیکھا
گیا تو وہ بھی شہر واپس چلی گئیں۔اور گل کی آخری امید بھی دم توڑ
گئی۔یہاں سب اشاروں پر ناچنے والے گڈے کی مانند تھے۔ذرا سی آواز
اٹھانے پر ان کی آواز سمیت سر کچل دیا جاتا تھا۔جہاں بڑی سرکار کچھ نہیں
کر سکیں تھیں وہاں شعیب اور فاریہ کیا کر لیتے۔۔جانتے تھے کہ آواز
اٹھانے کی صورت میں روایات کی خلاف ورزی کرنے کہ جرم میں ان کو
بھی گاؤں سے بے دخل کر دیا جائے گا۔لیکن ان رسومات کا خاتمہ ناممکن
تھا۔

گل کی سوجی موٹی موٹی آنکھیں ہڈیوں کا ڈھانچا نیلو نیل بدن اب وہ کہیں سے بھی وہ بیس سال خوبصورت سی گل نہیں لگتی تھی۔جو دونوں حویلیوں کی لاڈلی ہوا کرتی تھی۔ان کی روایات، فرسودہ رسومات کے آگے سب پیار محبت کہیں دور جا سویا تھا۔انہی راتوں میں سے ایک رات تھی جب گل تے خانے میں خاموش پڑی قسمت کی ستم ظرفی پر ماتم کناں تھی۔کہ بڑی حویلی میں شور مچ گیا۔یاور ملک حرکت قلب بند ہو جانے کے باعث اس دنیا میں نہیں رہے تھے۔یاور ملک کہ جانے کہ بعد کچھ دن تک حویلی کا ماحول سوز گوار رہا اور گل پر ہوتے ظلموں میں بھی کمی آگئ تھی۔کئی روز سے جبار ملک نے اس کا چہرہ نہیں داغا تھا۔پر ان کی بیوی کس صورت نہیں بخشتی تھیں۔۔یاور ملک کہ گزر جانے کے بعد شعیب اور فاریہ محض ایک بار ہی بڑی حویلی آئے تھے۔شعیب صاحب نے ایک بار پھر اپنے چچا کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے یہ کہ کر ان کی بولتی بند کروا دی کہ اب وہ اس گاؤں کہ کرتا دھرتا ہیں یاور ملک کہ جانے کہ بعد اب اس گاؤں

کی ذمہ داریوں کی بھاگ ڈور ان کہ ہاتھ میں ہے۔اگر انہوں نے ان کہ خلاف جانے کی کوشش کی تو ان سے اس حویلی سے سارے تعلق ختم کر لیں گئے۔ساتھ ہی ان کا یہ قدم ان کی بہنوں کی زندگیوں پر کس طرح اثر انداز ہو گا۔وہ یہ بھی باخوبی جان لیں۔یاور ملک کہ ساتھ اب ان کہ پھپھی زدہ ظفر ملک بھی گاؤں کہ فیصلے اور سیاست میں پیش پیش تھے۔جن کہ گھر میں شعیب صاحب کی دو بہنیں بیاہی ہوئی تھیں۔اس گاؤں میں رہنے والے کسی بھی شخص کی غیرت گوارا نہیں کرے گی کہ کوئی ان کی باباو اجداد کی بنائی گئی روایات کہ خلاف جائے۔ایک بار فاریہ کہ بے حد اسرار پر شعیب ملک نے درد سے تڑپتی ہوئی گل کو اٹھا کر ہسپتال لیجانا چاہا لیکن اس سے پہلے بڑی حویلی میں اس بات کا قہرام مچ گیا۔جبار ملک اور شعیب کہ درمیان خاصی تلخ کلامی ہوئی تھی۔لیکن شعیب اپنی بات پر داٹے رہے اور سب کی باہمی رضامندی کہ تحت جبار ملک نے تیش میں آکر شعیب کے اس گاؤں میں قدم رکھنے پر پابندی لگا دی۔اور سارے گاؤں میں یہ بات

پھیلا دی کہ شعیب ملک یاور ملک کی وفات کہ بعد اس گاؤں کہ سارے قاعدہ قانون ماننے سے انکار کر رہے ہیں۔اور یہاں کی روایات توڑنے کہ جرم میں انہیں گاؤں اور حویلی سے بے داخل کیا جارہا ہے۔ بڑی سرکار تک جب یہ بات پہنچی تو انہیں بھی جبار ملک کا یہ فیصلہ درست لگا۔بغیر مکمل حقیقت جانے انہوں نے بھی اپنی بیٹی سے قطع تعلق کر لیا۔ان کہ نزدیق بھی روایات کی پاسداری نا کرنا جرم تھا۔ان کی نظر میں جو شاید باہر سے پڑھ کرانے والے شعیب صاحب کے لئے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ان کی اس نادانی پر سزا ان کا حق تھی۔جبکہ وہ اس بات سے بے خبر تھیں۔کہ انہوں نے صرف گل کی خاطر آواز اٹھائی تھی۔شعیب صاحب نے اپنی رائیگا گئی۔شعیب صاحب بڑی صفائی دینے کی بہت کوشش کی لیکن سب سرکار کی جانب سے بھی مکمل خاموشی اور بڑی حویلی والوں کہ ساتھ کھڑا دیکھ مایوسی سے واپسی لوٹ گئے۔چھے ماہ مزید گزرے تو شعیب صاحب کی

والدہ بھی پہلے شوہر کے زندگی سے منہ موڑنے اور بیٹے کی جدائی پر جلد ہی دنیا سے رخصت ہو گئی۔

دن اور سال یونہی گزرتے جا رہے تھے۔ازیت بھری زندگی جھیلتے جھیلتے نا جانے کتنے دن بیت چکے تھے۔ تقریباً تین سال کہ عرصے کہ بعد گل کی زندگی میں کوئی تبدیلی رونما ہوئی تھی اور وہ تھی شہر واپسی پر جبار ملک کی کار ایکسیڈنٹ میں ہونے والی حادثاتی موت جس میں وہ موقع پر ہی دم توڑ گئے تھے۔جبار ملک کی بیوہ شہناز بیگم نے ایک بار پھر اپنا غم وغصّہ گل کو منحوس قرار دے کر نکالا تھا جو پہلے ان کا بیٹا اور اب شوہر کھا گئی تھی۔گل کو جتنا تڑپا سکتی تھیں تڑپا چکی تھیں۔اب بڑی حویلی میں صرف بڑی حویلی کہ اصل مکینوں میں شعیب صاحب کے بعد کوئی زندہ نہیں تھا۔بڑی حویلی میں اب صرف جبار ملک کی بیوہ اور ظفر ملک کا خاندان آباد تھا۔جبکہ گل کی تو اس حویلی میں کوئی گنتی ہی نہیں تھی۔

جبار ملک کے انتقال کو چار ماہ بیت چکے تھے۔ شہناز بیگم کی عدّت بھی ختم ہو چکی تو۔ گزرے چند سالوں میں بڑی سرکار کی طبیعت میں کافی تبدیلیاں آگئی تھیں۔۔ جبار ملک کہ گزر جانے کے بعد اب بڑی سرکار ہی ان سب کی بڑی تھیں۔ گزرے تین ماہ میں گاؤں کی ساری فیصلے بڑی سرکار کہ ذمہ اور دیکھ بھال شمشیر ملک کے ذمہ تھی۔ جبکہ شعیب صاحب نے ان سب سے قطع تعلق کرر کھا تھا۔ وہ مزید یہاں کہ مسلے مسائل میں بول کر اپنے بچوں کا مستقبل داؤ پر نہیں لگانا چاہتے تھے۔ بڑی سرکار کہ حکم پر شمشیر ملک و قار کہ ہمراگل کی آزادی کی عرضی لیکر بڑی حویلی میں موجود تھے۔ جبار کہ گزر جانے کا بعد آب گل کا یہاں رہنے کا کوئی جواز بنتا نہیں تھا۔ اسی صورتحال کہ تحت وہ گل کو اپنے ساتھ لیجانا چاہتے تھے لیکن شہناز بیگم کسی صورت راضی نہیں تھیں۔ رسم کہ مطابق ونی صرف مر کر ہی تھا۔ واپسی جا سکتی ہے۔ اس سے پہلے جانے کا کوئی رواج نا

میں اپنی بہن کو یہاں سے واپس لیجانا چاہتا ہوں۔ چچا صاحب کہ انتقال کہ "بعد گل کا یہاں رہنے کا کوئی جواز نہیں رہا۔" شمشیر ملک نے انوکھی ہی بات کی تھی۔ جواب تک تاریخ میں کسی نے کرنے کی جرأت نہیں کی تھی۔

شاید تم بھول گئے ہو شمشیر ملک تو یاد کروادیں۔ آپ کی بہن ونی کہ ساتھ "ساتھ اب اس گھر کی بیوہ بھی ہے، ونی مر تو سکتی ہے لیکن واپس نہیں جاسکتی۔"

شہناز مالک کی کڑک دار آواز نے انہیں خاموش ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ یہ حقیقت تھی۔ اور یہ قانون انہی کہ بڑوں کہ تو بنائے ہوئے تھے تو بھلا اب حقیقت سے کیا منہ موڑنا۔

اگر ظلم آپ کے ساتھ ہوا، اگر آپ کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے تو وہ اس" کی سزا بھگت چکی۔ زندگی برباد ہو گئی ہے اس کی جیتے جی مر گئی ہے ہمارے لئے۔ اب تو اسے بخش دیں۔"

شمشیر ملک نے مایوسی سے گردن جھکا کر گل کی زندگی کا تجزیہ کیا۔ شاید پہلی بار، ہاں پہلی بار ہی تھا کہ شمشیر ملک کی گردن کسی کہ آگے جھک گئی تھی وہ بھی اپنی بہن کی خاطر۔۔

شمشیر ملک یہ ناممکن ہے۔" ظفر ملک تیز آواز میں چنگھاڑے۔۔"

لیکن یہ بڑی سرکار کا حکم ہے۔ اب بڑی سرکار اس گاؤں کی بڑی ہے اور ان کا فیصلہ پر سر خم کرنا ہمارا فرض۔" شمشیر ملک بھی ضبط سے غصّہ میں بولے۔

"تو یہ بھی سن لو۔ یہ فیصلہ بھائی صاحب کا تھا۔ اگر اب وہ نہیں رہے تو تم فیصلوں کی خلاف ورزی کرو گے۔۔۔" ظفر کو خاموش رہنے کا اشارہ کرتی شہناز نے تنفر سے کہا۔

"فیصلہ ہوا تھا۔ لیکن جس کہ نکاح میں گل آئی تھی۔ اب تو وہی نہیں رہا تو بتایں میں کس کہ سہارے اپنی معصوم سی بہن کو یہاں تن تنہا اکیلا بے یارو مدگار چھوڑ دوں۔" شمشیر ملک نے تیز لہجے میں کہتے سوالیہ انداز اپنایا۔ جس پر وہ لمحہ بھر کو خاموش ہو کر رہ گئیں۔

"ٹھیک ہے جبار اب حیات نہیں لیکن ہم اپنے بیٹے کا غم ابھی بھولے نہیں ہیں۔ ہم اس لڑکی کو آزادی دے کر اپنے بیٹے کہ ساتھ ناانصافی ہر گز نہیں کریں گئے۔ وہ آپ کے ساتھ واپس جائے گی لیکن ہماری ایک شرط ہے۔"

شہناز بیگم نے پر سوچ انداز میں فیصلہ دیا۔ لیکن اس سے پہلے وہ کچھ تحفظات چاہتی تھیں۔

"بہتر!! گل کی رہائی کہ بدلے ہمیں آپ کی ہر شرط منظور ہے۔۔" اس وقت صرف گل کی آزادی معنی رکھتی تھی۔اسی لئے بغیر شرط جانے حامی بھر ڈالی۔

گل کی رہائی کہ بدلے پہلے اس کا نکاح ہو گا قرآن سے۔اس کہ بعد اس کا" ان دنیا والوں سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔یہ صرف حویلی میں ہماری بدلے کی صورت رہے گی۔ناہی آپ لوگ اسے پھر سے بیٹی کا درجہ دیں گئے۔اور ناہی اب کبھی اس کی زندگی میں کوئی آسکتا ہے۔اس پر صرف بڑی حویلی کی چھاپ رہے گی ہمیشہ جب تک یہ زندہ ہے اس کی ایک سانس

تک چل رہی ہی جب تک بولو منظور ہے۔۔ پھر ہی یہ اس حویلی کی چوکھٹ پھلانگ سکتی ہے۔"

شہناز بیگم کے فیصلے پر شمشیر اور وقار دونوں کو ہی سانپ سونگھ گیا تھا۔ قرآن سے نکاح کا مطلب تھا۔ گل کی ساری زندگی گزر جانی تھی۔ لیکن اس کی سزا نہیں ختم ہونی تھی۔ بیڑیاں ڈالنا کیسے کہتے ہیں یہ شہباز بیگم نے انہیں اچھے سے سمجھایا تھا۔

ناچاہتے ہوئے بھی انہیں حامی بھرنی پڑی۔ اور گل کو ایک اور ازیت میں مبتلہ کر دیا گیا۔ جہاں وہ آزادی کا سن خوش ہوئی تھی۔ وہاں گلے میں پڑنے والی اس زنجیر نے اسے توڑ کر رکھ دیا۔ شمشیر اور وقار نے جب گل کو دیکھا تو انہیں اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آیا تھا۔ یہ گل تھی جو کسی صورت پہچانے میں نہیں آرہی تھی۔ چہرے ہاتھ پیروں پر اتنے زخم تھے کہ گل تو ان زخموں کے بیچ کہیں کھو سی گئی تھی۔۔

اے زندگی ذرا ٹھہر تو سہی
کچھ غم ابھی باقی ہیں

یہ سزایں ابھی بہت نہیں
کچھ درد نصیب باقی ہیں

اے زندگی ظالم تیرا شکریہ
تو نے برداشت سے بڑھ کر آزمایا

اے زندگی ذرا ٹھہر جا
ابھی چند سانسیں باقی ہیں۔۔۔

Zubi Novels Zone

قرآن سے نکاح اللہ معاف کرے۔ یہ انسانوں کی بنائی گئی ایک بہت فضول فرسودار سم ہے۔اس رسم کا ہمارے مذہب اسلام اور شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔اور ناہی ہمارا مذہب ہمیں اس ظلم کی اجازت دیتا ہے۔ یہ رسم برصغیر کہ بیشتر علاقوں میں جہاں آج بھی جہالت پائی جاتی ہے۔وہاں یہ رسمیں یونہی قائم ہیں۔ جو ہزاروں سالوں سے یونہی چلی آرہی ہیں۔ آج تک کبھی کسی نے اس رسم کہ خلاف آواز اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ اگر کوئی یہ غلطی کر بھی دیتا ہے تو اسے بھی روایات کہ خلاف جانے کی برابر سزاملتی ہے۔ اکثر لڑکیوں کا قران سے نکاح اس صورت میں کیا جاتا ہے۔جب خاندان میں ان کی بہن بیٹی کا جوڑ کا کوئی لڑکا نہیں ہوتا۔ یا ساتھ ہی جائیداد باہر جانے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔اس لئے ان کی زندگی کو قرآن سے نکاح کر کہ ختم کر دیا جاتا ہے۔ کیوں کہ خاندان سے باہر شادی ان جیسے چھوٹی ذہنیت کہ لوگوں کہ کہ لئے غیرت کا مسئلہ ہے۔ جب کہ دین مذہب اسلام میں ایسی کوئی پابندی نہیں۔ نکاح کرنا سنت رسول ﷺ

ہے۔اس کہ لئے صرف لڑکے اور لڑکی کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔وہ جس بھی رنگ، نسل،فقہ،قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں۔اوّل درجہ مسلم ہونے کا ہے اور دونوں کہ درمیان نکاح جائز ہوتا ہے۔جو اپنی روایات کو ترجیح دینے کہ باعث نکاح نہیں کرتے۔ان رسموں کی اگر تاریخ دیکھ لی جائے تو یہ سب جہالت اس دور میں ہوا کرتی تھی جب دین اسلام دنیا میں نہیں پھیلا تھا۔یہ ہمارا مذہب اسلام ہی ہے جس نے ہر رشتے سے پہلے انسانیت کی قدر کروائی ورنہ گزری ہوئی قومیں اس سے زیادہ ظالم اور سفاک ہوا کرتی تھیں۔کچھ قومیں تو ایسی بھی گزر چکی ہیں جو زندہ عورت کو جلانے سے بھی گریز نہیں کرتیں۔عورت پر تو اس دنیا میں ہمیشہ سے ظلم ہوتا چلا آرہا ہے۔یہ اللہ کا پسندیدہ مذہب اسلام اور ہمارے پیارے نبی رسول ﷺ ہی تھے۔جنہوں نے عرب کی عورتوں سے لیکر آج اکیسوی صدی تک کی عورت کو عزت دلوائی۔ورنہ بیٹی پیدا ہوتے ہی اسے زندہ گاڑ دینا عرب والوں کی روایات میں شامل تھا۔اس جہالت بھری رسموں کی

ڈوری میں پروی ہوئی ایک رسم ونی اور قرآن سے نکاح بھی ہے۔ جس میں عورت کو صرف اپنے مفاد کہ تحت استعمال کیا جاتا ہے۔ بہت افسوس کہ ساتھ یہ بات لکھنی پڑھ رہی ہے۔ آج کہ اس دور میں جہاں عورت ایک طرف اتنی آزاد ہے کہ میرا جسم میری مرضی کا نعرہ لگاتی نظر آتی ہے۔

(جو کہ سراسر غلط ہے)۔ وہیں دوسری جانب یہی عورت سالوں سے فرسودہ رسم و رواج کی زنجیروں میں جکڑی بے بس ہے۔ مسلمان ہو کر بھی ہمارے لئے سنت نبوی سے زیادہ وہ رسمیں اہمیت کی حامل ہیں۔ جو اس دنیا میں رہنے والے انپڑھ سفاک لوگوں نے بنائی تھیں۔ جن کا کوئی دین ایمان نہیں تھا۔ جن کہ دلوں میں انسانیت کا درد ناپید تھا۔ جو انسایت کہ نام پر دھبہ تھے۔ ہمارے اپنے ملک کہ بیشتر نواحی علاقوں میں جہاں آج بھی تعلیم کی شراح نا ہونے کہ برابر ہے۔ وہاں آج بھی عورت کی کوئی عزت نہیں۔ اور رسمیں وہاں آج بھی بہت عام ہیں۔ یہ رسم آج بھی پورے شان کہ ساتھ بنائی جاتی ہے۔ جس میں ایک لڑکی کو بلی کا بکرا بنا دیا

جاتا ہے۔ گاؤں میں پیدا ہونے والی یا تو وہ گل کی طرح زنجیروں کی قید میں زندگی گزار دیتی ہے۔ یا عائشہ بیگم، ماہنور کی طرح چپ چاپ ظلم پر خاموش رہتی ہے۔ حالات سے سمجھوتا کر لیتی ہے۔ یا پھر عمر کا ایک حصّہ ظلم ہوتا دیکھ برداشت کر خود بھی انہی جیسی ہو جاتی ہے۔ بڑی سرکار بن جاتی ہے۔ جو خود پر بیتا ظلم کا بدلہ دوسروں کو تکلیف پہنچا کر لیتے ہیں۔ گاؤں میں اگر ہزاروں لڑکیاں پیدا ہوں تو شاید کوئی ایک تانیہ جیسی سب کا درد محسوس کرنے والی، ظلم کہ خلاف آواز اٹھانے والی پیدا ہو جائے۔ مگر شاید کوئی ایک۔۔۔۔۔۔۔

آرزوئیں فضول ہوتی ہیں
گویا کاغذ کے پھول ہوتی ہیں

پتھر کے خداؤں کے آگے
التجائیں فضول ہوتیں ہیں

کوئی میرے لبوں کو لا دے
جو دعائیں قبول ہوتی ہیں

خواب ٹوٹیں یا بکھر جائیں
قسمیں کب وصول ہوتی ہیں
(نامعلوم)

گل پورے تین سال بعد اپنی حویلی میں داخل ہوئی اس حویلی میں جس میں اس کا بچپن گزرا تھا۔ بڑی سرکار تو گل کا بگڑا چہرہ دیکھ دل تھام گئی

تھیں۔ حیرت زادہ نظروں سے شمشیر کی جانب دیکھا جوان کی آنکھوں میں رقم سوال پڑھ کر نظریں چرا گئے تھے۔

عائشہ اور شاکرہ بیگم حویلی کی لاڈلی کی ایسی ناقدری پر رنجیدہ ہو گئی۔ گل سپاٹ نظروں سے سب کی جانب دیکھ رہی تھی۔ شمشیر کی زبانی نکاح کا سن وہ گل کو سینے سے لگائے بغیر ہی واپس موڑ گئیں۔ سب دور سے کھڑے اس کا بھیانک چہرہ دیکھ رہے تھے جو پہچانے میں ہی نہیں آرہا تھا۔

گل کی نظریں سب پر سے ہوتیں دور چھپ کر کھڑے آریان اور ازلان پر پڑی تھیں۔ جو حویلی کہ دروازے پر دور سے کھڑے ہو کر اسے دیکھ رہے تھے۔ گل نے کسی احساس کہ تحت قدم ان کی جانب بڑھائے لیکن وہ دونوں اس عجیب زخموں والی لڑکی کو دیکھ ڈر کر بھاگ گئے۔

گل جو تین سالوں میں کوئی خوشی محسوس کر ان کی جانب پیش قدمی کر گئیں تھی۔ لیکن ان دونوں کو خود سے دور جاتا دیکھ کتنی ہی دیر بے یقینی سے یک ٹک اسی سمت دیکھتی رہ گئی۔

بے یقین سی کھڑی گل کو ہوش جب آیا جب شاکرہ بڑی سرکار کہ حکم کے مطابق اس کا ہاتھ پکڑ کر حویلی سے چند قدموں کہ فاصلے
پر بنی دو منزلہ عمارت کہ اندر لے آئیں۔ اسے یاد تھا یہ حصّہ شہر سے کسی۔ خاص مہمان کی رہائش گاہ کہ طور پر استعمال ہوتا تھا۔ لیکن وہ یہاں کیوں آئی تھی۔ وہ ابھی اسی تذبذ کا شکار تھی جب شاکرہ نرم لہجے میں بولیں۔

گل جو ہوا تمہاری قسمت تھی۔اب جو ہو رہا ہے وہ بھی تمہاری قسمت" ہے۔اللہ کہ فیصلوں کہ آگے ہم بے بس ہیں۔" شاکرہ کہ دلاسہ پر گل نے چونک کران کہ لفظوں پر غور کیا۔اللہ کہ فیصلے۔۔

شاکرہ اس کی حیرت زادہ نظروں کو دیکھ نظریں چرا گئی۔

شہناز چچی کی شرط کہ مطابق اب تم کبھی اس حویلی میں ہمارے درمیان" پہلے کی طرح بیٹی بن کر نہیں رہ سکتیں۔انکی شرط کو مدعے نظر رکھتے اماں سرکار نے تمہارے لئے یہ حصّہ مطعین کر دیا ہے۔اب سے تم یہیں رہو گی۔باہر انے کی ضرورت نہیں کچھ چاہیے ہو کرے تو شام کو ملازمہ آیا کرے ہی اسے بتا دینا۔" شاکرہ نے تمام ہدایات کرتے اب سے یہاں رہنے کہ اصول بھی گوشے گزار کئے۔

یہ دوا لگا لینا چہرے پر، میں چلتی ہوں اب۔۔" شاکرہ اس کہ ناسور بنے زخموں پر نظر ڈالتیں اپنی جانب سے ہمدردی میں کریم ایک جانب رکھتی کمرے سے باہر نکل گئیں۔

گل قدم قدم چلتی دیوار گیر شیشے کہ پاس آئی۔آج تین سالوں بعد وہ شیشہ دیکھنے جارہی تھی۔۔

گل آئینہ کہ آگے آ کھڑی ہوئی تو اپنا ہی چہرہ دیکھ خوف سے حلق سے چیخ برآمد ہوئی۔جگہ جگہ پڑے نیل، جلے کے گہرے نشان اور کھردرے سے زخم یہ اس کا چہرہ تو ہرگز نہیں تھا۔سبز آنکھوں کی چمک کہیں کھو سی گئی تھی۔چہرے کو مزید بھیانک بناتا گال سے لیکر نیچے تک لوہے کا دغا گیا نشان جس سے پوری سکن تک جھلس چکی تھی۔جب سے یہاں آئی تھی۔ ایک آنسو نہیں گرا تھا اپنوں کو دیکھ کر بھی نہیں روئی تھی۔اب خود کو دیکھ کب پلکوں کی باڑ توڑ کر آنسو آنکھوں سے بہنے لگے اور آج سالوں

بعد گل اندرونی تکلیف پر چیخوں سے روئی تھی۔اتنا روئی تھی۔حویلی میں سب نے اس کی چیخیں سنی تھیں۔لیکن اس کو دلاسہ دینے کوئی نہیں آیا تھا۔گل کب روتی روتی خود ہی خاموش ہوگئی اسے خود بھی پتہ نا لگا۔ساری رات واقفے واقفے سے ہوتی بارش میں گل کے آنسوں بھی ساری رات واقفے واقفے سے جاری رہے تھے۔

وقت پھر سے آہستہ آہستہ سرکنا شروع ہوگیا تھا۔سب ہی اپنی اپنی زندگیوں میں اگئے بڑھ گئے تھے۔گل کو جب ریاض ملک کی وفات کا علم ہوا تو کتنے ہی لمحے وہ سکتہ میں رہی سکتا ٹوٹا تو ایک اور غم مل گیا تھا آنسو بہانے کہ لئے۔

بڑی سرکار پہلے سے زیادہ سخت ہو گئی تھیں۔ لیکن ان سالوں میں انہوں نے ایک فیصلہ کیا تھا اور وہ تھا کہ اب اس حویلی میں کبھی کوئی لڑکی ونی ہو کر نہیں آئے گی۔ یہ اصول وہ گاؤں میں تو رائج کرنے کی اہل نہیں تھیں لیکن اپنی حویلی اور اپنی اولاد پر تو ان کا پورا حق تھا۔ ریاض ملک کی آخری خواہش تھی گل کو واپس لیکر آنا۔ گل کو تو وہ اس حویلی میں واپس لے آئی تھیں لیکن چاہ کر اسے گلے تک نہیں لگا سکیں تھیں۔ جو حدود گل اور بڑی سرکار کہ بیچ حائل ہو گئی تھیں۔ وہ چاہ کر بھی ختم کرنا ناممکنات میں سے ہے۔

گل کو واپس آئے کئی مہینے ہو گئے تھے۔ لیکن آریان اور ازلان کبھی اس سے ملنے نہیں آئے تھے جن کا وہ انتظار کر رہی تھی۔ ایک روز جب آریان وہاں سے گزر رہا تھا تو گل نے زبردستی اسے بات کی تھی۔ وہ جو اسے پتہ نہیں کون سمجھ رہا تھا۔ گل کو دیکھ حیران رہ گیا آریان کہ کسی بھی سوال کا

جواب اس کہ نہیں تھا۔ پھر آریان ایک دو بار خود اس سے ملنے آیا جبکہ ازلان نے شاید اس سے ڈرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کہ بلانے پر دور سے دیکھتا واپس چلا جاتا۔ آریان اور ازلان دونوں کا شہر کہ ایک مشہور و معروف اسکول کی نویں کلاس میں داخلہ ہو گیا تھا۔۔ اور پھر اسکول ختم ہونے کہ بعد آریان باہر جانے سے پہلے ایک بار گل سے مل کر جانا چاہتا تھا۔ لیکن بڑی سرکار نے یہ کہ کر منع کر دیا کہ وہ اب بچہ نہیں ہے اور گل کا چہرہ دیکھنے کی اجازت کسی کو نہیں۔ اس کی تمام ضدیں رائیگا چلا گئیں۔ اور وہ دس سالوں کے لئے پڑھائی کہ سلسلے میں لندن گیا۔ شمشیر ملک آریان کہ ساتھ ازلان کو بھی بھیجنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ آگے یہیں سے پڑھے گا کہ کر جانے سے انکار کر گیا۔ بڑی سرکار نے اس کی پوری ہمایت کی تھی۔ گل جو ہر روزان تین لوگوں کا شدّت سے انتظار کرتی تھی۔ وہ انتظار، انتظار ہی رہ گیا۔ گل کو حویلی واپس آئے چند سال ہی گزرتے تھے کہ ایک ملازمہ کی گزارش پر گل نے ان کی بچیوں کو قرآن پاک

پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ جو حویلی میں کام کرنے کہ باعث وہ ان کو ساتھ ہی لاتی تھیں۔ بڑی سرکار نے بھی اس بات پر کوئی خاص اعترض نہیں کیا تھا۔ گزرے ان پندرہ سالوں میں گل جانے کتنی ہی بچیوں کو قرآن پاک پڑھنا سکھا چکی تھی۔ لیکن اس کا چہرہ اس دن کہ بعد آج تک کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ حکم کہ مطابق چند ایک پرانی ملازماؤں کہ علاوہ نا تو کسی نے اس کا چہرہ دیکھ رکھا تھا۔ اور نہیں فضول میں کسی کو اس کہ حصّہ کی جانب جانے کی اجازت تھی۔ حویلی میں بسنے والے کسی بھی شخص نے آج تک کبھی اس جگہ کا رخ نہیں کیا تھا۔ ملازمائیں تو پہلے ہی اس کا قرآن سے نکاح کہ متعلق جان اسے پاک بی بی مخاطب کرنا شروع کر چکی تھیں۔ سب کی دیکھا دیکھی حویلی کہ ہر چھوٹے بڑے بچے نے اس کو یہی کہنا شروع کر دیا جو نام اکثر اسی طرح کی عورتوں کا لیا جاتا ہے۔ اور اس سب میں گلنار نامی لڑکی تو مر ہی چکی تھی۔ جیسے اس کا کوئی وجود ہی نا رہا ہو۔ حویلی کہ تمام بچے ہی بڑے ہو گئے تھے۔ لیکن انہیں صرف اتنا ہی بتایا گیا تھا۔ کہ وہ بڑی حویلی سے آئی

ایک ونی پاک بی بی ہے۔اس گھر کی بیٹی بیس سال پہلے ہی مر گئی تھی۔اب یہی اس کی پہچان تھی۔ بیس سال گزر گئے۔سب بدل گیا۔بڑی حویلی والوں کہ حکم کہ مطابق اس کی زندگی وہیں ٹھہر گئی تھی۔ گزرا وقت جب آنکھوں کہ پردے پر لہراتا گل کی ہفتوں کی نیند آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی تھی۔۔سب کی زندگی کی گاڑی جیسے تیسے وقت کا سامنا کرتی اگے بڑھ ہی گئی تھیں۔ لیکن گل کا وقت وہیں ٹھہر گیا تھا۔بیس سال آج بیس سال گزر گئے ہیں، گل کو اسی قید میں اسی کمرے میں بیس سال سے اس نے حویلی سے باہر قدم نہیں نکالا ہے۔اور نا ہی کسی کو اس سے ملنے کی اجازت ہے۔۔اس کہ ساتھ ساتھ حویلی میں اس کی شناخت بھی فرسودہ رسموں کی "مٹی میں دفن کی جا چکی ہے۔۔

فاریہ نور کو حقیقت بتاتے بتاتے آبدیدہ ہو گئی تھیں۔ جس کی اپنی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔اس کہ ارد گرد بسنے والے لوگ اس کی سوچ سے زیادہ ظالم تھے۔ جس عورت کا چہرہ دیکھنا نور کہ لئے ایک چلنج تھا۔ایک

شرارت کا حصّہ تھا۔ لیکن ان پر کیا کچھ بیت چکی تھی۔اس کا تو اسے علم ہی نہیں تھا۔فاریہ اب بلکل چپ ہو تیں خاموش آنسوں بہارہی تھیں۔آج یہ حقیقت انہوں نے زندگی میں دوسری بار دوہرائی تھی۔اور دونوں ہی بار کی ازیت پہلے سے کئی گنا بڑھ کر تھی۔۔۔

Zubi Novels Zone

رک جاؤ لڑکی۔۔"ان کی دھاڑ کے ساتھ ہی گولی چلنے کی آواز آئی" تھی۔تانیہ کہ ساتھ ساتھ تمام خواتین کی بے ساختہ چیخیں نکلی تھیں۔گل کہ ہاتھ پر تانیہ کی گرفت کمزور پڑی تھی۔اور گل ایک لمحے میں لہرا کر زمین بوس ہوئی تھی۔

بڑی سرکار سامنے کا ہولناک منظر دیکھ اپنا دل تھام کر رہ گئی تھیں۔اب صرف حویلی میں تانیہ اور ماہ کی بلند بانگ چیخیں تھیں۔۔

گولی پاک بی بی کہ بازو کو چھو کر گزری تھی۔تانیہ کہ ہاتھوں سے پھسلتی پاک بی بی اچانک ہی بیہوش ہو کر زمین بوس ہوئی تھی۔شمشیر کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا تھا۔

عائشہ اور شاکرہ ڈور کر قریب آتی تانیہ کو پیچھے دکھیلتی گل پر جھکی تھیں۔

بڑی سرکار کسی انہونی کہ خدشے کہ زیرِاثر اپنی جگہ پر جم کر رہ گئیں تھیں۔

گل گل۔۔۔"عائشہ ہوش وحواس سے بیگانہ گل کا گال تھپتھپاتی پکار" رہی تھیں۔۔۔

تانیہ سکتہ کی سی کیفیت میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے بیہوش پڑی گل کو تک رہی تھی۔

"بھائی صاحب۔۔۔بھائی صاحب!!! جلدی آئیں نا جانے کیا ہو گیا گل کو کچھ بول ہی نہیں رہی۔۔۔"شاکرہ نے خوف زدہ لہجے میں ساکت منجمد کھڑے شمشیر کو پکارا۔

وہ چونک کر ہوش میں اتے فوراً اس کہ قریب آئے تھے۔

"پیچھے ہٹو!!! گل۔۔۔"گل کہ خون سے سرخ بازو کو دیکھ شمشیر نے غصّہ میں تانیہ کو ہاتھ پکڑ کر پیچھے دھکیلا۔

جھک کر گل کو اٹھایا۔ جو بے جان سی ہو گئی تھی۔ بڑی سرکار نے دور سے ہی اس کا خون سے رنگا بازو دیکھ تانیہ کو غضب ناک نظروں سے گھورا۔

شمشیر گل کہ کمرے میں چھوڑ کر آئیں۔" شمشیر کو باہر کی جانب جاتا دیکھ " حکم صدر کیا۔

اماں سرکار خون بہت بہ گیا ہے۔ ابھی ہسپتال لیکر جانا پڑے گا۔" شمشیر " نے اطلاح دی۔

ہم نے کہا نا کمرے میں لے جاؤ۔ گل حویلی سے باہر نہیں جا سکتی۔ کسی" لیڈی ڈاکٹر کا انتظام کرو۔ عائشہ آپ ساتھ جائیں۔" بڑی سرکار نے سخت لہجے میں حکم سناتے ہدایت کی۔

لیکن اماں سرکار۔۔۔"انہوں نے کوئی دلیل پیش کرنا چاہی۔"

بس کہ دیا۔ بلکہ ڈاکٹر کی بھی ضرورت نہیں۔آ ئے لڑکی مرہم پٹی" کر جلدی سے، آخری تیری ہی وجہ وجہ سے گولی لگی ہے۔" بڑی سرکار نے انہیں خاموش کروا کر حواس بختہ کھڑی تانیہ کو حکم صدر کیا۔ جو چونک کر ہوش میں آئی۔

شمشیر جلدی سے گل کو اس کہ رہائشی حصّہ میں لے آئے تھے۔

چل نا منحوس ابھی تک یہی کھڑی ہے۔اب کیا جان لیکر چھوڑے گی اس" کی۔" آنکھیں واکئے کھڑی تانیہ کو عائشہ بیگم بازو سے پکڑ کر گھسیٹ کر ساتھ لے گئیں۔ شاکرہ جلدی سے بینڈج کا سارا سامان لینے حویلی کہ

اندرونی حصّہ کی جانب بھاگیں۔نور سب سمجھنے کی کوشش میں یونہی آنکھیں پھیلائے کھڑی تھی۔

نور چلو ہمارے ساتھ،اور فون ملاؤ آپنے بھائی کو۔اس سے کہو کہ نور کہ ساتھ اس لڑکی کہ ماں باپ کو بھی ساتھ لیکر آئے.اب فیصلہ ہو کر رہے گا۔" حونک بنی کھڑی نور کو ہدایت دیتیں بڑی سرکار حویلی کہ اندرونی حصّہ کی جانب واپس لوٹ گئیں۔انہوں نے ایک بار بھی گل کو دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

جبکہ نور فوری ان کہ حکم پر عمل پیرا ہوئی۔۔

شمشیر نے پاک بی بی کو بیڈ پر لٹایا۔ ساتھ تانیہ بھی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ان کہ پیچھے آئی تھی۔

"لڑکی تمہاری تو کھال میں اُدھیڑوں گا۔ بہت ہمّت ہے نا تم میں بد بخت، اس کو کیوں سامنے کر دیا تھا۔ خود کھاتی نا یہ گولی۔ علاج کر اس کا جلدی۔ اگر اس کو کچھ ہوا تو اپنے ہاتھوں سے تمہاری گردن مڑوڑوں گا۔" کمرے سے باہر کو جاتے شمشیر ملک خوف زادہ کھڑی تانیہ کو دیکھ کر دھاڑے۔۔

تانیہ اوچھل کر دو قدم پیچھے ہوئی۔

"مالک صاحب ابھی آپ باہر جائیں، اس کو تو ہم بعد میں دکھیں گئے۔ پہلے یہ ذرا گل کی مرہم پٹی کر دے۔" عائشہ نے ضبط سے کھڑے شمشیر کو دیکھ باہر بھیجا جو سرخ نفرت بھری نگاہوں سے تانیہ کو گھور رہے تھے۔

کھڑی کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہے جلدی کر، کتنا خون بہ گیا تیری وجہ "
سے۔" عائشہ کی چنگھاڑتی ہوئی آواز پر تانیہ جلدی سے گل کی جانب متوجہ
ہوئی۔

کہنی سے ذرا اوپر کو گولی صرف چھو کر گزری تھی۔ کمزوری اور نکاہت کی
شکار گل صدمے سے فوری بیہوش ہو گئی تھی۔

تانیہ نے جلدی سے زخم صاف کر کہ اس پر دوائی لگا کر پٹی کی۔ کچھ ہی دیر"
میں انہیں ہوش آجانا تھا۔

تانیہ کو ایک طرف کر شاکرہ نے گل کو ذرا سا اٹھا کر فریش اورنج جوس اس
کہ منہ سے لگایا۔ دو تین سپ حلق سے اترے تو عائشہ اور شاکرہ کی جان

میں جان آئی مطلب وہ سچ میں صرف بہوش تھی۔ ورنہ تانیہ پر تو انہیں بلکل کوئی بھروسہ نہیں تھا۔

شاکرہ تم گل کہ ساتھ ہی رہو۔ جب تک اسے ہوش نہیں آجائے۔ اور تو" چل میرے ساتھ۔ کم بخت، کرم و جلی سب کی جان لیکر ہی مرے گی منحوس مرکیوں نہیں جاتی توتاکہ جان چھوٹ جائے ہماری۔" شاکرہ کو وہیں رہنے کی ہدایت کرتی عائشہ فرسٹ آیڈ بوکس بند کرتی تانیہ کو گھسیٹ کر اپنے ساتھ باہر لے جاتی لعن طعن کر رہی تھیں۔۔

بڑی سرکار اور کتنا انتظار کریں گی آریان کا فون نہیں لگ رہا۔اور جب "
میں یہاں موجود ہوں تو آریان کی کیا ضرورت۔۔" دوپہر سے شام ہونے
کو آئی تھی لیکن آریان اب تک نہیں آیا تھا۔اور نا ہی اس کا نمبر لگ رہا تھا۔

ہمیں آریان کا نہیں،اس لڑکی کہ ماں باپ اور اپنی پوتی کا انتظار ہے۔اب "
فیصلہ ہو کر رہے گا۔ لیکن اس لڑکی کی وجہ سے اگر کچھ بھی نور کہ ساتھ غلط
ہوا تو اچھا نہیں ہو گا۔" بڑی سرکار نے غصّہ سے ٹہلتے شمشیر ملک کو دیکھ
نفرت سے ایک طرف کو خاموش کھڑی تانیہ کو گھورا۔

آریان کا فون نہیں لگ رہا، شعیب مالک سے ہمارا کوئی ربطہ نہیں ہے۔تو "
کیا مطلب کل تک یہ بدبخت انتظار میں یونہی ہماری حویلی میں دندناتی
پھیرے گی۔" شمشیر بڑی سرکار کا جواز سن شدّت سے دھاڑے۔

آواز نیچی رکھو شمشیر اس لڑکی کو ہم خود دیکھ لیں گے۔"ان کہ تیز لہجے پر" ناگواری سے کہا۔

بیٹا مرا ہے میرا اس منحوس کہ بھائی نے مار دیا اسے۔پہلے آپ نے اپنی زبان کہ خلاف جا کر اس لڑکی کو ونی کر لیا اور اب اسے بھی اتنی آزادی دے رکھی ہے۔اس کی اتنی جرات ہے کہ ہماری ہی حویلی میں کھڑی ہو کر یہ ہمیں آنکھیں دکھا رہی ہے۔"بڑی سرکار کی تنبیہ پر سارے لحاظ ایک طرف رکھ کر غضب ناک تیوروں سے پھنکارے۔۔۔

ہاں!! گئی میں اپنی زبان کہ خلاف خون کہ بدلے خون کی جگہ لیا ہے میں" نے اس لڑکی کو ونی۔اس حویلی میں اب کبھی ونی نہیں ہو گی، بیس سال پہلے یہ میرا فیصلہ تھا۔اور اس لڑکی کو ونی کرنے کا فیصلہ بھی میرا ہے۔بڑی سرکار ہوں میں اس گاؤں کی۔تم ہوتے کون ہو مجھ سے سوال کرنے

والے۔"پیچھلے تین ماہ سے شمشیر کی ایک ہی گردان برداشت کرتی بڑی سرکار اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی اپنی چھڑی زمین پر مار کر جلالی انداز میں بولیں۔

سارے فساد کی جڑ یہ لڑکی ہے۔جان سے ماردوں گا میں ایسے "

آج۔۔۔"شمشیر ملک غصّہ سے پریشانی سے ہونٹ چباتی تانیہ کی جانب بڑھے۔۔

شمشیر۔۔۔"

تانیہ کہ قریب آکر تیش میں انہوں نے تانیہ کو تھپڑ مارنے کہ لئے ہاتھ اٹھایا۔تانیہ گھبرا کر دو قدم پیچھے ہوتی گال پر ہاتھ رکھتی منہ موڑ گئی۔بڑی سرکار تیزی سے آگے بڑھیں۔۔

بابا سائیں!!!!! کیا ہوگیا ہے آپ کو۔۔" ان کا ہوا میں بلند ہاتھ آریان" نے پکڑ کر بے یقینی سے دیکھا۔جو غصّہ سے پاگل ہو رہے تھے۔

آریان ابھی اندر ہی آرہا تھا کہ وہاں جنگ کا میدان دیکھ ڈور کر شمشیر اور تانیہ کہ بیچ آیا۔

ہٹو پیچھے!!! آج میں اس لڑکی کا قصّہ ہی ختم کر دوں گا۔بہت کرلی" برداشت اب بس۔۔۔" شمشیر ملک آریان کو جھڑک کر پیچھے دھکا دیتے ایک بار پھر تانیہ کی جانب بڑھے۔۔۔

تانیہ شمشیر کو اپنے خون کا پیاس ہوتا دیکھ حلق تر کرتی چارو جانب نظر گھما رہی تھی۔پر فرار کہ سارے راستے بند تھے۔

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

بابا سائیں!!! پیچھے ہٹیں، کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔آپ کی بیٹی کہ جیسی ہے "وہ۔"آریان ایک بار پھر انہیں زبردستی پکڑ کر دوسری طرف لے آیا۔

شمشیر بس!!! بہت کر لیا تم نے تماشہ، خبر دار اب اگر ایک قدم بھی "آگے بڑھایا تو۔۔۔"بڑی سرکار سارا تماشہ دیکھ حاکمانہ انداز میں تیز لہجے میں بولیں۔

بہت غلط کر رہی ہیں اماں سرکار!!! بہت غلط کر رہی ہیں آپ۔۔۔میں "اپنے بیٹے کہ قاتلوں کو یونہی نہیں چھوڑوں گا۔اگر آپ نے اصول کی خلاف ورزی کر اپنی نواسی کو بچانے کی کوشش کی تھی۔تو یاد رکھیے گا جان سے ماردوں گا اس کم ذات کو۔۔۔"شمشیر ملک غصّہ سے دھاڑ کر غضب ناک نظروں سے سہمی سے کھڑی تانیہ کو دیکھ وہاں سے نکلتے چلے گئے۔بڑی سرکار نے اپنے بیٹے کی اس غلط فہمی پر سر جھٹکا۔

آریان ایک غصّیلی نظر سے حواس باختہ سی کھڑی تانیہ کو نوازتا بڑی سرکار" کی جانب بڑھا۔

"!! پھپھو کیسی ہیں؟ دادی سرکار"

آریان نے غصّہ سے بھپری کھڑی بڑی سرکار سے پوچھا۔

اللہ کا شکر ہے!! اب بہتر ہے طبیعت، ورنہ اس لڑکی نے تو اس کی جان لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ بڑی سرکار کا غصّہ بجا تھا۔ آریان ایک گہری سانس بھر کر خاموش ہو گیا۔

زمانی!!! زمانی۔۔" آریان کو نظرانداز کر کو زمانی کو پکارا۔ جو فوری حاضر ہوئی تھی۔

"جی بڑی سرکار!!"

"لے جا اس بدبخت کو، ماہنور کہ کمرے میں بند کر دے اور وہیں پہرہ دے۔ میری اجازت کہ بغیر کمرے سے قدم باہر نا رکھے یہ۔۔"ان کہ حکم پر زمانی تانیہ کی جانب بڑھی۔ جو وہاں موجود ہر افراد پر ایک نفرت بھری نگاہ ڈالتی۔ خود قدم اٹھاتی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

آریان نے دور جاتی تانیہ کی پشت دیکھ تاسف سے نفی میں سر ہلایا۔ جس کی اکڑ ہونز قائم تھی۔

دادی سرکار بیٹھیں آپ!!! میں سمجھادوں گا تانیہ کو آیندہ ایسی حرکت" نہیں کرے گی۔۔"آریان نے انہیں شانوں سے تھام کر جھولے پر بیٹھایا۔۔

آپ کیوں سمجھائے گئے۔ہم خود دیکھ لیں گے۔اب تک ہماری نرمی کا بہت ناجائز فائدہ اٹھایا ہے اس لڑکی نے۔ورنہ ونی کہ ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔یہ لڑکی جا کر اپنے باپ دادا سے پوچھے۔۔۔"وہ لمبی لمبی سانسیں بھرتیں غصّہ سے پھنکاریں۔آریان فلحال خاموش رہا معملہ دونوں طرف سے گرم تھا۔۔

غصّہ نہیں کریں دادی صاحب!!وہ شہر میں پلی بڑی ہے۔نہیں سمجھتی" گاؤں کہ قاعدہ قانون کو۔اور پھر اس سب میں اس کا قصور بھی تو نہیں ہے۔بقول آپ لوگوں کہ قاتل ارمان ہے۔تو پھر اس میں تانیہ کو کس

بات کی سزا دی جا رہی ہے۔۔۔" آریان نے ان کو نڈھال ہوتا دیکھ قائل کرنا چاہا۔ جانتا تھا ان کی یہ حالت صرف گل کی وجہ سے ہوئی ہے۔ جسے وہ ایک بار دیکھنے کی بھی روادار نہیں تھیں۔۔۔

ونی میں آئی کسی لڑکی کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ لیکن سزا سب کو برابر ملتی ہے سمجھے۔" آریان کہ سائیڈ لینے پر غصّہ سے بولیں۔۔

اچھا آپ یہ سب چھوڑیں!!! مجھے آپ سے اجازت چاہیے تھی۔ میں" "پھپھو سائیں سے مل سکتا ہوں۔ زیادہ دیر نہیں بس چند منٹ۔۔

آریان نے آس بھری نظروں سے ان کی جانب دیکھا۔۔

جانتے ہو نا۔۔اسے کسی سے ملنے کی اجازت نہیں۔" بڑی سرکار نے رخ" بدل کر اٹل لہجے میں کہا۔

دور سے دیکھ کر آجاؤں گا۔اور یہ کیسا اصول ہے دادی سرکار!!!میں کوئی غیر تو نہیں ہوں۔۔"آریان نے ذرا ناگواری سے کہا۔

"کہہ دیا نہیں تو مطلب نہیں!!پہلے ہی آج اس حویلی میں اس لڑکی نے ہمارے بہت سے اصول توڑیں ہیں۔اب کیا تم بھی اصولوں کی خلاف ورزی کر یہاں نیا محاذ کھولنا چاہتے ہو۔۔"بڑی سرکار تنفر سے ناگوار لہجے میں بولیں۔۔گل کو گولی لگتی دیکھ ان کا دل تک کانپ گیا تھا۔

"اچھا آپ غصّہ نہیں کریں!!!اب آپ آرام کریں رات بہت ہوگئی ہے۔میں ذرا بابا سرکار کو دیکھ لوں بہت غصّہ میں ہیں وہ۔"انہوں نے سر کہ اشارے سے جانے کی اجازت دی تو وہ اٹھ کر اپنے حصّہ کی جانب بڑھا۔جبکہ بڑی سرکار کسی گہری سوچ میں گم تھیں۔وہ تانیہ کی ہڈدھرم

طبیعت سے بہت اچھے سے واقف ہو گئی تھیں۔وہ ضرور پھر کوئی نیا ہنگاما کرے گی۔اور اس بار شمشیر کو سمبھالنا بہت مشکل ہو گا۔اس سے پہلے کہ حالات ان کہ قابوں سے باہر ہوں فیصلہ لیناضروری تھا۔

آریان اپنے ماں باپ کہ کمرے میں آیا تو شمشیر ملک کو غصّہ سے ادھر سے ادھر ٹہلاتا ہوا پایا۔

عائشہ بیگم اب تک غصّہ میں تانیہ کو لعن طعن کر رہی تھیں۔

بس بھی کر دیں اب اماں سرکار۔۔"آریان کہ لہجے میں بے زاری تھی۔"

خاموش ہو جاؤ تم!! خبردار جو اس دو ٹکے کی لڑکی کی حمایت کی" تو۔۔" عائشہ کا لہجہ تذلیل امیز تھا

پلیز اماں سرکار آپ ایسے الفاظ نا استعمال کیا کریں۔۔"آریان نے ناگواری سے کہا۔۔

خاموش ہو جاؤ!!! خبردار جو اپنی ماں سے زبان درازی کی وہ بھی اس خونی لڑکی کی خاطر۔۔"دونوں ماں بیٹے کو نوک جھوک برداشت کرتے شمشیر غصّہ سے پھنکارے۔

آریان جھنجھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔یہاں تو کوئی اس کی بات ماننے کار وادار ہی نہیں تھا۔تو بیٹھنا فضول تھا۔

بابا سرکار میں پتہ لگوا چکا ہوں۔ازلان کا قتل ارمان نے نہیں کیا۔اصل قاتل کو میں جلد ہی آپ کہ سامنے لے کراؤنگا۔تانیہ کا اب اس سب معملے میں کو عمل داخل نہیں ہے۔اور نا ہی وہ کو ونی ہے۔بہتر ہو گا کہ آپ سب اس کہ ساتھ اپنے روایہ درست کرلیں۔ورنہ پھر میں خود اسے اپنے ساتھ شہر لے جاؤنگا۔۔"آریان نے ضبط سے ان کی بات سن کر فیصلہ کن انداز میں سخت لہجے میں کہ۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

"کیا کہا تم نے اسے اپنے ساتھ لے کر جاؤ گئے۔اگر اس نے اس حویلی سے قدم بھی نکالا نا تو اس کی جان میں اپنے ہاتھوں سے لوں گا۔۔"
شمشیر ملک آریان کہ سخت لہجے پر دھمکی دیتے غصّہ سے دھاڑے۔۔

وہ یہاں سے ضرور جائے گی۔ جرگہ میں فیصلہ ہوا تھا تانیہ کو ونی کرنے کا" ۔اب جرگہ میں ہی اس کی آزادی کا بھی فیصلہ ہو گا۔۔"آریان نے ان کی آنکھوں میں دیکھ کر فیصلہ سنایا۔

خاموش ہو جاؤ آریان !!! کچھ زیادہ ہی ہمدردی کا بخار چڑھ رہا ہے اس لڑکے کو۔عائشہ نے آریان کو گھورا۔جواب شمشیر سے قد میں اونچا ہو چکا تھا۔

تمہارا رشتہ کل ہی میں تمہاری خالہ کی بیٹی سے طے کراؤں گی۔اور پھر" تمہاری اور ماہ کی شادی ساتھ ہی ہو گی۔یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔۔"اس سے پہلے کہ پانی سر سے اونچا ہوتا۔کوئی فیصلہ کرنا لازمی تھا۔

میری شادی تانیہ کہ ساتھ ہو چکی ہے۔یہ بات اب آپ ذہن نشین" کر لیں۔میں کیسی بھی لڑکی سے شادی نہیں کروں گا۔کہیں بھی جانے سے

پہلے یہ سوچ کر جائیے گا کہ بعد میں بدنامی کا سامنہ آپ کو ہی کرنا پڑے گا۔۔"آریان غصّہ میں درشت لہجے میں بولتا کمرے سے باہر نکل گیا۔۔

پیچھے ہکا بکا سی بیٹھی عائشہ بیگم آریان کی نافرمانی پر پیچ و تاب کھاتی رہ گئیں۔ شمشیر ملک غصّہ سے سر جھٹک کر سوفے پر بیٹھ گئے۔ان کا دماغ بہت کچھ سوچے بیٹھا تھا۔تانیہ کا کوئی نا کوئی انتظام تو اب بہت ضروری تھا۔وہ چھٹنک بھر کی لڑکی ان کو منہ کو آرہی تھی۔۔۔۔

شمشیر ملک کے کمرے سے باہر کو جاتے آریان کا رخ اب تانیہ کہ کمرے کی جانب تھا۔اس ڈاکٹرنی صاحبہ کا بھی دماغ ٹھکانے لگانا تھا۔جس کی ہڈی میں سکون نام کی کوئی چیز ہی نہیں تھی۔روز کوئی نیا ڈرامہ وہ تو شہر سے گاؤں کہ اور گاؤں سے شہر کہ بیچ میں لٹک کر رہ گیا تھا۔

آریان کمرے سے کچھ فاصلے پر پہرے پر کھڑی زمانی کو وہاں سے جانے کا اشارہ کرتا ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا۔ جہاں وہ پوری حویلی کی بنیادوں کو ہلا کر بڑے ہی اطمینان سے ماہنور کہ لیپ ٹاپ پر کچھ دیکھنے میں مصروف تھی۔

تانیہ اچانک دروازہ کھولنے کی آواز پر چونک کر سیدھی ہوئی۔ سامنے کھڑے آریان کو خود کو گھورتا دیکھ بے نیازی سے کندھے اچکاتی واپس اپنے مشغلے میں مصروف ہو گئی۔

تانیہ کی زرِ بے نیازی پر آریان نے بروا اٹھا کر اسکے لاپرواانداز کو داد دی۔ اگر ابھی وہ وقت پر نہیں آتا تو ضرور شمشیر ملک نے اس لڑکی کی عقل ٹھکانے لگا دینی تھی۔ تانیہ نے اسے دیکھ لیپ ٹاپ ایک طرف رکھا۔ اور نظر ادھر

ادھر گھومانے لگی۔اس انداز پر آریان کی پیشانی پر بل نمودار ہوئے۔غصّہ سے تن فن کرتا اس کی جانب بڑھا۔ بازو سے پکڑ کر کھینچنے کہ سے انداز میں اپنے سامنے کھڑا کیا۔

تانیہ اس اچانک افتاد پر گھبرا کر کھڑی ہوئی۔جو سرخ آنکھوں سے گھورتا اسے کھانے کہ درپر تھا۔

کیا ضرورت تھی یہ سب ڈرامہ کرنے کی؟"آریان نے چبھتے ہوئے لہجے " میں چبا چبا کر آہستہ آواز سے پوچھا۔

آپ کی نظر میں یہ سب ڈرامہ تھا۔"تانیہ کا منہ حیرت کی زیادتی سے " کھل گیا۔۔

"یہ سب ڈرامہ نہیں تھا تو اور کیا تھا؟ میں پوچھ سکتا ہوں۔ میرے منع کرنے کہ باوجود آپ نے یہ قدم کس کی اجازت سے اٹھایا۔" آریان کا غصّہ سے برا حال تھا۔ بہت مشکل سے خود پر ضبط کئے تانیہ سے بازپرس کر رہا تھا۔ ورنہ اس کی ایک غلطی کی وجہ سے جتنا بڑا نقصان ہونے والا تھا۔ سوچ کر ہی رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟ مسٹر آریان مالک آپ بھول رہے ہیں میں یہاں زبردستی لائی گئی ہوں۔ خود کو آپ جیسے ظالم لوگوں کہ چنگل سے آزاد کروانے کہ لئے مجھے کسی کی اجازت درکار نہیں ہے۔" تانیہ کو اپنی غلطی کا احساس تھا۔ مگر آریان کہ لفظوں پر اسے بھی پتنگے لگ گئے تھے۔

ظالم لوگ!!!!!ڈاکٹر تانیہ مانا کہ آپ کہ ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ لیکن" یہاں آپ پر ایسا بھی کوئی ظلم نہیں ہوا جس کی بنا کر آپ کسی کی جان کی دشمن ہی بن جائیں۔"

آریان نے ایک گہری سانس بھر کر تاسف سے چہرے پر ہاتھ پھیر کر اسے حقیقت کا آئینہ دکھایا۔

میں کسی کی جان نہیں لینا چاہتی مجھے بس آزادی چاہیے۔اس حویلی" سے،اس قید خانے سے،آپ لوگوں کہ فضول سی روایتوں سے،دم گھٹتا ہے میرا یہاں۔"تانیہ غصّہ میں تڑاخ کر بولتی آخر میں بے بسی سے گویا ہوئی۔

مجھ سے کیا کہ رہی ہیں۔آپ کو تو کسی کی اجازت کی کوئی ضرورت نہیں تو" جائیں،جو کرنا ہے کریں۔اب مجھ سے کس خوشی میں امید لگا رہی

ہیں۔میں بھی تو انہی ظالموں کا وارث ہوں۔انہی جیسا ہوں میں بھی۔"آریان نے اسے ٹھنڈا پڑتے دیکھ غصّہ میں ایک بار میں ہی سارے حساب برابر کئے۔

مجھے آپ سے یا پھر اس حویلی کہ کسی بھی فرد سے سے کوئی امید وابستہ نہیں۔میں خود آزاد ہو کر دکھاؤں گی یہاں سے۔"تانیہ کی ہڈدھرمی ہونز قائم تھا۔جس پر آریان کا دماغ ایک بار پھر گھوم گیا۔

توجائیں انتظار کس کا کر رہی ہیں۔وہ کھلا دروازہ چلی جائیں۔"آریان نے" غصّہ سے جھاڑا۔

لیکن اس دھلیز کو پار کرنے سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھیے گا۔آپ کہ ساتھ اور مزید کئی زندگیاں داؤ پر لگی ہوئیں ہیں۔آپ کا اس حویلی کہ پار

ایک قدم اٹھانا کس قدر خطرناک ہو سکتا ہے۔ یہ سوچ کر ہی قدم نکالیے گا۔ کیوں کہ بڑی سرکار کی اجازت کہ بغیر اگر آپ کو لگتا ہے کہ گاؤں پار کر سکتی ہیں تو یہ محض آپ کی خوش فہمی ہے۔" آریان نے اسے قدم بڑھاتے دیکھ بہت کچھ یاد باور کرواتے ڈرانا ضروری سمجھا۔ جس پر تانیہ چونک کر رکی تھی۔ پاک بی بی کی حالت کا سوچ تانیہ لرز کر رہ گئی تھی۔ جو صرف اس کی وجہ سے آج اس حال میں تھیں۔

لیکن آپ نے تو کہا تھا مجھے آزاد کروایں گے۔" اب کہ تانیہ نے بے بسی" سے ہارے ہوئے لہجے میں کہا۔

میں نے کچھ اور بھی کہا تھا۔ شاید آپ کو وہ سب یاد نہیں ڈاکٹر" تانیہ !! کوئی بات نہیں میں یاد کروا دیتا ہوں۔" آریان نے چبا چبا کر اپنے غصّہ کا اظہار کیا۔

میں نے کہا تھا۔خاموشی سے میرا انتظار کیجئے گا۔آپ کو کچھ کرنے کی" ضرورت نہیں میں سب سمبھال لونگا۔لیکن نہیں آپ کو تو عادت ہے مدر ٹیریسا بننے کی۔"تانیہ نے شرمندگی سے سر جھکا لیا تھا۔آج وہ بلکل درست تھا اور وہ غلط۔۔

اب جو کرنا ہے خود کریں۔مجھ سے کوئی امید نا رکھیے گا۔کیوں کہ میں تو" پاگل ہوں، فضول بولتا ہوں۔آپ کا جو دل کرے وہ کریں آپ۔۔اللّٰہ حافظ!!!"آریان اس کی اچھی خاصی عزت افزائی کرتا ایک غضب ناک نظر اس کہ شرمندہ چہرے پر ڈال کر، لمبے لمبے ڈگ بھرتا کمرے سے باہر نکل گیا۔پیچھے کھڑی تانیہ محض اپنا ہونٹ چباتی اس کی پشت تکتی رہ گئی۔

آج صبح سے نورالعین دو بار پورے گھر کا چکر لگا چکی تھی۔

لیکن بوریت تھی کہ ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہی تھی۔ دو دن سے گھر میں مکمل خاموشی تھی۔ سب اپنی دنیا میں مگن تھے۔ ارمان اب اسے ڈانٹتا یا ڈراتا نہیں تھا۔ بس اسے ایک خاموش نظر سے نوازتا اپر چلا جاتا۔ فاریہ کا روایہ ہو نز نرمی برتتے ہوا تھا۔ شعیب صاحب سے بھی صبح ناشتے یا رات کہ ڈنر پر ملاقات ہو جاتی تھی۔ اس کہ برعکس ارمان سارا سارا دن غائب رہتا ہے۔۔

نور بوریت سے پریشان ہوتی کچن میں چلی آئی۔

کیا ہو رہا ہے پھپھو۔"کام کرتی فاریہ کو مخاطب کیا۔"

کچھ نہیں بس لنچ کی تیاری ہو رہی ہے۔"مصروف سے انداز میں جواب" دیا۔

میں کچھ مدد کراؤں۔"نور نے پیش کش کی۔"

نہیں نہیں!! تم بیٹھو آرام سے میں اور ملازمہ کر لیں گے۔"فاریہ نے" سہولت سے انکار کیا۔

میں سیلڈ بنا دیتی ہوں۔"نور کو فارغ بیٹھنا اچھا نہیں لگا۔"

ملازمہ بنا چکی ہے۔ہاں!! اگر تم چاہو تو ملازمہ کے ساتھ مل کر ارمان کہ" کمرے کی صفائی کروا سکتی ہو۔"ارمان آج دن چڑھے اٹھا تھا۔اور اسے اپنی

غیر موجودگی میں ہر گز بھی ملازموں کی داخل اندازی پسند نہیں تھی۔فاریہ صبح سے مصروف تھیں۔نور کہ اسرار پر یہ کام انہیں بہتر لگا۔۔

میں۔۔"نور نے چونک کر یقین دہانی چاہی۔"

"ہاں تم!!!!لیکن اگر تم نہیں کرنا چاہتی تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" فاریہ نے مسکرا کر کہا۔۔

Zubi Novels Zone

"نہیں نہیں!!میرا وہ مطلب نہیں تھا۔میں ابھی کروادیتی ہوں۔" نور نے فوراً حامی بھری۔

چلو پھر تم شبانہ کے ساتھ مل کر صفائی کراؤ،میں جب تک کھانا تیار کرتی ہوں۔۔"مٹن کڑھائی کا مصالحہ بھونتے جواب دیا۔

نور اثبات میں سر ہلاتی ارمان کے کمرے کی جانب بڑھی۔

نور نے ارمان کے کمرے میں قدم رکھا تو چکرا کر رہ گئی۔ پورا کمرہ بکھرا پڑا تھا۔ جبکہ کھڑکیاں بند ہونے کے باعث کمرے میں ٹھنڈک کہ احساس اب بھی باقی تھا۔

"شبانہ آپ بیڈ شیٹ سہی کریں، جب تک میں یہ کپڑے سیٹنگ سے رکھ دیتی ہوں۔" نور ملازمہ کو ہدایت دیتی گلاس ونڈو کھول کر پردے ایک طرف کرتی ڈریسنگ ٹیبل کی جانب آئی۔۔

جگہ جگہ پڑے کشنز ایک طرف کو سمٹی پڑی چادر، پورا کمرہ بکھرا ہوا تھا۔ جبکہ ڈریسنگ ٹیبل کہ ارد گرد پڑی کانچ کی پرفیومز کی شیشی دیکھ کر تو یہی لگ رہا تھا۔ کہ یقیناً ان بے جان چیزوں پر کسی نے اپنا غصّہ اترا ہے۔۔۔

سوفے پر پڑا گیلا ٹول، بیڈ کہ سرہانے پڑے سیگرٹ کہ لاتعداد فلٹرز گویا پورا کمرہ مچھلی بازار بنا ہوا تھا۔ ارمان جیسے نفاست پسند انسان کا کمرہ اس قدر پھیلا دیکھ نور ذرا حیرت کا شکار بھی تھی۔

Zubi Novels Zone

آدھے گھنٹے بعد نور ملازمہ کی مدد سے پورے کمرے کو اس کی اصل حالت میں لانے میں کامیاب رہی تھی۔

کمرے پر ایک جائزانہ تنقیدی نظر گھما کر جیسے ہی پلٹی کہ اسی وقت دھڑ سے دروازہ کھولتا ارمان کمرے میں داخل ہوا۔۔۔

نور اس کی اچانک آمد پر سٹپٹا کر دو قدم پیچھے ہوئی۔

ارمان نے ایک سپاٹ نظر صاف ستھرے کمرے پر ڈالی اور دوسری قہرالود نظر سے نور کو دیکھا۔جو حواس باختہ سی وہاں سے جانے کہ لئے پر طول رہی تھی۔

کیا کر رہی ہو تم یہاں پر۔۔"سرد لہجے میں سوال کیا۔"

وہ لنچ بریک میں ایک ضروری کام سے نکل گیا تھا۔واپسی پر آفس جانے کہ بجائے وہ گھر اگیا تھا۔لیکن نور کو اپنے کمرے میں دیکھ کر پہلے سے گرم دماغ مزید گرم ہو گیا۔

وہ میں۔۔میں۔۔"نور نے اس کی گھورتی ہوئی نگاہوں سے گھبرا کر" وضاحت کرنی چاہی۔

"وہ،وہ۔۔میں میں کیا کر رہی ہو۔ جلدی بولو کیا کر رہی ہو یہاں پر۔" اس کی بھوکلاہٹ پر اکتا کر غصّہ سے پوچھا۔

بولو بھی!!کس کی اجازت سے تم نے میرے کمرے قدم رکھا" ہے۔"نور کی خاموشی پر تیز لہجے میں پھنکارا۔

پھپھو نے کہا تھا صفائی کا تو میں ملازمہ کے ساتھ۔۔"نور نے ڈرتے " ڈرتے صفائی دی۔۔

"پہلے تو تم یہ بتاؤ، میری غیر موجودگی میں میرے کمرے میں قدم کیسے رکھا تم نے۔ منع کیا تھا نا گھر میں گھومنے سے۔۔" ارمان نے دو قدم قریب اکر اس کا بازو پکڑ کر سرد لہجے میں اس کی خوف زادہ انکھوں میں جھاک کر سوال کیا۔۔

"میں خود نہیں آئی۔۔ پھپھو کہ کہنے پر آئی تھی۔اور ملازمہ بھی ساتھ تھی۔ابھی گئی ہے۔" نور نے فوری وضاحت دی۔جو اسے سرد نگاہوں سے گھورتا ڈریکولا کی طرح کھانا چاہتا تھا ..

"کیسی کہ بھی کہنے پر آئی۔میری طرف سے بھاڑ میں جاؤ!! اور خبردار جو آئندہ میرے کمرے میں آئی تو۔نکلوں یہاں سے ابھی۔آئندہ سامنے نہیں آنا میرے۔" ارمان نے وران کرتے لہجے میں کہتے اس کا بازو پکڑ کر کمرے

سے باہر نکال دیا۔ جبکہ نور اس کے اچانک دھکا دینے پر گرتے گرتے بچی تھی۔

ارمان نے نور کی حونک بنی شکل کو سرد نظروں سے گھور کر کمرے کا دروازہ اس کے منہ پر بند کر گیا۔

نور اس کہ انداز پر ایک دم غصّہ سے تلملا اٹھی۔ دل چاہا سر پھاڑ دے اس نک چڑے کا۔

غصّہ میں پہلا خیال اتے ہی اس کہ کمرے کہ دروازے پر لات مارنے کہ لئے آگے بڑھی۔

غصّہ میں جھلاتی دروازے کے قریب آتی ابھی لات مارنے ہی والی تھی کہ ارمان نے درازہ کھول دیا۔

نور کا زمین سے تھوڑا اونچا پیر ہوا میں ہی محلق رہ گیا۔ خشک ہوتا گلہ تر کر جیسے ہی نظر اپر اٹھائی سامنے ہی ارامان غضب ناک نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔۔ نور کا تو اس کی آنکھوں میں دیکھ کر ہی دم خشک ہو گیا۔

ابھی تک یہیں منڈالا رہی ہو،، اور یہ ایک پیر پر کیوں کھڑی ہو۔ لنگڑی ہو گئی ہو کیا۔" ارمان نے خود سے دو فیٹ نیچے کھڑی بونی سی لڑکی کو گھور کر طنزیہ کہا۔۔۔

نہیں۔۔ نہیں تو۔۔ میں تو بس جا رہی تھی۔۔" نور نے سٹپٹا کر پیر نیچے کیا۔

تو جاؤ!! میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو۔" ارمان نے مزید عزت افزائی کی۔

"جا ہی رہی تھی۔" اب اس کہ انداز پر نور کو بھی غصّہ انے لگا تھا۔۔"

جا رہی ہو کہ دوں ایک اور دھکا۔" نور کہ بگڑے تاثر دیکھ ارمان نے" مذاق اڑاتے لہجے میں کہا۔ جس پر نور کو پتنگے لگ گئے۔ پر اس کی گھورتی نظریں خود پر محسوس کرتی سرپٹ ڈورتی وہاں سے نکل گئی۔

بیوقوف، پاگل۔۔" ارمان اس کہ پشت تکتا بالوں میں ہاتھ پھیر کر" بڑبڑاتا واپسی کمرے میں چلا گیا۔۔

آریان کو حویلی میں آج دوسرا دن تھا۔آج صبح سے ہی وہ کچھ اہم فیصلوں کہ سلسلے میں ڈیرے پر موجود تھا۔جہاں بڑی حویلی سے ظفر ملک اور آس پاس کے گاؤں کہ سرپنچ بھی موجود تھے۔شمشیر اور وقار کل ہی شہر کے لئے روانہ ہو گئے تھے۔

آریان ملک جانتے بھی ہو کیا کہ رہے ہو!!"ظفر ملک نے کڑے" تیوروں سے یقین دہانی چاہی۔

بہت اچھے سے جانتا ہوں۔اور میں یہ بات ثابت کر کہ رہوں گا۔کہ " قاتل ارمان ملک نہیں بلکہ تیسرا شخص ہے۔"آریان نے مضبوط لہجے میں کہا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

یہ جانتے ہوئے کہ گاؤں کی بڑی ہونے کہ ناطے آخری فیصلہ بڑی سرکار" کا ہی ہو گا۔" پاس گاؤں سرپنچ نے یاد کروایا۔

جرگہ میں فیصلہ ہمیشہ ثبوتوں کی بنا پر ہوتا ہے۔میرا نہیں خیال قاتل اور" ثبوت کہ سامنے انے کہ بعد کسی کو بھی اعترض ہو گا۔" سرد لہجے میں کہتے ان سب پر نظر دوڑائی جو زمینی خدا بنے بیٹھے تھے۔

توٹھیک ہے۔ تم یہ بات ثابت کرو کہ وہ لڑکا قاتل نہیں۔ بلکہ کوئی اور ہے" ۔تو ہم بھی اس ونی میں آئی لڑکی کو رہائی دلا دیں گے۔ لیکن پہلے یہ ثابت کرو کہ اس معملے میں ان دونوں بہن بھائیوں کا کوئی قصور نہیں۔" ظفر ملک نے سب کی ہم آہنگی کو مدعے نظر رکھتے حامی بھری۔

آریان کہ گہری سانس بھر کر کھڑا ہو گیا۔

"ٹھیک ہے۔میں جلد ہی لوٹوں گا۔اور امید کروگا۔اس فیصلے کہ بعد آپ "سب کواس لڑکی کو آزاد کرنے میں کوئی مسلہ درپیش نہیں آئیگا۔

آریان نے مدمقابل بیٹھے لوگوں پر ایک طآئرانہ نظر گھما کر یقین چاہا۔جانتا تھاانصاف اور حق کی بات پر ان کی غیرت جوش ضرور مارے گی۔

"پہلے اسے بے گنہاہ ثابت کرولڑکے۔باقی باتیں بعد میں ہونگی۔"

آریان کاانداز اور الفاظ انہیں ایک آنکھ نا بھائے تھے۔

انشاءللہ!!!آپ فکر نا کریں۔قاتل کہ ہمراجلد ملاقات ہوگی۔"آریان" جانے کہ لئے کھڑاہوا۔

سب محض سر ہلا کر رہ گئے۔ان کہ نزدیک جبکی تب دیکھی جائے گی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

تانیہ دو دن سے کمرے کی حد تک محدود تھی۔اور منحوس زمانی تواب آریان کہ حکم کی پیروی میں اس کا سپیشل پہرا دے رہی تھی۔

وہ کتنی ہی بار گل سے ملنے کی کوشش کر چکی تھی۔ لیکن زمانی کی شیکرے جیسی نظریں اسی پر جمی ہوئی تھیں۔۔

بلآخر تنگ آکر تانیہ کمرے سے باہر نکلتی زمانی کو نظر انداز کرتی راہداری عبور کرنے لگی۔

Zubi Novels Zone

زمانی نے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن تانیہ کی گھورتی نگاہیں دیکھ فوری پیچھے ہوئی۔اس روز تانیہ سے تھپڑ اور آریان کی جھڑ کی برداشت کر زمانی کا دماغ سیٹ چل رہا تھا۔۔۔

تانیہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی راہداری عبور کرتی حویلی کہ پچھلے حصّہ سے ہوتی لان کہ دوسری جانب آئی۔

تانیہ اپنی ہی دھن میں جا رہی تھی۔جب سامنے سے اپنے کمرے میں جاتے آریان سے زوردار تصادم ہوا۔۔

تانیہ گرتے گرتے بچی تھی۔آریان اسے دیکھ ایک گہری سانس بھر کر رک گیا۔جس کہ دماغ میں شاید اب کوئی بات نہیں آتی تھی۔

تانیہ سنبھل کر ایک نظر شلوار قمیض پہنے کندھوں پر براؤن چادر ڈالے آریان کو دیکھ اپنے راستے جانے لگی۔جو اسے ناراض نظروں سے گھور رہا تھا۔

کہاں جا رہی ہو۔"آریان سے اس کا راستہ روک کر براہ راست سوال کیا۔"

پاک بی بی سے ملنے۔"تانیہ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔"

میرے منع کرنے کہ باوجود تم وہاں جا رہی ہو۔"سرد لہجہ ہر جذبات سے عاری تھا۔"

طبیعت پوچھنے جا رہی ہوں۔"تانیہ نے اسے غصّہ میں دیکھ وضاحت دی۔"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

کوئی ضرورت نہیں جانے کی ٹھیک ہیں وہ۔" آریان نے مستحکم لہجے میں" کہا۔

میں کونسا وہاں رہنے جا رہی ہوں۔ دو منٹ میں واپسی آجاؤں گی۔" تانیہ کو حویلی والوں کی باتیں کم ہی سمجھ آتی تھیں۔

دو دن سے شاید حویلی کا سکون آپ کو اچھا نہیں لگ رہا۔" آریان نے" طنزیہ کہا۔

تانیہ نے ایک نظر اس کی براؤن غصّیلی نظروں کو دیکھ نظرانداز کرتی ایک بار پھر آگے بڑھی۔

سمجھ نہیں آرہا تانیہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔اپنے کمرے میں جائیں۔ٹھیک" ہیں پھپھو۔"آریان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے جاتے جواب دیا۔

تانیہ اس کی زبردستی پر ایک دم غصّہ میں آتی پوری قوت لگا کر اپنا ہاتھ چھوڑانے لگی۔جس کی گرفت مضبوط تھی۔آریان اس کی ساری مذامتوں کو نظر انداز کرتا اپنے ساتھ لے جا رہا تھا۔

یہ کیا بدتمیزی ہے!!چھوڑو میرا ہاتھ!!تانیہ نے غصّہ سے بولی۔

آریان کان بند کئے اسے اپنے ساتھ لے جا رہا تھا۔راہداری سے گزرتے آریان کی نظر یک دم زمانی پر پڑی جو اسے دیکھ شرمندگی سے نظریں جھکا گئی۔

میں نے کیا کہا تھا آپ سے زمانی۔" ذرا فاصلے پر رک کر زمانی کی جانب" سوالیہ انداز میں دیکھا۔تانیہ کی کوشش ابھی بھی جاری تھی۔

وہ آپ نے کہا تھا۔بی بی کمرے سے باہر نا جائے۔" زمانی نے اس کہ الفاظ" دہرائے۔

پھر بی بی کمرے سے باہر کیا کر رہی ہیں۔" آریان کہ سوال پر زمانی نے" گھبرا کر صفائی دی۔

میں نے منع کیا تھا لیکن بی بی نے میری ایک نہیں سنی۔ معذرت چھوٹے" سرکار۔" زمانی نے شرمندہ سے لہجے میں بول کر سر جھکا لیا۔

بی بی کا دماغ زیادہ خراب ہے۔"آریان بڑبڑا کر سر جھٹک کر رہ گیا۔ساتھ "ہی خود کو گھورتی تانیہ کو بھی کھینچ کر اپنے ساتھ لے گیا۔۔

ایک ہفتہ !! صرف ایک ہفتہ سکون سے گزار لو یہاں میرا وعدہ میں بہت "جلد تمھیں نا صرف اس حویلی سے بلکہ یہاں کی تمام روایات سے بھی تمہاری جان چھوڑا دوں گا۔"آریان نے اسے بیڈ پر بیٹھا کر قائل کرنا چاہا۔۔

جھوٹ سب جھوٹ !! اگر مجھے آزادی دلوانی ہوتی تو کب کا آزاد کروا"
چکے ہوتے۔"تانیہ کی بدگمانی ہنوز قائم تھی۔۔

تمہارے نزدیک یہ سب آسان ہے۔ان روایات کہ خلاف کھڑے ہونا" آسان ہے۔چل کیا رہا ہے آپ کہ دماغ میں مسز تانیہ آریان ملک۔"آریان اس کی ایک ہی گردان پر ضبط کھوتا شدّت سے بولا

تانیہ غصّہ میں اس کے لفظوں پر بغیر دھیان دیے مزید تڑاخ کر بولی۔

کوئی مشکل نہیں!!ایک بار مجھے یہاں سے بھیج دو۔میں اپنے گھر چلی جاؤں گی۔پھر یہ حویلی والے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"تانیہ کی برداشت کی بس ہوگئی تھی۔

اوہ تو یہ خوش فہمی ہے ڈاکٹر تانیہ کو!!اگر تم یہاں سے جاکر اتنی ہی آزاد" زندگی جی سکتیں تو تمہارے بابا کب کا تمھیں یہاں سے نکال چکے ہوتے ۔"آریان نے ضبط سے آنکھیں میچ کر خود پر قابو کیا۔

تم جب تک آزاد نہیں ہو۔جب تک جرگہ میں ہوا فیصلہ تمھیں آزاد نا کردے۔چلو مان لیا میں تمھیں یہاں سے لے جاؤں اور تمھیں آزادی دلا دوں۔پھر پتہ ہے کیا ہو گا۔آزاد ہو کر بھی ساری زندگی قید رہو گی۔یہ لوگ تمہارے خون کہ پیاسے ہو جائے گے۔جب تک سکون سے نہیں بیٹھے گئے جب تک تم جیسی باغی لڑکی کو موت کہ گھاٹ نا اتار دیں۔جوان کہ اصول کہ خلاف جا کر اس حویلی سے باہر نکلی تھی۔ذرا ذرا سی بات پر بندوک نکل جاتی ہے یہاں پر۔مذاق سمجھا ہوا ہے تم نے جرگہ کہ فیصلے کو۔جاؤں گی،،جاؤں گی۔دماغ خراب کر کہ رکھ دیا ہے۔۔۔" آریان غصّہ میں تانیہ کا بازو پکڑ کر اس کہ منہ پر پھنکارا۔جو پوری آنکھیں کھولے اس کا غصّے بھرا انداز دیکھ رہی تھی۔۔۔

"اگر میں تمھیں اس طرح بغیر کسی کی اجازت کہ اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا تو اس کا انجام صرف تمہاری اور میری موت ہو گا۔بیو قوف!!!"تانیہ اس کہ تنے ہوئے تاثرات دیکھ لاجواب ہو گئی تھی۔وہ ایک دم سن ہو کر رہ گئی تھی۔ سمجھ ہی نہیں آیا کہ اب کیا جواز پیش کرے۔

آریان کو اپنے لہجے کا احساس ہوا تو دو قدم دور ہو تا اِدھر سے اُدھر ٹہل کر اپنا غصّہ کم کرنے لگا۔تانیہ یونہی ساکت سی بیٹھی رہ گئی تھی۔جب غصّہ اترا تو خود وہ سوفے پر بیٹھ گیا۔۔

"سالوں پہلے شعیب انکل تمہارے باباسائیں نے ان اصولوں کہ خلاف جانے کی کوشش کی تھی۔جب سے ان کا اس گاؤں میں داخلہ منع ہے۔وہ اور پھپھو چاہ کر بھی گل پھپھو کہ لئے کچھ نہیں کر سکے تھے۔۔اور وہ آج بھی اپنے ناکردہ گناہ کی سزا کاٹ رہی ہیں۔۔۔"

اگر میں تمھیں یہاں سے لے بھی جاؤں تبھی تم کبھی آزاد نہیں ہو گی۔یہ لوگ ونی میں آئی لڑکی کو اتنی آسانی سے نہیں بخشتے۔

اور اگر تمھیں یہ خوش فہمی لاحق ہے کہ بڑی سرکار سے زبان درازی کر کہ تم یہاں سے جاسکتی ہو تو باہر آجاؤان خود ساختہ سوچوں سے فیصلہ ضرور بڑی سرکار کا ہے۔لیکن اس کی پاسداری جرگہ میں موجود ایک ایک شخص کرتا ہے۔حویلی سے بھاگ بھی گئی تو اس گاؤں سے زندہ نہیں جا سکتی۔غیرت کہ نام پر تمہارا قتل کر دیں گئے۔۔۔آریان ایک پل کو خاموش ہوا۔

"صرف تمہاری خاطر،صرف تمہاری خاطر تمہارے ماما بابا دوبارہ یہاں نہیں آئے.تاکہ تمھیں مزید اس گاؤں کے کسی اصول کی پاسداری کہ چکّر میں بلی کا بکرا نا بنادیں۔۔"شرمندہ سی سر جھکا کر بیٹھی تانیہ کو دیکھ اپنے غصّہ

پر قابوں پاتا نرمی سے اسے تمام اونچ نیچ سمجھانے لگا۔۔۔جو شاید کسی حد تک اس کہ دماغ میں بیٹھ گئی تھیں۔

"!!!جب تک حویلی میں موجود ہو محفوظ ہو یاد رکھنا میری بات "

آریان اپنی بات ازبر کرواتا مزید روکے بغیر وہاں سے نکلتا چلا گیا۔۔۔

پیچھے بیٹھی تانیہ آریان کہ لہجے کی سچائی اور مخلصی پر سوچ میں پڑ گئی۔وہ واقعی میں اس کا خیر خواہ تھا۔اگر وہ بھی اس کا برا چاہتا تو وہ بھلا اس کہ ساتھ نرمی کیوں برتتا۔۔۔

آریان تانیہ کو سمجھا کر کمرے سے باہر آیا تو زمانی کو دور سے ہی اپنے قریب آتا دیکھ چکا تھا۔

چھوٹے صاحب آپ کو بڑی سرکار نے یاد کیا ہے۔"زمانی نے بڑی سرکار" کا پیغام دیا۔آریان سر ہلاتا بڑی سرکار کہ کمرے کی جانب بڑھا۔

!! السلام علیکم بڑی سرکار"
آپ نے یاد کیا مجھے۔"آریان نے کمرے میں داخل ہوتے پوچھا۔

جی !! بیٹھیں !!"کسی سوچ میں گم آریان کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔۔"

تمہارے ماں باپ تمہاری شادی کہ لئے لڑکی پسند کر چکے ہیں۔"اپنی" طرف سے اطلاح دی۔

جی دادی سرکار!! جانتا ہوں، "

اور صاف لفظوں میں منع بھی کر چکا ہوں۔" آریان نے ناگواری سے کہا۔۔۔

کیا چاہتے ہو تم۔" بڑی سرکار نے اپنے پوتے کو گھور کر دیکھا۔"

فلحال تو میں کوشش میں ہوں۔ کہ اصل مجرم کو آپ لوگوں کہ سامنے" لاؤں۔ دوسری جرگہ کے فیصلے کہ مطابق تانیہ کی آزادی۔ پھر جیسا وہ "چاہے گی وہی ہو گا۔۔

آریان نے اپنے خیالات سے اگاہ کیا۔۔

اور اگر اصل مجرم ارمان ثابت ہوا تو۔" بڑی سرکار نے اسے ٹاٹولنا چاہا"
آخر وہ اپنے ارادوں میں کتنا کھرا تھا۔۔

تو پھر اسے سزا ملے گی۔ ناکہ تانیہ کو۔" مضبوط لہجے میں ان کی آنکھوں"
میں دیکھ کر جواب دیا۔۔

یہ جانتے ہوئے کہ تمہاری چچا کی بیٹی اس کہ نکاح میں ہے۔۔" بڑی"
سرکار کو پوتے اور پوتی جان سے عزیز تھے۔۔

ارمان قاتل پہلے اور نور کا شوہر بعد میں ہے۔ قاتل جو بھی ہو سزا ضرور"
ملے گی۔" بڑی سرکار کو اس کہ لہجے میں ریاض ملک کی جھلک نظر آئی
تھی۔ جو فیصلے کرنے میں اتنے ہی اصول کہ پکے تھے۔ جو ٹھان لی اب وہ کر
کہ ہی دم لیں گے۔۔۔

آریان اس حویلی کا بڑا پوتا تھا۔ان کی اگلی پیڑھی کا سربراہ اب اس کی باتیں یا فیصلے نظرانداز کرنے والے ہرگز نہیں تھے۔اب آگے یہ گدی اسی کی تھی۔اور اس کہ فیصلوں سے اختلاف کا مطلب تھا۔اسے ضد دلانا جو پہلے ہی ان معملوں میں داخل اندازی نہیں کرتا تھا۔اب اسے خود سے بد ظن ہر گز نہیں کرنا تھا۔۔۔

ٹھیک پھر تم جاؤ!! تمہارے پاس ایک ماہ کا وقت ہے۔اس قاتل کو" سامنے لے کراؤ اور پھر جو مرضی چاہے فیصلہ کرو۔میں تمہارے ساتھ ہوں۔لیکن اگر ایسا نہیں ہوا تو پھر فیصلہ وہی ہوگا۔جو پہلے ہوا تھا۔۔" بڑی سرکار نے حکم صدد کرتے اجازت دی۔

اپنی بات پر قائم رہیے گا دادی سرکار۔۔"آریان نے کھڑے ہو کر ان کہ ہاتھ چوم کر کہا۔۔

"ہم اپنی زبان سے نہیں پھرتے۔ایک بار جو کہ دیا، سو کہ دیا۔ تمہارے دادا صاحب کہتے تھے!! بھلے سے جان چلی جائے لیکن ایک بار زبان دینے کہ بعد آن نا جانے پائے.."بڑی سرکار نے مغرور لہجے میں ریاض ملک کو یاد کرتے آریان کو باور کروایا۔

!!اللّٰہ حافظ دادی سرکار"

"جلد ملاقات ہو گی۔

آریان اپنے کندھے پر پڑی چادر درست کرتا کمرے سے باہر نکل گیا۔۔۔

آریان کو حویلی سے گئے ایک ہفتہ بیت چکا تھا۔زندگی اپنی ڈگر پر رواد واں تھی۔تانیہ کی جانب سے مکمل خاموشی تھی۔حویلی کہ سب ہی مکینوں نے چپ سادلی تھی۔اب تک توراوی چین ہی چین لکھ رہا تھا۔

اس وقت رات کا ایک بج رہا تھا۔جب تانیہ طبیعت میں بوجھل پن محسوس کرتی کمرے سے باہر نکل آئی۔راہ داری سے گزرتی تانیہ نیچے ہال میں آئی تو عائشہ اور شاکرہ کو بھوکلایا سا پایا۔تانیہ رات کہ اس پہرا نہیں جاگتا دیکھ حیرانی سے قدم بڑھاتی ان کہ نزدیک آئی۔

"شاکرہ جلدی کرو۔اس سے پہلے کہ بڑی سرکار کی طبیعت مزید بگڑ جائے۔۔۔"عائشہ تانیہ کو نظر انداز کرتیں, عجلت میں گویا ہوئیں۔

لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں بھابھی، انہیں فوری ہسپتال منتقل کرنا پڑے " گا۔اس وقت گھر میں کوئی مرد بھی نہیں۔" شاکرہ نے ایک نظر نا سمجھی سے دیکھتی تانیہ کو دیکھ پریشانی کا اظہار کیا۔۔

جلدی جاؤ!! زمانی سے کہو۔ گاؤں کی جو ڈاکٹرنی ہے۔اسے فوری ساتھ " لیکر آئے۔" عائشہ بول کر جلدی سے بڑی سرکار کے کمرے کی جانب ڈوریں۔۔

شاکرہ زمانی کو ہدایت کرنے کی غرض سے حویلی کے بیرونی حصّہ کی جانب بڑھیں۔۔۔تانیہ کچھ دیر صورتحال کو سمجھنے کی کوشش میں یونہی کھڑی رہی۔پھر کسی سوچ کہ تحت قدم بڑھاتی بڑی سرکار کے کمرے کی جانب بڑھی۔

تانیہ کمرے میں داخل ہوئی تو سامنے ہی بستر پر پڑی بڑی سرکار گھرے گھرے سانس لیتیں دل پکڑ کر درد سے تڑپ رہی تھیں۔

پورا وجود پسینے سے شرابور تھا۔پلنگ پر پڑی بڑی سرکار اس وقت خاصی قابل رحم حالت میں تھیں۔عائشہ ان کہ سرہانے بیٹھیں مسلسل ان کہ ہاتھ پیر مسل رہی تھیں۔جس سے طبیعت میں کوئی خاطر خواہ اثر نہیں آیا تھا۔وہ مسلسل دل میں چبتی سوئیوں کے پیش نظر تکلیف میں تھیں۔۔

تانیہ ان کی بگڑی سانسیں دیکھ حواس باختہ سی ان کہ قریب پہنچی جو گھرے گھرے سانس بھرتیں کافی ازیت کا شکار تھیں۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

کیا!! کیا ہوا انہیں؟"تانیہ نے عائشہ کو دیکھ پریشانی سے استفسار کیا۔ جس کی آواز وہ سرے سے نظرانداز کر گئیں۔۔ بڑی سرکار نے اس کی آواز پر ایک نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔اور پھر لمبی لمبی سانسیں بھرنا شروع کر دیں۔۔

ان کا نظرانداز کرنا تانیہ کو خاصہ محسوس ہوا تھا۔اپنی اس تذلیل پر تانیہ شرمندہ سی نظریں چرا گئی۔۔

اری وہ بانو، دیکھ یہ منحوس زمانی کہاں مر گئی ہے۔ڈاکٹرنی کو بلانے کو کہا" تھا۔لگتا ہے منحوس مریخ پر چلی گئی ہے۔"عائشہ نے کمرے سے ہی بلند آواز میں کہا۔ بانو بھی حواس باختہ سی زمانی کو بلانے باہر کو بھاگی۔

تانیہ بہت خاموشی سے یہ ساری کروائی دیکھ رہی تھی۔وہ بھی تو ایک ڈاکٹر تھی۔اسے بہت اچھے سے سمجھ آرہا تھا. کہ بڑی سرکار کی حالت کیوں بگڑ

رہی ہے۔دل میں آیا کہ خود ہی جلدی سے ان کو دیکھے۔پر ابھی قدم اٹھانے کا سوچا ہی تھا۔کہ ضمیر کی آواز پر قدم ٹھٹھک کر روک لئے۔

یہی وہی عورت ہے جس کی وجہ سے تم اس قید خانے میں بند ہو۔"ضمیر" کی آواز نے فوراً جھنجھوڑا تھا۔تانیہ نے بے حسی سے قدم پیچھے لیا۔

نہیں!! یہ صرف ایک ظالم عورت نہیں بلکہ اک انسان بھی ہے۔تمہارا" پیشہ تمھیں انسانیت کی خدمت کا درس دیتا ہے۔"تانیہ کے دل سے ایک اور آواز آئی تھی۔

نہیں یہ وہی عورت ہے۔جس نے تمہارے پر کتر ڈالے ہیں۔"ایک اور" آواز آئی تھی۔قدم ایک بار پھر ڈگمگائے تھے۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"ابھی صرف پر کترئیں ہیں۔جڑ سے تو نہیں اکھاڑے۔پروں کا کیا ہے پھر بڑھ جائیں گے۔"اندر کسی نے جھنجھوڑا تھا۔۔

"لیکن پر آنے میں تو خاصہ وقت درکار ہوتا ہے۔جب تک اڑان کا وقت ہاتھ سے نکل گیا تو،جب تک کیا تم اس عورت کے ظلم برداشت کروں گی۔مر جانے دو ایسے تمہارے لئے ہی اچھا ہے۔۔"بڑی سفاک آواز برآمد ہوئی تھی۔

"ظالم تو پھر تم بھی ہوئیں،ڈاکٹر تو انسانیت کی خدمت کے لئے ہوتا ہے۔تم کیسی انسان ہو۔جو کسی دوسرے انسان کا دکھ نہیں محسوس کر سکتیں۔یاد رکھو پھر تم میں اور ان لوگوں میں خاص فرق نہیں۔"دوسری آواز نے پہلی کو بری طرح لتاڑا تھا۔۔

نہیں میں ہر گز ان کے جیسی ظالم نہیں ہوں۔"تانیہ سرگوشی میں بڑبڑآئی تھی۔

"تو پھر اٹھو علاج کرو اس عورت کا۔"دوسری آواز خوشی سے سرشار تھی۔۔

"کوئی ضرورت نہیں۔ایسے ظالم لوگوں کو زندگی دینے کی۔ایسے لوگوں کو تو مر ہی جانا چاہیے۔علاج کر دو۔تاکہ یہ پھر کسی دوسری تانیہ پر ظلم کریں۔"تانیہ سے کوئی ناگواری سے بولا تھا۔۔

"تم نا صرف ایک ڈاکٹر،بلکہ ایک مسلمان بھی ہو۔اور اسلام تو ہر حال میں رحم کرنے کا حکم دیتا ہے۔دشمن کو بھی اچھائی سے زیر کرنے کا حکم دیتا

ہے۔تم کیسی مسلمان ہو،جو بدلہ لینا چاہ رہی ہو۔" دل کی آواز نے حقیقت کا آئینہ دکھایا تھا۔

نہیں!!خاموش!!تانیہ پریشان سی کانوں پر ہاتھ رکھ کر بڑابڑاتی کمرے" سے باہر جانے لگی۔اس کا دل کسی صورت ان کی مدد کے لئے آمادہ نہیں تھا۔۔۔

بڑی بی بی!!!وہ ڈاکٹرنی تو شہر گئی ہوئی ہے۔کلینک بھی بند پڑا ہے۔حویلی" میں بھی اس وقت کوئی حکیم موجود نہیں ہے۔۔"زمانی ڈور کر کمرے میں داخل ہوتی ھانپتی ہوئی بولی۔۔

تانیہ کے کمرے سے باہر جاتے قدم خود بخود ٹھہر گئے تھے۔۔

یا میرے اللہ اب کیا ہو گا۔۔ بڑی سرکار آپ ٹھیک ہیں۔۔" بڑی سرکار" کے دل کا درد بڑھتا ہی جا رہا تھا۔شاکرہ متفکر سی ان کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھ رہی تھیں۔اس وقت شہر کے لئے روانہ ہونا کسی بیوقوفی سے کم نا تھا۔پانچ سے سات گھنٹوں کے سفر میں تو بڑی سرکار نے راستے میں ہی سانسیں دے دینی تھیں۔

اب کیا ہو گا بی بی !! اللہ کوئی بچاؤ میری بڑی سرکار کو۔۔" زمانی کا انداز دھائی دینے جیسا تھا۔۔

بڑی سرکار !! بڑی سرکار !!! کیا ہو رہا ہے آپ کو۔۔" عائشہ اور شاکرہ" ڈور کر ان کہ ارد گرد بیٹھ گئیں تھیں ایسی حالت میں ان کے خود کے ہاتھ پیر پھول گئے تھے۔

"تانیہ بی بی آپ کو اللہ سائیں کا واسطہ بی بی!!! دیکھیں نا بڑی سرکار کو کیا ہو رہا ہے۔۔" دروازہ پر جامد کھڑی تانیہ کو دیکھ زمانی نے التجائیاں نظروں سے دیکھ کر سفارش کی۔۔

تانیہ نے زمانی کی آواز پر نا چاہتے ہوئے بھی قدم بڑی سرکار کی جانب بڑھائے۔جب کہ کانوں میں دور کہیں اپنی کچھ عرصہ پرانی آواز گونج رہی تھی۔

جہاں وہ اللہ کو حاضر ناظر جان کر حلف اٹھا کر یہ عہد کر رہی تھی کہ چاہے "کچھ بھی ہو جائے جیسے بھی حالات ہوں وہ کبھی اپنا فرض ادا کرنے سے انکاری نہیں ہو گی!!!

وہ ہر حال انسانیت کی خدمات کرے گی!!!

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

انسانیت اور اپنے پیشے کی بیچ کبھی کوئی دوستی اور دشمنی نہیں انے دے گی!!!

!!!بغیر کسی غرض کہ اپنا فرض ایمانداری سے ادا کرے گی

ہر رشتے، رنگ، نسل، مذہب، فرقے میں اول درجہ صرف انسانیت کا رہے گا!!!"لفظوں کی بازگشت ختم ہوئی اور تانیہ مطمئین سی ہوتی بڑی سرکار کی جانب بڑھی۔ سر پر سے جیسے بوجھ اتر گیا تھا۔ جن کا نا جانے سانس ٹوٹ رہا تھا۔ یا پھر دھڑکن سست تھی۔۔۔

پیچھے ہو جائیں آپ سب لوگ فوراً۔"تانیہ نے ان پر جھک کر سب کو "پیچھے کیا۔ موقع کی نزاکت دیکھ سب خاموشی سے ایک طرف کو ہو گئے۔۔

دوائیاں کہاں ہیں ان کی۔۔"زمانی کو دیکھ سوال کیا۔۔"

یہ۔۔۔یہ ہیں بی بی۔۔"زمانی نے جھٹ دوائیوں سے بھرا ہوا ڈبہ اس کہ " ہاتھ میں تھمایا۔۔

تانیہ نے بڑی سرکار کو آنکھیں چڑھاتے دیکھ ڈبہ ایک طرف کو پھینکا۔۔"

بی بی ! ! بی بی بڑی سرکار۔۔"بڑی سرکار کی سانسوں کی ڈور ٹوٹتی دیکھ " زمانی خوف زادہ سی بولی۔جن کا سانس رک رک کر آرہا تھا۔

چپ کرو زمانی۔آپ لوگ باہر جائیں پلیز ! ! !"تانیہ اس صورتحال میں " خود گھبرا گئی تھی۔ہاتھوں پر کپکپی سی طاری ہو گئی تھی۔۔

چلو باہر!! شاکرہ، عائشہ اور زمانی کو لئے باہر کو بڑھیں۔۔

تانیہ کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔جب کمرہ خالی ہوا تو اوسان کچھ بحال ہوئے۔

انہیں ھانپتا دیکھ دوائیوں کے ڈبے سے ایمرجنسی کی صورت میں دی جانے والی گولی نکال کر ان کی زبان کہ نیچے رکھی۔۔ساتھ ہی ہاتھ پیر سہلائے۔پسینے سے تر وجود کو خشک کر ذرا سا اونچا کیا۔پچیس سے تیس منٹ بعد سانسوں کی روانی بحال ہوئی تو پانی کا گلاس لبوں سے لگایا۔نڈھال سی بڑی سرکار نے دو گھونٹ پانی بھر کر چھوڑ دیا۔(سانس چلنا، دھڑکن تیز ہو جانا، یا سانسوں کے ٹوٹنے کی صورت میں کبھی بھی مریض کو فوری پانی دینے سے گریز کریں۔ جتنی بھی پیاس لگی ہو۔ایسی صورتحال میں سانس رک جانا، یا پھیپڑوں میں پانی چلے جانے کا خدشہ ہوتا)۔۔

اب ٹھیک ہیں آپ۔۔۔"کچھ دیر کے وقفے سے آہستہ آہستہ ان کی طبیعت میں کچھ بحالی سی ہونے لگی۔گولی نے اپنا اثر دکھادیا تھا.

بڑی سرکار نے محض سر ہلانے پر اتفاق کیا۔درد ایسا تھا جیسے کوئی سینے میں چھرا گھونپ رہا ہو۔دھڑکن کی روانی نارمل ہونے میں وقت درکار تھا۔۔

گہری سانس لیں۔یہ آپ کو آرام کرنے میں مدد کرے گا۔جب تک کہ " آپ کی دھڑکنیں گزر نہ جائیں۔"تانیہ نے کچھ احتیاطی تدابیر بتائیں۔۔

جگ سے ٹھنڈا پانی نکال کر بڑی سرکار کے چہرے پر چھڑک دیا۔جس سے ان کہ اعصاب کچھ بحال ہوئے۔۔ٹھنڈا پانی اعصاب کو متحرک کرتا ہے۔ جو آپ کے دل کی دھڑکن کو کنڑول کرتا ہے۔

دل کے مریضوں کے ساتھ ایسا صرف اسی صورت میں ہوتا ہے جب وہ بد پرہیزی کریں۔اپنی دوا وقت پر نا لیں۔ذہنی دباؤ کا، یا بلا وجہ کی سوچوں کا شکار ہوں۔ایسے موقعوں پر رونے دھونے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ بہت سمجھداری سے کام لینا پڑھتا ہے۔آپ کی ذرا سی بے احتیاطی مریض کی جان بھی لے سکتی ہے۔ ممکن ہو تو فوری ایمرجنسی میں ہسپتال منتقل کریں۔باقی تو اللہ کی مرضی ہوتی ہے۔طبیعت کی بحالی کی صورت میں مستند ڈاکٹر سے رجوع لازمی کریں۔

طبیعت کچھ بحال ہوتے ہی بڑی سرکار کو فوری طور پر شہر کے نجی ہسپتال میں منتقل کیا گیا تھا۔اس وقت صبح کے نو بج رہے تھے۔آریان، ضیغم کے علاوہ شمشیر اور وقار ملک بھی اس وقت ہسپتال میں موجود تھے۔

بڑی سرکار کو فوراً ایمرجنسی میں لایا گیا تھا۔۔ڈاکٹر کے مطابق بڑی سرکار شدید ذہنی دباؤ کا شکار تھیں۔ بروقت صورتحال پر قابوں پالینے کی صورت میں وہ کسی بڑے جانی نقصان سے محفوظ رہے تھے۔ لیکن گاؤں سے شہر تک کہ سفر میں بڑی سرکار کو ایک بار پھر مائنر ہارٹ اٹیک کا سامنہ کرنا پڑا تھا۔پہلے بھی ایک بار میجر اٹیک اچکا تھا۔اس بار اگر انہیں وقت پر دوا نہیں دی جاتی تو ممکن تھا۔کہ بڑی سرکار کی سانسیں چلی جاتیں۔۔۔

آریان کہ ہمراہ باقی تمام لوگ ویٹنگ ایریا میں بیٹھے ان کہ ہوش میں انے کا انتظار کر رہے تھے۔ صبح ہونے کہ باعث ہسپتال میں آمدورفت نا ہونے

کے برابر تھی۔۔آریان کو دو گھنٹے پہلے ہی عائشہ بیگم سے بڑی سرکار کی طبیعت کے بارے میں پتہ لگا تھا۔۔جب اپنی روٹین کے مطابق جب فجر کے لئے بیدار ہوا تو فون پر عائشہ بیگم کی چند گھنٹوں پہلے کی لاتعداد کالز شو ہو رہی تھیں۔آریان نے عجلت میں کال بیک کیا دوسری جانب عائشہ کے مطابق وہ رات کے دوسرے پہر ہی بڑی سرکار کو ڈرائیور کے ہمراہ لیکر شہر کے لئے روانہ ہو چکی تھیں۔کچھ ہی دیر میں انہیں ہسپتال پہنچ جانا تھا۔۔

مزید ایک گھنٹے کے انتظار کے بعد عائشہ بیگم بڑی سرکار اسلام باد کے نجی ہسپتال کارڈیو وارڈ میں منتقل کر چکی تھیں۔

"کیا دوائیوں کا خیال نہیں رکھا تھا تم نے اماں سرکار کی؟؟جو آج وہ اس حالت میں یہاں موجود ہیں۔"عائشہ کو دیکھ شمشیر دبی دبی آواز میں غصّہ سے بولے۔۔

میں تو رکھتی ہوں۔ پتہ نہیں شاید کل اماں سرکار نے خود ہی دوا نہیں لی ہو گی۔" عائشہ نے چونک کر صفائی پیش کی۔ جب کہ ان کی دواؤں کا خیال تو زمانی کرتی تھی۔

"یہ کیسا خیال رکھا تم نے؟ جانتی ہو آج تمہاری لاپرواہی کی وجہ سے اماں سرکار کی جان بھی جاسکتی تھی۔" شمشیر ماتھے پر بل ڈالے غصّہ سے بولے۔

"بابا سرکار!!! بس بھول جایں اب اس بات کو۔ دادی سرکار اب پہلے سے بہتر ہیں۔ وہ تو شکر ہے کہ تانیہ نے دادی سرکار کی طبیعت پر قابوں پالیا ورنہ آج شاید ہم دادی سرکار کو کھو دیتے۔" آریان نے اپنے باپ کو ٹھنڈا

کرتے ایک نظر عائشہ کو دیکھ تانیہ کی مدد سے آشنا کروایا۔ جو عائشہ بیگم گول کر گئیں تھیں۔ پر ماہ اسے فون پر سب بتا چکی تھی۔

تو کونسا احسان کر دیا۔ بس وہ اماں سرکار کی دل کی گولی دے دی تھی۔ وہ" کونسی بڑی بات ہے۔ وہ تو کوئی بھی دے دیتا۔" عائشہ نے ناگواری سے کہتے سر جھٹکا۔۔

آریان نے اپنے باپ کی گھورتی نگاہیں عائشہ پر مرکوز دیکھ فلحال خاموشی میں ہی عافیت جانی۔۔ اب بس انتظار تھا تو بڑی سرکار کے ہوش میں انے کا۔۔۔

شعیب صاحب اور فاریہ بیگم آج کسی بزنس ڈنر پر مدعو تھے۔گھر میں اس وقت صرف نور اور ارمان ہی موجود تھے۔جو کہ کسی اتفاق سے کم نہیں تھا۔ورنہ ارمان تو رات دیر سے لوٹنے کا عادی تھا۔۔

نورالعین اس وقت کچن میں کھڑی ملازمہ کے ساتھ رات کے کھانے کی تیاری میں مصروف تھی۔نور کے بے حد اثرار پر فاریہ نے اسے گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹانے کی اجازت دے دی تھی۔

کھانا تقریباً تیار ہی تھا۔بس کھانا کھانے والوں کا انتظار تھا۔

ارمان آرام دہ ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس سیڑھیاں اترتا سیدھا کچن میں آیا تھا۔

کھانا تیار ہے یا ابھی کچھ دیر باقی ہے۔"ارمان نے موبائل پر انگلیاں" چلاتے سر سری انداز میں پوچھا۔

بس تیار ہے۔میں لگا ہی رہی تھی۔"نور نے ایک نظر اس پر ڈال کر مطلع" کیا۔

جلدی لگاؤ پھر۔"ارمان ماتھے پر تیوری ڈالے سخت لہجے میں بول کر" کھانے کو میز کی جانب بڑھا۔۔

نور نے چونک کر اس کا بگڑا انداز دیکھا۔شاید یہ شخص پاگل تھا بلا وجہ ہی غصّہ کرنا اس کی عادت میں شمار تھا جیسے۔

نور منہ بنا کر سر جھٹکتی اپنے کام میں مگن ہو گئی۔۔ کھانا ڈش اوٹ کرتے اچانک ہی ایک خیال ذہن میں کوندا تو آنکھیں شرارت سے چمک پڑیں۔اپنی سوچ کو حقیقت کا جامہ پہنانے کے لئے جلدی سے رخ کیبنیٹ کی جانب موڑا۔

کیبنیٹ سے اپنے مطلوبہ ڈبے کو نکال کر جلدی سے ڈش میں تین چمچ بھر بھر کر لال مرچ ڈال کر اچھے سے مکس کرتے ملازمہ کے ہاتھ میں تھما دیا۔۔۔جو چند لمحے پہلے ہی کچن میں داخل ہوئی تھی۔

"میں نے ڈنر ٹیبل سیٹ کر دی ہے۔آپ بھی چلیں بی بی!!!ارمان صاحب آپ کو کھانے کے لئے بلا رہے ہیں۔" ملازمہ نے اسے وہیں کھڑا دیکھ ارمان کے بلاوے کے بابت بتایا۔۔

میں۔۔۔"پل میں نور کی ساری شوخی ہوا ہوئی تھی۔اس نے تو سوچا تھا کہ بس اب آرام سے جا کر کمرہ بند کر کہ بیٹھ جائے گی۔پر یہاں تو معملہ ہی الٹا ہو گیا تھا۔

جی آپ کو!!اور ساتھ یہ بھی کہا ہے۔کہ وہ مزید کوئی بہانا نہیں سنے گئے۔فوری کھانے پر پھنچے آپ۔"ملازمہ سرسری انداز میں ارمان کا پیغام لفظ بالفظ اس کہ گوشہ گزار کرتی کچن سمٹنے میں لگ گئ۔

مرتے کیا نا کرتے کے مصدق نورالعین اپنا خشک پڑتا گالا تر کرتی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ڈائنگ ٹیبل کی سمت بڑھی۔۔

"یہ اتنی سستی کا مظاہرہ کس خوشی میں ہو رہا ہے۔امریکا سے پاکستان تک کا سفر طے کر کہ آ رہی ہو کیا۔۔جلدی بیٹھو!!کب سے انتظار کر رہا

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ہوں۔۔"نور کے فق چہرے پر نظر ڈال کر طنزیہ لہجے میں بول کر ہاتھ سالن کے باول کی جانب بڑھایا۔۔

یہ یہ نہیں۔۔۔نہیں۔۔یہ چاول لے لیں۔"نور نے اس کا بڑھا ہوا ہاتھ " دیکھ افغانی پلاؤ کی ڈش اس کہ سامنے پیش کی۔۔

ارمان نے ذرا چونک کر اس کا یہ انداز دیکھا۔

میں رات میں چاول نہیں کھاتا۔مجھے جو لینا ہو گا میں خود لے " لونگا۔تمھیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔انسان بن کر سکون سے اپنا کھانا کھاؤ۔۔"ارمان نے اسے ڈپٹ کر تھوڑی سی مٹن کڑاہی اپنی پلیٹ میں ڈال کر پاٹ سے روٹی نکالی۔

نور بیٹھ تو گئی تھی۔ پر ابھی بھی پریشانی سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ کہ ادھر وہ پہلا نوالہ اٹھائے اور ادھر وہ اپنے کمرے میں بھاگے۔۔

کیا ہو گیا ہے۔ مراقبے میں چلی گئی ہو کیا۔ کھا کیوں نہیں رہیں۔" ارمان نے اسے یونہی خود کو تکتا بیٹھا دیکھ جھڑکا۔۔

لے رہی ہوں۔۔" نور نے ساری سوچوں پر مٹی ڈال کر اپنی پلیٹ میں" چاول ڈالے۔۔

ارمان نے ایک نظر سامنے بیٹھی پاگل پر ڈال کر سر جھٹکا۔ اور پہلا نوالہ اٹھایا۔ نور کا اپنی منہ کی جانب جاتا چاول سے بھرا چمچہ بیچ میں ہی رک گیا تھا۔ منہ میں نوالہ ڈال کر ارمان نے نظروں کے اشارے سے نا کھانے کی وجہ پوچھی تو نور نے جلدی سے اپنا منہ چلایا۔۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ارمان نے پہلا نوالہ تو کھالیا۔ذرا مرچ محسوس ہوئی۔لیکن نظرانداز کر دوسرا نوالہ جو منہ میں رکھا تو ایسا لگا جیسے کانوں سے دھواں نکل رہا ہو۔اپر سے ملانے کے باعث مرچ کہیں مکس ہوگئی تھی۔اور کہیں مرچوں کے ڈیلے سے بن گئے تھے۔اور انہی میں سے کوئی ایک ارمان کے منہ میں چلا گیا تھا۔

ارمان کا سرخ پڑھتا چہرہ دیکھ نور نے جلدی سے پانی کا گلاس بھر کر اس کہ آگے کیا۔وہ بھی بنا سوچے سمجھے منہ سے لگا کر غٹا غٹ پی گیا۔لیکن زبان اب تک جلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ارمان نے مزید دو گلاس پانی پیا لیکن مرچیں ختم ہونے کے بجائے مزید بڑھ گئیں تھیں۔زبان پر ہوتی جلن کے باعث ارمان کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔جب کہ وہ پانی کے گلاس کے

گلاس خالی کر چکا تھا۔نور نے ایک چور سی نظر اس پر ڈال کر غیر محسوس انداز میں اپنی جگہ چھوڑ کر کچھ دور جا کھڑی ہوئی۔۔

افففف میرے خدا کیا ڈال دیا اس میں پاگل عورت۔اتنی مرچیں "۔۔۔"اس بار پاس پڑا پانی کا جگ اٹھا کر پانی گلاس میں نکالنے کی زحمت کئے بغیر ہی منہ سے لگایا اور غٹا غٹ سارا پانی پی ڈالا۔

نور کو اس کی حالت دیکھ اب ہنسی بھی آ رہی تھی۔جو وہ بڑی مشکل سے ضبط کئے کھڑی تھی۔

"اف اتنی تیز مرچ میرے اللہ۔۔"

زبان پر لگ رہا تھا کسی نے انگارا رکھ دیا۔ارمان سمجھ چکا تھا۔یہ ضرور اس تین فٹ کی شرارت تھی۔اسے ایک گھوری سے نوازتا راستے میں آئی ہر

شے کو ٹھوکر مار کر نظر انداز کرتا کچن میں آگیا۔ الٹے سیدھے کبنیٹ کھولے۔ لیکن آنکھوں کی تلاش ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ ذرا جھنجھلا کر دوسرا ڈوراوپن کیا تو ایک طرف کو پڑا چینی کا ڈبّا نظر آیا۔ جلدی سے ڈبہ کھول کر چینی کے دو تین چمچہ بھر بھر کر منہ میں ڈالے۔ تو کچھ جلن کا احساس کم ہوا۔

جب کہ اس کے پیچھے آتی نوریہ سوچ رہی تھی کہ ماہ نور کے ناول ہیرو تو ہیروئن کو خوش کرنے کی خاطر تیز سے تیز مرچیں برداشت کر لیتے ہیں۔ یہ تو صرف دو سے تین چمچہ تھے۔

"اب ڈرامہ نہیں کرو، اتنی بھی کوئی مرچیں نہیں ہیں۔ اور اگر ہیں بھی تو کیا ہوا ناول کے ہیرو کی طرح ضبط کے کڑے مراحل سے نہیں گزر سکتے۔"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

نور نے اسے اور ریکٹ کرتا دیکھ منہ بسور کر شکوہ کیا۔ جبکہ سامنے والے کو تو اس کے جواب پر پتنگے ہی لگ گئے۔

کیا!!!! کیا کہا تم نے، اتنی مرچیں نہیں ڈالیں۔ ارے میری زبان اگ" کی طرح دہک رہی ہے اور تم کہ رہی ہو میں ڈرامہ نہیں کروں۔ ارمان کا دماغ ہی تو گھوم گیا تھا۔ دل چاہا ایک دو لگائے اس پاگل کہ پر پھر اپنی ماں کی تنبیہ یاد کر ضبط کر کہ رہ گیا

یا میرے اللہ ناول پڑھ پڑھ کر دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔ اگ لگے "تمہارے ناول کے ہیرو کو بھی اور اس پاگل کے ضبط کو بھی۔

ارمان نے اسے گھور کر مزید شہد کے دو تین چمچہ بھر بھر کر منہ میں ڈالے اور اسے ایک زبردست گھوری سے نوازتا تن فن کرتا باہر نکل گیا۔

نور اسے جاتا دیکھ اس کی حالت سوچ کر مزے سے اپنی کارستانی پر قہقہے لگا رہی تھی۔آخر نور نے ایک ہی باری میں اپنے سارے حساب برابر کر لئے تھے۔۔

بڑی سرکار تین دن کے بعد ہی ڈس چارج ہو کر حویلی آگئی تھیں۔
اب ان کی طبیعت پہلے سے کافی بہتر تھی۔اس وقت حویلی کے سب ہی مکین بڑی سرکار کے کمرے میں موجود ان کہ ارد گرد کھڑے تھے۔۔

تانیہ ناچاہتے ہوئے بھی آریان کے بلاوے پر کمرے میں موجود تھی۔جس کی موجودگی اور کسی کو تو نہیں البتہ عائشہ بیگم کو خاصی ناگوار گزر رہی تھی۔

آریان میں چاہتی ہوں، اس بار جانے سے پہلے تم اپنے خیالات اپنی ماں کے گوشہ گزار بھی کردو۔" بڑی سرکار دو دن میں ہی ڈھل سی گئی تھیں۔ آج انہیں محسوس ہو رہا تھا۔ کہ اب ان کی بوڑھی ہڈیاں مزید کوئی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتی تھیں۔

کیا کہنا چاہتے ہو آریان!!!" شمشیر ملک نے اپنے بیٹے کو دیکھا۔ جو" ضرورت سے سنجیدہ سا نظر آرہا تھا۔۔

اماں سرکار!! بابا میں اس بار جانے سے پہلے تانیہ کے مطلق آپ سب کو" اپنا آخری فیصلہ سنانا چاہتا ہوں۔ اس کہ بعد آپ لوگوں کی مرضی ہے جو چاہے وہ کریں۔۔" آریان نے وہاں موجود ہر فرد پر ایک نظر ڈال کر تمہید باندھی۔۔۔۔

Zubi Novels Zone

جو کہنا ہے صاف صاف لفظوں میں کہو۔۔"شمشیر ملک نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔جو جان گئے تھے وہ کیا کہنا چاہ رہا ہے۔۔

"صاف صاف بات یہ ہے بابا۔اصل مجرم ارمان نہیں بلکہ کوئی اور ہے۔اور وہ تیسرا شخص اس وقت میری قید میں ہے۔جیسے میں جلد پولیس کے حوالے کرنے والوں ہوں۔"آریان نے ان کہ سر پر دھماکہ کیا تھا۔۔جبکہ تانیہ یہ سوچ رہی تھی تو کیا علی پکڑا جا چکا تھا۔ایک خوشی کی لہر تھی جو پورے وجود میں سرآئیت کر گئی تھی۔

اچھا تو۔۔۔"عائشہ ذرا اتراخ کر بولیں۔"

"تو یہ اماں سرکار اب تانیہ کو آپ اس حویلی کی ونی سمجھنا چھوڑ دیں۔۔"آریان نے ذرا جتاتے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔

کیوں چھوڑ دیں۔ یہ اس حویلی کی ونی ہے بھول گئے جرگہ میں کیا فیصلہ ہوا تھا۔۔"عائشہ اتنی جلدی ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھیں۔۔

آپ فکر نہیں کریں!! بہت جلد اس جرگہ کے فیصلے سے بھی آزاد کروادوں گا۔۔"آریان اپنے فیصلہ پر اٹل تھا۔۔

ایسے کیسے فیصلہ ہو جائے گا۔۔جرگہ کا فیصلہ ایک بار ہی ہوتا ہے۔ سمجھے۔۔"شمشیر ذرا تیز لہجے میں غصّہ سے گویا ہوئے۔

بابا میں اپنا فیصلہ سنا چکا۔اور جلد جرگہ بھی سنا دے گا۔بہتر ہو گا۔آپ تانیہ کے ساتھ اپنا رویہ درست کرلیں۔ورنہ میں مجبوراً کوئی انتہائی قدم

اٹھانے سے گریز نہیں کروں گا۔۔"آریان نے سخت لہجہ میں کہا۔ جبکہ تانیہ بلکل خاموش کھڑی تھی۔۔

کیا کرو گے تم،ہاں!!!اماں سرکار دیکھ رہی ہیں آپ اس لڑکے کو۔ کیسے اس دو ٹکے کی لڑکی کی خاطر ہمارے فیصلوں سے انکار کر رہا ہے۔۔"عائشہ تو تیش میں اپے سے ہی باہر ہو گئی تھیں۔۔

خاموش ہو جاؤ سارے۔۔"بڑی سرکار نے اپنی نقاہت زدہ آواز میں" سختی لئے ان سب کو ٹوکا۔۔

کیوں خاموش ہو جاؤ میں اماں سرکار۔ میں نہیں بھول سکتی اپنے بیٹے" کو۔ یہ بھول گیا ہو گا اپنے بھائی کو!!"عائشہ بیگم تڑاخ پر بھاری آواز میں تانیہ کو نفرت سے دیکھتی بولیں۔

کچھ نہیں بھولا میں، پکڑ چکا ہوں ازلان کے قاتل کو!!! تانیہ بے گناہ ہے۔اس معصوم کو سزا دینا بند کر دیں۔۔" آریان کا لہجہ خاصہ سخت تھا۔۔

"آریان خاموش ہو جاؤ!!! میں بات کر رہی ہوں۔۔" بڑی سرکار نے آریان کو باز رہنے کا اشارہ کیا۔ جبکہ شمشیر بلکل خاموش کھڑے تھے۔ایک طرف ایک وہ بیٹا تھا جو اب اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔اور دوسرا وہ اکلوتا بیٹا تھا جو پہلے ہی ان کہ اصولوں کے خلاف رہتا تھا۔وہ عجیب کشمکش کا شکار تھے۔۔

"بڑی بہو!! تم آریان کی ماں ہو۔ تم اس کی شادی کرنا چاہتی ہو جس لڑکی سے چاہے شوق سے کرو۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ لیکن اگر آریان نے یہ بات ثابت کر دی کہ مجرم کوئی اور ہے تو تانیہ کو آزاد کر دیا جائے

گا۔اس کے بعد آریان کی مرضی ہے وہ تمہاری پسند کی لڑکی سے شادی کرے یا پھر اپنی پسند کی۔۔" بڑی سرکار نے اپنی طرف سے فیصلہ سنا دیا تھا۔ جبکہ تانیہ کو سمجھ نہیں آرہا تھا۔یہ اس کی آزادی سے ہوتی بات شادی پر کیوں ٹک گئی ہے۔۔

وہ بھلا کیوں حصہ بنانا چاہے گی ان ظالم لوگوں کے خاندان کا۔دل میں آیا کہ کہہ ڈالے لیکن پھر کسی مصلحت کے تحت خاموش ہو گئی۔بس ایک بار آزاد ہو جاے یہاں سے پھر تو اس نے وہی کرنا ہے جو اس کی مرضی ہو گی۔۔

" اماں سرکار آریان کیوں اپنی پسند سے شادی کرے گا۔یہ وہی کرے گا جو میری مرضی ہو گی۔۔"عائشہ کو ان کا فیصلہ ایک آنکھ نا بھایا تھا۔۔

فلحال آپ لوگ اس بحث کو یہیں رہنے دیں۔جب وقت آئیگا جب کی" تب دیکھی جائے گی۔"آریان نے بات ختم کرنی چاہی۔ابھی اس کہ پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ انہیں سمبھالتا پھرتا۔۔۔

"لیکن میری بات۔۔۔"

خاموش ہو جاؤ عائشہ!!! بس فیصلہ ہو گیا۔جیسا آریان چاہے گا بلکل ویسا" ہی ہو گا۔۔"شمشیر نے انہیں گھور کر خاموش کروایا تھا۔۔

اب آپ سب باہر جایں۔ڈاکٹر نے دادی سرکار کو ٹینشن دینے سے منع" کیا ہے۔آریان نے سب کو باہر بھیج کر بڑی سرکار کی دوائیاں چیک کیں۔۔

زمانی۔۔۔"آریان نے سیدھا اسے ہی پکارا تھا۔"

جی چھوٹے سرکار!!!"بڑی سرکار کے سرہانے کھڑی زمانی فوراً اس کی" جانب متوجہ ہوئی۔۔۔

میں تمام دوائیوں کا آپ کو پہلا ہی بتا چکا ہوں۔آپ نے دادی سرکار کا" بہت خیال رکھنا چاہیے۔اور ہاں تمام دوائیں وقت پر دیجئے گا۔۔"آریان نے بڑی سرکار کی مکمل ذمہ داری زمانی کے سر ڈال دی تھی۔جو وہ فوری اٹھانے کے لئے تیار تھی۔۔۔۔

"جی چھوٹے سرکار زمانی بڑی سرکار کا خاص خیال رکھے گی۔۔" زمانی تو پہلے ہی ان کی طبعہ تھی۔۔

گڈ!!دادی سرکار اب میں چلتا ہوں۔اپنا خیال رکھیے گا۔۔"آریان ان کا" ہاتھ احترام چومتا کمرے سے باہر نکل گیا۔۔

نور بیٹا کیا کر رہی ہو۔۔"فاریہ نے اس کہ کمرے میں داخل ہو کر سوال" کیا۔۔

کچھ نہیں پھپھو!!بس فارغ بیٹھی بور ہو رہی تھی۔تو سوچا وقت گزاری" "کے لئے سکیچنگ ہی کر لی جائے۔تو بس وہی کر رہی تھی۔۔
نور نے مسکرا کر کہا۔

اچھا دکھاؤ مجھے بھی۔۔"فاریہ اسی کہ ساتھ بیڈ پر بیٹھ گئیں۔جہاں وہ کاغذ پھیلائے بیٹھی تھی۔

"ارے واہ تمھیں تو بہت اچھی سکیٹچنگ آتی ہے۔"فاریہ نے مسکرا کر داد دینے کے انداز میں کہا۔تو نور مسکرا کر رہ گئی۔

"میں اپنے اور بھی سکیچ دکھاتی ہوں آپ کو۔۔"نور نے مسکرا کر مزید کچھ پرچے ان کے آگے کئے۔۔

وہ دونوں مسکرا کر باتوں میں مگن ہو چکی تھیں۔ارمان اور شعیب صاحب دونوں ہی آفس میں تھے۔۔۔

کل اس کی واپس شہر روانگی تھی۔ جانے سے پہلے وہ ایک بار تانیہ کو اعتماد میں لیکر جانا چاہتا تھا۔۔

آریان دروازہ پر دستک دیتا ماہنور کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ دونوں باتوں میں مصروف تھیں۔ شاید ان دونوں کے بیچ خاصی گہری دوستی ہوگئی تھی۔ آریان مسکرا کر وہیں سوفے پر بیٹھ گیا۔۔

کیا ہو رہا ہے۔" سرسری سے لہجے میں دریافت کیا۔۔"

کچھ خاص نہیں بس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ بتایئے کیسے آنا ہوا۔۔" ماہنور نے مسکرا کر پوچھا۔۔

مجھے ڈاکٹر تانیہ سے کچھ بات کرنی تھی۔"آریان نے اس کی جانب متوجہ ہو کر کہا۔

"ہاں تو کریں!! میں آتی ہوں۔۔"ماہ نے پیر بیڈ سے نیچے رکھے۔

"تم سے بھی کرنی ہے یہیں بیٹھو۔"آریان نے اسے کھڑا ہوتا دیکھ وہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔تو ماہ بھی وہیں رک گئی۔۔

"سب سے پہلے تو تانیہ آپ کا بہت شکریہ۔اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد بھی آپ نے دادی سرکار کا اتنا خیال رکھا۔۔"آریان نے اسے دیکھ تمہید باندھی۔

سپاٹ سا چہرہ لئے بیٹھی تانیہ نے ایک نظر اسے دیکھا پھر ایک گہری سانس بھر کر گویا ہوئی۔۔

اس میں شکریہ کی کوئی بات نہیں ایک ڈاکٹر ہونے کے ناطے یہ میرا فرض تھا۔"تانیہ نے اسے دیکھ سنجیدگی سے کہا۔ جس پر آریان سر ہلا کر رہ گیا۔۔

کل میں جا رہا ہوں شہر اس بار انشاءاللہ آپ کے لئے اچھی خبر ہی لے کر آونگا۔ جب تک آپ اپنا خیال رکھیے گا۔"آریان نے متوازن لہجے میں کہا۔ جس پر تانیہ سر ہلا کر رہ گئی۔

ماہ تم برائے مہربانی اپنا موبائل اپنے پاس رکھا کرو۔ میں جب کال کرتا ہوں تمہارا موبائل بجتا ہی رہتا ہے۔"آریان نے اب ماہ کو دیکھ ڈپٹا جو کھسیانی سی ہنسی ہنس کر رہ گئی۔۔

خیال رکھنا اپنا بھی اور ڈاکٹر تانیہ کا بھی۔اماں سرکار اگر کچھ بھی کہیں۔اور" حویلی کا کوئی بھی فرد تم فوری مجھے اطلاح دو گی۔" جاتے جاتے آریان نے اسے تمبیہ کرنا ضروری سمجھا۔۔

ماہ اور تانیہ دونوں ہی سر ہلا کر رہ گئی۔کچھ دیر مزید اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا آریان کچھ دیر بیٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔۔

کتوں!! حرام خوروں مفت کی کھاتے ہو!!! تمھیں میں نے یہاں رکھا" کس لئے تھا۔تم جیسے چار ہٹے کٹے مردوں کے ہوتے ہوئے بھی وہ زخمی

کل کالڑکا تمھیں چکمہ دے کر فرار ہو گیا۔۔"وہ شخص غصّہ میں پاگل ہوتا۔اپنے آدمیوں کو بری طرح پیٹ رہا تھا۔۔

صاحب اس کی ایسی حالت نہیں تھی کہ وہ خود سے فرار ہوتا۔ضرور اس کے پیچھے کوئی ہے۔جو اسے یہاں سے اغوا کر کہ لے گیا ہے۔۔"ان میں سے ایک نے درد سے چور آواز میں کہا۔

"ابے تو کتوں تم کس مرض کی دوا ہو۔شہر سے اتنی دور بنے اس فارم ہاؤس میں کوئی انجان شخص تمہاری آنکھوں میں دھول جھوک گیا۔۔"اس شخص نے ایک اور تھپڑ رسید کیا تھا۔

جاؤ!! زمین کھودوں یا آسمان کے پار جاؤ مجھے وہ لڑکا واپس چاہیے۔ "تم نہیں جانتے اگر اس نے سچ اگل دیا تو ہماری ساری محنت پر پانی پھر جائے گا۔۔" مقابل علی کی گمشدگی سے جنون کی حد تک پاگل ہو چکا تھا۔۔

"سر وہ لڑکا کبھی اپنا منہ نہیں کھولے گا۔اس کے ماں باپ ہمارے قبضے میں ہیں۔وہ اگر اس آریان ملک کے ہاتھ لگ بھی گیا ہے تو وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔۔" دوسرے نے چاپلوسی سے اپنی بساط کے آخری مہرے کی اہمیت سے آشنا کروایا تھا۔۔

"ہاں!!!! یہ ہے میرا چیتا۔۔۔آریان ملک میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔۔" مقابل نے اپنے آدمی کا کندھا تھپتھپا کر عجیب لہجے میں قہقہا لگایا۔۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

اس کے ماں باپ کہاں ہیں۔" اچانک سوال کیا۔۔"

سر وہ توتہ خانے میں قید ہیں۔۔"۔اس نے اطلاح دی۔"

جب تک وہ ہمارے پاس ہیں سمجھوں جن کی جان طوطے میں قید" ہے۔" مقابل کی آنکھوں میں جیت کی چمک تھی۔۔

میں بھی دیکھتا ہوں۔آریان ملک تو کیسے مجھے ہرائے گا۔ شمشیر ملک تباہ" کردوں گا میں تجھے اور تیرے خاندان کو بھی۔۔" مقابل کی آنکھوں سے شرارے پھوٹ رہے تھے۔۔

یہ منظر ایک گھپ اندھیرے کمرہ کا تھا۔ جس میں چاروں اور تاریکی چاہی ہوئی تھی۔ کمرے کے بیچ و بیچ ایک کرسی پر بندھا شخص ان لوگوں کی مار کھا کھا کر ادھ موئہ ہو چکا تھا۔ لیکن زبان تھی کہ سچ اگلنے سے انکاری تھی۔

دیکھ لڑکے یہ بات سیدھے سے بتادے۔ اس قتل میں تیرے ساتھ اور" کون کون ملوس ہے۔ اگر تو سچ بتادے گا تو شاید ہم تیری جان بخش دیں۔ لیکن اگر تو نے نہیں اگلا تو یاد رکھ زندہ تو پھر بھی نہیں بچے گا۔" مقابل کھڑے یوسف نے علی کو بالوں سے پکڑ کر جھٹکا دیتے غرا کر کہا۔ جو پیاس کی شدّت سے نڈھال ہو چکا تھا۔۔

یوسف اسے بس ایک دن کے لئے میرے حوالے کر دو۔ اس سے سچ" کیسے اگلوانا ہے۔ یہ میں بہتر جانتا ہوں۔۔" ارمان نے غصّہ میں علی کے منہ پر ایک مکا جڑتے غصّہ سے کہا۔

ارمان باہر اؤ میرے ساتھ۔۔"یوسف ارمان کو ایک بار پھر غصّہ سے " پاگل ہوتا دیکھ اپنے ساتھ باہر لے آیا۔جو علی کو مار مار کر پہلے ہی اس کی درگت بنا چکا تھا۔

آریان بس آتا ہی ہو گا۔اور اس پر زیادہ تشدد نہیں کرنا۔شعیب انکل اس لڑکے کو لے کر پہلے ہی معملہ عدالت میں لے جا چکے ہیں۔اب ہمیں ہر حال اس لڑکے کو عدالت میں پیش کرنا ہو گا۔بس کسی طرح یہ بیان دینے پر راضی ہو جائے تو سمجھو ہمارا کام ہو گیا۔۔

تمھیں کیا لگتا ہے۔اس قتل کا اصلی قاتل کون ہے۔۔"یوسف ایک " پولیس افسر تھا۔اس کی نظر ہر ایک پر تھی۔وہ بہت پہلے ہی جان چکا تھا کہ

اصلی قاتل کون ہے۔ لیکن جو لوگ اس قتل میں ملوس تھے۔ان پر بغیر ثبوتوں کے ہاتھ ڈالنا مطلب اپنے ہاتھ کٹانے جیسا تھا۔۔

وہی ہیں جن پر ہمیں شروع سے شک تھا۔"یوسف نے غصّہ میں اس کہ " شک پر یقین کی مہر سبت کی۔

ان لوگوں کا ارادہ علی کو اپنے ہی طریقے سے ہینڈل کرنے کا تھا۔ لیکن شعیب صاحب علی کو لیکر پہلے ہی کافی اپر تک بات کر چکے تھے۔انتظار تھا تو بس علی کا جو روپوش ہو گیا تھا۔۔شعیب صاحب کے کارندے جو پہلے ہی اس کی تاک میں تھے۔جو یوسف کے آدمیوں سے پہلے ہی اس تک رسائی حاصل کر چکے تھے۔وہ تو علی کو فوراً تختہ دار پر چڑھانا چاہتے تھے۔ لیکن یوسف کی زبانی ساری حقیقت جاننے کے بعد انہوں نے معملہ یوسف کے سپرد کر دیا تھا۔۔

آریان نے انہیں اس بات کا یقین دلایا تھا کہ وہ سہی سلامت تانیہ کو ان کے حوالے کرے گا۔۔

"تو بس ٹھیک ہے۔اگر یہ عدالت میں ان لوگوں کے خلاف گواہی دینے پر راضی ہوتا ہے تو ٹھیک ہے۔ورنہ پھر اسے ہم اپنے طریقے سے ہینڈل کریں گئے۔" ارمان یوسف کو بولتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔جبکہ علی کا کھانا پینا پچھلے ایک ہفتے سے بند تھا۔اسے صرف اس وقت ہی اتنا کھانا دیا جاتا تھا جس سے وہ زندہ رہ سکے۔مگر وہ بڑی کوئی ڈھیٹ ہڈی تھا۔۔۔

Last Episode Link

Click HERE

Zubi Novels Zone

اگر آپ ناول پڑھنے کے شوقین ہیں تو ہم آپکے لیئے لائے ہے دنیا کا سب سے بڑا
ناولز کا مشہور ویب سائٹ جہاں سے آپ دنیا جہاں کے مزے کے ناولز پڑھ اور
ڈاؤنلوڈ کر سکتے ہے جو ناولز آپکو کہی کسی اور ویب سائٹ سے نہیں ملے گے

ZUBINOVELSZONE.COM 👉 ZNZ.LIFE

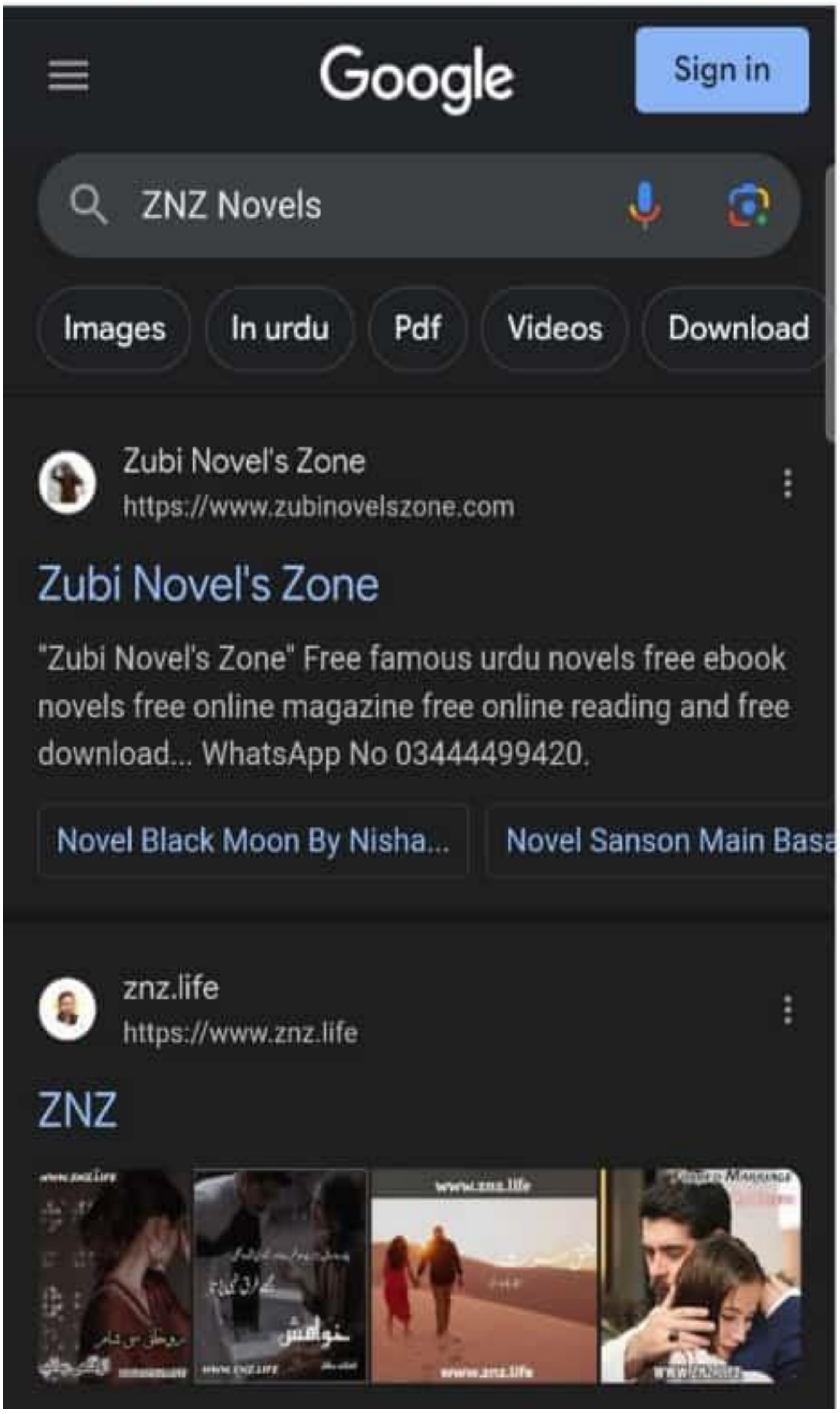

تو دیر کس بات کی ابھی گوگل پر
جائے اور ٹائپ کریں
ZNZ NOVELS
ٹوپ پر دو ویب سائٹ آجائے
گے جسکی سکرین شاٹ آپ
سامنے دیکھ سکتے ہے کوئی بھی
ایک سائٹ وزٹ کریں اور
اپنے پسند کا ناول سرچ کر کے
باآسانی ڈاؤنلوڈ کر کے پڑھ لیں
مزید کے لیئے رابطہ کریں

0344 4499420

For Free Ebook Novels Link

https://heylink.me/ZUBI_NOVELS_ZONE

اسلام علیکم !

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا

تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

https://www.zubinovelszone.com

https://www.znzlibrary.com/

https://www.znz.today/

آن لائن ویب سائٹ آپکو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں

وہاٹسیپ پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

0344 4499420

https://www.facebook.com/zubairkhanafridi2020

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone

WHATSAPP CHANNEL LINK

Channel Join Now